1

یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیة
فی
الفتاویٰ النقشبندیة

المجلد السادس عشر

تصنیف
فخر المتاخرین العالم العارف باللّٰہ
مفسر کلام اللّٰہ تعالیٰ وخادم حدیث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الشیخ السید احمد علی شاہ
الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی
النقشبندی الجشتی القادری السهروردی

ناشر
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ
فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: العطایا السیفیۃ فی الفتاوی النقشبندیۃ، المجلد السادس عشر

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: جون ۲۰۲۴ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

تحفۃ الخواطر فی مسئلۃ الحاضر و الناظر

استفسار: آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا عقیدہ توحید کے منافی ہے یا نہیں؟ آپ اس مسئلہ کو کتاب و سنت اور عقل واستدلال کی روشنی میں واضح فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔ بَیِّنُوْا وَتُوْجرُوْا!

سائل: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

الجواب: الحمد للہ الذی جعل الرسول شاھدًا و جعل للمنکرین نزیرا و الصلوٰۃ و السلام علی معلم الکائنات ھو للمؤمنین بشیرًا و علیٰ آلہٖ الطیبین الطاھرین و جدھم للکائنات مقصودًا۔

فقیر اب مسئلہ حاضر وناظر کی وضاحت کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس تالیف لطیف "تحفۃ الخواطر فی مسئلۃ الحاضر و الناظر" کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر افرادِ کائنات کے لئے ہدایت کا سامان کر دے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم!

معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کائنات کا مشاہدہ کرنے والے (حاضر وناظر) ہیں کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔

خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٨) لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (الفتح ٩)

اے میرے محبوب بے شک ہم نے تمہیں مشاہدہ کرنے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تاکہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لاؤ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو۔ اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولو۔

اس آیۃ کریمہ میں خالق کائنات نے ماسوا دیگر اوصافِ جمیلہ کے شاہد اور مبشر ونزیر جیسی نورانی صفتوں سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متصف قرار دیا ہے۔

لفظ حاضر وناظر اور شاہد کے معنی کی تحقیق

ملا قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الشھید من الشھود بمعنی الحضور و معناہ العالم۔

لفظ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں ہے اور حضور کے معنی عالم کے ہیں۔[1]

شرح مواقف میں مذکور ہے:

النظر فی اللغۃ بمعنیٰ الرؤیۃ۔

یعنی نظر لغت میں رؤیت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[2]

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہلسنت والجماعت حضور سرور ہر دو عالم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم کو وہ علم ورؤیت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم ہر جگہ اور ہر مقام کا علم ورؤیت رکھتے ہیں اور چشمِ نبوت ورسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

منجد، صراح، مختار الصحاح وغیرہ کتبِ لغت میں ہے کہ حاضر کا مادہ حضر اور ناظر کا مادہ نظر ہے۔ حضر سے الحضور مصدر بنا۔ جس سے حاضر مشتق ہوا۔ حضر، حضور، حاضر کے بہت سے معنی ہیں۔ مثلاً پہلو، نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ اور حاضر کے معنی شہروں، بستیوں میں رہنے والا، بڑا قبیلہ وغیرہ آتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا معانی کے علاوہ جس معنی سے ہماری بحث خصوصیت کے ساتھ متعلق ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ حضر، حضرۃ، حضور سب کے معنی ہیں۔ سامنے ہونا اور حاضر کے معنی ہیں سامنے ہونے والا جو چیز عیاناً بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو۔ اسے حاضر کہتے ہیں۔

صراح، مختار الصحاح، منجد میں ہے کہ حضرت اور حضور غیبت کی ضد ہیں۔[3]

شاہد کے معنی مشاہدہ کرنے والا ہے۔

حضور حاضر شدن نقیض الغیبت۔

یعنی حضور کے معنی حاضر ہونا غیبت کی نقیض ہے۔

الحضر نقیض الغیبت وتفصیلہ فیہ۔

یعنی حضر کے معنی حاضر ہونا غیبت کی نقیض ہے۔

---

[1] (شرح شفا، ج ۱، ص ۵۵)

[2] (شرح مواقف، ص ۶۱۹)

[3] (صراح، ص ۱۷۰)

مختار الصحاح صفحہ ۱۵۹ میں بھی یہی معنی مذکور ہے اور مجمع بحار الانوار ج اول صفحہ ۲۷۵ الحاضر المقیم فی المدن و القریٰ۔ یعنی حاضر کا معنیٰ یہ ہے کہ جو مقیم ہو شہروں میں اور دیہاتوں میں۔

اور امام راغب اصفہانی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

الغیب مصدر غابت الشمس و غیرھا۔

اذا حضرت عن العین یقال غاب عنی کذا۔ قال اللہ تعالیٰ: أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ (النمل ۲۰) مستعمل فی کل غائبۃ عن الحاسۃ۔ الغیب غابت الشمس کا مصدر ہے۔ جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے تو محاوراتِ عرب میں غابت الشمس کہا جاتا ہے۔ ایک محاورہ غاب عنی کذا بھی ہے یعنی فلاں چیز مجھ سے غائب ہو گئی۔[1]

قرآن حکیم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ ہدہد کو نہیں دیکھتا۔

أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ (النمل ۲۰) کیا وہ غائب ہے۔

عزیزانِ اسلام غور کا مقام ہے کہ معانی منقولہ کے اعتبار سے لفظِ حاضر کا اطلاق ذات واجب الوجود پر ممکن ہی نہیں، یقیناً نہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

اور نیز امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں:

”کہ جو چیز سامنے نہ ہو یعنی حواس خمسہ سے دور نگاہوں سے پوشیدہ ہو تو اسے غیب یا غائب کہتے ہیں۔“

جب ثابت ہو گیا کہ حاضر غائب کی ضد ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غائب اسے کہتے ہیں جو حواس خمسہ سے دور ہو اور آنکھ کے سامنے نہ ہو تو اب یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حاضر اس کو کہا جائے گا جو حواس سے پوشیدہ نہ ہو اور عیاناً وہ بے حجاب آنکھوں کے سامنے موجود نہ ہو۔

ہماری اس تحقیق منصفانہ کے بعد اہل انصاف پر بالکل صاف ظاہر ہو گا کہ لفظ حاضر اپنے حقیقی لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی شان کے ہرگز لائق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ شہروں، بستیوں میں رہنے اور قبیلہ ہونے سے پاک ہے۔ جتنے معنی لفظ حاضر کے منقول ہوئے اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ و مبرہ ہے۔

اور قرآن مجید شاہد و عادل ہے کہ اللہ تعالیٰ حواس خمسہ اور نگاہوں کے ادراک سے بھی بلند و بالا ہے۔

---

[1] (مفردات ص ۳۷۲، ۳۷۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ۱۰۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ تمام نگاہوں کا ادراک فرماتا ہے وہ لطیف اور خبیر ہے۔

ناظر کے معنی کی تحقیق

ناظر کا مأخذ نظر ہے، مختار الصحاح میں ہے:

والناظر في المقلة السواد الاصغر الذي فيه إنسان العين ويقال للعين الناظرة۔

آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جس میں آنکھ کا تل ہوتا ہے کو ناظر کہتے ہیں اور کبھی آنکھ کو ناظرہ کہا جاتا ہے۔[1]

اور نیز حوالہ مذکورہ پر ہے:

النظر والنظران بفتحتين تأمل الشئ بالعين۔

آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تأمل کرنا۔[2]

صراح میں نظر کا معنی یوں مذکور ہے:

نظر، نظر بفتحتین۔ نظرن۔ ایستن درچیزے بتاویل یقال نظرت الی الشئی۔ آنکھ کے ساتھ کسی چیز کو بغور دیکھنا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے اس چیز کو دیکھا۔[3]

اور منجد میں ہے:

نظرونظر، نظراً، ونظرةً، وتنظاراً ونظراناً واليه البصرة والتأمّلةُ بعينه نظرنظرافی الامرتدبرة وتفكرفيه يقدرويقيه الشئی۔

کسی شئے میں تدبر و فکر کرنا اور آنکھ کے ساتھ تأمل کرنا اور جس چیز کا قدرے اندازہ لگایا جاتا ہے ان مذکورہ بالا معنی کے علاوہ لفظ نظر سے بھی تأمل و تلاش کے معنی بھی مراد لئے جاتے ہیں اور اس سے کبھی معرفت اور رؤیت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل یا کسی چیز کا ادراک کرنا یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر اور بصیرت کو پھیرنا بھی مراد لیا جاتا ہے۔[4]

---

1 (مختار الصحاح، ص ۲۹۱)
2 (مختار الصحاح، ص ۲۹۱)
3 (صراح، ص ۳۱۴)
4 (مفردات امام راغب اصفهانی مصری ص ۵۱۷)

اورامام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کو نظر فرمانے کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اوران تک اپنے نعمتیں پہنچاتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (آل عمران ۷۷)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کفار سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا۔یعنی قیامت کے روز کافروں پر اللہ تعالیٰ کا کوئی انعام واحسان نہ ہو گا۔

جیسے امام راغب اصفہانی اس آیتِ مقدسہ کا معنی بیان کرتے ہیں کہ:

و نظر اللہ تعالی إلی عبادہ: هو إحسانه إليهم و إفاضة نعمه عليهم، قال اللہ تعالیٰ: وَ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (آل عمران ۷۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر مخلوق کی طرف نظرِ حقیقی نہیں بلکہ جہاں نظر کا لفظ آیا ہے وہاں مجازی معنی احسان مراد لیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اورانہیں اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے۔[1]

نیز تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اوررحم نہیں فرمائے گا۔

لا یعطف علیهم و لا یرحمهم۔

اس کے بعد صاحبِ تفسیر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ثم جاء فیمن لا یجوز علیه النظر مجرد المعنی الاحسان۔

یعنی جس کے حق میں لفظ نظر کا استعمال جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے لئے اگرچہ لفظ نظر کا بھی استعمال ہوا ہے تو وہ اپنے اصلی حقیقی معنی سے مجرد ہے اور صرف احسان کے معنی میں ہے۔[2]

نیز صاحبِ مجمع بحارالانوار اس حدیث شریف کے ماتحت فرماتے ہیں:

إن اللہ تعالی "لا ینظر" إلی صورکم و أموالکم ولکن إلی قلوبکم وأعمالکم، النظر هنا الاختیار و الرحمة و العطف۔

---

[1] (مفردات امام راغب اصفهانی مصری ص ۵۱۷)

[2] (تفسیر روح المعانی تحت الآیة آل عمران ۷۷)

حدیث شریف میں نظر کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ یہاں پسندیدگی رحمت اور مہربانی مراد ہے۔[1]

اور اس کے بعد صاحبِ موصوف فرماتے ہیں کہ:

نظر اللہ مجازاتہ و محاسبتہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے اور محاسبہ فرماتا ہے۔

عزیزانِ اسلام! اس واضح اور مدلل بیان کے بعد آپ پر بخوبی عیاں ہو گیا ہو گا کہ ان دونوں الفاظ اصلی اور حقیقی معنی اللہ جل مجدہ کی ذاتِ مطلق کے شایانِ شان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان معنی سے پاک ہونا قطعی اور یقینی امر ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ان معنی سے پاک ہونا لازمی امر ہے تو اس کے بعد یہ حقیقت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ ان لفظوں کا اطلاق بغیر تأویل کے ذات باری تعالیٰ پر مطلقاً جائز نہیں تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں "حاضر و ناظر" کوئی نام نہیں اور قرآن و حدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا اور نیز صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔

جب متاخرین علماء کرام کے زمانہ میں بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احدیت کو لفظِ حاضر و ناظر منسوب کر دیا اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنے لگے تو اس دور کے علماء اعلام نے ان کے اس قول سے انکار کیا بلکہ بعض علمائے کرام نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا۔ بالضرورت یہ مسئلہ (کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے یا نہیں۔) جمہور علمائے کرام کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ اس میں تأویل ہو سکتی ہے اس لئے یہ اطلاق کفر نہیں یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مجازاً علم کے معنی میں اور نظر کو مجازاً رؤیت کے معنی میں مراد لے لیا جائے۔ اس تاویل سے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا جاسکے گا تو یہ اطلاق علیم و بصیر اور عالم من یریٰ کے معنی میں ہو گا۔

درمختار اور شامی میں ہے:

یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔

یعنی صاحب درِ مختار فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ) کو یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں۔[2]

---

[1] (مجمع بحار الانوار ج۳ ص ۳۶۹)

[2] (شامی جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۳۷)

اس عبارت کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

(قولہ لیس یکفر) فإن الحضور بمعنی العلم شائع - {ما یکون من نجوی ثلاثۃ إلا ھو رابعھم} والنظر بمعنی الرؤیۃ - {ألم یعلم بأن اللہ یری} فالمعنی یا عالم من یری۔ [1]

وجہ (لیس یکفر) یہ ہے کہ یاحاضر و یاناظر میں تاویل ہو سکتی ہے کہ حضور علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ نجویٰ ذات باری تعالیٰ سے باہر نہیں۔ اس معنی پر یاحاضر، یاعالم کے معنی میں ہو گیا اور نظر رؤیت کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور رؤیت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ (العلق ۱۴)

تو اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یاحاضر یاناظر یاعالم یا من یریٰ کے معنی مجازی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے، معنی حقیقی میں نہیں۔

سوال: یہ کیسے معلوم ہوا کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا کفر قرار دے دیا تھا؟

جواب: صاحبِ درِ مختار کا یہ قول یاحاضر یاناظر لیس بکفرٍ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بعض علماء نے اس کو کفر کہا تھا۔ ورنہ صاحبِ در مختار کا یہ قول بالکل لغو اور بے معنی قرار پائے گا۔ کیونکہ جب تک کوئی امر قابل انکار اور لائق تردید موجود نہ ہو۔ اس وقت تک انکار اور تردید ممکن ہی نہیں۔ دیکھئے آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو رحمٰن اور رحیم کہنا کفر نہیں لکھا، کیونکہ آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم کہنا کفر قرار ہی نہیں دیا۔ تو اس روشن بیان سے معلوم ہوا کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا اس لئے کفر قرار دیا تھا کہ ان دونوں لفظوں کو اپنے اصلی اور حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق کے ہرگز لائق نہیں۔ لیکن جمہور علماء کرام نے ان لفظوں کو اپنے اصلی حقیقی اور لغوی معنی سے پھیر کر تاویل کرلی اور معنی مجازی میں یاحاضر و یاناظر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احدیت کے لئے جائز رکھا۔ اس تحقیق مذکورہ سے واضح و متحقق ہوا کہ بغیر تاویل کے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا مطلقاً جائز نہیں۔ اس کے بعد یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو لوگ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں حاضر وناظر کے اطلاق کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں وہ یا تو حاضر وناظر کے معنی نہیں سمجھتے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو

---

[1] (بزازیہ، پ۳۰، فلق ع ۱، الدر المختار، ج ۴، ص ۲۵۹)

اپنا جیسا سمجھ لیا ہے کہ ایسے الفاظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرتے ہیں کہ جن کے لغوی معنی صرف بندوں کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

تَعْصَلُ الٰہَ وَاَنْتَ تَظْھَرُ حُبَّہٗ — وَھٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعُوْ

لَوْ کَانَ حُبَّکَ صَادِقًا فِیْ وَعْدِہٖ — فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعُوْ

سوال: فی زمانہ لفظ حاظر وناظر، سمیع وبصیر، علیم وخبیر، **عالم ومن یریٰ** (دیکھنے والا اور جاننے والا) کے معنی میں اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں اس کا استعمال ان ہی معنی کا وہم پیدا کرے گا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر کہنا موہم شرک ہے۔

جواب: جن الفاظ کا استعمال فی زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں موہم شرک بتایا جاتا ہے بعینہ وہی الفاظ رب العزت نے قرآن کریم میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔ جس سے ابہام شرک کی جڑیں قطعی طور پر کٹ جاتی ہیں۔ مثلاً سمیع، بصیر، علیم وخبیر، عالم ومن یریٰ۔ ان تمام الفاظ کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن کریم میں موجود ہے۔

مثلاً: **اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الإسراء ۱)** میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سمیع وبصیر کہا گیا ہے۔

جیسا کہ روح البیان میں ہے:

وفي "التأويلات" وفي قوله: {إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} إشارة إلى أن النبي صلى الله عليه وسلّم هو السميع الذي قال الله: "كنت له سمعاً فبي يسمع وبي يبصر" فتحقيقه لنريه من آياتنا المخصوصة بجمالنا وجلالنا إنه هو السميع بسمعنا البصير ببصرنا فإنه لا يسمع كلامنا إلا بسمعنا ولا يبصر جمالنا إلا ببصرنا.

(**تاویلات نجمیہ** میں ہے) کہ **انہ ھو السمیع البصیر** میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ سمیع وبصیر ہیں۔ جس کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں، تو وہ مجھ سے سنتا ہے۔ اور میں اس کی بصر ہو جاتا ہوں، تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ لہٰذا آیت مقدسہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو ہمارے جلال وجمال کے ساتھ خاص ہیں۔ بے شک وہی عبد مقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہیں۔ یقیناً وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا حال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔[1]

---

[1] (روح البیان، ص ۱۶۰)

اور نیز تفسیر روح المعانی میں ہے:

و أما علی تقدیر کون الضمیر للنبي صلّی اللہ علیہ و سلّم کما نقلہ أبو البقاء عن بعضھم و قال: أي السمیع لکلامنا البصیر لذاتنا۔

انہ ھو السمیع البصیر کی ضمیر کو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف راجع کیا جائے جیسا کہ ابو البقاء نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ انہ ھو السمیع البصیر کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات جو دیکھنے والے ہیں۔[1]

اور نیز صاحبِ تفسیر مذکور لکھتے ہیں:

و لا یمتنع إطلاق السمیع و البصیر علی غیرہ تعالی کما توھم لا مطلقا و لا ھنا۔

اللہ تعالیٰ کے غیر پر سمیع و بصیر کا اطلاق ممنوع (جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں) نہ اس آیت میں ممنوع ہے، نہ مطلقًا۔[2]

ا۔ علامہ حلبی ارشاد فرماتے ہیں:

و قال الجلبي: إنہ لا یبعد۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف اس ضمیر کی راجع کرنا بعید نہیں۔[3]

اور علامہ طیبی فرماتے ہیں:

و لعل السر في مجیء الضمیر محتملا للأمرین الإشارۃ إلی أنہ صلّی اللہ علیہ و سلّم إنما رأی رب العزۃ و سمع کلامہ بہ سبحانہ کما في الحدیث المشار إلیہ آنفا فافھم تسمع و تبصر۔

کہ آیت کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں ایسی ضمیر کا لانا جو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف بھی، اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا اور اس کے کلام مبارک کو اس کی سمع کے ساتھ سننا۔[4]

جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی کنت لہٗ سمعًا میں اشارہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔

---

[1] (روح المعانی، پ۱۵، ص۱۳)
[2] (روح المعانی، ج۸، ص۱۵)
[3] (روح المعانی، ج۱۵، ص۱۴)
[4] (روح المعانی، ج۸، ص۱۵)

اور نیز امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"البصیر "أي العليم حكى السبكي في تفسير أنه هو السميع البصير. إن الضمير للنبي صلى الله عليه وسلم قال: ومعنى وصفه بهما أنه الكامل في السمع والبصر اللذين ندرك بها الآيات التي يريه إياها۔

ترجمہ: بصیر علیم کے معنی میں ہے کہ انه هو السمیع البصیر میں ضمیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ہیں۔ اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سمع وبصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے۔[1]

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

فالأظهر أن المعنى السميع لكلام الله بلا واسطة البصير, أي الناظر إلى نور جماله بعين بصره, وهذا مما اختص به انتهى۔

ترجمہ: اس تحقیق محققانہ کے بعد یہ واضح ہوا کہ آیت کریمہ کے روشن معنی یہ ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے کلام کو بلاواسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عین بصر سے دیکھنے والے ہیں اور یہ وہ کمال ہے۔ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مختص ہیں۔[2]

نعم ما قال:

دید محمد نہ با چشم دیگر　　　　بلکہ بدا چشم کہ دارد بسر

۲۔ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا (الفرقان ۵۹)

اس آیت مقدسہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خبیر ہونا ثابت ہے۔

جیسے کہ تفسیر حاوی میں ہے:

والمعنى اسئل عنه خبيرا اى عالمًا بصفاته يطلعک على ما خفى عليک والخبير يختلف باختلاف السائل فان كان السائل النبى عليه السلام فالخبير هو الله وان كان السائل اصحابه فالخبير النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم وان كان السائل التابعين فالخبير الصحابة عن النبى عن الله۔

ترجمہ: قول خداوندی فاسئل به خبیرًا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو جو اس کی صفات کا عالم ہو۔ وہ تمہیں مخفی علوم سے خبر دار کر دے گا، اور اختلاف سائل کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر سائل

---

[1] (شرح الزرقانی، ج ۴، ص ۱۷۸)

[2] (شرح الزرقانی، ج ۴، ص ۱۷۸)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہوں تو خبیر اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگر سائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں تو خبیر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ ہوں گے۔ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے علم حاصل کر کے خبر دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم لے کر خبیر ہوں گے۔[1]

۳۔ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (التوبۃ ۱۰۵)

اس آیت مبارکہ میں یریٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دونوں ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کے عمل دیکھتا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی دیکھتے ہیں۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرۃ ۲۹)

ترجمہ: یعنی حضور اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔

جیسے کہ مدارج النبوۃ میں ہے:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ووے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم داناست برہمہ چیز از شئونات، ذات الٰہی واحکام وصفات حق واسماء وافعال وآثار وجمیع علوم ظاہر وباطن، اول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق۔

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ۷۶) شد علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیاۃ اتمہا واکملہا۔

ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ خواہ وہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال و آثار ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن اول وآخر کا احاطہ فرمایا تھا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کا مصداق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین برکتیں ان پر نازل ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کا مصداق ہو گئے ہیں۔

جیسے عرائس البیان میں ہے:

وقال ابو الفرجی العلوم یتقارب علی مقدار الطبایع والتعلیم الی ان تریٰ من یتلقف العلم من الحق وانہ العلم اللدنی فذلک الذی لا عالم فوقہ من الخلق۔

---

[1] (تفسیر حاوی، ج۳، ص ۱۳۶)

طبائع اور تعلیم کے لحاظ سے علوم متقارب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ انتہائی درجہ کمال میں علم خود ذات احدیت سے حاصل کیا جاتا ہے، اور اس علم کا نام علمِ لدنی ہے۔ اور یہ ایک ایسا علم ہے کہ جس کے آگے کوئی علم مخلوق میں نہیں۔ [1]

اور یہ تمام علوم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مصداق **كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ۷۶)** ہو گئے۔

علاوہ ازیں یہ چہار اسماء حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء مطہرہ میں موجود ہیں۔

جیسا کہ زرقانی مواہب اللدنیہ، مدارج النبوت میں ہے:

زرقانی مصری، ج ۳، ص ۱۲۴ تا ۱۳۸ میں یہ چہار اسماء متبرکہ موجود ہیں۔ اور مواہب اللدنیہ مصری، جلد اول، ص ۱۸۳ پر سطر ۲۰ میں **البصیر** اور سطر ۲۵ میں **الخبیر** اور ص ۱۸۴ پر سطر ۵ میں **السمیع** اور سطر ۱۹ میں **العلیم** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء مطہرہ میں مذکور ہے۔ اور مدارج النبوۃ نولکشور، جلد اول، ص ۳۱۵ پر سطر ۴ میں **البصیر** سطر ۷ میں **الخبیر**، سطر ۱۵ میں **السمیع**، ص ۱۱۶ پر سطر ۵ میں **العلیم** موجود ہے۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تو بڑی شان ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے دوستوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے دوستوں کو وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں اور دور و نزدیک کی چیزیں دیکھتے ہیں اور دور کی آہستہ آواز بھی باذن اللہ سنتے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (الذاریات ۲۸)

اور اس کو فرشتوں نے غلام علیم (یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام) کی بشارت دی۔

اور اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو علیم فرمایا ہے۔

۲۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَاأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۱۸) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا (النمل ۱۹)

ترجمہ: تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر (بے خبری) میں روند ڈالے۔

تفسیر: مبدأ غیب سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولی بھی سکھائی گئی تھی۔ یعنی (منطق الطیر)

[1] (عرائس البیان، ج ۱، ص ۴۳۵)

علامہ بیضاوی کہتے ہیں:

"نطق کے معنی عرف میں ان الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کر دیں۔ خواہ وہ مفرد ہوں، خواہ مرکب"۔

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ کمالات عطا فرمائے تھے کہ وہ قوت قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال معلوم کر لیتے تھے کہ جس خیال سے اس نے آواز نکالی ہے اور ہر ایک نعمت بھی۔ مجموعہ نعمتوں میں سے بعض بعض خاص نعمتوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر کسی ایسے مقام کی طرف جا رہا تھا کہ جہاں پر چیونٹیوں کے بل تھے، اور وہ زمین پر چل رہی تھیں۔ ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں بے خبری میں ان کے پاؤں تلے روندی نہ جاؤ۔ چیونٹی جب اپنی ہم جنس دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اس جنگل میں داخل ہوا تھا اور کئی میل دور تھا۔

نتیجہ: چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو کہ قریب سے بھی سنائی نہیں دیتی۔ یقیناً یہ آواز آپ علیہ السلام نے کئی میل دور سے سنی۔ تو اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا دور سے باریک آواز بھی باذن اللہ سنتے ہیں۔

۳۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ (یوسف ۹۴)

ترجمہ: اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا البتہ مجھ کو یوسف کی بُو آ رہی ہے۔ اگر مجھے دیوانہ نہ بناؤ۔

تفسیر: جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو آئی۔ یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر سے روانہ ہوئی ہے۔ اور آپ کو خوشبو یہاں معلوم ہوئی۔ تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبوت اور ولایت کی طاقت سے دور دراز کی اشیاء کا علم ہوتا ہے۔

۴۔ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (آل عمران ۴۹)

ترجمہ: اور میں خبر دیتا ہوں تم کو اس چیز کی جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں رکھ کر آتے ہو۔ سب بتا دیتا ہوں۔

تفسیر: اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نبوت کے زور سے لوگوں کے کھائے ہوئے اور گھروں میں رکھے ہوئے تمام کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

۵۔ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (النمل ۴۰)

ترجمہ: اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا، یہ عرض کیا کہ میں اس کو حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا حاضر کرتا ہوں۔

تفسیر: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اٹھالا دے، الخ۔

تو اس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا۔ یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کھڑا کر دیا۔ آصف شام میں ہے، شہزادی بلقیس کا تخت یمن میں ہے، اور آپ فوراً لانے کے متعلق حکم فرما رہے ہیں۔ اور لانا جانے کے بغیر ممکن نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ولی اللہ کو مافوق الاسباب وہ طاقت حاصل ہے کہ تمام اشیاء ان کے سامنے حاضر اور بڑی جسیم اشیاء کے کھینچ لانے پر قادر (یہ ہے ولی اللہ کی نظر و طاقت) اور یہاں طاقتِ نبوت میں شبہ پیدا کرنا اور آپ پر بے خبری اور بے طاقتی کا الزام لگانا ضلالت ہے۔ کیونکہ جب آصف کو حکم ہوا کہ بلقیس کا تخت لاؤ تو آصف نے کوئی عذر پیش نہیں کیا، کہ حضور میں نے وہ جگہ دیکھی نہیں یا مجھے اس کے تخت کی خبر نہیں کہ کہاں رکھا ہے۔، کسی سے رستہ پوچھا نہ پتہ دریافت کیا، بلکہ آناً فاناً حاضر کر دیا۔ اگر وہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ ہوتا تو کیسے لے آتے، جبکہ آصف جو کہ ولی اللہ ہیں، ان کی نگاہوں سے تخت غائب نہیں۔ اور آپ لانے پر قادر ہیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر سے کیسے غائب ہو گا۔ اور آپ اس کے لانے پر کیسے قادر نہیں ہوں گے۔ باقی رہا آپ کا دریافت کرنا تو یہ بے علمی کی دلیل نہیں۔ ایسے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے روز تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا۔ تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی بے خبر ہے، اور یہ محال ہے۔

۶۔ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الأعراف ۲۷)

ترجمہ: ابلیس اور اس کی اولاد تم کو اس جگہ سے دیکھتے ہیں کہ تم ان کو جہاں سے نہیں دیکھ سکتے۔

۷۔ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدة ۱۱)

ترجمہ: تمہاری جان کو موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا جو تم پر معین کیا گیا ہے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا، تو تمام جاندار اشیاء کے لئے موت اور حیات بھی پیدا فرما دی۔ اور تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف بنایا۔ اور شیطان کو راندۂ درگاہ کر دیا۔ شیطان نے یومِ قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے منظور فرمایا، شیطان نے عرض کیا۔ اے پروردگارِ دو عالم میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے امتحان کے لئے شیطان اور اس کی اولاد کو وہ طاقت عطا فرمائی کہ وہ ہر انسان کو (حظِ گمراہی) کے لئے اس جگہ سے دیکھتے ہیں کہ جہاں سے انسان نہیں دیکھ سکتا، اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے تمام جاندار اشیاء کے مشاہدہ کی طاقت عطا فرمائی۔ (روح قبض کرنے کے لئے)

خلاصہ: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کی اولاد ہر جاندار کے گمراہ کرنے کے لئے ان کا علم اور مشاہدہ رکھتے ہیں۔ اور ملک الموت جان قبض کرنے کے لئے تمام مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

نتیجہ: تولا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ انبیاء اور اولیاء چونکہ تمام دنیا کے لئے ہادی اور رہبر ہیں۔ ان کے لئے تمام مخلوقات کا علم اور مشاہدہ مخلوق کی ہدایت اور رہبری کے لئے اشد ضروری ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم ورویت اور مشاہدہ عطا فرمایا ہے۔ کہ تمام مخلوقات کو ہدایت اور رہبری کے لئے دیکھتے ہیں۔ اور یہی عقیدت حقہ ہے۔

۸۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (الفجر ٦)

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تونے کیسا کیا تیرے رب نے قوم عاد سے۔

۹۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (الفیل ۱)

ترجمہ: کیا تونے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ۔

تفسیر: حضور شافع یوم محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے ہزاروں برس قبل قوم عاد وثمود پر رب تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تھا۔ اور اصحاب فیل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت شریف سے ۴۰ دن قبل عذاب آیا تھا۔

ان دونوں واقعوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ اے محبوب کیا آپ نے یہ واقعات نہیں دیکھے ؟(یعنی دیکھے ہیں)۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نگاہِ مبارک گذشتہ اور آئندہ تمام واقعات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ حضور نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو عذاب پاتے دیکھا۔ حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا (الإسراء ۱)

تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔

یعنی ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے سیر کرائی۔ تاکہ ہم ان کو اپنے تمام نشاناتِ قدرت کا ملاحظہ کرائیں۔ اور ان کی حقیقت اور ماہیئت سے پوری طرح خبر دار کریں۔ بے شک اس عبدِ مقدس کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات نشانات قدرت سب کو دیکھا ہے۔(اور دیکھ رہا ہے)۔

عرض حاجت در حریم مصطفیٰ محتاج کو
رازِ کس مخفی نماند بر دل دانائے او
گرچہ از مخلوق دنیا ہست پنہاں ذات او
لا جرم با قوۃ لولاک بیند ذرہ او

اور نیز علامہ شیخ مرتضیٰ صاحب "اتحاف السادت المتقین" صفحہ ۷۱، جلد ۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّظَنّ؟ اِنَّ الْمَشَارِكَةِ بِكُلِّ وَصْفٍ تُوْجَبُ الْمُمَاثِلَةَ اَتَرَا ی اِلیٰ ضِدَّيْنِ يَتَمَاثَلَانِ وَبَيْنَهُمَا غَايَةَ الْبُعْدِ، الخ۔

ترجمہ: دو ضدین متباعدین میں اگر بہت سے اوصاف میں مشارکت آجائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں ضدین مماثل ہو گئیں (یعنی ایک ہو گئیں) کیونکہ ان ضدوں میں غایت البعد واقع ہے۔[1]

جیسے سیاہی اور سفیدی دو ضدیں ہیں۔ اور دونوں عرض اور مدرک بالبصر وغیرہ اوصاف میں شریک ہیں۔ تو ان اوصاف کی مشارکت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں ضدیں ایک ہو گئیں۔ (یعنی سیاہی اور سفیدی ایک چیز ہو گئی ہے)۔

مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ مَوْجُوْدٌ لَا فِيْ مَحَلٍ وَاَنَّهٗ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ عَالِمٌ مُرِيْدٌ مُتَكَلِّمٌ حَيٌّ قَادِرٌ فَاعِلٌ وَالْاِنْسَانُ اَيْضًا كَذَالِکَ فَقَدْ شُبِّهَ قَائِلُ هٰذَا اِذْ لَا قَالَ مِنْ اَثْبَاتِ الْمُشَارِكَةِ فِي الْوُجُوْدِ وَهُوَ مَوْهِمٌ لِلْمُشَابِهَةِ۔

ترجمہ: تو اس طرح قال اس قول کا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، لیکن بغیر کسی مقام کے اور وہ اللہ تعالیٰ سمیع، بصیر، عالم، مرید، متکلم، حی، قادر اور فاعل ہیں۔ اور انسان بھی اسی طرح سمیع، بصیر، عالم، مرید، متکلم، حی، قادر اور فاعل ہیں۔ تو اس مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان خدا بن گیا، کیونکہ قائل مشارکت فی الوجود نہیں کہتا۔ اس لئے کہ یہاں وہم مشابہت پیدا ہوتا ہے۔

بَلِ الْمُمَاثِلَةُ عَبَارَةٌ عَنِ الْمُشَارِكَةِ فِي النَّوْعِ وَالْمَاهِيَةِ فَكَوْنُ الْعَبَدِ رَحِيْمًا صَبُوْرًا شَكُوْرًا لَا يُوْجَبُ الْمُمَاثِلَةَ وَلَا لِكَوْنِهٖ سَمِيْعًا بَصِيْرًا عَالِمًا قَادِرًا حَيًّا فَاعِلاً۔

بلکہ قائل نوع اور ماہیت میں مماثلت اور مشارکت کہہ رہا ہے۔ اور یہ مشارکت وہم مشابہت پیدا ہی نہیں کرتا۔ تو بندہ کا رحیم، صبور، شکور، سمیع، بصیر، عالم، قادر، حیّ، فاعل ہونا کسی صورت میں بھی مماثلت و مشابہت پیدا نہیں کرتا۔

خلاصہ کلام: کیونکہ اللہ تعالیٰ اور انسان فی الحقیقت دونوں ضدین متباعدین ہیں۔ تو مطلقاً انسان اور اللہ تعالیٰ ان اوصاف کی وجہ سے ایک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان دونوں میں غایب العبد ہے۔ یعنی خالقیت اور مخلوقیت کا۔ تو اس تحقیق منصفانہ سے ثابت ہوا

---

[1] (اتحاف السادت المتقین، ج ۲، ص ۷۱)

کہ سمیع، بصیر وغیرہ اوصاف کا حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر اطلاق کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ زمانہ قدیم سے بزرگان دین کا یہی مسلک چلا آرہا ہے۔ اور اس کو شرک کہنا ضلالت اور کم علمی کی دلیل ہے۔

نیز قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مطلق انسان کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (الإنسان ٢)

اس مقام پر یہ کہنا کہ یہ جعل کے قید سے مقیّد ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے بنانے سے انسان سمیع وبصیر بنا) ہمارے لئے بالکل مضر نہیں۔ کیونکہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جعلِ خداوندی کے بغیر سمیع و بصیر نہیں مانتے۔ حسبِ تصریحات علماء کرام و مفسرین عظام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے علماء/علام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ بلکہ جزولا ینفک ہے۔

قارئین کرام پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ قرآن کریم کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مقدس پر سمیع و بصیر، علیم و خبیر اور عالم و من یریٰ کا اطلاق ثابت و متحقق ہوا۔ اس کے بعد مخالفین کے ابہام شرک کی بنیادیں کہاں ہیں؟

نتیجہ

مؤثر حقیقی ایک اللہ ہے!

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ (البقرة ١٠٢)

یعنی عالم کی تمام اشیاء میں جو بھی نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت ہے، اس کا فاعل حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ اسباب میں اس وقت اثر ظاہر ہوتا ہے، جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیّت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ۔

معلوم ہوا کہ کسی چیز میں ذاتی اثر کو ماننا شرک ہے۔ اور اگر عطائی اثر مانا جائے تو ایک حقیقت کا ماننا ہے۔ چونکہ عین اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے، بلکہ عطائی اثر کا ماننا اللہ عزوجل کے حکم کا تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ماننا حکم کی نافرمانی ہے۔

دیکھئے! زہر قاتل ہے، حب الملوک دست آور ہے، پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، روٹی سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ تو کیا ان اشیاء میں جو تاثیر ہے وہ ان کی ذاتی ہے؟ یعنی ان میں خود بخود موجود ہے؟ ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ کے دینے اور اس کی عطاء سے ہے۔

مثلاً روٹی سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ رب تعالیٰ نے روٹی میں بھوک مٹا دینے کی تاثیر رکھی ہے۔ اب اگر روٹی کی طرف بھوک مٹا دینے کی نسبت کر دی جائے تو ہر گز شرک نہ ہو گا۔ کیونکہ اشیاء میں جو بھی تاثیر موجود ہے وہ اللہ عزوجل کی عطائی ہے۔ تو اس عطائی تاثیر کا ماننا عین حکمِ رب العزت کا تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ماننا اللہ تعالیٰ کے حکم سے نافرمانی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان خائب و خاسر ہے۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف علم رویت اور قدرت و طاقت کی جو نسبت کرتے ہیں، وہ مجازی ہوتی ہے، حقیقی نہیں ہوتی۔

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے:

کہ انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اختیارات ہیں، اور ان کے جو فضائل ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں۔ اور خدا کے حکم کے بغیر کوئی بھی ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں کر سکتا۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا بھی اسی معنی میں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وہ نور اور رویت و طاقت عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ ہر جگہ ہر مقام میں حاضر و ناظر ہیں، اور نگاہِ نبوت سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں"۔

تحقیق شاہد

ملا قاضی عیاض کی شرح شفا میں ہے:

اَلشَّهِيْدُ مِنَ الشُّهُوْدِ بِمَعْنَى الْحُضُوْرِ وَ مَعْنَاهُ الْعَالِمُ۔

ترجمہ: لفظِ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں ہے۔ اور حضور کے معنی عالم کے ہیں۔[1]

شرح مواقف میں مذکور ہے:

اَلنَّظْرُ فِي اللُّغَتِ بِمَعْنٰى الرُّؤْيَتِ۔

یعنی نظر لغت میں رؤیت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔[1]

---

[1] (شرح شفا، ج ۱، ص ۵۰۵)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں، اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہل سنت و جماعت حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وہ علم و رؤیت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ حضور ہر جگہ اور ہر مقام کا علم و رویت رکھتے ہیں اور چشم نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

آیات مقدسہ سے ثبوت

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔إِنَّآأَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا (الأحزاب ۴۵)

ترجمہ: محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنایا۔

۲۔وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيدٗا (البقرۃ ۱۴۳)

ترجمہ: یہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم پر شہید ہیں۔

۳۔وَجِئۡنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدٗا (النساء ۴۱)

ترجمہ: ہم قیامت کے دن سب پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شہید بنائیں گے۔

آیت اول میں لفظ شاہد اور دوم و سوم یں لفظ شہید ہیں۔ اور شاہد و شہید کے معنی عالم کے ہیں۔ اب آیۃ مذکورہ کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بے خبر بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ عالم و رویت، حاضر و ناظر کی صفت سے سرفراز فرمایاہے۔ اور آپ کے سر اقدس پر علم معرفت کا تاج رکھاہے۔

ان آیات کی تفاسیر ملا علی قاری فرماتے ہیں:

شَاهِدًا اَیْ عَالِمًا وَّ مُطَّلِعًا۔

ترجمہ: شاہد کے معنی یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم بنایاہے اور تمام اشیاء پر اطلاع دی ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لفظ شہید کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"وباشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست، وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او

[1] (شرح مواقف، ص ۲۱۹)

مے شناسد گناہان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او در دنیا ودین بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل است"۔

ترجمہ: تمہارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں، کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا، وہ کون سا حجاب ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر امتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں۔ اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں۔ اور تمہارے خلوص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی گواہی دنیا و آخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول ہے۔[1]

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے نورِ نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے گناہ، نیک وبد اعمال، قلبی احوال، خطرات، وسواس، نفاق غرض یہ کہ اپنی امت کے حق میں مقبول ہو گی۔ اور یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ شاہ صاحب کے لفظ شہید کی تفسیر میں جملہ مفسرین متفق ہیں۔

۱۔ تفسیر روح البیان میں ہے:

ومعنی شہادۃ الرسول علیہم اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین۔

ترجمہ: اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مسلمان کے رتبہ و مقام پر مطلع ہیں۔[2]

۲۔ تفسیر خازن و مدارک میں ہے:

ثم یؤتی بمحمد علیہ السلام فیسأل عن حال أمتہ فیزکیہم ویشہد بعدالتہم۔

ترجمہ: قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے امت کے متعلق سوال ہو گا۔ تو آپ اپنی امت کے عدل کی شہادت دیں گے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر امتی کے عدل کو جانتے ہیں۔[3]

تفسیر نیشاپوری میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے:

لأن روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم شاہد علی جمیع الأرواح والقلوب والنفوس لقولہ: "أول ما خلق اللہ روحي"۔

---

[1] (تفسیر عزیزی، ص ٦٧٦)
[2] (تفسیر روح البیان، ج ١، ص ١٩٩، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی) (تفسیر عزیزی، ص ٦٧٦)
[3] (مدارک التنزیل وحقائق التأویل، ج ١، ص ١٣٧، الناشر: دار الکلم الطیب، بیروت)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔[1]

تفسیر مدارک میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے:

أي شاهداً على من آمن بالإيمان وعلى من كفر بالكفر وعلى من نافق بالنفاق۔

ترجمہ: یعنی حضور کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔[2]

برادرانِ اسلام کفر و نفاق کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ حضور اسرار دل سے بھی خبر دار ہیں۔ اور یہ بہت بڑا غیب ہے۔

۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳ میں ہے، حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں:

ليس من يوم إلا تعرض فيه على النبي صلى الله عليه وسلم أمته غدوة وعشية، فيعرفهم بأسمائهم وأعمالهم، فلذلک يشهد عليهم۔

ترجمہ: کہ ہر دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صبح و شام امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے ہر امتی کے نام اور اس کے اعمال سے واقف ہیں۔ اور اس لئے قیامت کے دن گواہی دیں گے۔[3]

تفسیر روح المعانی میں ہے:

واعلم انهٗ يعرض على النبى اعمال امتهٖ غدوةً وَعَشِيَّةً فيعرفهم بسيماهم واعمالهم۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت کے اعمال صبح و شام آپ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں، اور ان کے اعمال سے واقف ہیں۔

توضیح: اس مضمون کی حدیث مسلم شریف، ابن ماجہ، ابو داؤد، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی ہے۔ ان آیات اور ان کی تفاسیر سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نظروں سے عالم کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اہل سنت والجماعت بدیں معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

---

[1] (تفسیر النیسابوری، ج ۴، ص ۳۰۴)
[2] (مدارک التنزیل وحقائق التأویل، ج ۱، ص ۲۲۸)
[3] (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۷۱۲، الناشر: دار الفکر)

احادیث سے ثبوت

مواہب لدنیہ، ج۲ میں طبرانی سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

"إن الله قد رفع لي الدنيا، فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة، كأنما أنظر إلى كفي هذه"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر کیا۔ میں دنیا کی طرف اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے، اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں، جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔[1]

اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

أي أظهر و كشف "لي الدنيا"، بحيث أحطت بجميع ما فيها، فأنا أنظر إليها، الخ إشارة إلى أنه نظر حقيقة، دفع به احتمال أنه أريد النظر العلم۔

ترجمہ: رفع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا اور اس کا کشف کیا اور نظر سے مراد نظر حقیقی ہے۔ مجازی معنی صرف علم نہیں ہیں۔[2]

بلکہ نظر سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حقیقتًا اپنی آنکھوں سے دنیا وما فیہا میں جو قیامت تک ہو گا دیکھنا مراد ہے۔

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰہَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی۔ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔[3]

مظاہر حق میں اس حدیث شریف کا ترجمہ یوں ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹی، اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین کو"۔[4]

---

[1] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۳، ص ۱۲۹، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

[2] (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۱۰، ۱۲۳، الناشر: دار الكتب العلمية)

[3] (مشكوٰة المصابيح، ج۳، ص ۱۶۰۲، الناشر: المكتب الإسلامي-بيروت)

[4] (مظاهر حق، ص ۳۰۵)

۳۔ بخاری شریف میں حدیث شریف موجود ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:
مَامِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذِهٖ۔
ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ میں اپنے اس مقام سے ہر شے کو دیکھ رہا ہوں۔[1]

۴۔ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى إِنِّي لَأَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ۔
ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنے اٹھنے کی جگہ بھی دیکھ رہا ہوں۔[2]

اسی لئے علامہ یوسف ابن اسماعیل النبھانی اپنی کتاب جواہر البحار میں تحریر فرماتے ہیں:
اِنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا يَخْلُوْا مِنْهُ زَمَانٌ وَلَا مَكَانٌ وَلَا مَحَلٌ وَلَا اِمْكَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا لَوْحٌ وَلَا كُرْسِيٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَرٌّ وَلَا بَحْرٌ وَلَا سَهْلٌ وَلَا عَرَضٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ۔
ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسد شریف کی تجلی سے نہ زمانہ خالی ہے، نہ مکان، نہ محل خالی ہے، نہ امکان، نہ عرش خالی ہے نہ لوح، نہ کرسی خالی ہے نہ قلم، نہ بحر خالی ہے نہ بر، نہ نرم زمین خالی ہے نہ سخت، نہ برزخ خالی ہے نہ قبر۔[3]

تشریح: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں تشریف فرما ہیں۔ زمان، مکان، امکان، عرش وفرش، لوح وقلم وکرسی، برزخ وقبر سب جگہ حاضر وناظر ہیں۔ کوئی مقام، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ دیکھ رہے ہوں۔ اور نور ریزی نہ فرما رہے ہوں۔ گویا کہ آفتاب نبوت وماہتاب رسالت اپنی تجلیات وانوار سے تمام عالم کو روشن ومنور فرما رہا ہے۔

نیز جامع ترمذی وسنن دارمی وغیرہما کتب معتبرہ میں بروایت صحیحہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سرکارِ ابد القرار فرماتے ہیں:
أَتَانِي رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيمَ يَخْتَصِمُ المَلَأُ الأَعْلٰى؟

---
[1] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۱۸)
[2] (الجامع الصغیر، ج ۱، ص ۱۶۱)
[3] (جواھر البحار، ج ۱، ص ۴۸۳)

ترجمہ: میرا پروردگار میرے پاس تشریف لایا، جو عقول سے ورا اور اس کی عزت و جلال کی شایان ہے، اور اس وقت میں سب سے بہتر حال میں تھا۔ اس نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)! ملاء الاعلیٰ باہم کس بات میں مباہات کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی اے پروردگار تو خوب جانتا ہے۔[1]

فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ كَتَفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدَيَّ۔

اُس نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ رکھا۔ میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک پائی۔ اس ہاتھ کے رکھنے سے مجھے کیا حاصل ہوا، فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

میں نے جان لیا، جو کچھ مشرق سے مغرب تک آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

فَتَجَلّٰى لِیْ كُلَّ شَیْءٍ وَّ عَرَفْتُ۔

ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فقط روشن ہو جانے پر قناعت نہ فرمائی۔ بلکہ وَعَرَفْتُ زیادہ فرمایا۔ یعنی میرا دیکھنا ایسا نہیں کہ اجمالی طور پر اشیاء سامنے حاضر ہیں۔ اور مجمل طور پر دیکھ لیں۔ اور پہچان میں نہ آئیں، نہیں میں نے سب کچھ دیکھا۔ اور ان کی حقیقت، ماہیت، ترکیب، سر، غرض و غایت۔ غرض ہر چیز کا مجھے اکمل علم حاصل ہوا۔ اور اس کی غرض و غایت کو درجہ اتم سے پہچانا۔ میرا دیکھنا حقیقی دیکھنا ہے، میرا علم حقیقی علم ہے، نہ مجازی۔

غرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بلاشبہ حاضر و ناظر ہیں۔ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے:

تُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا (النور ۳۱)

(اے ایمان والو!) سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ میں قطعًا یقینًا شرع کو جلدی منظور ہے۔ گھڑی بھر کی تاخیر منظور نہیں۔ اور نہ یہ کہ مہینے دو مہینے کے لئے اٹھا رکھی جائے۔

---

[1] (تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي، ج۷ ا، ص۹۸)

توبہ کا بہترین طریقہ

قرآن کریم خود بیان فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ٦٤)

ترجمہ: اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور معافی چاہیں اور تم بھی ان کے لئے معافی چاہو تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سے توبہ طلب کرتے ہیں، اور فوراً طلب کرتے ہیں۔ اور طریقہ یہ بتاتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو۔ اگر وہ دور ہیں تو فوری توبہ کیسے ممکن؟ اور مدینہ طیبہ حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان؟ اور اگر گیا بھی تو "تا تریاق از عـــراق آوردہ شود، مار گزیدہ مردہ شود" کا مضمون نہیں نہیں۔ یہی معنی ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں۔ ہر مسلمان کے دل میں وہ تشریف فرما ہیں، ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرما ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اس مسئلہ کی دلیل میں "کہ جب کسی تنہا مکان میں جاؤ، جہاں کوئی نہ ہو، یوں کہو": اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فرماتے ہیں:

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِيِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حَاضِرَةٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مطہر تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے نور نبوت کے ساتھ ہر مقام، ہر زمان اور ہر مکان میں حاضر وناظر ہیں۔

تحقیق لفظِ "سلام"

وحضر فی قلبک النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وشخصہ الکریم۔

یعنی جس مقدار پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مطہرہ وصورتِ مقدسہ کو تم جانتے ہو، اسی مقدار پر اپنی وسعت علم کے مطابق تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنے دل میں حاضر کرو۔ جب یہ امرِ استحضار تم پر متحقق ہو جائے تو فوراً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر بالمشافہ السلام علیک ایھا النبی کہو۔ اور یہ حضور علماء کرام کے لئے بہ نسبت عوام کے آسان ہوتی ہے، کیونکہ وہ احوال شریفہ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

فیکون استحضارھم لہ اقویٰ واثبت۔

تحقیق الف لام

لفظ السلام علیک میں الف لام یا تو عہد تقدیری ہے۔ تو معنی یہ ہو گا:

ای اَلسَّلَامَۃُ مِنَ الْمَکَارِۃِ۔

اور یا عہدِ خارجی ہے۔ اور اشارہ ہے رب تعالیٰ کے اس قول کی طرف:

وَ سَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفیٰ۔

اور یا اس سے لفظ سلام مراد ہے۔ جو کہ رب تعالیٰ نے شبِ اسریٰ آپ پر فرمایا تھا۔ اور یا اس سلام سے وہ سلام مراد ہے جو کہ تمام لوگ بالمشافہ ایک دوسرے کے ساتھ السلام علیکم کہتے ہیں۔ عَمَّنْ یَصْدُرُ وَ عَلیٰ مَنْ یَنْزِلُ۔ اسی طرح اہلسنت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر جانتے ہیں، اور السلام علیک ایھا النبی کہتے ہیں، تو اس صورت میں الف لام جنسی ہو گا۔

تحقیق المقام

لفظِ اَلسَّلَامُ پر رفع لایا گیا ہے۔ نصب نہیں لگایا گیا۔ یعنی السلامَ نہیں کہا۔ کیونکہ رفع ثبوت معنی اور استقرار معنی پر دال ہے، اور نصب میں یہ دلالت نہیں۔ اور لفظ علیک میں ضمیر خطاب لایا گیا۔ ضمیر غائب نہیں۔ کیونکہ جو لطافت اور لذات خطاب میں ہے، غیبت میں نہیں۔ اور یہ مطابقت ہے اصحابہ کے ساتھ کہ وہ عیانًا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھتے تھے۔ اور سلام کہتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمارے لئے بھی ضمیر خطاب لانا ضروری ہوا۔ کیونکہ بندہ کبھی من حیث الاطلاق انتقال کرتا ہے مشاہدۂ حق سے مشاہدۂ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف۔ اور جب بالحضور متقدم ہو جائیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف۔ سَلَّمَ عَلَیْہِ وَ قَالَ اَیُّھَا النَّبِیُّ خَاطَبَہٗ مَوَاجِھَۃً بِالنَّبُوَّۃِ لِاَنَّھَا فِیْ حَقِ ذَاتِ النَّبِیِ اَعَمٌّ وَّ اَشْرَفُ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے خصائص مبارکہ کے ساتھ مختص ہیں، جو مافوق الاسباب ہیں۔ اور آپ سلام کرنے والے کے سلام کو سنتے ہیں۔ اور جواب بھی دیتے ہیں۔

وَ عَرَفَ مَا یَخَاطَبُ بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم فِیْ ذٰلِکَ الْحَضُوْرِ رُؤْیَۃً مِنْ غَیْرِ حَرْفِ نِدَاءٍ یُؤْذَنُ بِبُعْدٍ کَمَا ھُوَ مِنْ حَالِ قُوَّتِہٖ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم وَ لِھٰذَا جَاءَ بِحَرْفِ الْخِطَابِ۔

الحاصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر سلام بھیجنا جیسے ہم کو امر کیا گیا ہے اور ہم ہر نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتے ہیں۔ اور یہ حق ترکیب ہے کہ ایسا ہی بالمشافہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام پڑھا جائے۔ جیسے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ سے صاف ظاہر ہے۔

قلت ھٰکَذَا اَخْتَارَ مَشَائِخُنَا اَھْلِ الْبَاطِنِ۔ کَذَا رواہ القسطلانی۔[1]

مثلاً جیسے نمازی جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو ہر دو جانب "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کرتا ہے۔ یعنی ان لوگوں پر مؤمنین، ملائکہ، کراماً کاتبین، مؤمنین الجن میں سے جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہیں۔ حالانکہ نمازی کا یہ سلام درست نہیں ہو سکتا، تاوقتیکہ یہ اکوان اور حاضرین سے غائب نہ ہو۔ اور رب تعالیٰ کے بین یدیہہ حاضر نہ ہو۔ کیونکہ سلام میں سنت ترکیب یہ ہے کہ غائب جب حاضرین کی مجلس میں داخل ہو تو السلام علیکم کہے۔ لیکن اگر وہ اس مجلس میں خود موجود ہے تو کس پر سلام کہے؟ بلکہ کسی حاضر مجلس والے پر سلام کہنے سے اس کو خود شرم آئے گی۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ نمازی حالتِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہہ معراج میں کھڑا ہوتا ہے۔ اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اکوان اور حاضرین جماعت سے بالکلیہ غائب ہو جاتا ہے۔

فَإِذَا اَرَادَ الْفَرَاغَ مِنَ الصَّلوٰۃِ وَالْاِنْتِقَالِ مِنْ تِلْکَ الْحَالَۃِ اِلیٰ حَالَۃِ الْمُشَاھِدَۃِ الْاَکْوَانِ وَالْجَمَاعَۃِ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَامُ الْقَادِمِ لِغَیْبَۃِ عَنْھُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ مھمہ۔

یعنی نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد اکوان اور حاضرین سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور دوسری حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے۔ اس لئے جو افعال اقوال اس کے لئے قبل از تکبیرِ تحریمہ حلال تھے حرام ہو گئے۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ثناء وصفت کرتا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بین یدیہہ ہوتا ہے۔ اور السلام علیک ایہا النبی کہتا ہے، اور عیاناً بالمشافہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کو جواب دیتے ہیں، جب یہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور اس حالت سے مشاہدۂ اکوان اور جماعت کی طرف انتقال کرتا ہے تو اہل جماعت پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے۔ کیونکہ یہ سلام قادم کا ہوا اہل مجلس پر اور یہی ہے ہمارا مدعا۔ اور اگر یہ مدعا تسلیم نہ کیا جائے تو اہل اسلام کا قول حالتِ نماز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ لغو قرار پائے گا۔ اور یہ محال ہے۔

نتیجہ: تو بدیں معنی اہلسنت حضور شافع یوم النشور، واقفِ غیوب، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر جانتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک یارسول اللہ اور السلام علیک ایہا النبی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مومن مسلمان اس وقت قول میں عالمِ کون میں موجود نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک اور حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے۔ اور اسی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بین یدیہہ میں موجود ہوتا ہے۔ اور عیاناً السلام علیک ایہا النبی کہتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

---

[1] (اتحاف، ج۳، ص ۱۵۹)

شعر:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور نیز حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے جابجا تصریح فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر چیز پر حاضر وناظر ہیں۔

مشاہدۂ خلیل

رب العزت فرماتا ہے:

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (الأنعام ۷۵)

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھاتے ہیں تا کہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے۔

جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانیئے، وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے لیکن کوئی چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت سے خارج نہیں ہو سکتی تو لا محالہ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی چیز ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ سے غائب نہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

"رب العزت نے اَرَیْنَا نہ فرمایا کہ انقطاع کا وہم پیدا ہو۔ بلکہ نُرِیْ فرمایا کہ تجدّد وبقا پر دال ہو"۔

مفسرین کرام اس آیت شریف کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ عرش معلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک حضرت ابراہیم کو دکھائے گئے۔ مخلوق کے اعمال کی ان کو خبر دی گئی اور آپ کی نظریں عرش وکرسی اور لوح وقلم تک پہنچ گئیں۔

۱۔قال مجاهد: فرجت له السموات السبع فنظر إلى ما فيهن حتى انتهى نظره إلى العرش۔

ترجمہ: امام مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم کے لئے ساتوں آسمان کھولے گئے اور آپ نے ساتوں آسمانوں کی اشیاء کا مشاہدہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ساتوں زمینیں کھولی گئیں اور آپ نے زمینوں کی تمام اشیاء کو دیکھ لیا۔[1]

۲۔إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى شَقَّ له السموات حَتَّى رَأَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَإِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَوْقِيَّةُ الْعَالَمِ الْجُسْمَانِيِّ۔

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو کھولا گیا حتیٰ کہ آپ نے عرش وکرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔[2]

---

[1] (تفسیر مدارک، ج ۱، ص ۳۳۵)

[2] (مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج ۱۳، ص ۳۵، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت)

۳۔أقیم علی صخرۃ و کشف لہ عن السموات و کشف لہ عن الأرض حتی نظر إلی أسفل الأرضین ورأی ما فیھا من العجائب۔

ترجمہ: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے حتیٰ کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ اس میں ہے، اس کو دیکھ لیا۔ اور ان کے لئے زمین کو کھولا گیا۔ انہوں نے زمین کی گہرائیوں اور جو کچھ اس میں عجائبات ہیں سب کو ملاحظہ فرمالیا۔ (تفسیر خازن)[1]

۴۔اِنَّہٗ جَلّٰی لَہٗ کُلَّ شَيْءٍ سِرًّا اَوْ عَلَانِیَّۃً فَلَمْ یَخْفَ عَلَیْہِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِ الْخَلْقِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر و مخفی تمام اشیاء ظاہر کی گئیں، تو آپ سے مخلوق کے اعمال بھی چھپے نہ رہے۔ (تفسیر ابن جریر وابن ابی حاتم)

۵۔عجائب وبدائع آسمانھا وزمینھا از روی عرش تا تحت الثریٰ بروئے منکشف گشت۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آسمانوں اور زمینوں کی عجائبات و بدائع منکشف ہوگئے۔ اور عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہی۔ (تفسیر روح البیان)

اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ مفسرین کرام نے فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السمٰوٰت والارض کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اور عرش و فرش کی تمام اشیاء کو انہوں نے دیکھ لیا۔ (تاویل کی گنجائش بہت ہوتی ہے۔ ظاہراً لفظ کَذٰلِکَ کا مشارٌ الیہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں) یعنی ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کو۔ ایسے کیا معنی؟ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے سے تشبیہ دی جارہی ہے، کہ جیسے انہیں دکھائے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے؟ ہاں ہم سے سنو! وہ مشبہ بہٖ وہ اصل الاصول کمالات، وہ منبع جملہ بحار وانہار، وہ مرجع جملہ اضواء وانوار کون ہیں؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جن کے صدقے میں اہل کمال نے کمال پایا۔ تمام فضائل و کمالات انبیاء ان کے فضائل کا پرتو ہیں۔

امام اجل ابو محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمٖ فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ۔

ترجمہ: اور جس قدر معجزے کہ بزرگ رسولوں علیہم السلام نے دکھائے۔ وہ سب ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے حاصل ہوئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فضیلت کے آفتاب ہیں۔ اور

[1] (تفسیر الخازن، ج ۲، ص ۱۲۶، الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

دوسرے پیغمبر علیہم السلام اس آفتاب کے ستارے ہیں، جو اُسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح انور کو پیدا کیا۔ اور اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ پھر اور روحوں کو پیدا کیا، اور انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو حکم دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لائیں اور ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اتباع کا عہد لیا، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانہ کو پائیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں مذکور ہے: جب پیغمبروں علیہم السلام کی روحوں نے باری تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورِ روحانی ان پر چمکا اور ان میں معجزات کے ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اس طرح دنیا میں ہر پیغمبر کے معجزات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی کے نور کے فیضان سے ظہور میں آئے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علوم و کمالات کے آسمان کے آفتاب ہیں۔ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اُس آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے ظاہر کرتے رہے ہیں۔ جس طرح ستارے بالذات روشن نہیں، بلکہ آفتاب سے نور حاصل کرتے ہیں۔ اور آفتاب کی عدم موجودگی میں آفتاب کے نور کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ ہی کے فضل کو جہالتوں، گمراہی کی تاریکیوں میں لوگوں کے لئے ظاہر فرماتے رہے ہیں۔ جو فضائل و کمالات ان کے ہاتھ پر اس دنیا میں ظہور میں آئے وہ سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے فیضان سے تھے۔

نتیجہ: تو یہ نظر محیط کہ تمام ملکوت السمٰوٰت والارض کو عام ہے (ابرہیم علیہ السلام نے کس سے پائی؟) حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے۔ ان کی نظر محیط کی تصویر ہے۔ تصویر ذوالصورۃ کے مشابہ ہوتی ہے۔

اس مشابہت کو تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ (الأنعام ٧٥)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر عرش معلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز مخفی نہ رہی تو عرش میں لوح محفوظ داخل ہے اور لوح محفوظ میں کیا ہے؟

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الأنعام ٥٩)

ترجمہ: خشک وتر کوئی چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ لکھی گئی ہو۔

اور لوح محفوظ میں علم ما کان وما یکون بھی مندرج ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے بھی عالم ہیں۔ اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام عالم سے افضل ہیں۔ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم ومشاہدہ زیادہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم ورویت کا یہ حال ہے تو اس سے اندازہ لگائیے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم اورر ویت اور مشاہدہ کتنا زیادہ ہو گا۔

چونکہ علم آدم وعلمِ ابراہیم علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کا ایک قطرہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مشاہدہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کرایا گیا تھا۔ اور وہ قوت بصیرت جو آپ کو دی گئی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بصیرت اور علم کا ایک قطرہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ملکوت السمٰوٰتِ والارضین ظاہر وروشن ہیں۔ ان کی نظریں عرش وکرسی، لوح وقلم تک پہنچتی ہیں تو حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم، رویت اور مشاہدہ کا اندازہ لگانا یہاں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کیونکہ:

وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذو العرش محمود وھذا محمد

کما قال حافظ شیرازی:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

اور نیز حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "دُر الثمین فی مبشرات سید المرسلین" میں تحریر فرماتے ہیں:

"میرے والد فرماتے تھے کہ میں نے اپنے استاد قاری عبد اللہ سے سنا کہ میں اور میرے استاد قاری زاہد ایک روز قرآن عظیم الشان کا دورہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لے آئے اور ہم سے قرآن عظیم الشان سن کر دعا دی۔ پھر فرماتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا"۔

اور نیز "انوار العارفین" میں شاہ صاحب ممدوح بعض اولیاء کے حالات میں لکھتے ہیں:

وہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا اس وقت ہمارے سامنے ایسی موجود ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

اور نیز "جذب القلوب" میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"وقصۂ سماع سعید ابن مسیب در ایام واقعہ حرہ کہ اذان از حجرۂ شریفہ تا سہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است"۔

ترجمہ: یعنی یہ قصہ تو مشہور ہی ہے کہ ایام حرہ میں جب بوجہ ظلم یزید لوگ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ تین روز تک روضہ منورہ سے برابر پانچوں وقت کی اذان کی آواز آتی تھی۔

اور مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در کتاب خود می گوید کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری ملائک را وارواح انبیاء را ومی شنوند ازیشاں آوازہا واقتباس می کنند ازیشاں انوار واستفادہ میکنند"۔

فائدہ: وبدانکہ صاحب مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ در رؤیت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در یقظہ بر قاعدہ علم واقوال علماء رفتہ از شیخ بدر الدین حسن ابن الارھل نقل کردہ کہ وقوع رؤیت شریف در یقظہ مراد را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم متواتر شدہ بداں اخبار واصل باں علم قوی است ومنتفی است ازاں شک وشبہ۔

ترجمہ: یعنی اہل دل جاگنے کی حالت میں فرشتوں کو اور انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ان کی آوازیں سنتے ہیں، اور ان کے آنے پر فائدے حاصل کرتے ہیں۔

اور صاحب مواہب لدنیہ نے مشائخ کرام کے اقوال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کی نسبت حالتِ بیداری میں نقل کیا ہے۔ اور عالموں کے قولوں اور علمی قاعدہ کے موافق شیخ بدر الدین حسن ابن ارھل سے بھی نقل کیا ہے کہ بیداری میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کرنے کی نسبت اس قدر خبریں منقول ہیں کہ مرتبہ تواتر کو پہنچ گئیں۔ اور علم یقینی حاصل ہو گیا۔ اور کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ:

کما قال شیخ عبد الحق:

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم ہر نعمتی کہ داشت خدا شد بر د تمام

اور نیز روح البیان مصری میں ہے:

وان یصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہود لدیہ کما یقتضیہ الخطاب فی قولہ السلام علیک فان لم یکن یراہ حاضرا وسامعا لصلاتہ فاقل الأمر ان یعلم انہ علیہ السلام یری صلاتہ معروضۃ علیہ وإلا فھي مجرد حرکۃ لسان ورفع صوت۔

ترجمہ: یہ کہ درود شریف پڑھتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر سمجھیں۔ جیسے کہ السلام علیک ایھا النبی سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ شخص کم اعتقاد ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وسامع نہیں سمجھتا تو کم درجہ یقین کرے۔ کہ حضور فدا ابي وامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میرے درود شریف کو جب میں پڑھتا ہوں دیکھتے ہیں اور میرے درود شریف کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ملائکۃ اللہ پیش کرتے ہیں۔ تو اگر اس درود شریف پڑھنے والے کا یہ اعتقاد بھی کماینبغی صادق نہ ہو تو پھر اس پڑھنے والے کو سوائے حرکت زبان کے اور رفع صوت کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔[1]

نیز صاحب تفسیر روح البیان، ج۷، ص۲۳۶ بیروت پر حلوات فتح جو کہ چالیس کلمات ہیں، اور عند العلماء نہایت مشہور و معروف ہے اور جس حاجت کے لئے چالیس بامداد اخلاص سے پڑھا جائے، تو اللہ تعالیٰ بفضلہ ضرور اس تالی کی مراد کی بر آوری فرماتا ہے۔

وشرط خواندن ایں صلوات آنست کہ حضرت پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر بیند ومشافہہ باایشان خطاب کند۔

عارف صمدانی حضرت امیر سید علی ہمدانی نے اپنی کتاب ''اوراد فتحیہ'' میں اس درود شریف مذکورہ مشارٌ الیہ کو بتمامہا درج فرمایا ہے۔ اور اس درود شریف کے پڑھنے کا طریقہ یوں تحریر فرمایا ہے، کہ اس درود شریف کے پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ تالی درود شریف کی تلاوت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر یقین کرے، اور بالمشافہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خطاب کرے۔ وَاللہُ الْھَادِیْ!

نیز علامہ شیخ اسماعیل حقی اپنی تفسیر روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں:

وتزعم انک جرم صغیر وفیک انطوی العالم الاکبر، الخ۔

---

[1] (روح البیان مصری، ج۷، ص۲۳۳)

یعنی اے انسان تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک صغیر اور خورد شئی ہے۔ نہیں، ایسا نہیں۔ بلکہ تجھ میں عالم کبیر بتامہا موجود ہے۔
جو کچھ مفصلاً عالم کبیر میں تحت الثریٰ سے مافوق العرش تک موجود ہے۔ وہ تمام اشیاء عالم وجود انسان میں موجود ہیں۔[1]
مجملاً اور مرتبہ و قدرت کے لحاظ سے انسان عالم کبیر ہے۔ اور کل کائنات کو اپنے سینہ گنجینہ کمال میں سمیٹے ہوئے ہے۔
مثلاً چند تمثیلات پیش خدمت ہیں:

۱۔ جسم انسان کالعرش ہے۔

۲۔ نفس انسانی کالکرسی ہے۔

۳۔ قلب انسانی کابیت المعمور ہے۔

۴۔ لطائف قلبیہ کالجنان ہے۔

۵۔ قوائے روحانیہ مثل ملائکہ ہے۔

۶۔ آنکھ، کان، ناک کے سوراخ بسیلان، پستان، دھان، ناف مثل بروج اور سبعہ سیارہ کے ہیں۔

۷۔ ہڈی مثل پہاڑ کے ہے۔

۸۔ بال مثل نبات کے ہے۔

۹۔ کلام مثل رعد کے ہے۔

۱۰۔ آواز مثل صواعق کے ہے۔

۱۱۔ آنسو مثل بارش کے ہے، وغیرہ وغیرہ۔

لاکھوں آیات اللہ فِی اَنْفُسِنَا موجود ہے:

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (المؤمنون ۱۴)

کما قال صائب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

عجب تراز تو نداند جہاں تماشا گاہ
چرا بچشم تعجب بخود نظر نکنی
ای زازِنہ فلک زوجوتت عیاں ہمہ
دردامنِ تو حاصل دریا و کان ہمہ

[1] (روح البیان لاسماعیل حقی، ج ۱۳، ص ۳۹)

پیش تو سر بخاک مذلت نیادہ اند
باآں علو و مرتبہ روحانیاں ہمہ
در گوش کرد خلقۂ فرمان پزیر تست
خاک وہواوآتش وآب رواں ہمہ

حکمت

برادرانِ اسلام! جب عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام اشیاء عالم انسان میں موجود ہیں تو گویا کہ عالم اکبر اس عارف کامل کا وجود ہوا۔ تو جیسا کہ انسان اپنے وجود میں تصرف کرتا ہے اور اپنے وجود کا علم ورؤیت رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام کائنات جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نورِ مطہر سے پیدا کی گئی ہے۔ تو بدیں معنی کائنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود ہوا۔ تو اس لئے آپ اس میں تصرف فرماتے ہیں۔ اور اس کا علم ورؤیت رکھتے ہیں، اور اہل سنت والجماعت آپ کو بدیں معنی حاضر وناظر جانتے ہیں۔

نکتہ

روح البیان میں ہے:

أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ۔

تحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔[1]

فھو سبحانہ بأحدیۃ جمیع اسمائہ سار فی الموجودات کلھا، الخ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے جمیع اسماء کے ساتھ (حیاۃً، علماً، قدرۃً وغیرہ) تمام موجودات میں ساری ہے، اور اس احاطہ سے یہی سرایت مراد ہے۔[2]

وَقَالُوْا: کہ اس احاطہ سے مراد احاطہ ظرف کا مظروف پر نہیں۔ اور نہ احاطہ کل کا اجزاء پر اور نہ احاطہ کلی کا جزئیاتوں پر۔ کیونکہ اس میں ترکیب لازم آتا ہے۔ اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے، اور جو حادث ہوتا ہے، وہ خدا نہیں بن سکتا۔ تو یہاں احاطہ سے مراد احاطہ ملزوم بلازمہٖ مراد ہے۔ کیونکہ تعینات لاحقہ ذات مطلقہ کے لئے لوازم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے جمیع اسماء کے ساتھ تمام موجودات میں ساری ہے۔

---

[1] (روح البیان، ج۸، ص۲۱۵، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی)
[2] (روح البیان، ج۷، ص۱۶۱)

کما قال عارف:

ولے آنجا کہ فعل او صفات از خویش برخیزد
اثر از تو کجا ماندہ کہ در آثار او بینی
تو یار خود شوائے عارف کہ شرک مطلق است اینجا
کہ اد ر ا یار خود دانی و خود را یار او بینی

و کما قال المولیٰ الجامی:

جہاں مرآت حسن شاہد ماست　　　فشاہد وجہہٗ فی کل ذرات

اسی لئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الأنفال ۱۷)

اے محبوب! جس وقت تم نے مٹھی بھر خاک پھینکی تھی، یہ تم نے نہیں پھینکی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔

حکمت

جب اللہ تبارک و تعالیٰ بجمیع اسمائہٖ تمام موجودات میں ساری ہے تو انسان کامل اس کی صورت ہوا۔ جمیعًا۔

کما فی الحدیث: اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

اَمَّا عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ فَحَقِیْقَۃٌ لِاَنَّ الْعَالَمَ الْکَبِیْرَ بِاَسْرِہٖ صُوْرَۃُ الْحَضْرَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ۔

لفظ صورت کا اطلاق محققین علماء کرام کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس پر حقیقت ہے، نہ مجاز۔ کیونکہ عالم کبیر باسرہٖ صورت ہے۔ ذات احدیت کے لئے اور وَالْاِنْسَانُ الْکَامِلُ صُوْرَتُہٗ جَمِیْعًا۔ یعنی انسان کامل اس کی صورت ہے جمیعًا۔

اور اللہ رب العزت فرماتا ہے:

لَا یَسِعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ بَلْ یَسِعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِہٖ مُؤْمِنٍ۔

نہ ہم رہ سکتے ہیں زمین میں اور نہ آسمان میں ہاں مومن بندہ کے دل میں رہ سکتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وَمَنْ اَتَانِیْ مَشْیًا اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔

جو آہستہ آہستہ ہماری طرف آتا ہے، ہم دوڑ کر اس کے پاس جاتے ہیں۔

حَتیٰ لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ۔

توجب وہ حضور محبوب حقیقی انسان کے قلب میں آباد ہو گیا تو قلب عارف بھی لامکان ہو جائے گا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اصل ارض اللہ قلب عارفست　　　لامکان است وندارد فوق وپست

توجب اللہ تبارک وتعالیٰ بجمیع اسمائہ تمام موجودات میں ساری ہوا۔ اور انسان کامل اس کی صورت ہوا تو حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انسان کامل عارفِ اکمل اور باقی باللہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنا وجود نہیں ہے۔ بلکہ آپ نورٌ من نور اللہ ہیں۔

اللہ جل مجدہ فرماتا ہے:

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُبِیْنٌ (المائدۃ ۱۵)

اسی لئے اس نور کی بصارت، رویت، مشاہدہ اور علم کے لئے کائنات میں کوئی چیز حائل ومانع نہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بدیں معنیٰ حاضر وناظر ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر چیز کا علم ورویت رکھتے ہیں۔ اور اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے۔

کیونکہ قال شیخ سعدی:

دوست نزدیک تراز من بمنست　　　ویں عجب ترکہ من ازوے دورم

اگرچہ بظاہر اس باب میں ہم نے بہت کچھ لکھا۔ امافی الحقیقت اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا گیا۔

گرچہ بسیار بگفتیم دریں باب سخن
اندکہ بیش نگفتیم ہنوز از بسیار

(الدولۃ المدینۃ بالمادۃ الغیبیۃ، ص ۳۳تا۷۲)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں:

الشُّھُودُ والشَّھَادَۃُ: الحضور مع المشاھدۃ، إمّا بالبصر، أو بالبصیرۃ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بصر یا بصیرت کے ساتھ مشاہدہ فرماتے ہوئے حاضر ہیں۔[1]

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

شاھدا علی من بعثت إلیھم بتصدیقھم وتکذیبھم ونجاتھم وضلالھم۔

[1] (المفردات في غریب القرآن، ج ۱، ص ۴۶۵، الناشر: دار العلم الدار الشامیۃ)

یعنی آپ ان لوگوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں جن کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم رسول بنا کر بھیجے گئے اور ان کی تصدیق و تکذیب و نجات و گمراہی سب کو مشاہدہ کرنے والے ہیں۔[1]

تفسیر ابو سعود میں ہے:

إِنَّا أرسلناک شَاهِداً على مَن بُعثتَ إليهم تُراقبُ أحوالهم وتُشاهدُ أعمالَهم وتتحمَّلُ منهم الشَّهادةَ بما صدر عنهُم من التَّصديقِ والتَّكذيبِ وسائرِ ما هُم عليهِ من الهدى والضَّلالِ وتُؤدِّيها يومَ القيامةِ أداءً مقبُولاً فيما لهُم وما عليهم۔

بے شک ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ ان کے احوال کی نگہبانی فرماتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں یعنی ان سب کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور آپ ان سے تحمل شہادت فرماتے ہیں یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق و تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن جو ادا کی ہوئی ہو گی ان تمام باتوں میں جو ان کے لئے فائدہ کے لئے ہوں گی اور ان تمام باتوں میں جو ان کے نقصان کے لئے ہوں گی۔[2]

تفسیر جلالین میں ہے:

شَاهِدًا عَلَى مَنْ أَرْسَلْت إلَيْهِمْ۔

یعنی جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں ان کو مشاہدہ کرنے والے ہیں۔[3]

تفسیر روح المعانی میں ہے:

ياأيها النبی إِنَّا أرسلناک شَاهِداً على مَن بُعثتَ إليهم تُراقبُ أحوالهم وتُشاهدُ أعمالَهم وتتحمَّلُ منهم الشَّهادةَ بما صدر عنهُم من التَّصديقِ والتَّكذيبِ وسائرِ ما هُم عليهِ من الهدى والضَّلالِ وتُؤدِّيها يومَ القيامةِ أداءً مقبُولاً فيما لهُم وما عليهم۔

اے نبی! ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا بنا کر بھیجا ان پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے احوال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور آپ ان سے تحمل شہادت فرماتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور قیامت کے دن

---

1 (انوار التنزیل واسرار التاویل للبیضاوی، ج۳، ص ۱۴۴)

2 (تفسیر ابو سعود، ج۵، ص ۱۳۴۱، المکتبۃ الفاروقیۃ)

3 (تفسیر الجلالین، ج۸، ص ۸۹)

شہادت فرمائیں گے جو ادا کی ہوئی ہو گی اور ان تمام باتوں میں جو ان کے فائدے کے لئے ہوں گی اور ان تمام باتوں میں بھی جو ان کے نقصان کے لئے ہوں گی۔[1]

ان تمام مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان سب کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں جن کی طرف آپ رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ اب تمام کائنات کے لئے حضور معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔

خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الأعراف ۱۵۸)

آپ فرمادیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

دوسری آیت شریف میں بھی یہی مضمون ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت عام ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر اسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

تیسری آیت شریف میں ہے:

تَبَارَکَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان ۱)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

چونکہ حضور معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کے لئے رحمت ہیں، اس رحمت کی طرف خالق کائنات کا یہ ارشاد مبارک ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء ۱۰۷)

اے محبوب میں نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یہ وہی آیات کریمہ ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت عامہ کے متعلق مکمل وضاحت موجود ہے۔

اب حدیث نبوی علیہ التحیہ میں بھی یہی مضمون ملاحظہ فرمائیں، مسلم شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد مبارک موجود ہے۔

[1] (روح المعانی، ج ۱۱، ص ۲۲۲، الناشر: دار الکتب العلمیۃ۔بیروت)

معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُرْسِلْتُ إِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔

یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔[1]

مذکورہ بالا آیات و تشریحاتِ مفسرین وحدیث مسلم سے معلوم ہوا کہ حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ساری مخلوق پر شاہد اور حاضر و ناظر ہیں۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام دنیا نہیں بلکہ تمام مخلوق پر حاضر ہیں اور ان کو اپنی بصر اور بصیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا شاہد کائنات ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا تو اب لفظ شاہد کی مزید تحقیق کے لئے اپنے قلب وذہن کو مزید وسعت دیجئے۔

بحث حاضر و ناظر

حاضر اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ حضر و حضور وحضارۃ وحضرۃ سے مشتق ہے جو کہ غیب کی ضد ہے یعنی غائب نہ ہونا۔ (المنجد)

چنانچہ محاورہ عرب کا مشہور ہے:

حَضَرْتُ مَجْلَسَ الْقَاضِیَ۔

میں قاضی کی مجلس میں حاضر ہوا۔

وَ حَضَرَ الْغَائِبُ حضورا اَیْ قَدَمَ۔

یعنی جو غائب تھا اب حاضر ہو گیا ہے۔ (سراج المنیر)

حاضر کے متعدد معنی کتب لغت میں مرحوم ہیں مثلاً حضر کے معنی پہلو، نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ اور حاضر کے معنی شہروں اور بستیوں میں رہنے والا بڑا قبیلہ وغیرہ آتے ہیں یہ تمام معانی منجد، مختار الصحاح اور مجمع بحار الانوار وغیرہ میں ہیں، جو چیز کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو اسے حاضر کہتے ہیں۔

صراح میں ہے:

حضور حاضر شدن نقیض الغیبۃ۔

حضور کے معنی حاضر ہونا غیبہ کی نقیض ہے۔[2]

---

[1] (صحیح مسلم، ج۳، ص۱۰۹، المکتبۃ الفاروقیۃ)
[2] (صراح، ص۱۷۰)

مختار الصحاح میں ہے:

الحضور ضد الغیبة۔

حضور غیب کی ضد ہے۔[1]

يُقَالُ حَضَرَتِ الْقَاضِيَ اِمْرَأَةٌ۔

کہا جاتا ہے قاضی کے سامنے عورت حاضر ہوئی۔

مفردات امام راغب میں ہے:

الغیب مصدر غابت الشمس و غیرھا اذا استرق عن العین یقال غاب عنی کذا قال اللہ تعالیٰ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ (النمل ۲۰) و استعمل فی کل غائبۃ عن الحاسہ۔

و الغیب: غابة الشمس کا مصدر ہے۔ جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے تو محاورات عرب میں غابت الشمس کہا جاتا ہے۔

ایک محاورہ غاب عنی کا بھی ہے۔ فلاں چیز مجھ سے غائب ہو گئی۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے: ”کہاں ہے؟ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا“۔ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ (النمل ۲۰) کیا وہ غائب ہے؟[2]

اہل علم غور فرمائیں کہ معانی منقولہ کے اعتبار سے کیا اللہ تعالیٰ پر لفظ حاضر کا اطلاق ممکن ہے؟ نہیں اور ہر گز نہیں۔ تَعَالَى اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ علوا کَبِيْرًا۔

اس بیان سے روشن ہوا کہ لفظ حاضر اپنے حقیقی لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی شان کے ہر گز لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ شہروں اور بستیوں میں رہنے اور قبیلہ ہونے سے پاک ہے۔ جتنے معانی لفظ حاضر کے منقول ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ ہے۔ ضابطہ کائنات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں کے ادراک سے بلند و بالا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الأنعام ۱۰۳)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ تمام آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے، اور وہ لطیف و خبیر ہے۔

اب ناظر کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ ناظر کا مأخذ نظر ہے۔

مختار الصحاح میں ہے:

و الناظر في المقلة السواد الاصغر الذي فيه إنسان العين و يقال للعين الناظرة۔

---

[1] (مختار الصحاح، ص ۱۵۹)

[2] (مفردات، ص ۳۷۲)

یعنی آنکھ کے ڈیلے کی سیاہی کو جس میں آنکھ کا تل ہوتا ہے ناظر کہتے ہیں اور کبھی آنکھ کو ناظرہ کہا جاتا ہے۔[1]

مفردات راغب میں ہے:

النَّظَرُ : تَقْلِيبُ البَصَرِ والبصيرةِ لإدرَاكِ الشيءِ ورؤيَتِهِ، وقد يُرادُ به التَّأَمُّلُ والفَحْصُ، وقد يراد به المعرفةُ الحاصلةُ بعد الفَحْصِ، وهو الرَّوِيَّةُ۔

کسی امر میں تدبر و تفکر کرنا، کسی چیز کا اندازہ کرنا، آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامل کرنا اور کسی چیز کا ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کو پھیرنا اس کے علاوہ نظر سے کبھی تامل و تلاش کے معنی بھی مراد لئے جاتے ہیں اور کبھی اس سے وہ معرفت اور رویت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل ہو۔[2]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

ونَظَرُ اللہ تعالى إلى عِبَادِهِ: هو إحسانُهُ إليهم وإفاضَةُ نِعَمِهِ عليهم. قال تعالى: وَلا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ (آل عمران ۷۷)

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کی طرف نظر فرمانے کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ صرف یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اور انہیں اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: **وَلا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ (آل عمران ۷۷)**۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔[3]

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ أي لا يعطف عليهم ولا يرحمهم۔

ولا ينظر معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اور رحم نہیں فرمائے گا۔[4]

اس کے بعد یہی مفسر لکھتے ہیں:

ثم جاء فيمن لا يجوز عليه النظر مجرد المعنى الإحسان۔

جس کے حق میں لفظ "**نظر**" کا استعمال جائز نہیں اس کے لئے اگر یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو وہ اپنے اصلی معنی سے مجرد ہے اور صرف احسان کے معنی میں ہے۔[5]

---

1 (مختار الصحاح، ص ۴۹۱)

2 (مفردات، ص ۵۱۷)

3 (مفردات، ص ۵۱۷)

4 (روح المعانی، ص ۱۸۰، پ۳)

5 (روح المعانی، ص ۱۸۰، پ۳)

مجمع بحر الانوار لغت حدیث کی مشہور کتاب میں ہے کہ حدیث پاک: إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ، الیٰ اخر الحدیث۔ میں نظر کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ یہاں پسندیدگی رحمت اور مہربانی مراد ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حاضر وناظر کے اصل معنی سے اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا واجب ہے۔ تو ان الفاظ کا اطلاق بغیر تاویل کے ذات باری تعالیٰ پر کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی نام میں حاضر وناظر مذکور نہیں۔ اور نہ قرآن وحدیث میں حاضر وناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد ہوا ہے۔ متاخرین کے زمانہ میں جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا شروع ہوا تو علماء دین نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

اور بعض علماء نے تاویل سے کام لیا تو انہوں نے صاف کہا: یا حاضر و ناظر لیس بکفر۔[1]

یہ صاحب در مختار کا فتویٰ ہے اور علامہ شامی نے نقل کیا پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ لیس بکفر فان الحضور بمعنی العلم شائع مایکون من نجویٰ ثلاثۃ الا وھو رابعھم والنظر بمعنی الرؤیۃ الم یعلم بان اللہ یریٰ فالمعنیٰ یا عالم یا من رای۔ (بزازیہ)

لیس بکفر کی وجہ یہ ہے کہ یا حاضر و یا ناظر میں تاویل ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ حضور کے معنیٰ میں عام طور پر مستعمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (المجادلہ ۷)

کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کوئی فرد علم الٰہی سے باہر نہیں ہے اسی طرح یا حاضر یا عالم کے معنی میں ہے اور نظر رویت کے معنی میں مستعمل ہے اور رویت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللهَ يَرَى (العلق ۱۴)

لہٰذا یا حاضر وناظر یا عالم یا من یریٰ کے معنی میں ہوا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو یا حاضر و ناظر کہنے والے پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا یہ کہاں لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ در مختار کے اس قول سے کہ "یا حاضر و یا ناظر لیس بکفر" لکھنا اس امر کی روشن دلیل ہے۔ اور ان کے رد میں یہ فتویٰ صاحب در مختار نے دیا کہ یہ کفر نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفر نہیں یعنی اس میں تاویل ہو سکتی ہے اور وہ تاویل علامہ شامی نے تحریر کی ورنہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے زیبا نہیں۔

---

[1] (شامی، ج۳، ص ۳۴۷)

اب ہمارے زمانے کے ناسمجھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہیں اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر کہا تو یہ شرک صریح ہے حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسماء حاضر وناظر کسی حدیث کی کتاب یا قرآن مجید میں مذکور نہیں تو جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر کہنے والوں کو مشرک کہتے ہیں تو وہ حاضر وناظر کے معنی سے واقف نہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے جیسا تصور کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے الفاظ خاص کرتے ہیں جو بندوں کے لائق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

اختلاف مسئلہ کی ابتداء

متقدمین سے متاخرین تک اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر ہیں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

جیسا کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است کہ یک کس رادرین مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم باقی است وبر اعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت را ومتوجہان آں حضرت رامفیض ومربی است۔

اور باوجود اس قدر اختلاف اور بکثرت مذاہب کے جو علماء امت میں ہیں ایک شخص کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بغیر شائبہ مجاز اور بلا توہم تاویل حقیقت حیات کے ساتھ دائم وباقی ہیں اور اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ [1]

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ شیخ کے زمانہ تک اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں تھا اور یہ اختلاف جو آج کل ہے بعد میں پیدا ہوا۔

[1] (حاشیہ اخبار الاخیار، ص ۱۵۵)

گواہی کے لوازمات

فقیر نے قرآن مقدس کی جو آیۃ کریمہ پیش کی ہے اس میں لفظ شَاهِدًا ہے اور شاہد کے معنی گواہ بھی ہیں اور حاضر وناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ موقع پر حاضر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شاہد اس لئے فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں عالم غیب کا مشاہدہ کر کے گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء علیہم السلام گواہ تھے، یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام کی عینی گواہی دیں گے۔ یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ گواہ کے حروف چار ہیں اور شاہد کے حروف بھی چار ہیں۔

گواہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

اول حیات: کیونکہ جو زندہ نہ ہو وہ گواہی کیسے دے گا۔

دوم علم: اس لئے ضروری ہے کہ بغیر علم کے وہ کس طرح گواہی دے گا۔

سوم حاضر ہونا: یعنی جب گواہی دے تو گواہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ موقع پر حاضر ہو۔ کیونکہ اگر وہ موقع پر حاضر نہ ہو تو وہ کس طرح گواہی دے سکتا ہے؟ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم اس وقت موجود تھے، اگر وہ کہے کہ ہاں تو اس کی گواہی منظور ہے اور اگر کہے کہ نہ تو اس کی وہ گواہی منظور نہیں ہو سکتی۔

چہارم ناظر ہونا۔ گواہ کے لئے ناظر ہونا بھی شرط ہے۔ اگر کوئی اندھا ہو اور گواہی کے وقت پوچھا جائے کہ کیا تم نے دیکھا ہے تو جب اس نے کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں اس پر گواہی کس طرح دے گا؟ معلوم ہوا کہ گواہ کے لئے ناظر ہونا بھی شرط ہے۔

دوسری آیت

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ (التوبۃ ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جَاءَكُمْ ذکر ہے اور یہ قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحضور روحانیت یعنی رسالت بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت وتکلیف کی ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خبر ہے۔ تب ہی تو ہماری تکلیف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ ہو تو تکلیف کیسی؟

پھر اس آیت کریمہ کے آخر میں مذکور ہے:

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ ۱۲۸)

تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں۔ مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اپنی اولاد کے آرام کا حریص ہوتا ہے، کوئی اپنی عزت کا، کوئی پیسے کا، کوئی کسی اور چیز کا مگر محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے حریص ہیں اس لئے ولادت پاک کے موقع پر ہم کو یاد کیا، معراج میں ہماری فکر رہی اور وصال شریف کے وقت بھی یاد کیا۔ مومنوں کے لئے بہت زیادہ شفیق ور حیم ہیں۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسلمانوں کے متعلق حال معلوم نہ ہو تو وہ کس طرح ان پر شفیق و رحیم ہو سکتے ہیں؟ شفقت و رحمت تب کر سکتے ہیں کہ آپ کو تمام مسلمانوں کے حالات سے ہر لحظہ خبر ہو۔ اس آیت کے تحت حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مومن کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

روح البیان شریف میں ہے:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ ۱۲۸) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وہ اوصاف بتائے جو اس کے اپنے ہیں، چنانچہ اپنے لئے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (البقرۃ ۱۴۳) اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مخلوق ہیں اور ان کی رحمت بھی مخلوق، اس لئے وہ ایک مخصوص گروہ کے لئے رحمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ خالق اور اس کی رحمت بھی قدیم۔ اس لئے وہ عام ہر ایک کے لئے ہے کہ قوت خالقیت کا یہی تقاضا ہے۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الأعراف ۱۵۶)

یہی وجہ ہے کہ جسے خالق کائنات کی رحمت نصیب ہوتی ہے وہی اس کے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رحمت کے لائق بنتا ہے، ورنہ اسے محرومی ہی محرومی، اس لئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رحمت خالق کائنات کی رحمت کا عکس اور نتیجہ ہے۔

چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران ۱۵۹)

رؤفیت ورحیمیت کے لئے علم، حیات اور قوت لازمی جزو ہیں۔ اگر تینوں میں سے ایک نہ ہو تو وہ نہ رؤف بن سکتا ہے اور نہ رحیم۔ اور یہ صفات حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفات ازلی ابدی اور قدیم، ذاتی ہیں۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے حادث، عطائی، غیر مستقل ہیں۔ اب اگر کوئی یہ وہم کرے کہ یہ شرک ہے تو اس کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق معلومات سے واقفیت حاصل کرے کیونکہ اگر شراکت آئے تو دونوں اس صفت میں شریک ہوتے ہیں۔ اور کسی مومن مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات بھی ازلی، ابدی، ذاتی اور قدیم ہیں۔ تمام مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات حادث، غیر مستقل، عطائی ہیں۔ فقیر کی اس تقریر سے صاف معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مشاہدہ کرنے والے ہیں اور مشاہدہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی طرف مبعوث ہوا ہو اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ تمام کائنات کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں بلکہ یوں کہو کہ وہ خالق و مخلوق کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ علم ماکان ومایکون یا کائنات کا مشاہدہ فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی صفت کو حادث مان کر اپنے لاعلمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں اس آیۃ کریمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

جب سارے نوع انسانی کے ساتھ اس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ رشتہ ہے تو اپنے غلاموں پر آپ کا سحاب جود و کرم کس طرح برستا ہو گا؟ اس کا اظہار ان کلمات سے فرمایا۔ رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: البالغ فی الرافۃ و الشفقۃ و قال الحسین بن فضل لم یجمع اللہ لاحد من الانبیاء اسمین من اسماءہ الا للنبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و اصحابہ و سلم قال عبدالعزیز بن یحییٰ عزیز علیہ ماعنتم ای لا یھمہ الا شانکم رؤف کا معنی ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا حسین بن فضل نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے دوناموں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔

عبدالعزیز بن یحیٰی فرماتے ہیں:

عَزِیْزًا علیہ الخ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نزدیک تمہاری فلاح و بہبود کے سوا کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔[1]

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

---

[1](ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۲۶۹)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

دیوبند مدرسہ کے بانی قاسم نانوتوی نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ:

"اس آیت میں اولیٰ کے معنی قریب تر ہیں۔ تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی زیادہ قریب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے اور زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے"۔

صاحب تحذیر الناس کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں خواہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین یا مقلدین۔ حتیٰ کہ قیامت تک تمام مسلمانوں سے ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں۔

اولیٰ کے معنی

بعض محققین نے اولیٰ کے چند معنی لکھے ہیں۔ ایک تو بمعنی زیادہ مالک، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تم پر اتنا اختیار اور ملکیت ہے کہ اتنی ملکیت تمہاری جان کو تمہارے جسموں اور اعضاء پر نہیں ہے۔ دیکھو جان جسم کے اعضاء کی ایسی مالک ہے کہ عضو کی کوئی بھی حرکت بغیر جان کے ارادے کے نہیں ہوتی۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان وغیرہ بالکل بے بس ہیں اور جان کے قبضہ میں ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ملکیت اور قبضہ اس سے بھی زیادہ ہے کہ جو بھی حرکت ہو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فرمان کے تحت ہو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

لا یؤمِنُ أحدُکم حتی یکونَ هَواہ تَبَعًا لما جئتُ به۔[1]

حضرت سہل نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی لذت وہ کبھی نہیں پا سکتا جو اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد اور ہر چیز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بالکل ملکیت نہ سمجھے۔

روح البیان اور مدارج النبوۃ میں اولیٰ کا معنی زیادہ قریب لکھا ہے۔[2]

دنیا میں سب سے زیادہ قریب ہماری جان ہے۔ اس لئے اگر جسم کو ذرا بھی تکلیف پہنچ جائے تو روح کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور جان سے بھی زیادہ قریب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ جان ہر ہر عضو میں حاضر و ناظر ہوتی ہے، تو

---

[1] (الأربعین للنووی، ص ۴۱)

[2] (مدارج النبوۃ، ج ۱، باب سوم)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مسلمان کے پاس حاضر ہیں اور ناظر۔ اور مسلمان تو ہر گوشے میں رہتے ہیں، کیونکہ جن وانسان سب ہی میں مسلمان ہیں، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد مبارک پہلے درج ہو چکا ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہوئے اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں مگر اس پر سب متفق ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں کسی جگہ خالق کائنات کے لئے حاضر وناظر لفظ نہیں بلکہ شاھداً الفظ شہوداً اور رؤف ورحیم وخبیر وبصیر وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں اور یہی الفاظ معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے بھی ضابطہ کائنات میں موجود ہیں۔ وہی آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ کے مظاہر مخلوق میں کون کون اور کس طرح ہیں۔ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں وہ اپنی مخلوق کو عطا فرما کر اپنے کلام کریم میں بیان فرمائی ہیں۔

خالق کائنات سمیع وبصیر ہے۔

إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى (طٰہٰ ۴۶)

میں تمہارے ساتھ ہو کر سنتا اور دیکھتا ہوں۔

انسان کے لئے بھی خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (الإنسان ۲)

ہم نے انسان کو سمیع وبصیر بنایا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت مذکور ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِأَعْيُنِنَا (ھود ۳۷)

ہماری نگرانی میں کشتی تیار کیجیے۔

وہی صفت جو عین لفظ ہے، وہ انسان کے لئے بھی استعمال ہوا ہے:

تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ (المائدۃ ۸۳)

ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ہاتھ بیان فرمائے:

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (المائدۃ ۶۴)

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ١٠)

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر۔

اور فرمایا:

وَ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَى (الأنفال ١٧)

تونے کنکریاں نہیں ماریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ماریں۔

اور یہی بات دوسرے انسانوں کے لئے بھی ثابت ہے:

بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ (الحج ١٠)

بسبب اس کے کہ تیرے دونوں ہاتھوں نے عمل کیا۔

اور فرمایا:

مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا (يس ٧١)

اس سے ہمارے ہاتھ نے کیا۔

یہ تمام آیات کریمہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے مابین ہاتھ کا اشتراک ثابت کرتی ہیں حالانکہ دونوں کے درمیان عظیم فرق ہے۔

اور معترض کے ابہام وشرک کی جڑیں ان ہی آیات قرآنیہ سے کٹ جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے خاص ناموں مثلاً رؤف، رحیم، شہید وغیرہ سے موسوم کیا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لئے گزارش ہے کہ جس امر کو آپ ابہام شرک کی بنیاد قرار دے رہے ہیں بعینہ وہی امر قرآن مجید کی روشنی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ثابت ہے، دیکھیئے سمیع، بصیر، علیم، خبیر، عالم اور من یریٰ سب کا اعلان حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیۃ کریمہ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الإسراء ١) میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سمیع وبصیر کہا گیا ہے۔

جیسا کہ صاحب روح البیان نے لکھا ہے:

في "التأويلات" وفي قوله: {إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} إشارة إلى أن النبي صلى الله عليه وسلّم هو السميع الذي قال الله: "كنت له سمعاً فبي يسمع وبي يبصر" فتحقيقه لنريه من آياتنا المخصوصة بجمالنا وجلالنا إنه هو السميع بسمعنا البصير ببصرنا فإنه لا يسمع كلامنا إلا بسمعنا ولا يبصر جمالنا إلا ببصرنا۔

ترجمہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیۃ کریمہ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ سمیع وبصیر ہیں۔ جن کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کی سمع وبصر ہو جاتا ہوں تو وہ مجھ سے سنتا دیکھتا ہے۔ لہٰذا آیہ کریمہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو ہمارے جلال وجمال کے ساتھ خاص ہیں۔ بے شک وہی عبد مقدس ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہے، بے شک وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا جمال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔[1]

صاحب روح المعانی إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کے تحت لکھتے ہیں:

و أما على تقدير كون الضمير للنبي صلّى الله عليه وسلّم كما نقله أبو البقاء عن بعضهم وقال: أي السميع لكلامنا البصير لذاتنا، وقال الجلبي: إنه لا يبعد۔

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کی ضمیر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف لوٹائی جائے جیسا کہ ابو البقاء نے بعض سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات کو دیکھنے والے ہیں۔ علامہ حلبی نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف اس ضمیر کا راجع کرنا بعید نہیں۔[2]

اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

و لا يمتنع إطلاق السميع و البصير على غيره تعالى كما توهم لا مطلقا و لا هنا، قال الطيبي: و لعل السر في مجيء الضمير محتملا للأمرين الإشارة إلى أنه صلّى الله عليه وسلّم إنما رأى رب العزة وسمع كلامه به سبحانه كما في الحديث المشار إليه آنفا فافهم تسمع و تبصر۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے غیر پر سمیع اور بصیر کا اطلاق ممنوع نہیں جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں نہ اس آیت میں ممنوع ہے نہ مطلقًا۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ میں ایسی ضمیر کا لانا جو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا اور اس کے

---

[1] (تفسیر روح البیان، ج۵، ص۸۰، دار النشر/دار إحياء التراث العربی)

[2] (روح المعانی، ج۸، ص۱۵، الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت)

کلام کو اسی کے سمع مبارک سے سنا جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی **کنت لہ سمعا** میں اشارہ گزر چکا ہے لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔[1]

زر قانی شریف میں حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرکے لکھتے ہیں:

أي العليم حكى السبكي في تفسير أنه هو السميع البصير. إن الضمير للنبي صلى الله عليه وسلم قال: ومعنى وصفه بهما أنه الكامل في السمع والبصر اللذين ندرك بها الآيات التي يريه إياها۔

یہ ضمیر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے ہے اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سمع وبصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔[2]

پھر لکھتے ہیں:

فالأظهر أن المعنى السميع لكلام الله بلا واسطة البصير، أي الناظر إلى نور جماله بعين بصره، وهذا مما اختص به انتهى۔

لہٰذا آیت کریمہ کا یہ روشن معنی ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کلام کو بلاواسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عینی بصر سے دیکھنے والے ہیں اور یہ وہ کمال ہے جس کے ساتھ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مختص ہیں۔[3]

لطائف علمیہ

اب دوسری آیات مبارکہ بھی پیشِ خدمت ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا ذکر فرمایا اور پھر مخلوق کی طرف بھی ان کی نسبت فرمائی ہے۔ مثلاً:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ ۵)

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

اور انسان کے لئے فرمایا:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (الزخرف ۱۳)

---

[1] (روح المعانی، ج۸، ص ۱۵، الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت)
[2] (زرقانی شریف، ج۳، ص ۱۲۴)
[3] (زرقانی شریف، ج۳، ص ۱۲۴)

تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر مستوی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز اور جبار بتائی اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّار وہ اللہ غلبہ والا اور جبار ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے فرمایا: عَزِیزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ (التوبۃ ۱۲۸) جس سے تم دیکھتے ہو اسے وہ برداشت نہیں کرتے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حکایتًا فرمایا: أَیُّھَا الْعَزِیزُ (یوسف ۷۸) اے عزت والے بادشاہ۔ اور عام سرکش انسان کو فرمایا کَذَلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلَی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ (غافر ۳۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ متکبر اور جبار کے دل پر مہر لگائے گا۔ خالق کائنات کی صفت عظیم ہے۔ مخلوق میں اپنے عرش کو عظیم کہاوَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ (التوبۃ ۱۲۹) وہ بڑے عرش کا رب ہے۔ اور بلقیس کے تخت کو عظیم کہاوَ لَھَاعَرْشٌ عَظِیمٌ (النمل ۲۳) اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ اسی طرح عذاب کو عظیم کہاوَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیمٌ (البقرۃ ۷) ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ وَھُوَ بِکُلِّ شَيْءٍ عَلِیمٌ (البقرۃ ۲۹)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

وَھُوَ بِکُلِّ شَيْءٍ عَلِیمٌ ووی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دانااست برہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن اول آخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا من التحیات اتمہا و اکملہا۔

وَھُوَ بِکُلِّ شَيْءٍ عَلِیمٌ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں خواہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی ہوں یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال و آثار ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین تحفے ان پر نازل ہوں۔ اب فقیر نے جو چند آیات کریمہ پیش کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف بھی اپنی بعض صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ اب اگر کم فہم یہ سمجھے کہ یہ سب شرکیات ہیں تو معاذ اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے شرکیات قرآن مقدس میں فرمائے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ابدی اور قدیم ہیں مخلوق کی طرف اگر نسبت ہو جائے تو یہ مجازی اور حادث ہو گی۔ خالق اور مخلوق دونوں صفات میں برابر نہیں ہو سکتے لیکن اگر کوئی خالق کی صفات عالیہ کو مخلوق دونوں صفات میں برابر نہیں ہو سکتے لیکن اگر کوئی خالق کی صفات عالیہ کو مخلوق کی صفات میں لا کر شرک ثابت کرے تو اس نے خالق کی صفات کو حادث جانا اور ابدی ازلی نہ جانا۔[1]

[1] (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۲)

اب چند اور آیات کریمہ بھی پیش خدمت ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت حفیظ، علیم و حلیم ہے، یہی صفات بندوں کے لئے بھی بیان فرمائیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے فرمایا:

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (یوسف ۵۵)

بے شک میں بہترین نگرانی اور علم والا ہوں۔

اور فرمایا:

سَحَّارٍ عَلِيمٍ (الشعراء ۳۷)

وہ جادوگر و علم والا ہو۔

اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے فرمایا:

وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (الذاریات ۲۸)

اور ہم نے انہیں علم والے بچے کی خوشخبری سنائی۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق قول خداوندی ہے:

فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا (الفرقان ۵۹)

اس کے تحت علامہ صاوی فرماتے ہیں:

والمعنی اسئل بہ خبیرًا ای عالمًا بصفاتہ یطلعک علی ما خفی علیک والخبیر یختلف باختلاف السائل فان کان السائل النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فالخبیر ھو اللہ وان کان السائل اصحابہ فالخبیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وان کان السائل التابعین فالخبیر الصحابۃ عن النبی عن اللہ۔

فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو جو اس کی صفات کا عالم ہو وہ تمہیں محض علوم سے خبردار کرے گا اور اختلاف سائل کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر سائل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو خبیر اللہ تعالیٰ ہے اور اگر سائل حضور کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں تو خبیر خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے علم حاصل کرکے خبر دیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے علم لے کر خبیر ہوں گے۔[1]

[1] (صاوی، ج۳، ص ۱۳۶)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ خبیر اللہ تعالیٰ بھی ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بعطاء الٰہی ہیں اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مستفیض ہو گئے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ صفت خبیر ہونا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ذاتی اور قدیم ہے بلکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ راسخ ہے کہ ان کی یہ صفت بھی مخلوق وحادث عطائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت سلام بھی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نماز سے فارغ ہو کر یہ پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ اور یہی صفت اللہ تعالیٰ نے تحیہ کے لئے بتائی تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ (الأحزاب ۴۴) اس دن جب ان کی ملاقات ہو گی تو کہیں گے السلام علیکم۔ اللہ تعالیٰ کی صفت مومن بھی ہے اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ وہ سلامتی والا اور امن دینے والا ہے اور مسلمانوں کو بھی مومن بتایا گیا ہے وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا (الحجرات ۹) اگر دو گروہ مومنین کے آپس میں لڑیں اللہ تعالیٰ کی صفت علی اور کبیر بھی ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرِ وہ اللہ تعالیٰ بلند اور بڑائی والا ہے۔ بندوں کے لئے بھی فرمایا گیا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم ۵۷) ہم نے ان کا مرتبہ بلند کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بھی علی ہے۔

فقیر نے یہ چند شہادات قارئین کی خدمت میں پیش کی ہیں امید ہے کہ اب قارئین کرام خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ مخلوق، مخلوق ہے اور خالق، خالق۔ اب ان دونوں کو ہمسر جاننا دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارکہ کے متعلق ایسی بات لکھے یا کہے کہ وہ توہینِ رسالت پر مبنی ہو یا اس میں توہین کا شائبہ ہو۔

مومن کامل کی صفت شہادت

ایک اور آیت کریمہ لکھی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے دیکھنا بیان کیا گیا ہے:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ (التوبۃ ۹۴)

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہارے اعمال دیکھیں گے۔

اب اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے دیکھنا فرمایا گیا ہے۔

قصیدۂ غوثیہ میں ہے:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمِيْعًا　　　كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اتِّصَالِیْ

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

وَاِذَا سَمِعْتُ مِنْکَ قَوْلًا طَیِّبًا　　　وَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرٰی اِلَّاکَ

یعنی جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

عزرائیل و عزازیل کی قوت

قارئین کرام کو پہلے بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روئے زمین کا کل جگہ موجود ہونا یا دیکھنا خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں جو کہ ازلی، ابدی اور قدیم ہو۔

تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواھب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن و انس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ھاھنا وھاھنا یعنی ادھر سے لے لیتا ہے جان لو اور ادھر سے غور کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی، مچھر، مکوڑے اور چرند پرند اور یہ آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی۔ یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں بھی نقل کی ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو، رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت تو ایک فرشتہ مقرب ہے، دیکھو شیطان بھی ہر جگہ موجود ہے۔

درمختار شریف میں نماز کے مسائل میں لکھا ہے کہ شیطان اولادِ آدم علیہ السلام کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔

علامہ زین العابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے البتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ:

واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کیا ہے۔

صاحب براہین قاطعہ و شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ آیات و احادیث جو فقیر نے قارئین کرام کے سامنے پیش کی ہیں ان سے ہر ذی علم مسلمان باخبر ہے۔ مگر افسوس کہ صاحبِ براہین قاطعہ نے لکھا ہے:

"ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مغضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں"۔

صاحب براہین مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ افضل کو قیاس کرنے والی بات نہیں بات تو اس معاملہ میں ہے کہ یہ ممکنات میں سے ہیں اور اگر ممکنات میں سے نہ ہوتی تو نہ ملک الموت علیہ السلام کے لئے ہو سکتی اور نہ شیطان کے لئے اور خوارج کے نزدیک تو یہ شرک ہے تو پھر افضل اور مفضول کی بات نہ ہوئی جو صفت افضل کے لئے شرک ہے وہ مفضول کے لئے شرک ہی ہو گی۔

پھر صاحب براہین قاطعہ لکھتے ہیں:

"قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہو گا"۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

خود فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں:

واللہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم۔ (الحدیث)

اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔[1]

صاحب براہین نے اول تو یہ مان لیا ہے کہ مشاہدہ ملک الموت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور بعد میں لکھا کہ قرآن اور حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ ضابطہ کائنات قرآن مقدس سے تو کوئی دلیل نہیں لایا البتہ ایک دو احادیث پیش کیں۔

---

[1](براهین قاطعه، ص ۵۱)

ایک حدیث یہ ہے:

وَ اللّٰہِ لَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَ لَا بِكُمْ، الخ۔

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اور وہاں وَ اللّٰہِ مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي۔ ہے۔ اس حدیث کے تحت علامہ عینی مصنف عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری نے لکھا ہے کہ وَ اللّٰہِ مَا أَدْرِي میں مَا موصولہ ہے یا استفہامیہ، اگر مَا موصولہ ہو تو معنی اَلَّذِیْ کا ہوگا۔ اگر استفہامیہ ہو تو پھر معترض کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اور اگر نافیہ مراد لی جائے تو مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ (الفتح ۲) والی آیت کریمہ سے منسوخ ہے، لہٰذا قابل حجت نہیں۔

دوسری حدیث کے متعلق اتنا عرض ہے کہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کے متعلق نصوص قطعیہ لکھ کر بعد میں یہ روایت جو صاحب براہین نے لکھی ہے نقل کرکے واضح کیا کہ اب اشکال اس روایت سے پیدا ہوتا ہے تو اس روایت کے نقل کرنے کے بعد مدارج النبوۃ میں فرمایا کہ یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں بے بنیاد روایت ہے۔

پھر صاحب براہین نے مکاری سے کام لے کر اس سے زیادہ صریح توہین آمیز الفاظ لکھے ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خلاف نصوص قطعیہ بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[1]

دیوبند مدرسہ کے صدر مدرس نے صاحب براہین کے لئے وکالت کرتے ہوئے آخر میں جو حق بات تھی وہی غیر شعوری وغیر ارادی طور پر لکھ دی۔ ہمارے نزدیک جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کسی وقت میں وصف علمیت کی نفی کرے وہ مستوجب تکفیر وتفسیق ہے۔[2]

المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند میں اس سوال کا جو جواب دیتے ہیں وہ بھی بغور پڑھنا چاہیئے۔

سوال: کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے؟ اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] (براھین قاطعہ، ص ۵۱)

[2] (الشہاب الثاقب، ص ۹۳)

جواب: اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم، حکم واسرار وغیرہ کے متعلق مطلقًا تمام مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اعلیٰ ہے وہ کافر ہے، اور ہمارے حضرات اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں، جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے زیادہ ہے۔[1]

قاری طیب صاحب (مرحوم) مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنی تالیف خاتم النبیین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کے متعلق لکھا ہے:

"اگر اور انبیاء کرام علیہم السلام کو علوم خاصہ عطاء ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو علم اولین و آخرین دیا گیا۔ اوتیت علم الاولین و الآخرین۔[2] ترجمہ: مجھے علم اولین وآخرین دیا گیا ہے، جو الگ الگ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا تھا"۔[3]

یہی قاری طیب صاحب دوسری تالیف "شان رسالت" میں لکھتے ہیں:

"غرض تمام اخلاق و کمالات حد کمال کے ساتھ حد اعتدال پر قائم اور قلب مبارک میں بیک دم پورے غلبہ کے ساتھ جمع ہیں پس قلب مبارک علوم اولین و آخرین کا جامع ہے۔ ایسے ہی اخلاق اولین و آخرین کا جامع بھی ہے، اور اسی لئے جہاں انما بعثت معلمًا میں اپنی شان بیان فرمائی وہیں بعثت لا تمم مکارم الاخلاق میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دوسری شان بتائی گئی۔ ایک انتہائے علم پر دلالت کرتی ہے، اور ایک انتہائے اخلاق و عمل پر"۔[4]

قاری صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اخلاق و عمل انتہاء تک پہنچا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم انتہاء تک پہنچ چکا ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علوم اولین وآخرین کے عالم تھے۔

پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو منبع العلوم اور منشاء علوم اولین وآخرین بنا کر مبعوث کیا گیا تا کہ ترقی یافتہ دنیا علوم اعلیٰ سے اپنی پیاس بجھا سکے اور خدا شناسی میں اسے کوئی علمی حیلہ مانع نہ ہو۔

---

[1] (المہند علی المفند، ص ۳۰، مطبوعہ سعید اینڈ سنز، کراچی)
[2] (خصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۸۷)
[3] (خاتم النبیین، ص ۱۷)
[4] (شان رسالت، ص ۳۵)

اسی مقام کو حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ارشاد فرمایا گیا:

اُتِیتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ۔

مجھے اگلوں اور پچھلوں کے سارے علوم عطاء کر دیئے گئے ہیں۔

پس مختلف علوم میں ذوات انبیاء کرام علیہم السلام مثل حواس خمسہ کے ہیں اور حضور مثل حس مشترک کے ہیں، جو علوم کا مجمع اور منبع ہے، پس اور حضرات جستہ جستہ علوم کے حامل ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خزانہ علم و نبوت ہیں۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی منتہائے علوم بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہو جاتا ہے۔[1]

دیوبند کے قاری صاحب کے اقوال سے بھی ثابت ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علوم اولین و آخرین کے عالم ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ علم ظنی نہیں بلکہ قطعی ہے اور قطعیت سے انکار کفر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ براہین قاطعہ میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کی نفی لکھی گئی ہے وہ قرآن واحادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اقوال آئمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ علم مشاہدہ سے ہے اس لئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو **شاھدًا** فرمایا گیا۔

اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیۡ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ۔

کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

مشکوٰۃ شریف باب تسویۃ الصف میں ہے:

أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي۔

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے کے قریب کرو، کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھ رہا ہوں۔[2]

چند عقلی دلائل

برادرانِ ملت! عصر حاضر میں مسئلہ حاضر وناظر (ایک فرد بالخصوص انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہونا) کا سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں رہی۔ کیونکہ سائنسی ایجادات ونفسیات ومابعد النفسیات

---

[1] (شان رسالت از قاری طیب، ص ۳۲)

[2] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۳۴۰، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

کے علمی میدان میں سائنسی تحقیقات نے نہ صرف مسئلہ ھذا بلکہ دیگر مسائل دینیہ (حیات بعد الممات، عذاب قبر، عالم برزخ کی واردات و مسائل نور و بشر) بھی حل کر دیئے ہیں۔ حق کے متلاشی اہل فکر و نظر ان ایجادات و تحقیقات سے حتی المقدور استفادہ حاصل کر کے اپنے قلوب و اذہان کو نور ایقان سے منور کر رہے ہیں۔ تاہم کور باطن افراد و ملائے دقیانوس نہ صرف سائنسی ایجادات و تحقیات سے انکار کر کے بلکہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام و کرامات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو شرک زعم کر کے ہنوز بحرِ ظلمات میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ خالقِ کائنات نے یہ وسیع و عرض زمین و آسمان، پہاڑ وسمند، آفتاب و مہتاب و دیگر اجرام فلکی کو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بحکم کن پیدا فرما کر ضابطہ کائنات میں ارشاد فرمایا کہ ان کی تخلیق میں اہل دانش کے لئے نشانیاں ہیں اور کہیں دعوتِ فکر دی کہ ان کی تخلیق میں غور و تدبر کرو۔ کیونکہ ہر موجودِ کائناتی اپنے موجد کے وجود کا احساس دلاتا ہے اور ہر صنعت اپنے صانع کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آفتاب و مہتاب کی تخلیق

آیئے سر دست آفتاب و مہتاب کی تخلیق میں غور کریں اور آنکھیں کھول کر چشم بصیرت سے دیکھیں کہ آفتاب و مہتاب کس طرح اپنے خالق اور باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

تخلیق کائنات سے متعلق سائنسدانوں کے تصورات و تحقیقات جدا جدا اور ہنوز نامکمل ہیں۔ بعض سائنس دانوں کے نزدیک یہ تمام کائنات پگھلے ہوئے مواد کا تمام فضاء میں کھولتا ہوا بے انتہاء سمندر تھا جو بالآخر منجمد ہو کر اجرام فلکی کی صورت اختیار کر گیا، جبکہ کچھ دوسرے سائنس دانوں کے نزدیک ابتداءً فضائے عالم میں نور ہی نور تھا جو بعد میں کسی ایسی قوت میں تبدیل ہو گیا جو طویل عرصہ تک فضا میں بے حس و حرکت پڑی رہی۔ مدت مدیلہ کے بعد یہ قوت سیال گیس کی طرح روشن مراد کی شکل اختیار کر گئی۔ اب اس ابتدائی قوت و نور کے متعلق اہل سائنس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی قوت کہاں سے آئی؟ یہاں پہنچ کر انسانی تصور ایک خاص فضاو وقت کے ماحول میں محدود ہونے کی بنا پر اس سوال کا جواب دینے قاصر و عاجز ہے۔ اسی مقام پر رہنمائی فرمانے کے لئے خالق کائنات نے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً مبعوث فرمایا جنہوں نے انسانوں کو بتایا کہ قوت کا اصل سرچشمہ ازلی و ابدی ذات و صفات والا خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا نور آسمان و زمین میں ہے۔ باعث تخلیق کائنات آخر المبعوثین معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک طویل حدیث مبارک میں تخلیق کائنات کے سربستہ راز سے یوں پردہ اٹھایا کہ ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ایک غلام حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے کیا پیدا فرمایا؟ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے جابر! بے شک اللہ

تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا تو وہ نور دورہ فرماتا رہا قدرت کے ساتھ جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس وقت نہ لوح محفوظ تھی، نہ قلم اور نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتے تھے نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند ستارے، نہ کوئی جن اور نہ کوئی انسان۔ پس جب ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ پیدا فرمائے خلق کو تو تقسیم فرمایا اس نور کو چار اجزاء میں، پہلی جزو سے قلم دوسری سے لوح محفوظ، اور تیسری جزو سے عرش کو پیدا فرمایا۔ پھر چوتھی جزو کو چار اجزاء میں تقسیم کیا، اس کی پہلی جزو سے عرش اٹھانے والے فرشتے، دوسری سے کرسی، تیسری سے باقی فرشتے پیدا فرمائے، چوتھی جزو کو پھر چار اجزاء میں تقسیم فرمایا، اس کی پہلی جزو سے آسمان، اجرام فلکی، دوسری سے زمین اور تیسری سے جنت و دوزخ بنائے، پھر چوتھی جزو کو مزید چار اجزاء میں تقسیم فرما کر اس کی پہلی جزو سے مؤمنوں کی آنکھوں کا نور، دوسری سے ان کے دلوں کا نور بنایا جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، اور تیسری سے ان کی انس کا نور بنایا اور وہ توحید کلمہ طیبہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہر موجودِ کائناتی و آفتاب و مہتاب کی اصل نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے اور اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اب آیئے یہ دیکھیں کہ آفتاب و مہتاب اللہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر کس طرح دلالت کرتے ہیں۔

ایک شخص کراچی میں، دوسرا لاہور میں، تیسرا پشاور میں اور چوتھا کوئٹہ میں ہے۔ اب دن کے وقت کسی بھی معینہ وقت پر ان سے پوچھا جائے کہ سورج کہاں ہے تو ہر ایک کا یہی بیان ہو گا کہ سورج میرے قریب ہے، میرے سامنے ہے، میں اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ حالانکہ چاروں اشخاص سینکڑوں میل دور ہیں۔ مگر سب سورج کو اپنے قریب حاضر پاتے ہیں اور اس کی دھوپ و تپش سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہی حال اللہ تعالیٰ ورسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انوار تمام کائنات کو بیک وقت روشن کئے ہوئے موجود ہیں۔ جس طرح اہل زمین ایک ہی سورج کو مختلف مقامات پر بیک وقت موجود پا کر اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہل دین و ایمان اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی جانوں سے بھی قریب پا کر مستفیض ہوتے اور دیدارِ حق سے مسرور رہتے ہیں۔ جس طرح آفتاب و مہتاب کی شعاعیں زمین واہل زمین کو منور کرتیں اور حیاتِ نو بخشتی ہیں، اسی طرح حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انوار و تجلیات طالبانِ حق و ہدایت عارفانِ باخدا کے قلوب واذہان کو منور کر کے نور ہدایت و بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ جب آفتاب و مہتاب جیسے موجودِ کائناتی بیک وقت اہل زمین کے لئے موجود ہو کر انہیں مستفید کر سکتے ہیں تو خالق کائنات و باعث تخلیق کائنات کیونکر حاضر وناظر ہو کر افراد کائنات کو منور نہیں کر سکتے؟

یاد رکھیئے حضور معلم و مقصودِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہدایت و معرفتِ حق کے چمکتے ہوئے سورج سراجًا منیرًا ہیں۔ جس مومن نے بھی اسم ذات سے اپنے قلب کو منور کر کے ایمان کی نگاہ سے جب اور جہاں دیکھا وہیں معلم و مقصود کائنات روحِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موجود پایا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میزان میں لکھا ہے کہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم سے چھپ جائیں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں۔

ٹی وی سنٹر

ٹی وی نے تو اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ مثلاً پاکستان کے کسی بھی ٹی وی سنٹر سے کوئی صاحب خبریں نشر کر رہے ہیں تو ملک کے گوشے گوشے میں ہر ٹی وی سیٹ پر ان کی تصویر موجود ہوگی۔ نیز ملک کے ایک شہر بلکہ مواصلاتی سیارہ کے ذریعے دنیا کے کسی ایک شہر سے کوئی میچ ٹی وی پر دکھایا جائے تو تمام ملک بلکہ تمام دنیا میں بیک وقت دیکھا جاتا ہے۔ یہ مادی قوت و بجلی و نور کا کرشمہ اور اہل سائنس کا کمال ہے۔ تو نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے کرشمہ اور خالق کائنات کی طاقت سے آخر کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معجزات و کمالات کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت و کمالات کا انکار ہے۔ ہم مادی بجلی کی قوت سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور کے مناظر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں تو رسول اللہ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے کائنات کا مشاہدہ کیوں نہیں کر سکتے؟

بعض کور باطن لوگ بالخصوص ملاں حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟ فقیر اس کے جواب میں عرض کرے گا کہ جس طرح آفتاب و مہتاب کو دیکھنے کے لئے ظاہری بصارت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح آفتاب ہدایت و معرفت کے دیدار کے لئے چشمِ بصیرت کی ضرورت ہے۔ اندھا اگر چاند کی چاندنی سے انکار کر دے تو اس میں اس کی آنکھوں کا قصور ہے جن میں بصارت نہیں، نہ کہ چاند کا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم جیسے اندھوں کو اگر نظر نہیں آتے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ قصور تو تمہاری اس چشم کور باطن کا ہے جس میں نورِ ایمان و ایقان نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح ٹی وی سیٹ میں تصویر کنٹرول کرنے والا پرزہ خراب ہو جائے تو تصویر فضا میں موجود ہونے کے باوجود پردہ پر نہ آئے گی، یا آواز کنٹرول کرنے والا پرزہ خراب ہو جائے تو آواز کی لہریں فضا میں موجود ہونے کے باوجود ٹی وی پر آواز نہیں آئے گی۔ یہی حال ہمارا ہے کہ اگر ہمارے عقائد و اعمال دستورِ حق کے مطابق ہوں گے تو دیدارِ حق

سے مشرف اور کلام حق کی سماعت سے (بالخصوص نماز میں) مستفید ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عارفانِ باخدا درویشانِ حق نماز میں حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر سلام کے وقت سلام کے جواب اور دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مشرف ہوتے ہیں، معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مومن مسلمان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے برعکس جب بھی کسی کے عقیدہ یا عمل میں فتور پیدا ہو گا وہ دیدارِ حق اور کلامِ حق کی سماعت کی نعمت سے محروم ہو جائے گا۔ اگرچہ فضا میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انوار ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ فقیر کور باطن معترض مدعیان علم حضرات سے پوچھتا ہے کہ تم کیونکر دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا کر سکتے ہو؟ جبکہ تمہارا عقیدہ ہی یہ ہے کہ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خیال آنا اپنے بیل و گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔[1]

اپنے بیل و گدھے کے تصورات میں رہتے ہوئے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا کمال حماقت ہے۔

جس طرح الیکٹرانکس کا علم رکھنے والا اور ٹی وی مرمت کرنے کا ماہر ہی ٹی وی کی خرابی کو سمجھ کر اسے دور کر سکتا ہے اسی طرح شریعت مطہرہ کے ظاہری و باطنی علوم کا ماہر ہی کسی روحانی مرض اور اس کے اسباب کی تشخیص کر کے اسے دور کر سکتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے ظاہری و باطنی علوم کے ماہر ہی کو مرشدِ کامل کہتے ہیں۔

آیئے اب چاند ستاروں کی طرف دیکھیں۔ چاند ستاروں کو بھی رات کے وقت مختلف مقامات پر دیکھیں گے تو بیک وقت موجود پائیں گے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ چاند و ستارے بذاتِ خود روشن نہیں بلکہ سورج ہی کی روشنی کو اہلِ زمین کی طرف منعکس کرتے ہیں اور سورج ہی کی روشنی سے خود بھی منور ہوتے ہیں۔ جس طرح چاند اور ستارے سورج سے روشنی پا کر اول خود منور ہوتے ہیں، اور پھر اس روشنی کو اہل زمین کی طرف منعکس کرتے ہیں۔ مختلف مقامات پر بیک وقت اہلِ نظر کو نظر آتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وافراد اہل بیت اطہار و اولیاء اللہ بھی سراج المنیر معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نور ہدایت لیتے ہیں اور ان کی صفات کے مظہر بن کر ہر جگہ روحانی و جسمانی طور پر موجود ہونے کی طاقت رکھتے ہیں ایک ہی وقت میں وہ اپنے متوسلین میں موجود ہوتے اور اسی وقت وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

---

[1] (صراطِ مستقیم از اسماعیل دھلوی)

واصحابہٖ وسلم اور اپنے مسکن پہ بھی حاضر رہتے ہیں۔ تمام مومنین جو ان سے استفادہ کرتے اور مستفید ہوتے ہیں وہ سیارچوں کی مثل ہیں۔

یاد رکھیئے! اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات اپنی شان سے دائمًا شاہد (حاضر و ناظر) ہے۔ اور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے بے نظیر و بے مثال محبوب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے حاضر و ناظر ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم واہلبیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات کے مظہر ہیں۔ جس طرح آفتاب و مہتاب و ستاروں کو بیک وقت مختلف مقامات پر حاضر مان کر شرک لازم نہیں آتا اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی حاضر و ناظر مان کر شرک لازم نہیں آتا۔

اب اگر سورج نہ ہو تو چاند میں روشنی کہاں سے آئے گی اگر سورج ہے تو چاند روشن ہو گا۔ اگر سورج نہیں تو چاند میں اندھیرا ہو گا۔ اسی طرح اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت محمدیہ کی تجلیات وانوار رسالت موجود نہ ہوں تو ہم کو ایمان کہاں سے ملے گا۔ اور نورانیت و رسالت ان کی ذات مبارکہ سے وابستہ ہیں۔ ہم پندرہویں صدی کے مسلمان قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جب یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم آپ کے امتی ہیں اس لئے ہماری شفاعت فرمائیں تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ہم کون کون سے گواہ وہاں پیش کریں گے۔ نیز اگر اس وقت کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے، کیا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے پیش ہو کر عرض کرے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خود ظاہری جسم اطہر وانور کے ساتھ اسے مسلمان کریں؟ چنانچہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ جہاں ہو وہیں کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔ اب اصولاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میری امت میں ایک یہ امتی زیادہ ہوا ہے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم شاہد نہیں تو پھر وہ کیا کریں گے؟ اگر ہم آج مادی بجلی کی وقت سے سینکڑوں میل دور کے مناظر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خداداد روحانی قوت سے کائنات کا مشاہدہ کیوں نہیں کر سکتے؟ اگر وائرلیس کے ذریعہ دو اشخاص آپس میں طویل فاصلہ سے ایک دوسرے کی باتیں سن سکتے ہیں تو روحانی لوگ کیوں روحانی لوگوں کی باتیں نہیں سن سکتے؟

مسئلہ حاضر وناظر اقوال العارفین کی روشنی میں

ا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے:

"تم یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کا دروازہ تب ہی کھلتا ہے جب آدمی سو جائے یا مر جائے، بلکہ اگر کوئی (مومن) شخص (درستیٔ عقائد کے ساتھ) محنت و مشقت سے کام لے اور خواہشات و غصہ پر قابو پالے اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کرلے اور خالی جگہ میں بیٹھ کر آنکھیں بند کرکے اور حواس خمسہ کو معطل کرکے دل کی عالم روحانی کے ساتھ اتنی مناسبت پیدا کردے کہ ہمیشہ دل سے اللہ اللہ کہے زبان سے نہیں۔ حتیٰ کہ اپنے آپ اور تمام جہان سے بے خبر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے جب ایسا ہو جائے تو اگرچہ جاگتا ہو پھر بھی دل کا دروازہ کھلا رہے گا اور لوگ جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں وہ جاگتے میں دیکھے گا۔ فرشتوں کی ارواح اچھی صورتوں میں اس پر ظاہر ہوں گی۔ انبیاء علیہم السلام کو دیکھنے لگے گا، اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا۔ زمین و آسمان کے ملکوت اسے نظر آنے لگیں گے، اور جس کسی پر یہ راہ کھل گئی وہ عجیب عجیب تماشے اور بڑے بڑے کام جن کی تعریف امکان سے باہر ہے دیکھے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ ارشاد اسی سے متعلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت اور نیند کے بغیر بھی بہت کچھ نظر آجاتا ہے"۔[1]

۲۔ امام المتکلمین حافظ محمد ایوب دہلوی کے مقالات میں ہے:

اب رہا سوال ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا کہ اس صورت میں شرک لازم آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہر جگہ حاضر وناظر ہونا موجب شرک نہیں۔ کیونکہ شیاطین ہر انسان کے ساتھ ہیں، اور اس کو دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ (الأعراف ۲۷)

اور نیز ملائکہ ہر انسان کے ساتھ اور اس انسان کے اعمال سے باخبر ہیں۔

كِرَامًا كَاتِبِينَ (۱۱) يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (الانفطار ۱۲)

محرم کاتب تمہارے افعال سے باخبر ہیں تو جس طرح شیطان و ملائکہ کا حاضر وناظر ہونا شرک نہیں ہے اسی طرح نبی کا حاضر وناظر ہونا بھی شرک نہیں میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ یہ قضیہ ہر وقت ہر جگہ صادق اور جو انکار کرے وہ کافر ہے اور یہ قضیہ موجبہ مشتبہ ہے منفیہ سالبہ نہیں ہے اور قضیہ موجبہ کا صدق موجود موضوع کو چاہتا ہے یعنی اس قضیہ کا مضمون یہ ہے کہ رسالت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے اس وقت ثابت ہے اور رسالت کا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

[1] (کیمیائے سعادت، ص ۳۱)

واصحابہٖ وسلم کے لئے ثبوت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فرع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قضیہ موجبہ کا صدق یہ چاہتا ہے کہ اس موضوع یعنی مبتداء موجود ہو اور یہاں اس صادق قضیہ کا موضوع محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں، لہٰذا اس وقت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موجود نہیں ہونا چاہیئے تب یہ قضیہ صادق آئے گا اور یہ قضیہ تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک صادق ہے ہر وقت لہٰذا اس وقت بلکہ ہر وقت جب بھی یہ قضیہ صادق ہو گا تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہوں گے، اور یہ اصل کہ ثبوت شئی شئی فرع ہے۔ ثبوت مثبت لہٗ کی اصل پر حکماء فلاسفہ اور تمام علماء اسلام متفق ہیں لہٰذا اس اصل کے متفق علیہ ہونے کی بناء پر میں کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جہاں بھی یہ قضیہ اور جس جگہ بھی یہ قضیہ صادق آئے گا۔ اس وقت اور اس جگہ آپ کی ذات مبارکہ موجود ہو گی۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت اشیاء سے وسیع ہے۔ اس لئے آپ تمام اشیاء اور تمام عالمین میں جلوہ گر ہیں۔ اب اگر تو کہے کہ شیاطین کفار اور فساق نجاسات میں آپ کی ذات پاک کیسے جلوہ گر ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ جس طرح آفتاب کا نور آفتاب کی ضو شیاطین کفار فساق نجاسات پر پڑنے کے بعد نجس نہیں ہوتا اور ان سب میں جلوہ گر ہوتا ہے اسی طرح آفتاب رسالت کا نور تمام نجاسات پر پڑنے کے بعد نجس نہیں ہوتا۔ اب اگر تو یہ کہے کہ اس وقت شرک لازم آتا ہے تو میں کہوں گا کہ شرک لازم نہیں آتا جس طرح شیطان وشیاطین کا ہر انسان میں حاضر ہونا موجب شرک نہیں ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ (الأعراف ۲۷)

شیطان اور شیاطین تم کو دیکھتے ہیں۔

اور جس طرح ملائکہ ہر انسان کے ساتھ ہیں۔

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (الانفطار ۱۲)

تمہارے افعال سے ملائکہ باخبر ہیں۔

تو جس طرح شیاطین وملائکہ کا حاضر وناظر ہونا موجب شرک نہیں ہے اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات کا حاضر و ناظر ہونا موجب شرک نہیں ہے۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ گمراہ کرنے والی جماعت اور رپورٹ کرنے والی جماعت تو حاضر وناظر ہو، لیکن تمام عالم کو ہدایت کرنے والا غیر حاضر اور غیر ناظر ہو۔ اب اگر تو یہ کہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارکہ دکھائی کیوں نہیں دیتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ملائکہ اور شیاطین

باوجود حاضر ہونے کے دکھائی نہیں دیتے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہیں دکھائی دیتے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مردے کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ پوچھتے ہیں یہ ہستی کون ہیں جو تم میں مبعوث کئے گئے؟ وہ کہتا ہے یہ محمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[1]

لوگ ہر آن مر رہے ہیں اور ہر آن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کی قبر میں تشریف لا رہے ہیں لٰہذا معلوم ہوا کہ حاضر وناظر ہونا نہ شرک ہے اور نہ بدعت۔

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مومن کے ساتھ ہیں۔

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مومنوں سے اتنی محبت ہے کہ خود مومنوں کو اپنے آپ سے اتنی محبت نہیں۔

اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی محب المؤمنین ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

المرء مع من احب۔

آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔

آیت اور حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم محب مومنین ہیں۔ اور محب مع المحبوب ہے۔ نتیجہ نبی مع المؤمنین ہے اور یہ غایت درجہ کی تحقیق ہے کہ ہم نے عقلاً اور شرعاً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی موجودگی ثابت کر دی ہے۔ غور کرو اب اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید ۴)

یعنی جہاں تم ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفت معیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسی طرح حاضر وناظر ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور صفات الٰہیہ کو غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے حیٔ ہے فاعل بالاختیار ہے عالم ہے، قادر ہے، سمیع

[1] (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵)

ہے، بصیر ہے، مالک ہے، رحیم ہے وغیرہ اور یہ تمام صفتیں بندوں میں موجود ہیں تو جس طرح ان تمام صفتوں کی بندوں میں موجودگی موجب شرک نہیں ہے اسی طرح حاضر وناظر ہونا بھی شرک نہیں ہے۔ [1]

۳۔ عارف ربانی پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر کے متعلق فرماتے ہیں:

"میرے خیال میں ظہور وسریان حقیقت احمدیہ ہر عالم وہر مرتبہ اور ہر ذرہ میں عند المحققین من الصوفیۃ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں فھو نورہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اولاً جو بصورت معنویہ قلب تقی، نقی اور جسد شریف عنصری ظاہر ہوا۔ ظہور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بصورت مثالیہ شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان وہر زمان میں احادیث صحیحہ میں ثابت ہے۔ جس کا اقرار واقعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اقرار اور اس کا انکار آپ کا انکار مانا گیا ہے۔ کمافی حدیث البخاری فی کتاب الایمان اہل تجربہ کو ظہور کذائی مثالی کا کرّاتًا مرّاتًا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ البتہ ظہور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بجسد العنصری العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ سے ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف وخصائص ولوازم مختصہ جسد شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مستبعد بھی نہیں"۔ [2]

۴۔ فتاویٰ مظہری میں شیخ الاسلام مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نسبت قرآن کریم میں شاہدًا کا اطلاق آیا ہے اور شاہد کہتے ہیں گواہ کو جو اپنی آنکھوں سے دیکھی شے کی گواہی دیتا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چونکہ روحانی قوت سے مخلوقات پر نظر رکھتے ہیں، اس لئے بعض اہل سنت نے آپ کو حاضر وناظر کہا ہے۔ اسلئے کہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مخلوقات میں ساری ہے۔ اس وجہ سے حکم کرتے ہیں کہ مصلی کو اس معنی سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ بہرحال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو علم کی وجہ سے حاضر کہا گیا ہے یا سریانِ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وجہ سے۔ [3]

حضرت علامہ سرور احمد صاحب نے حاضر وناظر کے متعلق فرمایا ہے:

"حضور نبی مکرم شفیع معظم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر ہیں دنیا کی کوئی چیز ان کی نظر انور سے پوشیدہ نہیں ہے، اور نہ ہی دنیا کی کوئی شے ان سے غائب ہے۔

---

[1] (مقالات ابوایوب، حصہ سوم، ص ۲۷۸ تا ۲۸۱)

[2] (مہر منیر، ص ۴۵۵)

[3] (فتاویٰ مظہری، ص ۳۷۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنّ اللہَ قدرَفعَ لِيَ الدُّنيا، فأنا أنظرُ إليها وإلى ما هوَ كائنٌ فيها إلى يومِ القيامةِ، كأنّما أنظرُ إلى كَفّي هذِه۔[1]

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ساری دنیا کے ناظر ہیں، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب دوریاں اٹھا دی ہیں اور ساری دنیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قریب کر دی ہے۔ آپ کے قریب جیسے فرش ایسے عرش، جیسے عرب ایسے عجم، جیسے مدینہ ایسے مکہ اور دنیا کے دیگر شہر ہم سے بعض چیزیں نزدیک بعض دور ہیں۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کوئی چیز دور نہیں ان کی شان اعجازی شان ہے، ان کا ناظر ہونا بھی ان کا بڑا معجزہ ہے اور ان کا حاضر ہونا بھی عظیم الشان اعجاز ہے۔[2]

۵۔ شیخ الحدیث علامہ سردار احمد صاحب ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مقدسہ کو آپ کے نورانی جسمِ مقدس ومطہر میں داخل کیا گیا۔ آپ اب بھی حقیقی دنیاوی، جسمانی زندگانی کے ساتھ زندہ ہیں، حجرۂ انور میں جلوہ فرما ہیں، سب حجابات اٹھائے گئے ہیں۔ دنیا کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پیش نظر ہے۔ جس جگہ کرم فرمائیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تشریف لے جائیں۔[3]

۶۔ عارف باللہ حضرت فقیر نور محمد قادری کلاچوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عرفان میں لکھتے ہیں:

"اس مادی دنیا کے علاوہ ضرور ایک روحانی لطیف دنیا بھی آباد ہے، جو گاہ بگاہ باطنی حواس سے معلوم اور محسوس ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ نیک لوگ تو ایسے سچے خواب ہر روز دیکھتے ہیں اور انہیں ہمیشہ سچا پاتے ہیں اور کبھی خطا نہیں کرتے بعض زندہ دل لوگ مستقبل کے آئندہ واقعات مراقبے کے اندر گاہے بیداری میں دیکھا کرتے ہیں اور انبیاء اور اولیاء کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ان کا دل تو جام جمشید اور آئینہ سکندری ہوتا ہے، جس میں تمام دنیا کے حالات اور واقعات رونما ہوتے ہیں۔ انسانی دل اللہ تعالیٰ کی لوح محفوظ کا ایک ماڈل اور نمونہ ہوا کرتا ہے۔ اور ہر شخص بقدر وسعت واستعداد اس میں حال، ماضی اور مستقبل کے حالات اور واقعات کا نظارہ کر سکتا ہے۔ جس طرح انسان کو ظاہری حواس سے متمتع کیا گیا ہے کہ جس وقت چاہے ان سے عالم محسوسات کی

---

[1] (حلیۃ الاولیاء، ج۶، ص۱۰۷)

[2] (جامع الفتاویٰ، ج۶، ص۵۵۰)

[3] (جامع الفتاویٰ، ج۶، ص۵۵۰)

اشیاء معلوم اور محسوس کر سکتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے باطنی حواس عطا کر دیئے ہیں۔ وہ جس وقت چاہیں ان سے باطنی اور روحانی دنیا کی اشیاء اور عالم امر کے واقعات اور حالات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الحدید ۲۱)

اور جس کے دل کی دوربین کا آئینہ جس قدر وسیع ہے، اس میں غیبی حقائق اور روحانی اشیاء وسیع پیمانے پر رونما ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ماہیت دانوں اور سائنس دانوں نے ایک ایسی بھاری اور وسیع دوربین ایجاد کی ہے جو کیلی فورنیا کی رسد گاہ اور آبزرویٹری میں نصب کی گئی ہے۔ جس سے کروڑہا ایسے سیارے نظر آگئے ہیں جو پہلی دوربینوں سے نظر نہیں آسکتے تھے اور آئندہ اس سے زیادہ بڑی اور وسیع ترین دوربین عالم وجود میں آنے والی ہیں۔ جس طرح اس مادی وسعت نظری پر کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا نبی علیہ السلام کے دل کی دوربین کو وسعت بخشے اور اس میں وہ تمام جہان کا نظارہ کرے تو اس میں اے حاسدو! تمہارا کیا بگڑتا ہے؟

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ (الروم ۷)

آئینہ سکندر جام جم است بنگر   تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

ترجمہ: دل آئینہ سکندر جام جمشید کی طرح ہو۔ اس میں دیکھ، تاکہ یہ تجھے دارا کے ملک کے حالات بتائے۔

ہاں کل عالم غیب اور عالم اور عالم خلق کو ہر وقت اور ہر آن انفرادی اور مجموعی، اجمالی اور تفصیلی، اندرونی اور بیرونی طور پر معلوم اور محسوس کرنا اور تمام کائنات اور اس کے ہر ایک ذرے کا علم ہمیشہ کے واسطے رکھنا اور اس علم میں کسی وقت نقص اور کمی نہ آنا یہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور عالم الغیب والشہادۃ کو مسلم ہے۔ اور اس کی مخصوص اور ممتاز صفت ہے جس میں اور کوئی ذات اس کی شریک اور ہمتا نہیں ہو سکتی۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید ۳)

اول و آخر توئی کیست حدوث و قدیم   ظاہر و باطن توئی چیست وجود و عدم

اول بے انتقال آخر بے ارتحال   ظاہر بے چند و چوں باطن بے کیف و کم

تمام کائنات اور اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اگر تمام کائنات کا علم مخلوق کو عطا کر دے اور مخلوق کو مخلوق اور حادث کا علم بخش دے تو اس واجب الوجود، غیر مخلوق ذات کی نا متناہی صفت علم میں ایک ذرہ برابر دخل اور شرک لازم نہیں آتا کیونکہ ہماری تمام کائنات کا ہمہ گیر اور ہمہ دان علم ہر حال میں مخلوق ہے۔ اور اسے خالق غیر مخلوق کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے، وہ ذات وراء الوراء اور ثم وراء الوراء مخلوق کے علم اور جہل سے بالاتر ہے۔

اول وہم دراول آخری ... باطنی وہم درآں دم ظاہری

تو محیطی برہمہ اندر صفات ... وزہمہ پاکی و مستغنی بذات

ترجمہ: تو اول بھی ہے اور آخر بھی ہے، اور تو باطن بھی ہے اور اسی وقت ظاہر بھی ہے تو اپنی صفات کے لحاظ سے سب مخلوق پر محیط ہے لیکن اپنی ذات کے لحاظ سے سب سے پاک اور مستغنی ہے۔ اے دوست یقین کر لے کہ انسان کامل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چشم بصارت ظاہری اور چشم بصیرت باطنی سے کائنات کی ظاہری اور غیبی اشیاء کو دیکھ سکتا ہے۔[1]

۷۔ صاحب روح المعانی نے وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الأنبياء۱۰۷) کے تحت عارفین کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی وجہ کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ حضور اصل ہیں اور العالمین فرع۔ اصل کہتے ہیں جڑ کو اور فرع کہتے ہیں شاخ کو۔ یہ بتاؤ کہ درخت کی جڑ نہ ہو تو شاخیں باقی رہیں گی؟ اگر درخت کی جڑ سوکھ جائے، شاخیں ہری رہیں گی؟ درخت کی جڑ کو جلا دو تو شاخیں موجود رہیں گی؟ نہیں بالکل نہیں، درخت کی جڑ سے تو سارا کام ہوتا ہے۔ جڑ جو ہے تو تنے کو غذا پہنچا رہی ہے اور جڑ کی پہنچائی ہوئی غذا تنے سے موٹی موٹی شاخوں میں پہنچتی ہے اور پھر چھوٹی چھوٹی شاخوں میں پہنچتی ہے اور پھر پتوں میں پہنچتی ہے اور وہ پھلوں میں پہنچتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سارا تنا اس جڑ کا محتاج ہے اور ساری شاخیں اس جڑ کی محتاج ہیں اور ہر پتا اس جڑ کا محتاج ہے اور ہر پھول اس جڑ کا محتاج ہے اور ہر پھل اس جڑ کا محتاج ہے۔ جب اس جڑ کا فیض جاری ہے تو شاخیں ہری ہیں اور جڑ کا فیض ختم ہو جائے تو شاخیں سوکھ جائیں گی۔

معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لئے اصل ہیں اور اس کائنات کا ہر ذرہ اوپر ہے، خواہ زمین میں ہے، عرش میں ہے جہاں بھی کوئی ذرہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی جڑ کے لئے شاخ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فیض اس طرح کائنات کے ہر ذرے کو پہنچ رہا ہے جیسے جڑ کا فیض شاخ کے ہر جزو کو پہنچ رہا ہے۔ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوں تو کائنات عالم وجود میں نہیں رہ سکتی۔ یہ کیا تصور ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں اگر وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہ گئے؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بجلی گھر میں بجلی ختم ہو گئی مگر میرے گھر کے تمام بلب روشن ہیں تو کوئی بھی اس بات کو نہیں مانے گا اور تعجب کرے گا کہ خدا کے بندے اگر بجلی گھر میں بجلی نہیں تو تیرے گھر کے بلب کیسے روشن ہیں؟ بھئی یہ تو ہو سکتا ہے کہ بجلی گھر میں بجلی ہو اور تیرے گھر میں بجلی نہ ہو۔ اس لئے کہ کنکشن نہ ہو اور کنکشن بھی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فیوز ہی اڑ گیا ہو پھر بھی اندھیرا ہو سکتا ہے۔ تو یہ ممکن ہے کہ محمد

[1] (عرفان حصہ اول، ص ۳۱۵، ۳۱۶)

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہوں اور ہم مردہ ہوجائیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ مردہ ہوں (معاذ اللہ) اور ہم زندہ رہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ اصل ہیں آپ مخزن حیات ہیں، منبع حیات ہیں، معدنِ حیات ہیں اور تمام کائنات کے لئے اصل ہیں۔ آپ مخزن حیات ہیں منبع حیات ہیں، معدن حیات ہیں، اور تمام کائنات کے لئے اصل ہیں۔ اب آپ ایمان سے کہنا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ نہ ہوں تو وہ ہمارے اعمال کو مشاہدہ کرنے والے نہ ہوئے اور جب وہ مشاہدہ کرنے والے نہ ہوئے تو وہ شاہد کیسے ہوسکتے ہیں؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراج منیر بھی ہیں۔ کوئی کسی چھوٹے کمرے کا چراغ ہوگا، کوئی کسی بڑے ہال کا چراغ ہوگا، کوئی پورے گھر کا، کوئی صحن کا، کوئی شہر کا، کوئی پورے ملک کا چراغ ہوگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو تمام کائنات کے چراغ ہیں۔ چراغ کی روشنی چھتوں پر بھی ہوسکتی ہے اور دیواروں پر بھی، زمین پر بھی، اس کی روشنی کمروں کے اندر بھی، اس کی روشنی صحن میں بھی رہے۔ وہ ایک جگہ ہے مگر اس کی روشنی سب جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو سراج منیر ہیں۔ میرے آقا اگر فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جاتی ہے اور اگر مدینے کا چراغ عرش پر ہے تو اس کی روشنی فرش تک جارہی ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکان تک جارہی ہے۔ اگر وہ چراغ لامکان میں ہے تو مکان تک اس کی روشنی جارہی ہے۔ اور جہاں اس کی روشنی ہے وہاں ہی وہ موجود ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہیں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

مذکورہ بالا تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اس طرح روح کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے، جس کی بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روحانیت اور نورانیت ورسالت کے ساتھ حاضر ہیں۔ فقیر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حیات النبی ہونے پر ایک کتاب ''روح کائنات'' لکھی ہے اور اس کے ابتدائیہ میں یہ شعر لکھا گیا ہے:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے____!

خلق، امر، اجسام وارواح اعیانی و معانی، ارض و سماء، تحت و فوق سب کا نورِ حیات اسی آفتاب حیات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شعاعیں ہیں۔ البتہ ممکنات اس معدن حیات سے قرب و بعد افراد کائنات میں اس استعداد کی قوت وضعف مراتب حیات اس کے حسب حال ہے۔ مومن ہو یا کافر، نیک ہو یا بد ہر ایک کا مبدا ٔفیض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہ وسلم ہی ہیں۔ آفتاب حیات سے ہر ایک حیات کی روشنی پائی جاتی ہے۔ آفتاب غروب ہو جائے تو تمام آئینے نور سے محروم ہو جائیں۔ آئینوں میں نور کا پایا جانا آفتاب کے چمکنے کی دلیل ہے۔ اسی طرح عالم ممکنات کے کسی ایک ذرہ میں نور حیات کا پایا جانا آفتاب حیات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ یوں سمجھئے ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جس میں ہزاروں قسم کے کام ہوتے ہیں، سینکڑوں قسم کی مشینیں لگی ہوتی ہیں ہر ایک مشین اپنی نوعیت کا جداگانہ کام کرتی ہے۔ کہیں کپاس صاف ہو رہی ہے، کہیں روئی کی گانٹھیں تیار ہو رہی ہیں، کوئی مشین سوت کات رہی ہے، کسی میں کپڑا بنا جارہا ہے، کہیں آٹا پس رہا ہے۔ پھر وہاں بے شمار بلب لگے ہوئے ہیں۔ ہر بلب جداگانہ پاور کا ہے، ان کا رنگ بھی مختلف ہے۔ پھر کسی مشین سے پانی گرم ہو رہا ہے، کسی جگہ برف جمائی جارہی ہے، کوئی مشین آگ پیدا کر رہی ہے، کوئی پانی کھینچ رہی ہے، کسی کی رفتار ہلکی ہے، کوئی تیز رفتار ہے۔ ان سب کی حرکت اور ہر ایک کا کام ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن حرکت و عمل کی قوت کا مرکز ایک پاور ہاؤس ہے، جو ہر ایک کو اس کی استعداد اور اس کے حال کے موافق حرکت و عمل کی قوت تقسیم کر رہا ہے۔ اگر پاور ہاؤس میں پاور ختم ہو جائے تو تمام کارخانہ معطل ہو کر رہ جائے گا۔ اب اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو موجود نہ مانیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو (العیاذ باللہ) مردہ مانیں تو تمام کارخانہ کائنات معطل ہو کر رہ جائے گا یعنی کائنات ختم ہو جائے گی۔

۸۔ فتاویٰ حدیثیہ میں حافظ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"ملک الموت ہر ذی روح پر حاضر و ناظر ہے اور ملک الموت ہمارے حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کا ایک غلام ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ اب سوچ کر بتایئے کہ غلام تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر افسوس کہ ساری کائنات کے آقا و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم حاضر و ناظر نہ ہو سکیں۔ غلام کو حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے سے کیسے شرک لازم آتا ہے؟

بریں عقل و ہمت بباید گریست

۹۔ مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"پس باید کہ بندہ، ہمچناں کہ حق سبحانہٗ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم را نیز ظاہر و باطن واند الخ"۔

یعنی چاہیئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی ظاہر و باطن حاضر وناظر جانے۔[1]

۱۰۔ سیدی ومرشدی امام اہلسنت محقق کتاب وسنت قطب عالم محدث ہزاروی فرماتے ہیں:

اے عزیزو! خالق ومالک ومعبود کائنات نے اپنے محبوب معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شاہد مطلق بنا کر مبعوث فرمایا۔

قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا (الأحزاب ۴۵)

لفظ شاہداً آپ کی چار خداداد شانوں پر دلالت کرتا ہے۔

اول: آپ حیات النبی ہیں۔

دوم: آپ عالم ماکان ومایکون ہیں۔

سوم: آپ حاضر ہیں۔

چہارم: آپ ناظر ہیں۔

اگر ان چار شانوں کا اقرار کرنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب معلم کائنات کو کبھی شاہد نہ فرماتا۔ شاہد صرف معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ باقی سب پیغمبر شہید ہیں۔، تمام پیغمبروں علیہم السلام کو اپنی اپنی امت پر شہید بنایا گیا ہے کیونکہ وہ صرف اپنی اپنی امت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور روزِ قیامت اپنی اپنی امت پر ان کو گواہ بنا کر پیش کیا جائے گا۔ جبکہ معلم ومقصود کائنات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پوری کائنات اور خدا کی ذات کے عینی شاہد ہیں یعنی آپ خالق ومخلوق کے شاہد ہیں۔ روزِ قیامت تمام امم سابقہ پر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔

تمام عالمین حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پیش نظر ہیں، اور ان کے کرائن پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم بعطاء الٰہی محیط ہے۔۔ کلمہ شریف سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم عطائی محیط کلی ثابت ہے اور حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عالمین کی تفصیل واجمال وکل وجزو کا علم محیط ہونے پر دین وایمان والے عارفانِ باخدا کا اجماع ہے۔

---

[1] (مصباح الهدایت، ص ۱۶۵)

صحیح بخاری مصری، ص ۴، کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من کثرت السوال میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورج ڈھلنے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت کے آنے کا احوال بیان فرمایا کہ اس سے قبل بڑے بڑے اہم امور ہونے والے ہیں۔ پھر فرمایا جسے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے۔

فو اللهِ لا تسألو ني عن شيءٍ إلا أخبَرْتُكم به۔

پس اللہ کی قسم تم نہ پوچھوگے کسی شے کے متعلق کہ میں یہیں اسی مقام پر تم کو اس کی خبر نہ بتادوں۔[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ بہت روئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بار بار یہ تکرار واصرار فرمایا: سلو نی۔ یعنی مجھ سے سوال کرو۔ چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور پوچھا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا جہنم۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کے باپ کو کوئی نہ جانتا تھا) اٹھے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا حذیفہ تیرا باپ ہے۔ پھر کئی بار فرمایا مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل ہو کر کمال ادب و عاجزی سے بولے، "ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔

اسی طرح مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو ایک شخص نے آخری صف میں نماز حسبِ دستور ادا نہ کی بعد سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے فلاں کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ کیا نہیں دیکھتا کہ تو کس طرح نماز پڑھتا ہے؟ تحقیق تم لوگ گمان کرتے ہو کہ شاید کوئی حرکت جو تم کرتے ہو مجھ سے پوشیدہ رہتی ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی بے شک میں ضرور دیکھتا ہوں اپنے پیچھے بھی جیسا کہ دیکھتا ہوں اپنے سامنے۔

اے میرے عزیزو! یہاں بعض اصحاب ظاہر کو آگے پیچھے یکساں ملاحظہ فرمانے کا اعجاز حالتِ نماز سے ہی متعلق ہونے کا دھوکہ لگا۔

مگر علماء حق عارفاں باصفانے تصریح فرمائی ہے کہ:

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

[1] (صحيح الجامع ٥٩٥٩•صحيح•أخرجه البخاري (٥٤٠)، ومسلم (٢٣٥٩))

اعتبار تو عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ کسی خاص سبب کا۔ کے اصول وکلیہ مسلمہ سے مورد خاص اور حکم عام اعتبار کیا جائے گا۔
اور اس کے خلاف احیانی توفیقی توجیہات و تاویلات رکیکہ باطلہ کا یہ محل ہی نہیں کہ ان کے ادنیٰ ترین خدام وفقراء کا یہ عالم ہے کہ:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست (حافظ)

پیارو! یاد رکھو حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مست درویشوں کا علم عطائی تمام اخبار پر حاوی ہے اور لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر رہتی ہے۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء — از چہ محفوظ است محفوظ از خطاء (رومی)

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
”مرد (باخدا) وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کی مثل ہو“۔
اور حضرت سیدنا بہاء الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:
”مردِ باخدا وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو“۔
میرے غوث صمدانی، شہباز لامکانی جگر گوشہ رسول سید الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
اَلسَّعْدَاءُوَ الْاَشْقِیَاءُیُعْرِضُوْنَ عَلَیَّ وَاَنَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔
”بے شک تمام سعید اور تمام شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، اور بے شک میری آنکھ لوحِ محفوظ میں ہے“۔
اور قصیدہ غوثیہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا — کغر دلةٍ علی حکم اتصالی

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملک کو اس طرح دیکھا گویا وہ سب ملک میرے سامنے ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے۔
پیارو! یہ تو حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں کی شان ہے۔
معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ان کے غلام رئیس المحققین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع البرکات میں فرماتے ہیں کہ:
معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی تمام امت کے احوال وافعال کی اطلاع ہے اور آپ اپنے مقربین وخواص کے مددگار ہیں اور ان کو فیض پہنچانے والے حاضر وناظر ہیں۔ لہٰذا بندہ کو چاہیئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو برابر

اپنے تمام احوال پر ظاہراً وباطناً خبر دار وواقف جانتا ہے۔ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی اپنے ظاہر و باطن میں خبر دار اور حاضر جانے۔

پس حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اعمال امت کے عینی شاہد ہیں، اور ہمارے ظاہر وباطن کو ہر لحظہ نئی شان سے مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

خالق کائنات کا فرمان ہے:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (التوبۃ ۹۴)

لہٰذا ہر عمل سے پہلے اپنا احتساب کر لیا کرو کہ آیا میرا یہ عمل دستورِ حق کے مطابق ہے یا خلاف ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے امتداد زمانہ سمٹ کر حال بن جاتا ہے۔ اس کا ایمان، ایمان بالغیب نہیں بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہوتا ہے اور امتیوں کے اعمال ہر لحظہ اس کے مشاہدہ میں ہوتے ہیں۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شاہد کائنات

حضرت علامہ اقبال مرحوم و مغفور کی زمانہ شناس شخصیت کے علم و عرفان کا کون معترف نہیں؟ ان پر کفر کے فتوے لگانے والے علماء کے جانشین آج علامہ مرحوم کو عاشق رسول اور مبلغ توحید تسلیم کرتے ہوئے ان کے اشعار منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر بیٹھ کر جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں۔ اور کیوں نہ پڑھیں، وہ حقیقتاً عاشق رسول تھے اور حقیقت اپنے آپ کو منوایا کرتی ہے۔

حضرت علامہ مرحوم و مغفور بھی ایک مومن مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے پیارے نبی ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے ہر قول و فعل پر حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

چنانچہ محترم سید نور محمد قادری صاحب اپنی تصنیف لطیف ”اقبال کے دینی اور سیاسی افکار“ میں رقم طراز ہیں:

حضرت علامہ اقبال کا ایمان و عقیدہ تھا کہ: رسول بر اعمال و افعالِ امت حاضر و ناظر است۔ وہ اس عقیدے کے یہاں تک پابند تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ”چشم او بینندۂ مافی الصدور“ اور ”رازدانِ جزو کل“ تک سمجھتے اور مانتے تھے۔ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم افعال امت کے صرف شاہد ہی نہیں بلکہ شاہدے صادق ترین ہیں۔

شاہد حالش نبی انس و جاں　　　　شاہد صادق ترینِ شاہداں

چونکہ حضرت علامہ کے ایمان کے مطابق ان کا کوئی فعل بلکہ خیال تک حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور نبوت سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے وہ ذات باری تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور اگر بینی حسابم ناگزیر　　از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

حضرت علامہ کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں اور اب بھی ان کی صحبتِ بابرکت سے اسی طرح فیض اٹھایا جاسکتا ہے جس طرح کہ ان کی زندگی میں۔ وہ اپنے ایک عزیز دوست جناب نیاز الدین خان صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ قرآن شریف کثرت سے پڑھنا چاہیئے تاکہ قلب محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نسبت پیدا کرے۔ اس نسبتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تولید کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص و محبت کے ساتھ قرأت کافی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفید ہوسکتے ہیں جس طرح صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں"۔[1]

محترم سید نور محمد قادری صاحب اپنی مذکورہ تصنیف کے ص۱۵ تحریر فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی بصیرت و قوت عطا ہوتی ہے کہ امتداد زمانہ اس کے سامنے سمٹ کر حال کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہاں مستقبل نہیں بلکہ صرف "حال" ہے۔ ماضی اور مستقبل اسی "حال" میں شامل ہیں یا دوسرے لفظوں میں جو بات آج سے ہزاروں سال پہلے ہوچکی ہے یا ہزاروں سال بعد ہونے والی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے وہ بات اس طرح موجود ہے کہ گویا ابھی ظہور میں آرہی ہے۔ یعنی وہاں صرف شہادت کی اصطلاح ہی استعمال ہوسکتی ہے۔ غیب کا وہاں گزر نہیں"۔

[1] (ص، ۲۱، ۲۲)

علاوہ ازیں مذکورہ تصنیف کے ص ۱۸ پر یوں رقم طراز ہیں:

"چونکہ نبی و رسول کے لئے امتدادِ زمانہ سمٹ کر حال بن جاتا ہے۔ اس لئے اس کا ایمان ایمان بالغیب نہیں بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہوتا ہے۔ امتیوں کے اعمال و افعال ہر وقت اس کے مشاہدے میں ہوتے ہیں۔ وہ ان کے اعمال و افعال کا صرف شاہد ہی نہیں بلکہ حفیظ بھی ہوتا ہے"۔

مقام ولی اللہ کے متعلق حدیثِ قدسی

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو اعلان جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہتا ہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔[1]

فیض الباری علی صحیح البخاری میں اس حدیث کے تحت علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

علماءِ شریعت نے کہا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بندے کے اعضاء جوارح رضائے الٰہی کے تابع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رضائے رب کے خلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو جب سمع وبصر اور تمام اعضاء جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ ہو جائے تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہو گا کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سنتا اور اسی کے لئے بولتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع وبصر ہو گیا۔

وهذا عدولٌ عن حقِّ الألفاظ، لأنَّ قولَه: «كنتُ سمعَه»، بصيغة المتكلّم، يَدُلُّ على أنَّه لم يبق من المتقرِّب بالنوافل إلاَّ جسدُه وشبحُه، وصار المتصرِّفُ فيه الحضرةَ الإِلهيةَ فحسب، وهو الذي عناه الصوفيةُ بالفناءِ في الله۔

[1] (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۶۳، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۷۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث کے یہ معنی کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور کج روی ہے اس لئے کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ کا **كُنْتُ سَمْعَهُ** فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ متصرف ہو گیا ہے اور فناء فی اللہ سے صوفیاء کی مراد بھی یہی ہے۔[1]

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَهُ رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ۔

كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک آوازوں کو سن لیتا ہے۔ اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان، دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔[2]

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

"ذکر کن اورا درود بفرست بروئے علیہ السلام وباش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو درحالت حیات ومی بنی تو اورا متادب جاہ وجلال وتعظیم وہیبت وحیاء بدانکہ وے علیہ السلام می بیند وی شنوند کلام ترا زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ ویک صفت از صفات الٰہی آں است کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب وجلال اور تعظیم اور ہیبت وحیاء سے رہو اور جانو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صفات الٰہیہ سے موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں لکھتے ہیں:

ولا مانع من أن يراه كثيرون في وقت واحد لأنه كالشمس۔

اس بات میں کوئی چیز مانع نہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بہت سے لوگ ایک وقت میں دیکھ لیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم روحانیت کے آفتاب ہیں۔[1]

---

[1] (فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج۴، ص ۴۲۸)

[2] (تفسیر کبیر، ج۵، ص ۶۸۸، مطبوعہ مصر)

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شواہد الحق میں لکھتے ہیں:

فھی لا یحجبھا شیئ من الاکوان مھما تباعدت الامکنۃ وتقادمت الازمان ولذلک یسمع الخطاب من جمیع المصلین۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کی آرام فرما جگہ دور ہو اور یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم تمام نمازیوں کے خطابات سنتے ہیں۔[2]

یہی امام نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شواہد الحق میں **فبی یسمع وبی بصر** کے تحت لکھتے ہیں:

فلایخفی علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم من امور امتہ شیئ القریب منھم والبعید۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ وہ قریب ہو یا بعید۔[3]

---

[1] (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۳۰۰، مطبوعہ مصر)
[2] (شواھدالحق، ص ۱۵۱، مطبوعہ مصر)
[3] (شواھدالحق، ص ۱۵۰)

سچی حکایات

۱۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الحاوی للفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک استفتاء آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شب شیخ عبد القادر طشطوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے ہاں تھے۔ دوسرے شخص نے بھی بعینہ یہی بات کہی اور دونوں نے قسم اٹھائی کہ اگر ہم دعویٰ میں جھوٹے نکلے تو بیوی طلاق۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کسی ایک کی بیوی مطلقہ ہو گی یا نہ؟

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ عبد القادر طشطوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں قاصد بھیج کر واقعہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

وَلَوْ قَالَ اَرْبَعَۃٌاِنِّی بِتُّ عِنْدَھُمْ لَصَدَقُوْا۔

یعنی اگر چار آدمی بھی اس بات کا دعویٰ کریں تو ان کی تصدیق کر لینا کہ میں ان کے پاس ہوں گا۔

میں نے شیخ کی بات سن کر فتویٰ دے دیا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کیا خیال ہو گا جبکہ وہ شاہد کائنات ہیں۔

۲۔ الجواہر والدرر میں ہے کہ قطب العارفین امام شعرانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم وسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن میں پچاس مقامات میں خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کا ولی ایک وقت میں پچاس مقامات پر حاضر ہو سکتا ہے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو بطریق اولیٰ حاضر و ناظر ہیں۔

۳۔ شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے بعد از نماز جمعہ دعوت کا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ آجاؤں گا پھر اسی طرح چار آدمی اور آگئے اور ہر ایک نے پہلے کی طرح جمعہ کے بعد دعوت کا عرض کیا۔ آپ نے ہر ایک کو وعدہ دیا۔ آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر اسی طرح فقہاء کرام کی مجلس میں بیٹھ گئے۔ کسی ایک کی دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔ آپ بیٹھے ہی تھے کہ وہی پانچوں اشخاص حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضور ہماری دعوت میں تشریف لانے کا شکریہ۔[1]

---

[1](الحاوی للفتاویٰ)

۴۔ تفریح الخاطر میں ہے کہ ایک دفعہ ماہِ رمضان شریف میں ستر اشخاص نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دعوتِ افطار دی اور ان میں ہر ایک دوسرے سے بے خبر تھا۔ آپ نے ہر ایک کی دعوت افطار قبول کی اور ہر ایک کے گھر میں بیک وقت حاضر ہو کر روزہ افطار کیا۔ نیز اسی دن اور اسی وقت اپنی خانقاہ شریف میں بھی حاضر تھے اور روزہ افطار فرمایا تھا۔

وشاع هذا الخبر فی بغداد فخطر فی قلب خادم من الخادمین ان حضرت الغوث ما خرج من التکیۃ فکیف یتصور رواحہ الی بیوتھم واکل طعامھم فی آن واحد منھم وحضرت اکلت طعامھم فی بیوتھم فردا فردا۔

یہ خبر بغداد شریف میں شائع ہوئی تو غوث پاک کے خادمین میں سے ایک خادم کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہو کہ غوث پاک تو اپنی خانقاہ شریف سے باہر نہیں گئے تو یہ کیسے تصور میں آسکتا ہے کہ ان لوگوں کے گھر میں بیک وقت آن واحد میں تشریف لے گئے اور روزہ افطار کیا۔ اس پر غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ تمام لوگ اپنے اپنے قول میں سچے ہیں۔ میں نے ہر ایک کی دعوت کو قبول کیا۔ آن واحد میں ان کے گھروں میں حاضر ہوا اور ان کے ہمراہ طعام بھی کھایا۔[1]

قارئین کرام! یہ تو غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں اور عاشقوں کی قوتِ خداداد کا حال ہے۔ خود اس آقا و مولیٰ و معشوقِ حقیقی شاہدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قوتِ خداداد کا تصور کر لو۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلام اولیاء اللہ اپنے عقیدت مندوں کے ہاں بیک وقت حاضر وناظر ہو سکتے ہیں تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیونکر شاہد کائنات نہیں ہو سکتے؟

حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب الابریز شریف میں لکھتے ہیں:

واکبر الارواح قدرا وحجما روحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وانھا تملا السماوات والارضین۔

یعنی ارواح میں سب سے بڑی اور سب سے طاقتور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور تمام زمینوں پر حاوی ہے۔[2]

وَمَاأَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِینَ (الأنبیاء۱۰۷) کے تحت صاحب روح المعانی وضاحت فرما کر لکھتے ہیں:

وَماأَرْسَلْنَاکَ في حال من الأحوال إلّا حال کونک راحما للعالمین۔

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

---

[1] (تفریح خاطر، ص ۳۸)

[2] (الابریز، ص ۴۶)

لفظ رحمت مفعولہ ہو یا حال بہر صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم راحم قرار پاتے ہیں کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے۔ اب کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کرسکتا۔ دوم راحم کے لئے علم بھی ضروری ہے کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اتنے رحم کے قابل ہے اور اس مصیبت سے بچا جاسکتا ہے۔ تیسری بات قدرت بھی ضروری ہے اگر رحم کرنے کی قدرت نہ ہو تو وہ کس طرح رحم فرمائے گا۔ چوتھا یہ کہ وہ قریب یعنی حاضر وناظر بھی ہو جب کہ وہ حاضر نہ ہو تو اس کو کس طرح پتہ لگے گا کہ یہ مستحق رحم ہے اگر حاضر ہو تو قابل رحم پر رحم فرماسکتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر ہونے کے متعلق علامہ صاوی تفسیر صاوی شریف میں سورۃ القصص کی آیات کے تحت لکھتے ہیں:

وھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ للخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول وماوقع لہ من لدن ادم الی ان ظھر بجسمہ الشریف ولکن لایخاطب بہ اھل العناد۔

خلاصہ یہ ہے کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حاضر و ناظر موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کیجئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا۔[1]

شاہد وشہید

فقیر نے کتاب کی ابتداء میں اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا کا معنی مشاہدہ کرنے والا لکھا ہے۔ دوسری آیت شریف وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (البقرۃ ۱۴۳) بھی ہے اور آیت میں وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ شَھِیْدًا (النساء ۴۱) بھی ہے۔ ان آیات وعبارات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر ہیں لیکن معترض کے ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ شاہد وشہید کا معنی گواہ بھی ہے۔ اور یہ لفظ امت کے لئے بھی وارد ہے تو اس کا کیا جواب ہو گا۔ جوابًا معترض صاحب سے اتنا عرض ہے کہ گواہی دو قسم کی ہے ایک مسموع، دوسری مشہود۔ مسموع وہ ہے جو کسی سے سن کر حاکم کے سامنے گواہی دی جائے جیسے کہ حد الزنا میں آتا ہے کہ اگر چار شخص قاضی کے سامنے حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا ہم نے فلاں چار سے سنا

---
[1] (صاوی، ج۳، ص ۱۸۳)

ہے لہٰذا ہم لہٰذا ہم گواہی دیتے ہیں اور مشہود وہ ہے کہ وقوع فعل میں حاضر ہو پھر گواہی دے چنانچہ مروج ہے پس ثابت ہوا کہ ہماری گواہی مسموع اور آقائے دوجہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی گواہی مشہود۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ جب اگلی امتیں انکار کریں گی تو پیغمبروں کو کہا جائے گا گواہ پیش کرو۔ وہ کہیں گے ہماری گواہ امت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت سے پوچھا جائے گا۔ تو عرض کریں گے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خبر دی تھی پس محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امت کی تصدیق فرمائیں گے۔ پس فیصلہ کیا جائے گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سوال نہ ہو گا کہ اے محبوب! آپ کا گواہ کون ہے؟ کیونکہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پہلے مشاہدہ فرما چکے ہیں اور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو احوال دکھائے جا چکے ہیں۔

فقیر کی اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات میں سے شاہد بھی ایک صفت ہے۔ لہٰذا اس صفت کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت میں کس طرح شمار ہو سکتا ہے۔

(شاہد کائنات، ص ۷۱ تا ص ۷۸)

آیت کریمہ یَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا کی تفسیر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶)

ترجمہ: ”اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بناکر اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اس آیت کریمہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رفعت وعظمت اور صفت ونعت کے متعلق چند لطیف نکات مستخرج ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

پہلا نکتہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چند جلیل القدر، وقیع الشان صفات بیان فرمائی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱) نبوت (۲) رسالت (إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ کے ساتھ) (۳) شاہد (۴) مبشر، بشارت دینے والا (۵) نزیر، ڈر سنانے والا (۶) داعی الی اللہ (۷) ماذون (بِإِذْنِهِ کے ساتھ) (۸) سراج (۹) منیر

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات، آپ کی نعت، آپ کی حمد وثناء اور آپ کے محامد ومحاسن بیان کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت بھی ہے اور اس کی رضا وخوشنودی بھی ہے، یہاں سے دراصل ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے کہ جو حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذاتی وصفاتی اور صوری ومعنوی کمالات، معجزات، آپ کی صفات ونعت اور شمائل وخصائل کے بیان پر مشتمل مجالس ومحافل سے سیخ پا ومشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور ذکر مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے غیظ وغضب اور بغض وعناد سے بھر جاتے ہیں اور اس محفل پر بدعتِ سیۂ ضلالہ محرمہ بلکہ کفر وشرک تک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ان کے نزدیک ہر قبیح وشنیع جرم سے بدتر اور سخت عمل العیاذ باللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اذکار عالیہ اور محاسن رفیعہ پر مشتمل محفل کا انعقاد کرنا ہے۔ اس پر بہت تفصیل آپ کو راقم الحروف کی کتاب ”نجدیوں کی بے باکیاں“ میں ملے گی۔ لیکن حال ہی میں ایک تازہ انکشاف ہوا اور وہ یہ کہ ہندوستان میں وہاں اہل حدیث دھرم کا ایک واعظ ہے جس کا نام ”مولوی توصیف الرحمٰن“ ہے اس نے ایک جگہ بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ فحش وعریاں فلمیں دیکھنے کا وہ گناہ نہیں جو QTV پر نعتیں سننے کا گناہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

انا للہ وانا الیہ راجعون!

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں کہ وہابیہ کے مذہب غیر مہذب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر کی محفل منعقد کرنا اور آپ کے اذکار، نعت وخطاب کی صورت میں سننا کس قدر سخت عمل اور ناقابل معافی جرم ہے۔ راقم الحروف کی اس بات کی تائید وتصدیق وہ بندہ کرے گا کہ جسے حرمین شریفین میں کبھی نعت پڑھنے یا سننے کا موقع ملا اور وہاں موجود شرطوں سے واسطہ پڑا ہو کہ ان کا اس پر کتنا سخت رد عمل ہوتا ہے۔

الاحزاب کی اس آیت میں غور فرمائیں کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات بیان فرمائیں، صرف اس آیت میں نہیں بلکہ قرآن مجید کے سینکڑوں مقامات پر آپ کی تحسین وتوصیف فرمائی، صرف قرآن میں نہیں بلکہ عرش یا فرش اور مشرق تا مغرب آپ کے ذکر کے ڈنکے بجوائے، عرش کے پایوں پر، جنت کے دروازوں پر، جنت کے درختوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے برتنوں اور پتھروں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم گرامی کندہ ونقش فرمایا۔ کلمہ جو کہ دین کی اساس وبنیاد ہے، اس میں آپ کا نامِ نامی، اسم گرامی، اپنے اسم جلالت کے ساتھ مقترن وملصق فرمایا اور درمیان میں ”واوٗ“ حرف عطف جو کہ اصلاً مغائرت کو چاہتا ہے، بھی گوارا نہ فرمایا۔ اسی طرح اذان میں، نماز میں، خطبہ وتشہد میں اور مجالس ومحافل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام اپنے نام کے ساتھ رکھا اور جوں جوں وقت گزر رہا ہے آپ کا ذکر بڑھتا چلا جارہا ہے اور قیامت کی صبح تک بلکہ آخرت کی ہمیشہ، دائمی، سرمدی اور ابدی زندگی میں بھی جاری وساری رہے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فروغِ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منشاء ایزدی ہے اور رضاء ایزدی بھی ہے، سنت ایزدی بھی ہے اور مقصودِ ایزدی بھی۔ اب اگر کوئی بندہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر سے منع کرے یا اس ذکر سے اس کی طبیعت میں انقباض پیدا ہو تو اسے پوری بصیرت سے جان لینا چاہیئے کہ وہ اللہ جل مجدہ سے مقابلہ ومجادلہ کرنا چاہتا ہے اور العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ سے محاربہ کرنا چاہتا ہے، لیکن امام اہل سنت فرما گئے:

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے، نہ گھٹے گا — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اور عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

(نوٹ: انشاء اللہ تعالیٰ! حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر کی رفعت کے متعلق پوری شرح وبسط کے ساتھ بحث آیت کریمہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الشرح ۴) کے تحت ہوگی۔ محمد عاطف غفرلہ)

دوسرا نکتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا، جبکہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پورے قرآن میں ایک جگہ نام کے ساتھ نہیں پکارا، بلکہ معزز ومعظم، القاب واوصاف سے پکارا، یعنی ”یا ایھا

النبی، یایھا الرسول، یٰسٓ، طٰہٰ، یایھا المدثر اور یایھا المزمل" فرما کر، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی عزت وعظمت، اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہے، ایسی کسی اور کو نہیں عطا فرمائی۔ اس نکتہ کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

نکات الفرقان، جلد اول، ص ۸۵ تا ۸۹، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور اور نکات الفرقان، جلد سوم، ص ۱۶۳ تا ۱۶۵۔

تیسرا نکتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات بیان فرمائی ہیں اور خطاب بھی اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیا ہے، حالانکہ آپ کو اپنی ان صفات کا علم تھا، آپ کو علم تھا کہ آپ گواہ ہیں، مبشر ہیں، ڈرسنانے والے ہیں اور اللہ عزوجل کی طرف اس کے اذن سے بلانے والے ہیں، سو جب آپ کو علم تھا تو آپ ہی کو اس آیت میں نداء وخطاب فرما کر کیوں بتلایا گیا ہے کہ آپ کی یہ، یہ صفات ہیں!!

اس کی کئی توجیہات وتاویلات ہیں، ایک تو یہ کہ یہاں خطاب بظاہر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت کو آپ کی صفات سنانا ہے۔

الخطاب فی الظاھر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم والمراد بہ اھل دینہ۔

ایک توجیہ یہ ہے کہ آپ کو خطاب فرما کر آپ کی صفات اس لئے بتائی گئیں کہ آپ کے ابلاغِ رسالت میں اور ذمہ داریوں میں ایک یہ بھی ذمہ داری ہو جائے کہ آپ دیگر احکام واوامر الٰہیہ کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی صفات اور اپنے کمالات کی تبلیغ بھی امت تک کریں تاکہ محض آپ کی بشریت کا حجاب وپردہ دیکھ کر کوئی آپ کے متعلق ابہام واخفاء میں نہ رہے اور آپ کی خداداد عظمتوں اور صفات کا منکر نہ ہو جائے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی مکرم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ایمان کا مطلب صرف یہ نہیں کہ بندہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مان لے، بلکہ نبی اور رسول ماننے کے ساتھ ساتھ اس پر یہ ماننا بھی لوازماتِ ایمان اور مقتضیاتِ ایمان میں شامل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان صفات ومحامد اور شمائل وخصائل سے نوازا ہے، سو کوئی بندہ آپ کو نبی اور رسول تو مانے مگر آپ کی خداداد عظمتوں کا

اور صفات کا منکر ہو تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ایمان نصیب ہی نہیں ہوا کیونکہ آیت کریمہ کے اسلوب بیان پر غور فرمائیں کہ فرمایا گیا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب ۴۵)

یہاں آپ کی صفتِ شہادت اور صفتِ تبشیر و انذار کو رسالت کے لفظ کے ساتھ مقرون وملصق کرکے بیان کیا گیا ہے، جو اس پر واضح دلیل ہے کہ محض آپ کو نبی ماننا کافی نہیں بلکہ آپ کی خداداد عظمتوں کا کھلے دل سے اعتراف واقرار کرنا بھی اقرار رسالت کی طرح ضروری اور لازمی ہے۔ اگر مجرد نبوت ورسالت کا اعتراف کافی ہوتا تو وہ قادیانی اور احمدی بھی کرتے ہیں اور آپ کی سوائے صفت خاتم النبیین کے باقی تمام صفات کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن اتفاقِ مسلمین سے ان کا ایمان کا دعویٰ ان کے لئے نافع نہیں اور نہ ہی وہ مؤمن و مسلمان ہیں، کیونکہ انہوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی لازمی صفت خاتمیت کا انکار کیا، سو معلوم ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان کے ساتھ ساتھ آپ کی صفات، آپ کی عظمتوں ورفعتوں اور عند اللہ مرتبت وعلو پر ایمان لانا بھی ضروری ولازمی ہے۔

آیت کریمہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خطاب و نداء کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ اظہار محبت اور اظہار رأفت وکرم فرمارہا ہے، کیونکہ اگر کوئی کسی پر انعام واحسان کرے اور پھر اس سے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لئے یہ کہے کہ مجھے آپ سے بہت محبت ہے اور میری اس محبت کی دلیل یہ ہے کہ میں نے آپ پر یہ انعام کیا ہے۔ سو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خطاب فرماکر اور آپ پر اپنی نعمتیں گنواکر آپ سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ کو آپ کی صفات اس لئے بتائی گئیں کہ جب آپ بار بار قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کریں گے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قلبِ اطہر میں شکر و سپاس کے جذبات مزید بڑھ جائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت، اس کی حمد وثناء اور اس کی بارگاہ میں عجز ونیاز کی طرف پہلے سے زیادہ راغب ہوں گے۔

اس توجیح پر دلیل یہ حدیث پاک ہے:

عن الْمُغِيرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اتنا قیام اللیل فرمایا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے تو آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ کی تو قطعی مغفرت ہوچکی ہے (توپھر آپ عبادت میں اتنی محنت ومشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں؟) تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (کہ جب اللہ تعالیٰ نے اتنے احسانات فرمائے ہیں) تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔ [1]

چوتھا نکتہ

عربی کا قاعدہ ہے کہ جب کسی اسم نکرہ یعنی عام اسم کو معرفہ یعنی خاص بنانا ہو تو اس پر الف لام، تعریف کا لگادیتے ہیں، مثلاً "رجل" عام اسم ہے، اس کو خاص بنانے کے لئے اس پر الف لام لگائیں یعنی "الرجل" تو اس میں خصوصیت آجائے گی، سو اللہ تبارک وتعالیٰ نے "یاایھا النبی" فرمایا، یعنی "نبی" پر لام تعریف کے ساتھ نداء فرمائی جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خصوصی، انفرادی اور یکتائی منزلت ومقام پانے والے نبی ہیں۔

پانچواں نکتہ

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ صفات جو قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں، یہ صفات آپ کی توریت میں بھی موجود تھیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت وصفات کو صرف قرآن میں ہی نہیں بیان فرمایا بلکہ وجودِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منصۂ شہود میں آنے سے قبل آپ کا ذکر خیر، اوصاف عالیہ اور تذکارِ جلیلہ سابقہ کتب سماویہ اور امم ماضیہ میں جاری وساری فرمادیئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کمال کرم نوازی ہے۔

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب التھجد، باب: قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللیل، رقم الحدیث: ۱۱۳۰، وفی کتاب التفسیر، باب: (لیغفر اللہ لک ماتقدم۔۔۔) رقم الحدیث: ۴۸۳۶، دارالکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب: اکثار العمل والاجتھاد فی العبادۃ، رقم الحدیث: ۷۰۵۵، دارالکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الاجتھاد فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، باب الاختلاف علی سیدۃ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فی احیاء اللیل، رقم الحدیث: ۱۶۴۳، دارالفکر، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب: ما جاء فی طول القیام فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۱۴۱۹، دارالسلام، ریاض، الزھد والرقائق لابن مبارک، رقم الحدیث: ۱۰۷، مسند ابو داؤد الطیالسی، رقم الحدیث: ۷۲۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۷۴۲، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۷۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۸۳۴۷، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۱۹۸، مسند البزار، رقم الحدیث: ۷۲۹۰، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۳۲۷، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث: ۲۹۰۰، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۱۱۸۳، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۱، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۲۱۵۴، المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۳۲۷، السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، ص ۷۰۰)

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ (الأعراف ۱۵۷)

ترجمہ: وہ جو پیروی کریں گے اس رسول کی جو نبی امی ہے جس کا ذکر لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔

نیز فرمایا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف ٦)

ترجمہ: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اور میں بشارت دینے آیا ہوں، اس رسول کی جو میرے بعد ہوں گے، جن کا نامِ نامی احمد ہو گا۔

توریت میں آپ کی صفات پر یہ حدیث دلیل ہے:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا} وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملا اور میں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی توریت میں مذکور صفت کی خبر دیں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے! اللہ عزوجل کی قسم! توریت میں آپ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا اور امیین کی پناہ بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام "متوکل" رکھا ہے، آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخشش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں فرمائے گا جب تک آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دے، بایں طور کہ وہ کہیں گے: لا الہ الا اللہ اور آپ کے سبب اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔[1]

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب: کراھیۃ السخاب فی الاسواق، رقم الحدیث: ۲۱۲۵، وفی کتاب التفسیر، باب: انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونزیرا، رقم الحدیث: ۴۸۳۸، دارالکتاب العربی، بیروت، الادب المفرد، رقم الحدیث: ۲۴۷، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۲، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۲۲، دلائل النبوۃ، ج۱، ص۳۷۴، مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۷۱، جامع الاصول، ج۱۱، ص۸۸۷۳، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۰۰۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۳۳۰۰، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۱۳۴۵، شرح السنۃ للبغوی، رقم الحدیث: ۳۶۲۷)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی انہیں تورات میں مذکورہ صفات کی وجہ سے اہل کتاب آپ کو اس طرح پہچانتے جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتے تھے۔

قال اللہ تعالیٰ: يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرۃ ۱۴۶)

ترجمہ: وہ (یعنی اہل کتاب) اس کو (یعنی رسول اللہ کو) اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

چھٹا نکتہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے الاحزاب کی اس آیت کریمہ میں اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چند اسماء بیان فرمائے ہیں جو کہ علامہ قرطبی کی تحقیق میں چھ ہیں: شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج اور منیر۔

لیکن راقم الحروف نے پہلے نکتہ میں بیان کیا تھا کہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء کا حصر نہیں بلکہ آپ کے اس سے کہیں زائد اسماء ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو رؤف اور رحیم قرار دیا۔

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ ۱۲۸)

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ الذی لیس بعدہ نبی۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بہت سے اسماء ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر مٹائے گا، میں عاقب (آخر میں مبعوث ہونے والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[1]

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء کتنے ہیں؟ اس میں محققین کے اپنے تتبع اور تحقیق کے مطابق اقوال ہیں۔ یہاں تفصیل اور دلائل حذف کرکے صرف ان کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ **اقول و باللہ التوفیق!**

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ما جآء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، رقم الحدیث: ۳۵۳۲، کتاب التفسیر، باب یاتی من بعدی اسمہ احمد، رقم الحدیث: ۴۸۹۶م دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، رقم الحدیث، ۶۰۵، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، رقم الحدیث: ۲۸۴۰، دار المعرفہ، بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۱۵۹۰، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۹۵۷، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۶۷۸۰، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۱۶۹۱، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۷۳۹۵، صحیح ابن حبان، ۶۳۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۵۲۰، مسند ابوعوانہ، رقم الحدیث: ۷۱۲۶، شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۳۹۷، مسند حمیدی، رقم الحدیث: ۵۵۵، الشمائل للترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۷، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۷۷۵، الاستذکار، ج۸، ص ۱۲۱، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۱، ص ۵۰۵، مسند البزار، رقم الحدیث: ۳۴۱۳)

حافظ الحدیث احمد بن علی بن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:

قال بن دحية في تصنيف له مفرد في الأسماء النبوية قال بعضهم أسماء النبي صلى الله عليه و سلم عدد أسماء الله الحسني تسعة وتسعون اسما قال ولو بحث عنها باحث لبلغت ثلاثمائة اسم۔

ترجمہ: ابن دحیہ نے اپنی اس کتاب میں جو انہوں نے محض نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء کے متعلق لکھی ہے میں کہا: بعض علماء نے فرمایاہے: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے برابر ننانوے ہیں۔ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ اگر ان اسماء میں تحقیق کرنے والے مزید تحقیق کریں تو وہ تین سو تک پہنچتے ہیں۔[1]

مزید فرماتے ہیں:

نقل بن العربي في شرح الترمذي عن بعض الصوفية أن لله ألف اسم ولرسوله ألف اسم۔

ترجمہ: ابن عربی نے نقل کیاہے ترمذی کی شرح میں کہ بعض صوفیاء فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے بھی ہزار نام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بھی ہزار نام ہیں۔[2]

علامہ بدر الدین عینی نے بھی ان اقوال کو نقل فرمایاہے، ملاحظہ فرمائیں:

عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج ١٦، ص ١٣٥، دار الکتب العلمیه، بیروت۔

امام علامہ الشیخ احمد بن محمد القسطلانی نے بھی ان اقوال کو نقل فرمایاہے، ملاحظہ فرمائیں:

المواهب اللدنیه، ج ١، ص ٣٦٦، دار الکتب العلمیه، بیروت۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چار سو اسماء گرامی کا ذکر ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مدارج النبوۃ، ج ١، ص ٣٤٩۔

امام اجل، امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وَقد تتبعت قَدِيما أَسمَاء النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فبلغت نَحْو أَرْبَعمِائَة وأفردتها بشرحها فِي مُجَلد سميته الْمرقاة ثمَّ لخصته فِي جُزْء سميته الرياض الأنيقة ثمَّ لخصته فِي مُخْتَصر سميته الْوَسِيلَة وأكثرها صِفَات۔

ترجمہ: میں بہت عرصے نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء گرامی کی تلاش اور ان کا تتبع کررہا تھا تو میں چار سو کے عدد تک پہنچا پھر میں نے خاص اس موضوع پر اس کی شرح کی جس کا نام میں نے "المرقاۃ" رکھا، پھر میں نے اس

---

[1] (فتح الباری، ج۷، ص ۵۶۴، دار الکتب العلمیه، بیروت)
[2] (فتح الباری، ج۷، ص ۵۶۴، دار الکتب العلمیة، بیروت)

کی تلخیص کی ایک جزء میں تو میں نے اس کا نام "الریاض الانیقہ" رکھا پھر میں نے مزید ایک مختصر رسالہ میں اس کی تلخیص کی تو میں نے اس کا نام "الوسیلۃ" رکھا اور ان میں سے اکثر نام صفاتی ہیں۔[1]

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

هي أكثر من أربعمائة۔

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء چار سو سے زائد ہیں۔

قال الشامي: والذي وقفت عليه من ذلک خمسمائة اسم۔

ترجمہ: علامہ شامی نے فرمایا: مجھے جن ناموں پر واقفیت ہوئی ہے وہ پانچ سو ہیں۔[2]

امام محقق علامہ شیخ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

أن ابن العربي المالكي في الأحوذي شرح الترمذي حكى عن بعضهم أن لله تعالى ألف اسم وللنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ألف اسم۔

المستوفى في اسماء المصطفى لابن دحية الحافظ جمع فيه للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فوق الثلثمائة وقد قال ابن فارس هي الفان۔

ترجمہ: ابن العربی المالکی نے ترمذی کی شرح الاحوذی میں بعض علماء سے حکایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بھی ہزار اسماء ہیں۔

حافظ ابن دحیہ نے اپنی کتاب "المستوفی فی اسماء المصطفیٰ ﷺ" میں تین سو سے زائد اسماء جمع فرمائے ہیں۔

اور ابن فارس نے کہا: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء دو ہزار (۲۰۰۰) ہیں۔[3]

امام علامہ سخاوی نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء گرامی جمع فرمائے اور آخر میں فرمایا:

هذه تزيد على الأربع مائة بنحو الثلثين۔

ترجمہ: یہ اسماء چار سو تیس سے زیادہ ہیں۔[4]

---

1 (تنویر الحوالک علی موطا الامام المالک، ج ۲، ص ۵۱۸، دار الحدیث، قاهره)

2 (زرقانی علی المواهب، ج ۴، ص ۱۵۷، ۱۶۹، دار الکتب العلمیه، بیروت)

3 (شرح الشفا، ج ۱، ص ۴۸۹، دار الکتب العلمیه، بیروت)

4 (القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ، ج ۱، ص ۸۳، الناشر: دار الريان للتراث)

ساتواں نکتہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو **یا ایھا النبی** کہہ کر خطاب فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ یہاں "**یا ایھا الرسول**" کہہ کر بھی تو خطاب فرمایا جاسکتا تھا تو **یا ایھا النبی** فرمانے میں حکمت کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آگے "**انا ارسلناک**" فرمایا جانا تھا جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت کی طرف اشارہ تھا تو "**یا ایھا النبی**" فرماکر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دونوں مراتب واوصاف یعنی مرتبہ ووصفِ نبوت اور مرتبہ ووصفِ رسالت کا اثبات فرمادیا گیا۔ اگر "**یا ایھا الرسول انا ارسلناک**" فرمایا جاتا تو اس میں مرتبۂ نبوت کا لفظوں میں ذکر نہ ہوتا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلْ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُولِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنی سونے کی جگہ پر جاؤ تو نماز کا سا وضو کرو، پھر اپنی دائیں جانب لیٹ جاؤ، پھر عرض کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری بارگاہ میں جھکایا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، نہیں ہے کوئی پناہ گاہ اور نہیں ہے کوئی تجھ سے نجات دینے والا مگر تو ہی۔ اے اللہ عزوجل! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل فرمایا ہے اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا ہے، پس اگر تو اس رات میں مر گیا تو تو فطرت پر مرے گا۔ اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بنا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلمات نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر پڑھ کر سنائے، پس جب میں یہاں پہنچا: **اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ** تو میں نے "**ونبیک**" کی جگہ "**ورسولک**" کہا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس طرح نہیں بلکہ یوں ہی کہو: **ونبیک الذی ارسلت**۔[1]

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، رقم الحدیث: ۲۴۷، اطراف الحدیث: ۶۳۱۱، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵، ۷۴۸۸، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب مایقول عند النوم واخذ المضجع، رقم الحدیث: ۶۸۲۰، ۶۸۲۱، ۶۸۲۲، دار الکتاب العربی،

سو یہاں دیکھئے کہ راوی نے "ونبیک" کی جگہ "ورسولک" پڑھا تو بظاہر معنی میں کچھ فرق نہ آیا لیکن نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وہی الفاظ پڑھوائے جو آپ نے تعلیم فرمائے تھے۔ تو یہاں یہی حکمت کارفرما تھی کہ اس طرح ایک جملے میں آپ کی نبوت اور رسالت دونوں کا ذکر ہو گیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری فرماتے ہیں:

أنه أمره أن يجمع بين صفتيه وهما الرسول والنبي صريحا وإن كان وصف الرسالة يستلزم وصف النبوة۔

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم اس لئے دیا تاکہ آپ کی دونوں صفات یعنی "الرسول" اور "النبی" صراحۃً اس میں جمع ہو جائیں، اگرچہ وصف رسالت، وصف نبوت کو مستلزم ہے یعنی جو رسول ہوتا ہے وہ نبی بھی ہوتا ہے۔[1]

آٹھواں نکتہ

لفظ "النبی" کا مادہ اشتقاق "نبأ" ہے یا "نبوۃ"۔ "نبوۃ" کا معنی: بلند جگہ، اگر یہ مادہ اشتقاق ہو تو نبی اس ذات کو کہیں گے جو کہ مرتبہ و مقام، مدارج و مراتب اور کمالات و محاسن میں ان تمام امتوں سے بلند ہو اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صرف نبی نہیں بلکہ "النبی" ہیں، یعنی آپ ان بلند و برتر شخصیات میں بھی منفرد و ممتاز ہیں اور اعلیٰ و بالا ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت گزر چکی ہے اور اگر "النبی" کا مادہ اشتقاق "نبأ" کو مانیں تو نبی بروزن فعیل بمعنی فاعل ہو گا اور "نبأ" کا معنی ہے: خبر، تو اس اعتبار سے نبی، خبر دینے والے کو کہیں گے۔ اور نبی ظاہر ہے کہ محسوس و مشاہد اور ظاہر و شہادت کی خبر دینے نہیں آتا بلکہ نبی ان معاملات کی خبر دینے آتا ہے جو مخفی و پوشیدہ ہوں اور حواس خمسہ کے ادراک سے ماوراء اور بالاتر ہوں اور یہ اس بات کو قطعی طور پر مستلزم ہے کہ نبی غیب پر مطلع ہوتا ہے۔ جب ہی وہ امت کو غیبی خبریں دیتا ہے، اس لئے علماء مثل امام قاضی عیاض، عیاض مالکی اور علامہ قسطلانی نے نبوت کی تعریف ہی "اطلاع علی الغیب" کے ساتھ کی ہے۔ اور اسی لئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے "النبی" کا ترجمہ غیب بتانے والا کیا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت اور اس پر تفصیلی دلائل نکات الفرقان کی جلد اول میں گزر چکے ہیں۔

بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقال عند النوم، رقم الحدیث: ۵۰۴۶، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الیٰ فراشہ، رقم الحدیث: ۳۳۹۴، دار المعرفہ، بیروت، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۷۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۹۲۹۴، مکارم الاخلاق للخرائطی، رقم الحدیث: ۹۶۸، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۲۴۸، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۰۶۱۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۸۳، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۵۶۱)

[1] (عمدۃ القاری، ج۳، ص ۲۷۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نواں نکتہ

"انا ارسلناک"، "انا" اور "ارسلنا" جمع کے صیغے ہیں اور فرمانے والا وہ ہے کہ جو اپنی ذات و صفات اور احکام و افعال میں واحد اور احد ہے اور وہ جمعیت اور کثرت سے پاک و منزہ ہے۔ تو علماء نے فرمایا کہ جب واحد کے لئے جمع کی ضمیر ذکر کی جائے تو وہاں افراد کی کثرت کا بیان نہیں ہوتا بلکہ متکلم کی بڑائی، سطوت اور عظمت کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ یعنی قرآن مجید میں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے جمع کی ضمائر یا جمع کے صیغے ہیں تو وہاں مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی سلطنت و سطوت اور کبریائی اور بڑائی ہے اور اس سے مقصود دراصل اگلے مضمون کی تاکید و تقریر اور اس کی تعظیم و تجیل ہوتی ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۹)

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔

یہاں جمع کی ضمائر اور صیغوں کے ساتھ دراصل اللہ جل مجدہ کی سلطنتِ باہرہ اور قدرتِ قاہرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ قرآن کی حفاظت کے بیان کی بھی تاکید و تقریر ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم جیسا عظیم الشان، جلیل و مقتدر، ملک الملوک اور مالک الملک والملکوت اس قرآن کی حفاظت فرما رہا ہے تو جب ہم جیسا ذی شان، ذی عظمت و عزت، ذی قوت و قدرت، ذی سلطنت و ملک، اس قرآن کا محافظ ہے تو کون ایسا ہے جو اس قرآن میں ادنیٰ سی بھی تحریف و تبدیلی کر سکے؟

تو الاحزاب کی اس آیت میں بھی یہی اسلوب بیان ہے۔ چونکہ آگے کے مضمون میں محبوب مکرم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظیم صفات و نعت اور وقیع شانوں کا ذکر ہے اور اللہ جل مجدہ کو معلوم تھا کہ ایسے حرماں نصیب، شقی اور بدبخت ناہنجار ہوں گے جو میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات و نعت کا کتمان کریں گے، ان کی طبیعتوں میں میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے انقباض پیدا ہوگا اور میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہوئے ان کی تخفیف و تحقیر اور اہانت کریں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کے بیان سے قبل "انا ارسلنا" جمع کی ضمائر کے ساتھ بیان کر کے اور اپنی شوکت و سطوت اور قدرت و عظمت بیان فرما کر اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانوں کا، حرمت کا اور ناموس کا تحفظ فرما دیا کہ جس محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان عظیم صفات سے متصف فرمانے والا، اور ان رفیع خصائل کے ساتھ مبعوث فرمانے والا اللہ ذوالمجد والعلیٰ جیسا عظیم مقتدر اور شہنشاہ ہو تو مخلوق میں سے کسی کی کیا مجال و بساط ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر صفات میں تنقیص کر سکے یا اس کا کتمان کر سکے؟

دسواں نکتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّاأَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا (الأحزاب ۴۵)

ترجمہ: اے محبوب! ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

شاہد گواہ کو کہتے ہیں۔ اور اس آیت میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت شاہدیت کو مقید و مخصوص نہیں کیا بلکہ اطلاق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اصول کا معروف قاعدہ ہے:

المطلق یجری علیٰ اطلاقہ والمقید علیٰ تقییدہ۔

ترجمہ: قرآن کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور قرآن کا مقید اپنی تقیید پر رہے گا۔[1]

سو یہاں آیت میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کس کے گواہ ہیں؟ اگر کسی خاص قوم یا قبیلے کی قید ہوتی تو آپ فقط اسی کے گواہ ہوتے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے علی الاطلاق آپ کی شاہدیت کو بیان فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علی الاطلاق شاہد ہیں۔ آپ انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے بھی شاہد ہیں، ان کی امم کے بھی شاہد ہیں، اس امت مرحومہ کے بھی شاہد ہیں۔ مؤمنین و متقین کے بھی شاہد ہیں، کفار و منافقین کے بھی شاہد ہیں، کل خدائی اور جملہ خلائق کے بھی شاہد ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خالق کائنات کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی ہمہ گیر قدرت اور حکمت بالغہ کے بھی شاہد اور گواہ ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کے وجود کا اور اس کی وحدانیت کا گواہ ہونا ہر مسلمان کے نزدیک مسلم اور بدیہی ہے اور پورے قرآن و حدیث کے مجموعہ میں سینکڑوں دلائل ہیں جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہونے پر ناطق ہیں، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللهِ آلِهَةً أُخْرَى قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (الأنعام ۱۹)

ترجمہ: تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور الٰہ ہیں؟ تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا، تم فرماؤ (بلکہ میں یہ گواہی دیتا ہوں) کہ وہ تو ایک معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللهُ (الأنعام ۹۱)

[1] (عامہ کتب اصول الفقہ)

ترجمہ: محبوب تم پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے کتاب نازل فرمائی جو موسیٰ لے کر آئے، نور اور لوگوں کے لئے ہدایت، تم کہو کہ (وہ) اللہ ہے (جس نے نازل فرمائی ہے)۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (وجود مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورت میں) محکم دلیل آچکی ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (الإخلاص ۱)

ترجمہ: محبوب تم فرمادو، وہ اللہ ایک ہے۔

یوں تو کائنات کی ہر شے، اللہ جل مجدہ کے وجود پر دلیل اور گواہ ہے، کما قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (آل عمران ۱۹۰)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں ضرور نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

اور ایک شاعر کا قول ہے:

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدُ

ترجمہ: کائنات کی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو کہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔[1]

لیکن کائنات کی ہر شے کی گواہی دو قسموں پر منقسم ہے، غیر ذوی العقول، غیر متنفس اور بے جان اشیاء، مثل آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، جانور، حشرات الارض، معدنیات یہ سب گواہ ہیں، ہر ساکت و صامت گواہ ہیں، ان اشیاء نے کبھی بول کر نہیں بتایا کہ ہم گواہ ہیں، یہاں تک کہ بہت سے انسانوں نے سورج، چاند، ستاروں اور پتھروں کی پوجا بھی کی لیکن ان اشیاء نے کبھی کسی کو نہیں روکا، اس لئے کہ یہ سب گواہ صامت و ساکت ہیں جبکہ دوسری قسم کے گواہ ناطق ہیں اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام، فرشتے، اولیاء اور علماء عظام علیہم الرضوان ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ۱۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے گواہی دی اور ان علماء نے دی جو حق کے ساتھ قائم ہیں۔

---

[1] (التفسیر الکبیر، ج ۱، ص ۲۶)

قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (الرعد ۴۳)

ترجمہ: محبوب فرمادو میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

لَكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا (النساء ۱۶۶)

ترجمہ: لیکن اے محبوب! اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا، وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

سو معلوم ہوا کہ فرشتے اور انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علماء حق اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور سب متکلم و ناطق گواہ ہیں اور ان متکلم اور ناطق گواہوں میں سب سے افضل و اعلیٰ گواہی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ گواہی کا قاعدہ ہے کہ جس گواہ کے پاس دلائل، حجج، براہین، شواہد اور قرائن جس قدر زیادہ ہوں گے، اس کی گواہی اسی قدر زیادہ مقبول و مسموع ہوگی۔ اور اس پر کافی دلائل گزر چکے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس معجزات و کمالات، براہین و شواہد اور دلائل و قرائن، دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل و شواہد اور معجزات و کمالات سے اس قدر فزوں تر ہیں کہ عقل انسانی ان کا ادراک و احصاء کرنے سے عاجز ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مجید کی صورت میں لاکھوں عقلی معجزات عطا فرمائے گئے، مزید برآں حسی ومشاہد معجزات، داخلی وخارجی معجزات، محکم حجتیں، پاکیزہ سیرت و کردار اور بے مثل اخلاق عظیم عطا فرمائے گئے جو کہ اس پر دلیل ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہ ہونے میں بھی تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام سے ممتاز و منفرد ہیں اور آپ کی گواہی حجت وبرہان کے اعتبار سے سب گواہیوں سے وزنی اور قوی ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی کا دوسرے انبیاء، مرسلین اور اولیاء کی گواہی سے منفرد ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ باقی جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی دی تو اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر نہیں دی، بلکہ وحیٔ الٰہی سے سن کر یا کائناتِ ارض وسماء کی آیات میں تدبر و تفکر کرکے گواہی دی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے ذی وجاہت اور اولوالعزم رسول کے متعلق قرآن میں موجود ہے کہ انہوں نے آفاق کی نشانیوں میں غور و فکر کرکے خالقِ کائنات کی وحدانیت کی گواہی دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (۷۵) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ (۷۶) فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ (۷۷) فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (۷۸) إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الأنعام ۷۹)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے، پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا تو ایک تارا دیکھا، بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے: مجھے خوش نہیں آئے ڈوبنے والے، پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا، پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا تو بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے، ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل، مخلوقات کی خلقت اور پیدائش اور ان میں حصول معیشت کی فطری ہدایت سے دی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَمَنۡ رَّبُّكُمَا يَامُوسَى (۴۹) قَالَ رَبُّنَا الَّذِيۡٓ أَعۡطَى كُلَّ شَيۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ ۵۰)

ترجمہ: فرعون بولا: تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ! (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔

سو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی، وحیٔ الٰہی عزوجل سے اور آفاق وانفسی دلائل کے ساتھ دی لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی صرف سمعی شہادت سے نہیں بلکہ عینی شہادت سے، یعنی وجودِ باری تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے بیداری کے عالم میں دیکھنے کے ساتھ دی (جس پر دلائل آیت کریمہ "سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ الخ" کے تحت گزر چکے ہیں) سو سابقہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وجود کے سمعی گواہ تھے جبکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وجود کے عینی گواہ ہیں۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام گروہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھی گواہ ہیں، وہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام جو تمام مخلوق میں افضل و اعلیٰ اور ممتاز و منفرد ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہ شرف، یہ فضیلت اور یہ عظمت عطا فرمائی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن ان مقدس نفوس کے حق میں گواہی دیں گے اور آپ کی گواہی عند اللہ مقبول و مسموع ہو گی۔ واللہ الحمد علیٰ ذلک!

اس کی وضاحت حدیث پاک میں ہے۔ امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَذَلِكَ قَوْلُه (وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا)۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: کیا آپ نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا؟ تو وہ عرض کریں گے کہ جی ہاں! پھر ان کی قوم کو طلب کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا نوح (علیہ السلام) نے تمہیں پہنچا دیا؟ تو (جھوٹ بولتے ہوئے) کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور ان کی امت۔ پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وجعلناکم امةً وسطًا) کا۔[1]

مسند احمد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجِيءُ النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَأَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ، فَيُدْعَى قَوْمُهُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَكُمْ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: لَا. فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ. فَيُقَالُ لَهُ: مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ. فَيُدْعَى وَأُمَّتُهُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَ هَذَا قَوْمَهُ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُقَالُ: وَمَا عِلْمُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: جَاءَنَا نَبِيُّنَا، فَأَخْبَرَنَا: أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ": (وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرة ۱۴۳))۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک نبی تشریف لائیں گے اور ان کے ساتھ ایک مرد ہو گا اور ایک نبی کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور اس سے زیادہ بھی ہوں گے، پس اس نبی کی قوم کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا انہوں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا؟ وہ کہیں گے: نہیں! پس اس نبی سے کہا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو رسالت کا پیغام پہنچا دیا؟ وہ کہیں گے: ہاں! پہنچا دیا۔ تو اس نبی سے کہا جائے گا: آپ کی گواہی کون دے گا؟ تو وہ کہیں گے: (سید الانبیاء) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور ان کی

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ (ولقد ارسلنا نوحا)، رقم الحدیث: ۳۳۳۹، وفی کتاب الاعصام بالکتاب والسنة، باب: (وکذلک جعلنا کم امة وسطا) رقم الحدیث: ۷۳۴۹ دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب التفسیر القرآن، باب سورة البقرة، رقم الحدیث: ۲۹۲۱، دار المعرفه، بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: صفة امة محمد ﷺ، رقم الحدیث: ۴۲۸۴، دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۴۳۷، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۳۱۶۷۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

امت، پس ان کو اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا (یعنی امت مرحومہ سے): کیا اس نبی نے اپنی قوم کو پیغامِ رسالت پہنچا دیا ہے؟ وہ کہیں گے: جی ہاں پہنچا دیا ہے۔ ان سے کہا جائے گا: تمہیں کیسے علم ہوا؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس ہمارے نبی تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں خبر دی کہ بے شک رسولوں نے اپنی قوموں کو پیغام رسالت پہنچا دیا ہے۔ پس یہی مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَکُونُوا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَھِیدًا (البقرة ۱۴۳) کا۔[1]

حافظ ابن کثیر نے حافظ ابو بکر بن مردویہ اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَنَا وَأُمَّتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَی کَوْمٍ مُشْرِفِینَ عَلَی الْخَلَائِقِ مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ إِلَّا وَدَّ أَنَّہُ مِنَّا وَمَا مِنْ نَبِيٍّ کَذَّبَہُ قَوْمُہُ إِلَّا وَنَحْنُ نَشْھَدُ أَنَّہُ قَدْ بَلَّغَ رِسَالَةَ رَبِّہِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت قیامت کے دن ایک ٹیلے پر ہوں گے اور مخلوق کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ہر انسان یہ چاہے گا کہ کاش وہ ہم میں سے ہو (امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کرامت دیکھ کر)۔ اور جس بھی نبی کی اس کی قوم نے تکذیب کی ہوگی تو ہم گواہی دیں گے کہ بے شک اس نبی نے اپنے رب عزوجل کی رسالت کو پہنچا دیا ہے۔[2]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھی گواہ ہیں۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام امتوں کے بالخصوص اس امت مرحومہ کے گواہ ہیں، اور روزِ قیامت کفار ومشرکین اور منافقین ومبطلین کے خلاف گواہی دیں گے اور مؤمنین ومتقین کے حق میں گواہی دیں گے۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَکُونُوا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَھِیدًا (البقرة ۱۴۳)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

لِیَکُونَ الرَّسُولُ شَھِیدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُونُوا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ (الحج ۷۸)

ترجمہ: تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو۔

---

[1] (مسند احمد (مسند ابی سعید الخدری)، ج۵، ص ۱۶۲، رقم الحدیث: ۱۱۸۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۲۳، موسسة الریان، بیروت)

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)

ترجمہ: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ (النحل ۸۹)

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (الأحزاب ۴۵)

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔

علامہ زمخشری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

شاهِداً على من بعثت إليهم، وعلى تكذيبهم وتصديقهم، أى: مقبولا قولك عند الله لهم وعليهم، كما يقبل قول الشاهد العدل في الحكم۔

ترجمہ: آپ کو شاہد یعنی گواہ بنا کر بھیجا، ہر اس پر جس کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا، ان کی تکذیب و تصدیق پر یعنی آپ کا قول اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور آپ کی بات ان کے لئے بھی معتبر ہو گی اور ان کے خلاف بھی معتبر ہو گی جیسے کہ فیصلہ میں عادل شاہد کا قول قبول کیا جاتا ہے۔[1]

گیارہواں نکتہ

حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو "صفتِ شاہدیت" سے کیوں متصف کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی کمال درجہ کی عزت و تکریم اور غایت درجہ کی عظمت و رفعت پنہاں ہے، اس کی وجہ صاف ظاہر کہ عموماً گواہ کی گواہی پر ہی فیصلہ کر کے مدعی اور منکر کے حق میں یا ان کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے اور سابقہ نکتہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بشمول جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام خلائق اور امم کے گواہ ہیں تو آپ کی گواہی پر ہی کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا، آپ کی گواہی پر ہی کسی کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور آپ کی گواہی پر ہی کسی کو جہنم میں داخل کیا جائے گا، گویا کہ محشر کی بزم کا مدار اور انحصار آپ کی گواہی پر ہی ہو گا اور عام گواہوں کے احوال کی تو تفتیش و تحقیق کی جاتی ہے کہ وہ ثقہ و عادل اور معتبر ہیں یا

[1] (تفسیر الکشاف، ص ۸۵۹، دار المعرفہ، بیروت)

نہیں اور تحقیق و تفتیش کے بعد ان کی گواہی کو قبول کیا جاتا ہے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایسے عظیم گواہ ہیں کہ آپ کی گواہی پر کوئی تفتیش و تحقیق کا عمل نہیں ہوگا بلکہ جوں ہی آپ کے مبارک لب ہلیں گے توں ہی آپ کی گواہی قبول فرمالی جائے گی اور اس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عند اللہ جو عظیم منزلت ووجاہت پنہاں و مخفی ہے وہ صاحبانِ لب، صاحبانِ خرد و فہم اور صاحبانِ بصیرت پر عیاں ہے۔

بارہواں نکتہ

گواہی کی چند شرائط ولوازمات ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ ہے کہ گواہ موقع پر موجود ہو، معاملہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حقیقت کا پورا عارف ہو، اگر کوئی بندہ موقع پر موجود نہ ہو، معاملہ کی حقیقت کو نہ جانتا ہو تو وہ دنیا کی کسی عدالت میں گواہ نہیں بن سکتا بلکہ خود حدیث میں اس بندے کی گواہی کو مسترد کیا گیا۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَشْهَدُ بِشَهَادَةٍ، فَقَالَ لِي: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، لَا تَشْهَدْ إِلَّا عَلَى مَا يُضِيءُ لَكَ كَضِيَاءِ هَذَا الشَّمْسِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو گواہی دیتا ہے۔ تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابن عباس! تو اس بات پر گواہی دے کہ جو تجھ پر اس طرح روشن و عیاں ہو کہ جیسے کہ سورج کی روشنی تجھ پر عیاں ہوتی ہے۔[1]

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ گواہی دینے کے مقتضیات ولوازمات میں یہ بات ہے کہ گواہ کو معاملے کی پوری بصیرت و معرفت ہو اور یہ تب ممکن ہے جبکہ وہ گواہ موقع پر موجود ہو اور اس معاملے کا اپنی آنکھوں کے ساتھ یا نگاہِ بصیرت کے ساتھ مشاہدہ کرے۔ یہ بات اس لئے بھی ضروری ہے کہ شاہد اور شہید کا مادۂ اشتقاق "شهادة" ہے۔ اسی سے شہود اور مشاہدہ ہے اور ان تمام کے معانی میں حضوری اور موجودگی کا معنی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة ۱۸۵)

ترجمہ: پس جو تم میں یہ مہینہ موجود پائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔

---

[1] (المستدرک، ج۵، ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۷۱۲۷، دار المعرفہ، بیروت)

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ (البقرة ۱۳۳)

ترجمہ: کیاتم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَذَا (الأنعام ۱۴۴)

ترجمہ: کیاتم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا۔

أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ (الزخرف ۱۹)

ترجمہ: کیاوہ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے، عنقریب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (۱۱) وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا (۱۲) وَبَنِينَ شُهُودًا (المدثر ۱۳)

ترجمہ: اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، اور اسے وسیع مال دیا، اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔

وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا (النساء ۷۲)

ترجمہ: اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا، پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے: اللہ کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔

أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ (الصافات ۱۵۰)

ترجمہ: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اس طرح حرام ہیں، جس طرح آج کا دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں، حاضر کو چاہیئے کہ غائب کو یہ حدیث پہنچادے۔[1]

[1] (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب: قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع، رقم الحدیث:۶۷، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: القسامة والمحاربین، باب: تغلیظ تحریم الدماء، رقم الحدیث: ۴۳۸۳، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابن ماجه، باب: من بلغ علماء، رقم الحدیث: ۲۳۳، الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث: ۴۵۳، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۱۹۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۴۰۹۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۸۴۸، السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۳، ص۲۹۸، مصنف ابن ابی شیبه، ج۱۵، ص۲۶، مسند البزار، رقم الحدیث: ۳۶۱۶، مسند احمد، رقم الحدیث:۲۰۳۸۷)

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، قَالَ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔

ترجمہ: حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: سو جو شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قتال پر رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور مجھے اس میں صرف دن کی ایک ساعت میں اجازت تھی، آج اس کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے جیسا کہ کل اس کی حرمت تھی اور شاہد (حاضر) کو چاہیئے غائب کو (یہ حدیث) پہنچادے۔[1]

اسی طرح نماز جنازہ میں جو معروف دعا پڑھی جاتی ہے، اس میں بھی شاہد کے بمعنی حاضر کے ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ قَالَ: " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب کسی جنازہ پر نماز پڑھتے تو عرض کرتے: اے اللہ! ہمارے زندہ کو اور مردہ کو بخش دے اور ہمارے شاہد (حاضر) کو اور غائب کو بخش دے اور ہمارے چھوٹے اور بڑے کو بخش دے اور ہمارے مرد وعورت کو بخش دے۔[2]

عَنْ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو جنازہ پر حاضر ہوا یہاں تک کہ اس نے جنازہ کی نماز پڑھی تو اس کو ایک قیراط اجر وثواب ملے گا اور جو دفن تک حاضر رہا تو اس کو دو قیراط اجر وثواب ملے گا۔ عرض کی گئی: دو قیراط سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دو عظیم پہاڑوں کی مثل ثواب۔[1]

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب: العلم، باب: لیبلغ الشاهد الغائب، رقم الحدیث: ۱۰۴، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الحج، باب: تحریم مکة، رقم الحدیث: ۳۳۰۴، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب الحج، باب: ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ، رقم الحدیث: ۱۴۹۸ دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۰۷۰، المستدک، رقم الحدیث: ۱۳۶۶، الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۱۷۴، السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۴، ص۴۱، مسند امام احمد، ج۲، ص۳۶۷)

[2] (سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، رقم الحدیث: ۳۲۰۱، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: مایقول فی الصلوٰۃ علی المیت: رقم الحدیث: ۱۰۲۹، دار المعرفه، بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب: ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ، رقم الحدیث: ۱۴۹۸، دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۰۷۰، المستدرک، رقم الحدیث: ۱۳۶۶، الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۱۷۴، السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۴، ص۴۱، مسند امام احمد، ج۲، ص۳۶۷)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: خاوند کی موجودگی میں عورت روزہ نہ رکھے (یعنی نفلی روزہ) مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔ [2]

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ہمیں ایک دن فجر کی نماز پڑھائی تو آپ نے پوچھا: کیا فلاں (نماز میں) حاضر ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! پھر فرمایا: کیا فلاں نماز میں حاضر ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بے شک یہ دو نمازیں منافقین پر تمام نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں۔ [3]

قَالَتْ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمٰن پر رحم فرمائے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جو بھی عمرہ فرمایا تو وہ اس وقت موجود تھے۔ [4]

قارئین! احادیث کے تتبع سے ایسی سینکڑوں احادیث پیش کی جا سکتی ہیں کہ جن میں "شاہد" کا لفظ حاضر اور موجود ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، طوالت کے خوف سے صرف چند آیات و احادیث پیش کی ہیں جو کہ طالبانِ حق اور صاحبانِ فہم و بصیرت کے لئے کافی و وافی ہیں۔ اب چند جلیل القدر ائمہ و محققین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں، اس پر کہ شہد، شاہد اور شہید کے معنی میں حضوری، مشاہدہ اور موجودگی کا معنی پایا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی مفردات میں بیان کرتے ہیں:

الشُّهُودُ والشَّهَادَةُ: الحضور مع المشاهدة، إمّا بالبصر، أو بالبصيرة۔

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: من انتظر حتی تدفن، رقم الحدیث: ۱۳۲۵، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوٰۃ علی الجنازۃ واتباعها، رقم الحدیث: ۲۱۸۹، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب: ثواب من صلی علی جنازۃ، رقم الحدیث: ۱۹۹۱، دار الفکر، بیروت)

[2] (صحیح بخاری، کتاب: النکاح، باب: صوم المرأۃ باذن زوجها تطوعا، رقم الحدیث: ۵۱۹۲، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب: ما انفق العبد من مال مولاہ، رقم الحدیث: ۲۳۷۰، دار الکتاب العربی، بیروت، مسند احمد، رقم الحدیث: ۸۱۹۵، صحیح ابن حبان، ۳۵۷۲، سنن دارمی، ج۲، ص۱۲)

[3] (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: فی فضل صلاۃ الجماعۃ، رقم الحدیث: ۵۵۴، دار السلام، ریاض)

[4] (صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب: کم اعتمر النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۷۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۰۳۶، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۹۳۶، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث: ۲۹۹۸)

ترجمہ: شہود اور شہادت کا معنی ہے: مشاہدہ کے ساتھ موجود ہونا، مشاہدہ خواہ بصارت کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔[1]

لغت کی مستند کتاب "المنجد" میں "شہید" کا معنی یہ لکھا ہے:

"الشَّهيد و الشِّهيد" حاضر، گواہی میں امانت دار، وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔[2]

امام قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

فاما الشهادة، فصفة سمى حاملها بالشاهد ويبالغ بشهيد، والشهادة ثلاثة شروط لا تتم الا بتمامها وهى الحضور، والوعى، والادا، اما الحضور: فهو شهود الشاهد المشهود۔ والوعى: زم ما شاهده وعلمه فى شهوده، والاداء: هو الاتيان بالشهادة على وجهادفى موضع الحاجة الىٰ ذلک، هذامعنى الشهادة۔

ترجمہ: بہر حال شہادت، تو وہ ایک صفت ہے جس کے اٹھانے والے کو شاہد اور مبالغۃً شہید کہا جاتا ہے (یعنی شہید میں شاہد کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے) اس لئے شاہد کا وزن فاعل ہے اور شہید کا وزن فعیل ہے۔ جیسے کریم اور رحیم۔ تو فعیل میں فاعل کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔ شہادت کی تین شرائط ہیں، ان کے بغیر شہادت مکمل نہیں ہوتی: ا۔ موقع پر حاضر ہونا ۲۔ اس کو محفوظ کرنا، ۳۔ اس کی ادائیگی کرنا۔

بہر حال حضور کا معنی ہے: گواہ، مشہود کو دیکھے۔ الوعی کا معنی ہے: جو اس نے دیکھا اسے محفوظ رکھے۔ اور "الاداء" کا معنی ہے: ضرورت کے وقت گواہی اسی طرح ادا کرے۔[3]

علامہ ابو بکر محمد بن الحسن الازدی لکھتے ہیں:

والشاهد: خلاف الغائب۔

ترجمہ: شاہد غائب کے بر خلاف یعنی حاضر کو کہتے ہیں۔[4]

امام ابو نصر الفارابی لکھتے ہیں:

والمشاهدة: المعاينة. وشهده شُهوداً: أي حَضَرَه، فهو شاهدٌ. وقومٌ شُهودٌ، أي حُضورٌ۔

ترجمہ: مشاہدہ کا معنی معائنہ کرنا، دیکھا اور شھد، شھود کا معنی ہے: حاضر ہونا تو حاضر کو شاہد کہتے ہیں اور قوم شہود سے مراد ہے: حاضر قوم۔[5]

---

[1] (المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۷۱، قدیمی کتب خانه، کراچی)

[2] (المنجد، ص ۴۵۰، خزینه علم و ادب، اردو بازار، لاهور)

[3] (التذکرة، ص ۱۴۵، دار الکتب العربی، بیروت)

[4] (جمهرة اللغة، ج ۲، ص ۲۵۳، بیروت)

[5] (الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ج ۲، ص ۴۳۴)

یہاں تک ائمہ لغت کی تصریحات سے بھی معلوم ہو گیا کہ ''شَہِدَ'' اور ''شَاھِدٌ'' میں حضوری اور مشاہدہ و معائنہ کا معنی پایا جاتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شاہد قرار دیا اور علی الاطلاق قرار دیا۔ ائمہ لغت اور قرآن وحدیث کی تائیدات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے **شاھد** کا ترجمہ ''حاضر و ناظر'' کیا ہے اور یہ ترجمہ قرآن وحدیث اور لغت کے عین مطابق ہے۔ بعض لوگ اس ترجمہ پر تنقید کرتے ہیں اور حاضر وناظر کے لفظ سے سیخ پا ہو کر **العیاذ باللہ** کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہیں، ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے کہ قرآن وحدیث کے سینکڑوں مقامات پر جو شہادت ''شَہِدَ'' اور **شاھد** کا لفظ حضوری اور حاضر و ناظر ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، تو کیا وہاں بھی کفر و شرک لازم آئے گا؟ اور وہاں بھی اسی طرح تنقید کی جائے گی؟ اور جب وہاں تنقید نہیں کی جاتی تو یہاں لفظ ''**شاھد**'' کو حاضر و ناظر کے معنی میں لینے پر کیوں تنقید کی جاتی ہے؟

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے کی بحث

"حاضر وناظر" ایک اصطلاح ہے اور اصطلاحات میں وسعت وگنجائش ہوتی ہے، لہٰذا اگر کوئی "حاضر وناظر" کی اصطلاح استعمال نہ بھی کرے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لفظ "شاہد" یا گواہ کا اطلاق کرے اور گواہی کی تمام مقتضیات ولوازمات کو تسلیم کرے تو اہل سنت کا اس سے کوئی نزاع و اختلاف نہیں۔ اہل سنت کے علماء نے ان سینکڑوں نصوص و تصریحات ائمہ جن سے شاہد کا معنی "حاضر" ثابت ہوتا ہے، کے پیش نظر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر "حاضر وناظر" کا اطلاق کیا ہے۔ لیکن اس باب میں اہل سنت کے عقیدہ کی وضاحت از حد ضروری ہے، بعض کم فہم اور کج فہم نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے "حاضر وناظر" ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی طور پر ہر جگہ موجود ہیں اور ناظر ہیں، پھر وہ اس مفہوم کو نشانۂ تضحیک بناتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام "حاضر وناظر" ہیں تو تم لوگ آواز کیوں بلند کرتے ہو؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ موجود ہیں تو تم لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی موجودگی میں دوسرے سے امامت کیوں کرواتے ہو؟ یہ سب رکیک اور سطحی باتیں ہیں اور حاضر وناظر کے تصور سے ناآشنائی اور جہالت پر مبنی باتیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب باتیں یعنی امام کا ہونا یا آواز کا اونچا ہونا، اس صورت میں ہے کہ جب ہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسمانی طور پر ہر جگہ موجود مانتے ہیں، جب اہل سنت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو جسمانی طور پر ہر جہ حاضر نہیں مانتے بلکہ جسد حقیقی کو قبر انور میں مانتے ہیں تو اس قسم کے اعتراضات بالکلیہ ساقط الاعتبار ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا مفہوم کیا ہے؟ اس کو ہم چند مقدمات سے ترتیب دے کر پھر دلائل کا سلسلہ شروع کریں گے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کا مفہوم یہ ہے:

۱۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی قبر انور میں حسی حیات کے ساتھ دنیاوی حیات سے اقویٰ واعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کے تمام حواس وادراکات مثل سمع وبصر، دنیوی حیات کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ کامل ہیں۔

۲۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے تمام بر وبحر اور مشرق ومغرب بلکہ آسمان وزمین کی وسعتوں کو سمیٹ دیا گیا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں دور کی اشیاء کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں اور دور کی اصوات کو اس طرح سنتے ہیں کہ جیسے کہ قریب کی اشیاء کو دیکھتے اور سنتے ہیں، باذن اللہ تعالیٰ!

۳۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر امت کے تمام افراد کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ امت خواہ اُمت اجابت ہو اُمت دعوت، افراد خواہ متقین و مطیعین ہوں یا فاجرین وفاسقین آپ پر تمام کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

۴۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جسدِ مثالی کے ساتھ کائنات کی سیر فرماتے ہیں اور اپنے غلاموں کو مشرف بہ دیدار بھی فرماتے ہیں اور کسی غلام کے پاس قدم رنجہ بھی فرماسکتے ہیں۔

۵۔ صوفیاء کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح کو جانِ کائنات بنایا ہے اور آپ کی روح کائنات میں ایسی ہے کہ جیسے جسم میں روح نے حلول اور سرایت کیا ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اپنے امتیوں سے قریب ہے اور آپ روحانی ونورانی طور پر اُمت سے بعید نہیں ہیں۔

اب ان تمام مقدمات پر تفصیلی دلائل بعون اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:

مقدمہ نمبر ۱: حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر دلائل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر پوری امت کے محققین کا اتفاق و اجماع ہے اور امت میں کوئی ایسا قابل ذکر عالم نہیں سوائے چند وہابیہ اور اہل حدیثوں کے کہ جس نے اس میں اختلاف کیا ہو، یہ عقیدہ پوری امت کے مابین متفق علیہ ہے۔ جیسا کہ عنقریب تصریحاتِ ائمہ سے ثابت ہو گا۔ سر دست ایک فرمان شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا پڑھ لیں جن کی شخصیت پر تمام مسالک کے علماء کا اتفاق واطباق ہے اور وہ مجدد وقت تھے، آپ فرماتے ہیں:

بچندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علمائے اُمت است یک کس رادریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحقیقت حیات حسی زندہ است و براعمال امت حاضر وناظر است۔ (اقرب السبل)

ترجمہ: اس امت میں بہت اختلاف اور کثیر مذاہب ہیں لیکن علمائے امت میں سے کسی ایک کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی، حسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبر انور میں زندہ ہونے کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل ۹۷)

ترجمہ: جو کوئی مرد یا عورت نیک عمل کرے بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ آیت میں فاء جزائیہ ہے اور تعقیب مع الوصل کے لئے ہے جو کہ فوری ترتب کا تقاضا کرتی ہے۔ سو یہ پاکیزہ زندگی نیک ایمان والوں کو قبر میں نصیب ہوگی کیونکہ قبر و آخرت، دارالجزاء ہیں اور فاء جزائیہ ہے اور اس کے فوری ترتب کے تقاضا کے پیشِ نظر یہاں قبر و برزخ کی حیات مراد ہے جیسا کہ احادیثِ کثیرہ متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمن کی قبر کو کشادگی دے دی جاتی ہے، جنت کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے اور اسے جنتی بچھونے اور جنتی نعمتیں عطا کر دی جاتی ہیں۔

فخر الملۃ والدین امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں:

قَالَ السُّدِّيّ إِنَّ هَذِهِ الْحَيَاةَ الطَّيِّبَةَ إِنَّمَا تَحْصُلُ فِي الْقَبْرِ۔

ترجمہ: سدی نے کہا کہ یہ پاکیزہ حیات قبر میں حاصل ہوگی۔[1]

سید محمد آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

قال شريک: هي حياة تكون في البرزخ فقد جاء القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار۔

ترجمہ: شریک نے کہا کہ یہ حیات برزخی حیات ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار" (سنن الترمذی) قبر جنت کے باغوں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں سے گڑھا ہے"۔[2]

یہی قول علامہ ابن جوزی نے "زاد المیسر" میں نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

زاد المیسر، ج ۲، ص ۵۸۲۔

سو اگر ایک عام مؤمن کو قبر میں حیات میسر آتی ہے تو جس محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے توسل و تصدق سے ایمان و تقویٰ کی دولت میسر آئی ہے وہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ کیوں نہیں ہوں گے؟

دوسری دلیل

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (البقرۃ ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ فرمادیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

---

1 (التفسیر الکبیر، ج۷، ص ۴۱۲۶، دار الفکر، بیروت)

2 (تفسیر روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۲۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس آیت کریمہ میں "ثم الیہ ترجعون" سے مراد آخرت میں لوٹنا اور پلٹنا ہے اور آخرت میں پلٹنے سے قبل اور "ثم یمیتکم" کے بعد ایک حیات ہے جس کو "ثم یحییکم" کے ساتھ بیان فرمایا ہے، کئی مفسرین کے نزدیک یہاں آخرت کی حیات نہیں ہے کیوں کہ اس کا مستقل ذکر "ثم الیہ ترجعون" میں فرمادیا گیا ہے تو یہاں لامحالہ آخرت سے قبل کی حیات کا بیان ہے اور وہ قبر و برزخ کی حیات ہے۔

مفسر شہیر امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں:

وَلِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ: إِنَّ اللہَ تَعَالَى ذَكَرَ حَيَاةَ الْقَبْرِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ. لأن قوله في يحييكم ليس هو الحياة الدائمة وإلا لم صَحَّ أَنْ يَقُولَ: ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ لِأَنَّ كَلِمَةَ ثُمَّ تَقْتَضِي التَّرَاخِي، وَالرُّجُوعُ إِلَى اللہِ تَعَالَى حَاصِلٌ عَقِبَ الْحَيَاةِ/الدَّائِمَةِ مِنْ غَيْرِ تَرَاخٍ فَلَوْ جَعَلْنَا الْآيَةَ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ دَلِيلًا عَلَى حَيَاةِ الْقَبْرِ كَانَ قَرِيبًا۔

ترجمہ: کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قبر کی حیات اور زندگی کو بیان فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "ثم یحییکم" میں ابدی حیات (یعنی آخرت کی زندگی) مراد نہیں ہے ورنہ یہ "ثم الیہ ترجعون" کہنا صحیح نہ ہوتا، کیونکہ کلمہ "ثم" تراخی کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع تو دائمی حیات کے فوراً بعد ہو جائے گا، پس اگر ہم اس آیت کو اس طریقے سے قبر کی حیات پر دلیل بنائیں تو یہ بات آیت کے اسلوب کے قریب ہے۔[1]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں:

قَالَ الثَّوْرِيّ عَنْ السُّدِّيّ عَنْ أَبِي صَالِح "كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاَللہِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا، الخ" قَالَ يُحْيِيكُمْ فِي الْقَبْر ثُمَّ يُمِيتكُمْ۔

ترجمہ: ثوری نے سدی سے روایت کیا انہوں نے ابو صالح سے روایت کیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاَللہِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا، الخ" فرمایا: (ثم یحییکم) سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبر میں زندہ فرمائے گا، پھر تمہیں موت دے گا۔[2]

علامہ ابو السعود اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ثم یحییکم بالنشور یوم ینفخ فی الصور او السوال فی القبور و ایاما کان فھو متراخ من زمان الاماتۃ۔

ترجمہ: پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا کا مطلب یہ ہے کہ نفخۂ ثانیہ کے بعد قبروں سے تمہیں نکالے گا، یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قبور میں سوال کے لئے تمہیں زندہ فرمائے گا، کچھ بھی ہو یہ حیات زمانہ اماتت کے بعد ہو گی۔[3]

---

1 (التفسیر الکبیر، ج ۱، ص ۴۱۲، دار الفکر، بیروت)
2 (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۸۶، مؤسسۃ الریان، بیروت)
3 (تفسیر ابو السعود، جلد اول، ص ۶۲)

یہی عبارت تفسیر بیضاوی، جلد اول، ص ۱۵۰ پر بھی ہے۔

اس معنی اور مفہوم کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے جن کو یہاں خوفِ طوالت سے ذکر نہیں کیا جارہا۔ صرف ایک روایت جو محدثین کے نزدیک درجہ صحت پر پہنچی ہوئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: "اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، "، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ". قَالَ: "فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا (الیٰ) حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ، وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى". قَالَ: "فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟، الخ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ کی طرف گئے۔ پس جب ہم قبر تک پہنچے تو وہ ابھی تک کھودی نہیں گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف فرما ہوگئے اور ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے، یوں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دست مبارک میں لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے، پھر آپ نے اپنا رخ انور اٹھایا اور فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا: بندۂ مؤمن کا جب دنیا سے منقطع ہونے کا اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں، گویا کہ ان کے چہرے سورج کی طرح منور ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ اس کے پاس حدِ نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: اے اطمینان والی جان! لوٹ جا اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف۔ فرمایا: تو اس کی روح (اس طرح آسانی سے) نکلتی ہے جیسے مشک میں سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں پھر وہ اس کی روح کو پکڑتے ہیں۔۔۔ الی۔۔۔ یہاں تک کہ وہ اس کی روح کو ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں، تو اللہ رب العزت فرماتا ہے: میرے بندہ کا نامۂ اعمال علیین مین درج کرو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان کو مٹی سے ہی پیدا فرمایا

ہے اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:) پھر اس بندۂ مومن کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: بتا! تیرا رب کون ہے؟ الیٰ آخر الحدیث۔[1]

اس حدیث کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں:

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔

ترجمہ: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔[2]

علامہ ذہبی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

و ھو علیٰ شرطھما فقد احتجا بالمنھال۔

ترجمہ: یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے منھال سے احتجاج کیا ہے۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد حافظ نور الدین الہیثمی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

رواہ احمد و رجالہ رجال صحیح۔

ترجمہ: اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح اور ثقہ ہیں۔[4]

علامہ منذری فرماتے ہیں:

قال البیھقی: ھذا حدیث صحیح الاسناد۔[5]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

ھذا حدیث مشھور مستفیض صححہ جماعۃ من الحفاظ و لا نعلم احدًا من ائمۃ الحدیث طعن فیہ بل رووہ فی کتبھم و تلقون بالقبول و جعلوہ اصلاً من اصول الدین فی عذاب القبر و نعیمہ و مسئلۃ منکر و نکیر و قبض الارواح و صعودھا الی بین یدی اللہ ثم رجوعھا الی القبر۔

---

[1] (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۵۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۱۲۰۵۹، السنۃ لعبد اللہ بن احمد، رقم الحدیث: ۱۴۳۸، الشریعۃ للاجری، رقم الحدیث: ۱۸۶۴، الایمان لابن مندہ، رقم الحدیث: ۱۰۶۴، اثبات عذاب القبر للبیھقی، رقم الحدیث: ۴۴، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۳۹۰، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب: المسالۃ فی القبر و عذاب القبر، رقم الحدیث: ۴۷۵۳، المستدرک، ج ۱، ص ۳۹)

[2] (مستدرک، ج ۱، ص ۳۹)

[3] (تلخیص المستدرک، ج ۱، ص ۳۸)

[4] (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۵۰)

[5] (الترغیب والترھیب، ج ۲، ص ۲۶۵)

ترجمہ: یہ حدیث مشہور اور مستفیض ہے، حفاظ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے اس حدیث میں طعن کیا ہو بلکہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے اور اس کو قبول کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کو اصولِ دین کی ایک اصل بنایا، عذاب و راحت میں، منکر نکیر کے سوال و جواب، ارواح کے قبض کرنے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے اور پھر ان کو قبر کی طرف لوٹانے کے سلسلہ میں۔[1]

اسی طرح علامہ قرطبی نے التذکرہ صفحہ ۳۴ پر، ابن تیمیہ نے شرح حدیث النزول، ص ۴۷ پر، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری، ج ۱۰، ص ۲۲۴ پر، علامہ سبکی نے شفاء السقام، ص ۱۵۰ پر، مولانا عبد العزیز فرہاوری نے نبراس، ص ۳۲۴ اور مسلک دیوبند کی ثقہ شخصیت مولوی سرفراز خان گکھڑوی نے تسکین الصدور، ص ۱۱۰ پر اس حدیث کو صحیح اور روات کو ثقہ قرار دیا ہے۔

محل استدلال و استشہاد یہ ہے کہ اگر ایک عام میت اپنی قبر میں زندہ ہوتی ہے اور اس کی حیات نصوصِ قرآنی سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کا انکار غوایت و گمراہی ہے تو نبی مکرم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ بحیات کیوں نہیں ہوں گے جو کہ مخلوقات کے ہر کمال میں برزخِ کبریٰ اور وسیلۂ عظمیٰ ہیں اور جن کی متابعت اور غلامی سے غلام و امتی حیاتِ جاوداں پا رہے ہیں تو کتنی سخت بے قدری ہوگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی۔ کہ اگر آپ کو آپ کی قبر میں مردہ اور العیاذ باللہ تعالیٰ شعور و ادراک سے بے بہرہ مانا جائے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تو اس بندے کو بھی ملحد قرار دیتے ہیں کہ جو عام میت کی حیات اور اس کے ادراک و شعور کا انکار کرے، تو سوچیئے ان کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات کا انکار کس قدر اشد و اغلظ ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست۔

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اموات کے ادراک و شعور کا انکار کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔[2]

---

[1] (کتاب الروح، ص ۵۸، ۵۹)

[2] (فتاویٰ عزیزی، ج ۱، ص ۸۸)

تیسری اور چوتھی دلیل

اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرۃ ۱۵۴)

ترجمہ: اور تم مردہ نہ کہو ان کو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (۱۶۹) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (آل عمران ۱۷۰)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہرگز ان کو مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

ان دو آیات سے معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہیں اور ان کی حیات قرآن مجید کی نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ یہ آیات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بالخصوص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر متعدد وجوہ سے بڑی واضح دلیل ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ قرآن عظیم الشان کی نص قطعی سے ثابت ہے کہ شہداء تیسرے درجے پر فائز ہیں جبکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پہلے درجے پر فائز ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ ہیں اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

سو پہلا درجہ نبوت کا ہے اور تیسرا درجہ شہادت کا۔ تو بڑے تعجب کی بات ہو گی کہ تیسرے درجے پر فائز ہونے والے تو حیاتِ جاوداں سے سرفراز ہو جائیں اور پہلے درجے والے حیاتِ جاوداں سے محروم رہیں۔ بلکہ یہ ترتیب اس امر کی متقاضی ہے کہ حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، حیاتِ شہداء سے اقویٰ و اکمل ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ ومقام، عزت ووجاہت، شہداء سے فزوں تر ہے۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

حیاتِ انبیاء قوی تر از حیاتِ اولیاء و حیاتِ شہداء۔

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ برزخی، اولیاء اور شہداء کی زندگیوں سے زیادہ قوی ہے۔[1]

دلیل یہ ہے کہ شہید کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے بعد از عدت نکاح کیا جا سکتا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرنا حرام و ممنوع ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا (الأحزاب ۵۳)

ترجمہ: اور تم ان کے بعد کبھی ان کی ازواج سے نکاح مت کرو۔

نیز شہید کی میراث حسبِ حکمِ شریعت تقسیم ہوتی ہے، جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ وہ جو چھوڑیں امت پر صدقہ ہوتا ہے۔

معروف حدیث میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں، ہم جو چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہے۔[2]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ جَاءَتْ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنِّي لَا أُورَثُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وراثت کا سوال کرنے آئیں تو ان دونوں نے

---

[1] (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۱۹۶)

[2] (صحیح بخاری، فرض الخمس، باب: فرض الخمس، رقم الحدیث: ۳۰۹۳، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۷۱۲، ۴۰۳۶، ۴۲۴۱، ۶۷۲۶، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب: حکم الفیء، رقم الحدیث: ۴۵۵۲، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب: فی صفایا رسول اللہ ﷺ من الاموال، رقم الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، سنن الترمذی، کتاب السیر، باب: ما جاء فی ترکۃ رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱۶۱۰، دار المعرفه، بیروت، سنن النسائی، کتاب: قسم الفیء، رقم الحدیث: ۴۱۵۹، دار الفکر بیروت، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۶۰۸، شرح السنه، رقم الحدیث: ۳۷۳۲)

فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرا کوئی وارث نہیں ہوگا، یعنی میرے ترکہ میں وراثت تقسیم نہیں ہوگی۔[1]

۲۔ شہید جو مرتبۂ شہادت کی کرامت پر فائز ہوا ہے تو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی غلامی، آپ کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے ہوا ہے، اگر کوئی آدمی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائے اور آپ کی پیروی و متابعت نہ کرے تو وہ شہید تو کجا مؤمن و مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر و جہنمی ہے جس پر قرآن و حدیث کے سینکڑوں، ہزاروں دلائل ہیں۔ سو جب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والا شہید زندہ ہے تو جن کی پیروی سے یہ کرامت ملی ہے وہ خود اپنی قبر انور میں زندہ و بحیات کیوں نہ ہوں گے؟ یہ عجیب قسم ہوگی کہ محکوم، امتی اور خادم تو خدمت و غلامی کی وجہ سے قبر میں زندہ ہوں اور حاکم، نبی اور مخدوم حیات و ادراک اور شعور و احساس سے کلیۃً عاری و محروم ہوں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ من سوء العقیدۃ۔**

۳۔ شہید کی صرف موت اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ اس کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے رستے میں گزری ہو، کچھ ایسے کافر بھی تھے جنہوں نے میدانِ جنگ میں اسلام قبول کیا اور وہیں میدانِ جنگ میں مرتبۂ شہادت پر فائز المرام ہو کر حیاتِ ابدی سے بہرہ یاب ہوئے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ:

ایک بندے نے اس وقت ایمان قبول کیا جبکہ مسلمان غزوۂ احد میں تھے تو وہ بھی غزوۂ احد میں شامل ہو کر لڑا اور شہید ہو گیا۔[2]

سو شہید کی موت فی سبیل اللہ ہوتی ہے، اس کی زندگی ضروری نہیں کہ فی سبیل اللہ ہو جبکہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فقط وفات فی سبیل اللہ نہیں بلکہ حیات اقدس کا ایک ایک لمحہ فی سبیل اللہ ہے، آپ نے اپنی حیات طیبہ میں باطل وطغیان اور شرک و کفر کی بیخ کنی و استیصال کے لئے مساعی جمیلہ بلیغہ اور جہد مسلسل فرمائی، دلیل و حجت کے ذریعے بھی جہاد فرمایا اور سیف و سنان کے ذریعے بھی جہاد و قتال فرمایا۔ یہاں تک کہ دینِ حق، دینِ اسلام کو ایک غالب دین کی حیثیت میں پوری دنیا پر آشکارا فرمایا۔ سو بڑی حیران کن بات ہوگی کہ جس کی فقط موت فی سبیل اللہ ہے وہ تو ہوا زندہ و جاوید اور جس

---

[1] (سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی ترکۃ رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱۶۰۹، دار المعرفہ، بیروت)

[2] (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۵۳۷)

مبارک ہستی کا ایک ایک لمحہ اور وصال وحیات فی سبیل اللہ ہے، ان کے متعلق یہ نظریہ ہو کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں تو اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہو گی؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٦٢) لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الأنعام١٦٣)

ترجمہ: محبوب فرمادو! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا وفات پانا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، اور مجھے اسی بات پر مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

شہید کی برزخی حیات کی علت "فی سبیل اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونا ہے، اگر یہ علت نکل جائے تو پھر شہادت اور حیاتِ جاوداں کا کوئی معنی نہیں رہتا۔ کتنے ہی لوگ کافر قتل کئے جاتے ہیں لیکن وہ شہید نہیں حتیٰ کہ کتنے مسلمان قصاصاً قتل ہوتے ہیں بلکہ میدانِ جنگ میں قتل ہوتے ہیں لیکن مقصود اعلائے کلمۃ اللہ کی بجائے ریا و سمع اور مال وزر ہوتا ہے تو وہ بھی شہید نہیں کہلاتے، سو معلوم ہوا کہ شہید کی شہادت و حیات کی علت "فی سبیل اللہ" ہے اور یہی علت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیات ووصال میں قرآن بیان فرمارہا ہے: مَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام١٦٢) سو اگر شہید اس علت کی وجہ سے زندہ ہے تو یقیناً قطعاً نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ علت بطریق اتم پائی جاتی ہے، سو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی اپنی قبر انور میں زندہ وبحیات ہیں۔ **والحمدللہ علیٰ ذلک!**

۴۔ شہید دو طرح کے ہیں: حقیقی اور حکمی۔ حقیقی شہید وہ ہے جو میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں مارا جائے اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ جو میدانِ جنگ میں تو نہیں مارے جاتے لیکن شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بھی شہید قرار دیا ہے۔ وہ حکمی شہداء ہیں، ان کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ یہاں پر نہ تو تمام اقوال نقل کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی حکمی شہداء پر دلالت کرنے والی تمام احادیث نقل کی جاسکتی ہیں، تبرکاً وتیمناً دو عدد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِيقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: شہید پانچ ہیں (اس میں حصر نہیں) (۱) طاعون میں مرنے والا (۲) پیٹ کے مرض میں مرنے والا (۳) غرق ہونے والا (۴) دب کر مرنے والا، اور (۵) اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والا۔ [1]

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ، أَوْ دُونَ دَمِهِ، أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے خون کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنی بیوی کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ [2]

علامہ عینی نے احادیث کے حوالے سے حکمی شہداء کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تعداد بیس لکھی ہے۔ [4]

اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے ان کی تعداد تیس بیان کی ہے۔ [5]

اور شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی نور اللہ مرقدہ نے ان کی تعداد احادیث کی روشنی میں پینتالیس بیان فرمائی ہے۔ [6]

ان حکمی شہداء میں ایک قسم شہید کی یہ ہے کہ جسے زہر دے کر مارا گیا ہو اور یہ بات درجۂ استناد پر پہنچی ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور آپ کا وصال مبارک بھی اسی زہر کے اثر سے ہوا۔

---

1 (صحیح بخاری، کتاب: الجهاد والسیر، باب: الشهادة سبع سوی القتل، رقم الحدیث: ۲۸۲۹، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الامارة، باب: بیان الشهداء، رقم الحدیث: ۴۹۴۰، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الجنائز، باب: فی فضل من مات بالطاعون، رقم الحدیث: ۳۱۱۱، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب: الجنائز، باب: ماجاء فی الشهداء من هم؟ باب: ۱۰۶۳، دار المعرفه، بیروت، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث: ۴۳۱، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۶۶۹۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۸۳۰، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۹۴۱۲)

2 (سنن ابو داؤد، کتاب: السنة، باب: فی قتال اللصوص، رقم الحدیث: ۴۷۷۲، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب: الدیات، باب: ماجاء فیمن قتل دون ماله فهو شهید، رقم الحدیث: ۱۴۲۰، دار المعرفه، بیروت، سنن النسائی، کتاب: تحریم الدم، باب: من قتل دون ماله، رقم الحدیث: ۴۱۰۱، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب: الحدود، باب: من قتل دون ماله فهو شهید، رقم الحدیث: ۲۵۸۰، دار السلام، ریاض)

3 (عمدة القاری، ج۵، ص ۲۵۳)

4 (فتح الباری، ج۳، ص ۲۶۰)

5 (رد المحتار، ج۳، ص ۲۶۱)

6 (شرح صحیح مسلم، ج۵، ص ۹۴۵)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زہر دینے کی روایت یہ ہے:

عن أبی سلمة قال كان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم يأكل الهدية و لا يقبل الصدقة فأهدت له امرأة من يهود خيبر شاة مصلية فتناول منها و تناول منها بشر بن البراء ثم رفع النبی يده ثم قال: إن هذه تخبرنی أنها مسمومة۔ فمات بشر بن البراء فأرسل إليها النبی ما حملك على ما صنعت۔ فقالت إن كنت نبيا لم يضرك شیء۔

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تحفے کو تناول فرما لیتے لیکن صدقہ قبول نہ فرماتے، خیبر کے رہنے والے یہودیوں میں سے ایک عورت نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری ہدیۃً پیش کی۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا، آپ کے ہمراہ بشر بن براء نے بھی کھانا شروع کیا۔ پھر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنا دست مبارک اٹھا لیا اور فرمایا: اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، بشر تو فوت ہو گئے، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے جواب دیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو کوئی چیز نقصان نہ دے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی حکمت و مشیت سے اس زہر کے اثر کو روک لیا۔ یہاں تک کہ جب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال مبارک کا وقت آیا تو اس زہر کا اثر عود کر آیا تاکہ محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مرتبۂ شہادت سے بھی سرفراز ہو جائیں۔[1]

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس مرض میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال ہوا تھا، اس میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگِ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔[2]

---

[1] (سنن ابو داؤد، کتاب: الدیات، باب: من قتل بعد اخذ الدیۃ، رقم الحدیث: ۴۵۱۲، دار السلام، ریاض، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۶۸، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۹۶۷، سنن کبریٰ، رقم الحدیث: ۱۵۷۸۴، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۲۰۲، الادب المفرد، رقم الحدیث: ۲۴۳، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۰۰۱۹)

[2] (صحیح بخاری، کتاب: المغازی، باب: مرض النبی ﷺ ووفاتہ، رقم الحدیث: ۴۴۲۸، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الدیات، باب: من قتل بعد اخذ الدیۃ، رقم الحدیث: ۴۵۱۲، دار السلام، جامع معمر بن راشد، رقم الحدیث: ۱۹۸۱۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۳۹۳۳، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۶۸، مسند البزار، رقم الحدیث: ۱۱۴، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۹۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۱۸، معرفۃ السنن والآثار، رقم الحدیث: ۱۹۴۲۹)

یہ احادیث اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال مبارک اس زہر کے اثر سے ہوا تھا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبۂ شہادت عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل المرتبت صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہیں۔

لفظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قَالَ: لأَنْ أَحْلِفَ تِسْعًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ شَهِيدًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً أَنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ، ذَلِكَ أَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَهُ نَبِيًّا، وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نو مرتبہ قسم اٹھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم شہید کئے گئے ہیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھا کر کہوں کہ آپ کو شہید نہیں کیا گیا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی بنایا ہے۔[1]

سو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال مبارک زہر کے اثر کی وجہ سے ہوا اور اسی وجہ سے آپ کی رگ منقطع ہوئی تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو معنوی اور حکمی شہادت کا درجہ عطا فرمایا ہے۔

بعض محققین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معنوی اور حکمی شہادت پر اس سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قلبی تمنا اور خواہش تھی کہ آپ کو حقیقی شہادت ملے، صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی مرتبہ شہادت ملے۔

حدیثِ صحیح میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰہِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ ہو جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔[2]

---

[1] (مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث: ۹۵۷۱، مسند احمد، رقم الحدیث: ۳۸۷۳، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۳۹۴)

[2] (صحیح بخاری، کتاب: الایمان، باب: الجهاد من الایمان، رقم الحدیث: ۳۶، اطراف الحدیث: ۲۷۸۷، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۴۵۷، ۷۴۲۳، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب: فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۴۸۵۹، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب: الجهاد، باب: الرخصة فی التخلف عن السریة، رقم الحدیث: ۳۰۹۵، دار الفکر، بیروت، مسند الحمیدی، رقم الحدیث:

ایک طرف محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ تمنا و خواہش تھی اور دوسری طرف اللہ جل مجدہ کا وعدہ ہے:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ ٦٧)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ جل مجدہ کے وعدہ میں خلاف نہیں ہوتا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (آل عمران ۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيعَادَ (الزمر ٢٠)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

اور دوسری طرف نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا اور خواہش ہے شہادت کا مرتبہ پانے کی، اور محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خواہش، تمنا اور چاہت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسترد نہیں فرمایا۔

کمافی الحدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: (یارسول اللہ!) میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ آپ کا رب عزوجل آپ کی خواہش اور تمنا کو فوراً پورا فرما دیتا ہے۔[1]

تو ہوا یہ کہ محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور آپ کے محبوب لخت جگر اور نواسے، امام عالی مقام، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان اتنی وحدت، اتنا اتصال اور اتحاد فرما دیا گیا کہ دونوں شخصیت کے معاملات ایک قرار پائے۔

چنانچہ معروف حدیث میں ہے:

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا۔

١٠٧٠، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ١٩٣١٥، مسند احمد، رقم الحدیث: ٩٤٨٠، مسند البزار، رقم الحدیث: ٩٣٩٨، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ١٢٩١، مسند الشامیین للطبرانی، رقم الحدیث: ١٢٠٠، شرح السنۃ للبغوی، رقم الحدیث: ٢٦١٢)

[1] (صحیح بخاری، کتاب: التفسیر سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: ٤٧٨٨، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: النکاح، باب: جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، رقم الحدیث: ٣٦٣١، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب: النکاح، باب: ذکر امر رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ٣١٩٦، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو حسین سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔[1]

اس حدیث میں ہے: "حسین منی" حسین مجھ سے ہے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نواسے اور بیٹے ہیں، کما قال: ھذان ابنای۔

لیکن یہ بات کہ "انا من حسین" میں حسین سے ہوں کا کیا مطلب ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ عرفاً یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب فریقین کے درمیان اتنا اتحاد والصاق اور اتصال و قرب ہو جائے کہ ان کے معاملات میں کوئی فرق نہ رہے، بلکہ معاملات میں وحدت ویگانگت ہو جائے، سو یہاں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یہ ظاہر فرمانا چاہتے ہیں کہ حسین اور میرے درمیان اتنا قرب، اتصال اور اتنا اتحاد والصاق ہے کہ اس کا اور میرا معاملہ ایک ہے، جو حسین سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا، جو حسین سے عداوت رکھے گا وہ مجھ سے عداوت رکھے گا، جو حسین کا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا، جو حسین سے جنگ کرے گا وہ مجھ سے جنگ کرے گا، جو حسین سے صلح کرے گا وہ مجھ سے صلح کرے گا اور جو حسین کو شہید کرے گا وہ مجھے شہید کرے گا۔

سو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اپنا وعدہ عصمت و حفاظت اس طرح پورا فرمایا کہ آپ میدان جنگ میں تو شہید نہ ہوئے لیکن آپ کے حسین کو آپ کا مظہر بنا دیا اور حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا میں شہادت عطا فرما دی، اور اس شہادت کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حقیقی شہادت بنا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے معنوی اور حکمی شہادت بنا دیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا شہید ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ آپ قرآنی نص کی رو سے زندہ و جاوید ہیں اور برزخ و قبر میں حیات جاوداں سے متصف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

---

[1] (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رقم الحدیث: ۳۷۷۵، دارالمعرفہ بیروت، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، ج ا، ص ۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۳۲۱۹۶، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۳۶۱، مسند احمد، ج ۲۹، ص ۱۰۳، رقم الحدیث: ۱۷۵۶۱، الادب المفرد، ج ا، ص ۱۹۰، صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص ۴۲۸، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۲۵۸۶، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۸۲۰)

پانچویں دلیل

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبروں میں زندہ ہونے کی ایک دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ (السجدة ۲۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔

کئی مفسرین کے نزدیک "لقائہ" میں "ہ" ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ ملاقات حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معراج کی رات میں ہوئی جیسا کہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے، نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی بلکہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں جمع ہوئے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امامت کروائی، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز پڑھی، بشمول حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے خطبے پڑھے اور اپنے فضائل و مناقب بیان فرمائے جیسا کہ احادیث کے دلائل میں وضاحت سے ثابت ہوگا۔ تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیت المقدس میں جمع ہونا، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھنا، اور خطبے پڑھنا اور سماعت کرنا ان کے زندہ و بحیات ہونے کی اتنی قوی دلیل و برہان ہے کہ کوئی بھی ذی شعور اور عقل مند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

امام علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

يقول تعالى ذكره: ولقد آتينا موسى التوراة، كما آتيناك الفرقان يا محمد (فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ) يقول: فلا تكن في شك من لقائه، فكان قتادة يقول: معنى ذلك: فلا تكن في شك من أنك لقيته، أو تلقاه ليلة أسري بك، وبذلك جاء الأثر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

عن ابن عباس - قال: قال نبيّ الله صلى الله عليه وسلم: أُرِيتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى بنَ عِمْرَانَ، الخ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی، جیسا کہ اے محمد! ہم نے آپ کو فرقان عطا فرمایا۔ پس تم اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ معراج کی رات جو تمہاری موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اس میں شک نہ کرنا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے حدیث بھی ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات مجھے (حضرت) موسیٰ بن عمران دکھائے گئے تھے۔[1]

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلًا مَرْبُوعًا مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللهُ إِيَّاهُ {فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ}۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی، اس رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا، ان کا گندمی رنگ، لمبا قد اور گھنگریالے بال تھے، وہ ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوء کا کوئی شخص ہو اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ان کا درمیانہ قد، درمیانہ جسم، رنگ سرخ وسفید اور سر کے بال سیدھے تھے، اور میں نے مالک کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ تھے اور دجال کو بھی دیکھا، یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی ہیں، پس تم ان سے ملاقات کے متعلق کوئی شک وشبہ نہ رکھنا۔[2]

امام طبرانی کی معجم کبیر میں یہ لفظ ہیں:

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ: (وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ) (الإسراء: ۲) قَالَ: جَعَلَ مُوسَى هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ۔ وَفِي قَوْلِهِ: (فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ) (السجدة: ۲۳) قَالَ: مِنْ لِقَاءِ مُوسَى عليه الصلوٰة والسلام۔

ترجمہ: ابو العالیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ) کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ) کے متعلق فرمایا کہ تم موسیٰ کی ملاقات میں شک نہ کرنا۔[3]

---

[1] (جامع البیان، ج ۱۰، ص ۲۵۰، رقم الحدیث: ۲۸۲۹۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

[2] (صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، باب: ۷، رقم الحدیث: ۳۲۳۹، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الایمان باب: الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات، رقم الحدیث: ۴۱۹، دار الکتاب العربی، بیروت)

[3] (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۲، ص ۱۶۰، رقم الحدیث: ۱۲۷۵۸)

درج ذیل کتب تفاسیر میں بھی یہ تفسیر موجود ہے:

تفسیر مجاھد، ج ۱، ص ۵۴۵، تفسیر ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۷۸۵۳، تفسیر سمرقندی، ج۳، ص ۳۹، التفسیر الوسیط للواحدی، ج۳، ص ۴۵۵، تفسیر بغوی، رقم الحدیث: ۱۲۶۸، زاد المیسر، ج۳، ص ۴۴۳، تفسیر البیضاوی، ج۴، ص ۲۲۲، تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص ۱۸۲۹، تفسیر نسفی، ج۳، ص ۱۱، تفسیر الخازن، ج۳، ص ۴۰۶، تفسیر الجلالین، ج ۱، ص ۵۴۷۔

سو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا معراج کی رات جملہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملنا اور ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیت المقدس میں جمع ہو کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ادا کرنا، اس امر پر قوی برہان ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور وہ باذن اللہ تعالیٰ جہاں جانا چاہیں وہاں جاسکتے ہیں۔ اس پر ایک دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے۔

چھٹی دلیل

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف ۴۵)

ترجمہ: اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور اللہ ٹھہرائے جن کی عبادت کی جائے۔

حافظ ابن کثیر الدمشقی اس آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَاسْأَلْهُمْ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جُمِعُوا لَهُ۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب! تم انبیاء ومرسلین سے معراج کی رات سوال کرو کیونکہ وہ سب اس رات میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جمع تھے۔[1]

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال ابن زيد، في قوله: (وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ) ... الآية، قال: جمعوا له ليلة أُسري به ببيت المقدس، فأمهم، وصلى بهم، فقال الله له: سلهم، قال: فكان أشدّ إيمانا ويقينا بالله وبما جاء من الله أن يسألهم فلم يكن فی شک، ولم يسأل الأنبياء، ولا الذين يقرءون الكتاب۔

---

[1] (تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص ۲۰۹۲، مؤسسۃ الریان، بیروت)

ترجمہ: ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ) الآیۃ کے متعلق فرمایا: شب معراج تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بیت المقدس میں جمع کیا گیا، تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو امامت کرائی اور انہیں نماز پڑھائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے سوال کر لیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا اور آپ کو اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں تھا، اس لئے آپ نے نہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور نہ ان کی امتوں سے۔[1]

یہ تفسیر بھی درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

تفسیر کبیر، ج ۹، ص ۶۳۵، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۶، ص ۸۸، تفسیر بیضاوی مع الخفاجی، ج ۹، ص ۳۹۴، روح البیان، ج ۸، ص ۵۰۱، روح المعانی، ج ۲۵، ص ۱۳۲، الکشاف، ج ۴، ص ۲۵۸، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، ج ۷، ص ۴۷۱۔

انبیاء کرام اور رُسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال تب ہو سکتا ہے جب ان کے اندر قوتِ سامعہ، قوتِ مدرکہ، قوتِ ناطقہ اور قوت تکلم تسلیم کی جائے، اس لئے کہ ان قوی اور حواس کے بغیر سوال پوچھنا ممکن و محال ہے جیسا کہ جمادات و نباتات جو ان قویٰ سے محروم ہیں سے سوال کرنا غیر معقول ہے۔ اور یہ قویٰ، یہ مدرکات، یہ احساسات، حیات کے لوازمات و مقتضیات میں سے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ قوتِ سماعت ہو پر حیات نہ ہو، قوتِ مدرکہ و ناطقہ ہو پر حیات نہ ہو، قوتِ تکلم ہو پر حیات نہ ہو۔ سو قرآن عظیم الشان کی یہ آیت واضح تصور دے رہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام قبر و برزخ میں اپنے قویٰ ادراکات واحساسات سمیت زندہ وبحیات ہیں۔ والحمد للہ علی ذٰلک!

ساتویں دلیل

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زندہ وبحیات ہونے کی ایک دلیل قرآنِ مجید، فرقان حمید کی یہ آیت کریمہ ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ (سبا ۱۴)

ترجمہ: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا تو جنوں کو حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

[1] (جامع البیان، ج ۱۱، ص ۱۹۲، رقم الحدیث: ۳۰۸۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جنات و شیاطین، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع و مسخر تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان جنات کو بیت المقدس کی تعمیر، تکمیل اور تتمیم کا حکم دیا، لوگوں میں جنات کے متعلق یہ غلط فہمی مشہور تھی کہ وہ غیب دان ہیں اور مخفی معاملات ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کے اس زعم باطل کو غلط ظاہر فرمانے کے لئے بیت المقدس کی تعمیر کے دوران ہی حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت وارد فرمادی۔ آپ اس وقت اپنے عصا سے ٹیک لگا کر جنات کے کام کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ سو جب آپ پر موت وارد ہوئی تو جنات، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ڈر اور دبدبہ کی وجہ سے مسلسل کام میں لگے رہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سر پر کھڑے ہو کر ہمارے کام کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے اور جنات مسلسل کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپ کے عصا کو دیمک نے چاٹ لیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر تشریف لائے تو اس وقت جنات پر عیاں ہوا کہ آپ تو کافی عرصہ پہلے انتقال فرما چکے تھے اور لوگوں کے اس غلط گمان کا بھی ابطال ہو گیا کہ جنات غیب جانتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

عن قتادة، قال: كانت الجن تخبر الإنس أنهم كانوا يعلمون من الغيب أشياء، وأنهم يعلمون ما في غد، فابتلوا بموت سليمان، فمات فلبث سنة على عصاه وهم لا يشعرون بموته، وهم مسخرون تلك السنة يعملون دائبين (لَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ) ويعملون له حولا۔

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں: جنات نے انسانوں کو خبر دی کہ وہ کچھ غیب کو جانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آئندہ کل میں کیا ہو گا۔ پس وہ آزمائے گئے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت کے ساتھ۔ جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا تو وہ ایک سال اپنے عصا پر کھڑے رہے اور جنات کو ان کی موت کا علم نہ ہوا اور وہ اس سال میں مسخر ہو کر پورا سال کام کرتے رہے، پس جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام گر گئے تو جنات پر واضح ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے تو ذلت والے عذاب میں ٹھہرے نہ رہتے۔[1]

اس آیت کریمہ سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر استدلال و استشہاد اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پورا ایک سال کھڑے رہے اور اگر عصا نہ گرتا تو آپ بھی زمین پر تشریف نہ لاتے اور پورے سال میں آپ کے بدن میں کوئی تغیر بھی رونما نہ ہوا، نہ جسم پھٹا، نہ جسم پھولا بلکہ بدن صحیح و سالم رہا بلکہ لکڑی جس میں انسانی بدن سے زیادہ

---

[1] (جامع البیان، ج ۱۰، ص ۳۵۹، رقم الحدیث: ۲۸۷۷۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

صلابت و سختی ہوتی ہے اس میں تغیر رونما ہوگیا، وہ لکڑی ٹوٹ گئی لیکن اللہ عزوجل کا نبی تغیر و تبدل سے محفوظ رہا، جو کہ اس بات کی بین و صریح دلیل ہے کہ وصال کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدان و اجسام تغیر و تبدل سے اور تعفن و تفسخ سے محفوظ و سالم ہوتے ہیں اور بدن کا محفوظ رہنا بھی حیات و زندگی کا مقتضی ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد از وصال جسمانی حیات سے نوازا جاتا ہے۔

احادیث کے دلائل۔۔۔آٹھویں دلیل

کثیر احادیث صحاح سے بالعموم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور بالخصوص نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی برزخی حیات ثابت ہے، جن میں سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

امام حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ تمیمی روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی حدثنا یحیی بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔

ترجمہ: (امام ابو یعلیٰ بیان کرتے ہیں) ہم سے حدیث روایت کی ابو الجہم الازرق بن علی نے وہ کہتے ہیں: ہمیں حدیث روایت کی یحییٰ بن ابی بکیر نے، وہ کہتے ہیں: ہمیں حدیث روایت کی ہے مستلم بن سعید نے، انہوں نے حجاج سے، انہوں نے ثابت البنانی سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ [1]

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الانبياء في قبورهم أورد فيه حديث أنس الانبياء أحياء في قبورهم يصلون أخرجه من طريق يحيى بن أبي كثير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وهو بن أبي زياد البصري وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه وأخرجه أيضا أبو يعلى في مسنده من هذا الوجه وأخرجه البزار لكن وقع عنده عن حجاج الصواف وهو وهم والصواب الحجاج الاسود كما وقع التصريح به في رواية البيهقي وصححه البيهقي۔

ترجمہ: اور بے شک امام بیہقی نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں میں حیات کے متعلق لطیف و نفیس کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں یہ حدیثِ انس بھی وارد کی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو امام

---

[1] (مسند ابو یعلیٰ، مسند ثابت البنانی عن انس، ج۳، ص ۱۴۰، رقم الحدیث: ۳۴۲۵۔ دار الفکر، بیروت، مجمع الزوائد للهیثمی، ج۸، ص ۲۱۱، حیاة الانبیاء للبیهقی، ص۳، مسند البزار، رقم الحدیث: ۶۸۸۸، المطالب العالیة، رقم الحدیث: ۳۴۵۲، سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، رقم الحدیث: ۶۲۱)

بیہقی نے روایت کیا ہے یحییٰ بن ابی کثیر سے اور وہ صحیح و ثقہ رجال میں سے ہے۔ اور یحییٰ نے روایت کیا ہے مستلم بن سعید سے اور امام احمد اور امام ابن حبان نے مستلم کی توثیق کی ہے اور مستلم نے روایت کیا ہے الحجاج الاسود، اور وہ ابن ابی زیاد بصری ہے، اس کی امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے توثیق کی ہے اور الحجاج الاسود نے روایت کیا ہے ثابت البنانی سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ابو یعلیٰ نے بھی اپنی مسند میں یہ حدیث اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ امام بزار نے اس بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے مگر ان کی سند میں حجاج الصواف کا ذکر ہے لیکن یہ ان کا وہم ہے، صحیح الحجاج الاسود ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں صراحت واقع ہوئی ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تمام رواۃ ورجال کو صحیح اور ثقہ قرار دے رہے ہیں اور یہ علامہ ابن حجر عسقلانی وہ ہیں کہ جن کی تہذیب اور تدریب پر رواۃ کی تصحیح و تضعیف کا دارومدار ہے۔ ان کی توثیق کے بعد اگرچہ کسی کی وضاحت کی ضرورت نہیں لیکن اس حدیث کی صحت کے متعلق چند مزید علماء کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

صح خبر: الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔

ترجمہ: صحیح حدیث ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔[2]

علامہ زین الدین محمد عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی فرماتے ہیں:

(الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون) لأنهم كالشهداء بل أفضل وقال السمهودي رجاله ثقات وصححه البيهقي۔

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں کیونکہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ انکی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے۔ علامہ سمہودی نے فرمایا: اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی فرماتے ہیں:

جمع البيهقي كتاباً لطيفاً في حياة الأنبياء وروى فيه بإسناد صحيح عن أنس مرفوعاً: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون۔

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۶، ص۴۸۷، دار المعرفہ، بیروت)
[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب: الجمعۃ، ج۳، ص۱۰۲۰، دار الفکر، بیروت)
[3] (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج۱، ص۴۲۶، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)

ترجمہ: امام بیہقی نے ایک لطیف و نفیس کتاب جمع فرمائی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر اور اس میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔[1]

علامہ محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی لکھتے ہیں:

وَوَرَدَ النَّصّ فِي كِتَابِ اللهِ فِي حَقّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاء يُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَيَاة فِيهِمْ مُتَعَلِّقَة بِالْجَسَدِ فَكَيْف بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ. وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ: أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ رَوَاهُ الْمُنْذِرِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے حق میں نص وارد ہوئی ہے کہ بے شک وہ زندہ ہیں، انہیں روزی دی جاتی ہے اور بے شک زندگی ان میں، ان کے جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے (یعنی شہداء کی حیات جسمانی ہوتی ہے) تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کتنی اعلیٰ ہوگی اور تحقیق حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اس حدیث کو منذری نے روایت کیا اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[2]

یہی عبارت علامہ عظیم آبادی کی عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج۳، ص ۲۶۱ پر موجود ہے۔

علامہ ابن الملقن سراج الدین عمر بن علی بن احمد الشافعی فرماتے ہیں:

قَالَ الْبَيْهَقِيّ: وَقد رُوِيَ من حَدِيث يَحْيَى بن أبي بكير، عَن المستلم بن سعيد بِهِ، قَالَ أَعنِي الْبَيْهَقِيّ فِي غير هَذَا الْكتاب: وَهَذَا إِسْنَاد صَحِيح. وَهُوَ كَمَا قَالَ، لِأَن رِجَاله كلهم ثِقَات۔

ترجمہ: امام بیہقی نے فرمایا: یہ حدیث یحییٰ بن ابی بکیر سے مروی ہے اور انہوں نے مستلم بن سعید سے روایت کی۔ علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور بات یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔[3]

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔ رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَالْبَزَّارُ، وَرِجَالُ أَبِي يَعْلَى ثِقَاتٌ۔

---

[1] (شرح الزرقانی علی المؤطا، باب: صفۃ عیسیٰ بن مریم والدجال، ج۴، ص ۴۴۷، القاھرۃ)

[2] (نیل الاوطار، باب: انعقاد الجمعۃ باربعین، ج۳، ص ۲۹۵، دار الحدیث مصر)

[3] (البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار، ج۵، ص ۲۸۵، دار الھجرۃ، ریاض)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے راوی ثقہ ہیں۔[1]

ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین الالبانی لکھتے ہیں:

قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: الْأَنبِيَاءُ أَحيَاءٌ فِي قُبُورهم يصلونَ۔ وهو حديث صحيح۔

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔[2]

ابن تیمیہ سے سوال ہو:

السوال: هل صحَّ أن الأنبياءَ أحياءٌ في قبورِهم يُصلُّون؟

الجواب: الحمد لله، الأنبياءُ أحياءٌ في قبورهم، وقد يُصلُّون كما ثبتَ عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں؟

جواب: الحمد للہ! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ بھی ہوتے ہیں اور کبھی کبھی نماز بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہے۔[3]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آوردہ: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم: الْأَنبِيَاءُ أَحيَاءٌ فِي قُبُورهم يصلونَ۔

ترجمہ: امام ابو یعلیٰ ثقہ راویوں کی نقل سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔[4]

علامہ سید سمہودی لکھتے ہیں:

رواه أبو يعلى برجال ثقات، ورواه البيهقي وصححه۔

---

1 (مجمع الزوائد، باب: ماجاء فی الخضر علیہ السلام، ج۸، ص ۲۱۱، مکتبہ القدسی، القاھرۃ)

2 (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، رقم الحدیث: ۶۲۲ا، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ج ا، ص ۳۶۶، رقم الحدیث: ۲۰۳)

3 (جامع المسائل لابن تیمیہ، ج۴، ص ۱۹۱)

4 (مدارج النبوۃ، ج۲، ص۴۴۷، جذب القلوب، ص ۱۸۰)

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔[1]

علمائے دیوبند کے عظیم شیخ الحدیث و مصنف سرفراز خان گکھڑوی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:
تسکین الصدور، ص ۲۲۰، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

سو اس قدر عظیم القدر، وقیع المرتبت علماء اعلام کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اور اس سے استناد اور استدلال و استخراج کرنا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور حیاتِ جسمانی کے ساتھ متصف ہیں۔

والحمدللہ رب العالمین!

نویں دلیل

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ۔ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلاَتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ بَلِيتَ. فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ۔

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے تمام دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اس میں ان کی روح قبض ہوئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن میں بے ہوشی ہوگی، پس تم اس دن میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ فوت ہوچکے ہوں گے؟ یا عرض کی: آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہوچکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھانے کو حرام فرما دیا ہے۔[2]

یہ حدیث ابو داؤد میں ہے اور اس حدیث کے صحیح اور جید ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر کوئی تنقید یا جرح نہیں فرمائی چونکہ امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس بات کا التزام کیا تھا کہ جس حدیث میں کوئی سقم یا کمزوری ہوگی تو وہ اس کے ضعف، سقم اور کمزوری کو بیان فرما دیں گے۔

---

[1] (وفاء الوفاء، ج۲، ص۴۰۵)

[2] (سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ، رقم الحدیث: ۱۰۴۷، دار السلام، ریاض، سنن النسائی، کتاب: الجمعۃ، باب: اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، رقم الحدیث: ۱۳۷۰، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب: اقامۃ الصلوٰۃ، باب: فی فضل الجمعۃ، رقم الحدیث: ۱۰۸۵، دار السلام، ریاض، مسند احمد، ج۴، ص۸، سنن کبریٰ للبیہقی، ج۳، ص ۲۳۹، المستدرک، ج۴، ص ۵۶۰، کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۳۳۰۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۹۱۰)

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی فرماتے ہیں:

قال ابن داسة: سمعت أبا داود يقول: ذكرت في "السنن" الصحيح و ما يقاربه، فإن كان فيه وهن شديد بينته۔

ترجمہ: ابو بکر بن داسہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو داؤد کو سنا وہ فرما رہے تھے: میں نے اپنی سنن میں صحیح احادیث یا جو صحیح کے قریب ہیں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، پس اگر اس میں شدید کمزوری ہوئی تو میں اس کو بیان کر دوں گا۔[1]

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے مصنف، ج ۲، ص ۲۵۳، رقم الحدیث: ۸۶۹۷، میں بیان فرمایا ہے، امام دارمی نے سنن الدارمی، ج ۲، ص ۹۸۱ میں بیان فرمایا ہے، امام بزار نے مسند البزار کی ج ۸، ص ۴۱۱ پر نقل کیا ہے، امام نسائی نے السنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۶۲، رقم الحدیث: ۱۶۷۸ پر نقل فرمایا ہے، امام طبرانی نے المعجم الاوسط، ج ۵، ص ۹۷، رقم الحدیث: ۴۷۸۰ پر نقل فرمایا ہے، امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ، ص ۴۰۱، رقم الحدیث: ۷۳۳ پر نقل فرمایا ہے۔

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

وعنه ابی داؤد و النسائی و صححه ابن خزیمة وغیره۔

ترجمہ: یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں ہے اور ابن خزیمہ اور ان کے ماسوا محققین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[2]

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال میرک: رواه ابن حبان فی صحیحه و الحاکم و صححه و زاد ابن حجر بقوله وقال: صحیح علیٰ شرط البخاری و رواه ابن خزیمة في صحيحه و البيهقي في الدعوات الكبير قال النووي اسناده صحيح۔

ترجمہ: میرک نے کہا: اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کو روایت کیا اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ امام ابن حجر نے امام حاکم کے قول پر اس بات کا اضافہ فرمایا کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام بیہقی نے "الدعوات الکبیر" میں نقل فرمایا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[3]

علامہ زین الدین محمد عبد الرؤف المناوی فرماتے ہیں:

قال الدميري رجاله ثقات۔

ترجمہ: امام دمیری نے کہا: اس حدیث کے رواہ ثقہ ہیں۔[4]

---

1 (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۲۱۳)
2 (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۶، ص ۴۸۸)
3 (مرقاۃ المفاتیح، ج ۳، ص ۴۱۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)
4 (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۸۷، مصر)

البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ،رقم الحدیث: ۲۱۲۲۔

علامہ نووی نے ریاض الصالحین میں اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد فرمایا:

رواہ ابو داؤد باسناد صحیح۔

ترجمہ: امام ابو داوٗد نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1]

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں:

وَ من تَأمل هَذَا الْإِسْنَاد لم يشك فِي صِحَّته لثقة رُوَاته وشهرتهم وَقبُول الْأَئِمَّة أَحَادِيثهم۔

ترجمہ: جو شخص بھی اس کی سند میں غور و فکر کرے گا تو اس کو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی حدیثیں قبول کی ہیں۔[2]

علامہ عینی لکھتے ہیں:

صح عنه صلى الله عليه وسلم أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام۔

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسان کو نہیں کھاتی۔[3]

بحمدہٖ تعالیٰ! علمائے اعلام کی تصریحات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ حدیث جید، صحیح اور مستند ہے، محققین نے اس کو قبول فرمایا ہے اور اس حدیث سے استدلال و استشہاد کرتے ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی حیات کو ثابت کیا ہے۔ اب جو ان احادیثِ صریحہ واضحہ کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں تو یقیناً وہ بندہ قعر ضلالت میں گر چکا ہے اور رُشد وہدایت سے برگشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حق کی ہدایت دینے والا ہے۔ وھو ولی التوفیق والارشاد!

---

[1] (ریاض الصالحین، ص ۲۱ ۲،رقم الحدیث: ۱۳۹۹،دار الکتاب العربی، بیروت)

[2] (جلاء الافهام، ص ۴۰،دار الکتاب العربی، بیروت)

[3] (عمدۃ القاری، ج۲، ص ۲۹)

دسویں دلیل

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور میں حیات پر ایک واضح دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أحدا لن يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے، اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور بے شک تم میں سے جو بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے فارغ ہونے سے پہلے وہ درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی: موت کے بعد بھی؟ فرمایا: جی ہاں! موت کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔[1]

علمائے دیوبند کے شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

حافظ منذری فرماتے ہیں:

اسناده جيد۔

ترجمہ: اس حدیث کی سند جید ہے۔[2]

علامہ عزیزی لکھتے ہیں:

ورجاله ثقات۔

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[3]

علامہ مناوی فرماتے ہیں:

قال الدميری رجاله ثقات۔

ترجمہ: دمیری نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[4]

---

[1] (سنن ابن ماجہ، کتاب: الجنائز، باب: ذکر وفاته ودفنه ﷺ، رقم الحدیث: ١٦٣٧، دار السلام، ریاض، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الجمعة، رقم الحدیث: ١٣٦٦، البداية والنهاية، ج٤، ص ٢٥٨)

[2] (ترجمان السنة، ج٣، ص٢٩٧)

[3] (السراج المنير، ج١، ص٢٩٠)

[4] (فيض القدير، ج٢، ص٨٧)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

رواہ ابن ماجہ برجال ثقات۔

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قلت رجالہ ثقات۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[2]

اور علامہ سمہودی فرماتے ہیں:

رواہ ابن ماجۃ باسناد جید۔

ترجمہ: امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

اور حضرت ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں:

باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ۔

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، محدث میرک نے امام منذری سے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔[4]

قاضی شوکانی فرماتے ہیں:

وقد اخرج ابن ماجۃ باسناد جید۔

ترجمہ: امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔[5]

مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

باسناد جید۔

ترجمہ: اس کی سند جید اور کھری ہے۔[6]

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی لکھتے ہیں:

روی الحاکم وقال: صحیح الإسناد و البیهقي في شعب الإیمان، و حیاۃ الأنبیاء في قبورهم۔

---

1 (زرقانی شرح مواھب، ج۵، ص ۳۳۶)
2 (تهذیب التهذیب، ج۳، ص ۳۹۸)
3 (خلاصۃ الوفاء، ص ۴۸)
4 (مرقاۃ المفاتیح، ج۲، ص ۲۱۲)
5 (نیل الاوطار، ج۳، ص ۲۶۴)
6 (عون المعبود، ج ۱، ص ۴۰۵، تسکین الصدور، ص ۳۱۸، ۳۱۹، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

ترجمہ: امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان اور حیاۃ الانبیاء میں روایت کیا ہے۔[1]

اس حدیث کی شرح میں محقق احناف علامہ شیخ علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں:

(قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ") ، أَيْ مَنَعَهَا مَنْعًا كُلِّيًا ("أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ") ، أَيْ: جَمِيعَ أَجْزَائِهِمْ، فَلَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ، وَلِذَا قِيلَ: أَوْلِيَاءُ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْعَرْضَ عَلَى مَجْمُوعِ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ مِنْهُمْ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ، وَمَنْ فِي مَعْنَاهُمْ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، فَإِنَّ عَرْضَ الْأُمُورِ وَمَعْرِفَةَ الْأَشْيَاءِ إِنَّمَا هُوَ بِأَرْوَاحِهِمْ مَعَ أَجْسَادِهِمْ۔

("فَنَبِيُّ اللَّهِ") : يَحْتَمِلُ الْجِنْسَ وَالِاخْتِصَاصَ بِالْفَرْدِ الْأَكْمَلِ، وَالظَّاهِرُ هُوَ الْأَوَّلُ ; لِأَنَّهُ رَأَى مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ، وَكَذَلِكَ إِبْرَاهِيمَ كَمَا فِي حَدِيثِ مُسْلِمٍ، وَصَحَّ خَبَرُ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: وَحُلُولُهُمْ فِي أَوْقَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ فِي أَمَاكِنَ مُتَعَدِّدَةٍ جَائِزٌ عَقْلًا كَمَا وَرَدَ بِهِ خَبَرُ الصَّادِقِ: ("حَيٌّ") ، أَيْ دَائِمًا ("يُرْزَقُ") : رِزْقًا مَعْنَوِيًّا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ مِنْ أُمَّتِهِ {بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ} [آل عمران: 169] فَكَيْفَ سَيِّدُهُمْ بَلْ رَئِيسُهُمْ ; لِأَنَّهُ حَصَلَ لَهُ أَيْضًا مَرْتَبَةُ الشَّهَادَةِ مَعَ مَزِيدِ السَّعَادَةِ بِأَكْلِ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ وَعَوْدِ سُمِّهَا الْمَغْمُومَةِ۔

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ) اس سے مراد ہے کہ کلی طور پر زمین کو منع فرمادیا ہے (أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ) مراد ہے کہ انبیاء کے تمام اجزاء زمین پر حرام ہیں۔ پس انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبل از وصال اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہیں (یعنی فنائے محض اور کلی عدم کے ساتھ) بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں (اور یہی ان کی موت کا معنی ہے) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ درود و سلام حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے جسم اور آپ کی روح دونوں پر پیش کیا جاتا ہے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر بھی اور جو ان کے معنی میں شہداء اور اولیاء ہیں کیونکہ امور کا پیش ہونا اور اشیاء کی معرفت ہونا، روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

(فَنَبِيُّ اللَّهِ) یہ لفظ جنس کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی مراد سارے نبی ہوں) اور فرد اکمل کے ساتھ اختصاص کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی مراد فقط حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ پہلا احتمال ہی مراد ہو کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ

---

[1] (سبل الهدىٰ والرشاد فى سيرة خير العباد، ج ۱۲، ص ۳۴۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مختلف اوقات میں متعدد جگہوں پر حلول کرنا عقلی طور پر جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہوا ہے۔ (حی) سے مراد ہے: دائمی طور پر زندہ ہیں۔ (یرزق) یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو رزقِ معنوی دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے حق میں فرمایا: بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں۔

تو جب شہداء کو رزق دیا جاتا ہے تو جو ان کے بھی سردار اور رئیس ہیں، یعنی نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ان کو قبر انور میں روزی کیوں نہ دی جاتی ہوگی؟ جبکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مزید سعادت کے طور پر شہادت کا مرتبہ بھی حاصل ہے، زہر آلود بکری کھانے اور وقتِ وصال اس کے اثر کے عود کر آنے کی وجہ سے"۔[1]

(جیسا کہ چند صفحات پہلے احادیث کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔ محمد عاطف غفر لہ)

گیارہویں دلیل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔[2]

اس حدیث کے ثقہ، جید اور صحیح ہونے کی دلیل یہی ہے کہ امام ابو داؤد جیسے عظیم محدث نے اس حدیث کو بلا جرح و تنقید کے نقل فرمایا ہے لیکن چند محققین کی تصریحات اس حدیث کی صحت کے متعلق ملاحظہ فرمائیں:

حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی فرماتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ النَّوَوِيّ فِي الْأَذْكَار۔

ترجمہ: اس حدیث کے ساتھ ابو داؤد متفرد ہیں اور علامہ نووی نے الاذکار میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

---

1 (مرقاۃ المفاتیح، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الجمعۃ، رقم الحدیث: ۱۳۶۷، ج۳، ص ۴۱۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

2 (سنن ابی داؤد، کتاب: المناسک، باب: زیارۃ القبور، رقم الحدیث: ۲۰۴۱، دارالسلام، ریاض، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۰۸۱۵، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۰۹۲، السنن الصغیر للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۶۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۰۲۷۰، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۴۷۹ا، معرفۃ السنن والآثار، رقم الحدیث: ۱۰۹۳۵، معجم ابن عساکر، رقم الحدیث: ۱۱۳۲، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۶۲، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۹۲۵، الترغیب والترہیب، ج۲، ص ۴۹۹، کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۲۰۰۰)

3 (تفسیر ابن کثیر، ج۶، ص ۴۷۴، دار طیبۃ)

محمد جمال الدین قاسمی کی بھی یہی عبارت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر القاسمی، ج۸، ص۱۰۸۔

امام یحییٰ بن شرف النووی الشافعی فرماتے ہیں:

روينافيه أيضاً بإسناد صحيح، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مَامِنْ أحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ، الخ۔

ترجمہ: ہم نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے (آگے مکمل حدیث ہے)۔[1]

حافظ ابن القیم حنبلی لکھتے ہیں:

و قد صح اسناد هذا الحديث۔

ترجمہ: بے شک اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

رواته ثقات۔

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[3]

علامہ سخاوی اور ملا علی قاری نے امام نووی کی تصحیح کو برقرار رکھا۔ ملاحظہ فرمائیں:

القول البديع، مرقاة المفاتيح، ج۲، ص۳۴۷۔

امام مناوی فرماتے ہیں:

قال في الأذكار و الرياض: إسناده صحيح و قال ابن حجر: رواته ثقات۔

ترجمہ: علامہ نووی نے الاذکار اور ریاض الصالحین میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[4]

علامہ زرقانی مؤطا کی شرح میں فرماتے ہیں:

اخرجه ابو داؤد و رجاله ثقات۔

ترجمہ: اس حدیث کی امام ابو داؤد نے تخریج کی ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔[5]

---

[1] (الاذکار، کتاب: الصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۳۴۲، ص۹۳، دار الکتاب العربی، بیروت)

[2] (جلاء الافھام، الباب الاول، ماجاء فی الصلوٰۃ علی رسول اللہ، رقم الحدیث: ۲۴، ص۲۳، دار الکتاب العربی، بیروت)

[3] (فتح الباری، ج۶، ص۴۸۸)

[4] (فیض القدیر، ج۵، ص۴۶۷)

[5] (شرح الزرقانی علی المؤطا، ج۳، ص۴۴۷)

قاضی شوکانی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

اصح ماورد فی ذلک مارواہ احمد وابو داؤد الیٰ آخر الحدیث۔

ترجمہ: اس بارے میں صحیح ترین حدیث وہ ہے جس کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے (یعنی ما من احد یسلم علی، الخ۔)۔[1]

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۵٦٧٩۔

اگر چہ صواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ علامہ نووی نے بیان فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

ابن تیمیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وھو حدیث جید۔

ترجمہ: یہ حدیث جید ہے۔[2]

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی حنبلی لکھتے ہیں:

وأعلم أن هذا الحديث هو الذي اعتمد عليه الإمام أحمد وأبو داود وغيرهما من الأئمة في مسألة الزيارة، وهو أجود ما استدل به في هذا الباب۔

ترجمہ: جان لے کہ یہ حدیث وہ ہے جس پر امام احمد، امام ابو داؤد اور دیگر ائمہ نے مسئلہ زیارت میں اعتماد کیا ہے اور اس باب میں یہ بہت عمدہ استدلال ہے۔[3]

علامہ ابن الملقن الشافعی فرماتے ہیں:

رواہ ابو داؤد فی سننہ باسناد جید۔

ترجمہ: امام ابو داؤد نے اس حدیث کو اپنی سنن میں سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔[4]

محققین اور اصولیین کے نزدیک جید اور صحیح میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

أن ابن الصلاح يرى التسوية بين الجيد والصحيح، كذا قال البلقيني: من ذلك يعلم أن الجودة يعبر بها عن الصحة. وفي "جامع الترمذي" في الطب: هذا حديث جيد حسن۔

---

[1] (نیل الاوطار، ج۵، ص ۱۱۴)
[2] (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج۴، ص ۳٦۱)
[3] (الصارم المنکی، ج ۱، ص ۱۸۹، مؤسسۃ الریان، بیروت)
[4] (البدر المنیر، ج٦، ص ۲۹۹، دار الھجرۃ، ریاض)

ترجمہ: ابن الصلاح جید اور صحیح کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اسی لئے البلقینی نے کہا کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ صحت کی تعبیر جودت کے ساتھ کی جاسکتی ہے اور امام ترمذی نے کتاب الطب میں ایک حدیث کے تحت فرمایا: یہ حدیث جید (یعنی صحیح) اور حسن ہے۔[1]

حافظ ابن الحجر العسقلانی "التلخیص الجبیر" میں اس حدیث کے متعلق تاثرات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اصح ماورد فی ذلک ماروا ہ احمد و ابو داؤد۔۔۔ فذکر الحدیث باسنادہ۔

ترجمہ: اس بارے میں جو صحیح ترین حدیث وارد ہوئی ہے، وہ ہے جسے امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے، یعنی **ما من احد یسلم علی، الخ۔**[2]

مفتی نجد، ابن باز نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

فتاویٰ نور علی الارب لابن باز، ج ۱۴، ص ۴۸۵، اور مجموع فتاویٰ ابن باز، ج ۲، ص ۳۸۶۔

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

روی الامام الاحمد و ابو داؤد و البیھقی بسند صحیح۔

ترجمہ: اس حدیث کو امام احمد، امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

سندہ حسن۔

ترجمہ: اس حدیث کی سند حسن ہے۔[4]

یہاں تک اس حدیث کی صحت، ثقاہت اور اس کا قابلِ احتجاج واستدلال ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔ لیکن اس حدیث کے متعلق معرکۃ الآراء بحث اور اس حدیث پر وارد ہونے والا اشکال بہت توجہ طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ آیا ہے: "**رد اللہ الی روحی**" اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ منکرین حیات الانبیاء نے "**رد اللہ الیٰ روحی**" سے استدلال کرتے ہوئے کہا: یہ حدیث نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر انور میں حیات کی نفی پر دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ مسلم کے سلام

---

1 (تدریب الراوی، ص ۱۰۴، مطبوعہ مصر)
2 (تلخیص الحبیر، ج ۲، ص ۵۷۲، رقم الحدیث: ۱۰۷۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)
3 (سبل الھدیٰ والرشاد، الباب الحاوی عشر: فی حیاتہ ﷺ فی قبرہ، ۱۲، ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
4 (شرح الشفا، ج ۲، ص ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پڑھنے سے پہلے آپ کی روح آپ کے بدن مبارک میں موجود نہیں ہوتی اور جب کوئی سلام پڑھتا ہے تو روح مبارک بدن میں لوٹادی جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ اصلاً نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ نہیں ہیں۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ محققین اعلام اور علمائے عظام نے اس تاویل کو مسترد کر دیا ہے، اس کی دو وجوہات ہیں، ایک وجہ تو یہ ہے کہ انفصالِ روح، موت کو کہتے ہیں اور اتصال روح حیات کو کہتے ہیں اور قرآن کی نصِ قطعی دو زندگیاں اور دو موتیں ثابت کر رہی ہے۔ اور اگر یہ تاویل تسلیم کر لی جائے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو العیاذ باللہ کئی موتیں واقع ہوں گی اور اس کا کوئی بھی ذی شعور اور منصف مزاج قائل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں دو موتوں کا ذکر یوں فرمایا، اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (البقرۃ ۲۸)

ترجمہ: تم کیونکر اللہ تعالیٰ کے منکر ہوگے حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ فرمادیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ فرمائے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (غافر ۱۱)

ترجمہ: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار مردہ کیا اور دوبار زندہ کیا۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ جب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے:

فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا۔

ترجمہ: تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹایا، پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا تو رونے لگ گئے اور عرض کرنے لگے: میرا باپ، یا نبی اللہ آپ پر قربان ہو! اللہ تعالیٰ آپ پر اس موت کے بعد دوسری موت جمع نہیں فرمائے گا، بہر حال وہ موت جو آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آپ پر آچکی ہے۔[1]

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: الدخول علی المیت بعد الموت، رقم الحدیث: ۱۲۴۱، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۶۶۷، ۳۶۷۰، ۴۴۵۲، ۴۴۵۵، ۴۴۵۷، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱، سنن النسائی، کتاب: الجنائز، باب: تقبیل المیت، رقم الحدیث: ۱۸۳۷، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۶۴، مسند احمد، رقم الحدیث: ۳۰۹۰، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۹۷۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۹۸۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۰۳۰، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۵۹۰، المستدرک، رقم الحدیث: ۳۱۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۶۷۱۰)

سو قرآن کی آیات اور یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ معروف موت کے بعد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دوسری موت نہیں آئے گی اور "رد اللہ الی روحی" کی انفصالِ روح اور اتصالِ روح کی تاویل یہ ظاہر کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر معروف موت کے بعد کئی موتیں آئیں گی، لہٰذا یہ تاویل نصوصِ قرآنی اور نصوصِ احادیث کے خلاف ہے۔

اس تاویل کے مسترد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہاں "رد اللہ الی روحی" کو انفصالِ روح کے بعد اتصالِ روح سے تعبیر کریں تو بار بار انفصالِ روح یقیناً ایک کرب ناک اور اذیت ناک عمل ہے۔ کما قال: "ان للموت سکرات" ولہٰذا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ محبوبی کا اقتضاء یہ ہے کہ آپ پر ایسی تکالیف اور اذیتیں وارد نہ ہوں۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ: فَاطِمَةُ وَا كَرْبَ أَبَتَاهُ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے موت کی تکلیف پائی جو پائی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد گرامی کو کتنی تکلیف پہنچی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔[1]

سو یہ تاویل کہ بار بار آپ کی روح آپ سے منفصل ہوتی ہے اور مسلم کے سلام کے وقت عود کر آتی ہے اور بدن سے اتصالِ روح ہوتا ہے، اس حدیث کے خلاف ہے۔

اگر یہ تاویل تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیاتِ برزخیہ کی نفی میں پیش نہیں کی جا سکتی، بلکہ اس تاویل کی رو سے بھی یہ حدیث آپ کی حیاتِ برزخیہ پر دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ مسلم کے سلام کے وقت اتصالِ روح ہوتا ہے اور روح بدن کی طرف عود کر آتی ہے، یہاں تک کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام، مسلم کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں، سو کائنات کا کون سا لمحہ ایسا ہے جس میں عرش تا فرش کوئی مسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش نہ کر رہا ہو۔ ہمہ وقت زائرین بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مواجہہ شریف اور مسجد نبوی میں محوِ صلوٰۃ و سلام ہوتے ہیں، شرق تا غرب، اربوں غلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[1] (سنن ابن ماجہ، ذکر وفاتہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱۶۲۹، دارالسلام، ریاض، مسند اسحاق بن راھویہ، ج۵، ص ۱۴، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۴۳۴، مسند البزار، رقم الحدیث: ۶۶۷۳، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۲۷۶۹، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۶۲۲)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر درود وسلام پڑھ رہے ہوتے ہیں، قدسیانِ فلک اور خاص ستر ستر ہزار فرشتے جو قبر انور پر مامور ہوتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت کائنات کا کوئی لمحہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صلوٰۃ و سلام سے خالی نہیں تو اس تاویل کی رو سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ وجاوید ہونا ثابت ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وتكرر الرد يستلزم تكرار المفارقة، وتكرار المفارقة يلزم منه محذوران، احدهما: تاليم الجسد الشريف بتكرار خروج الروح منه او نوع ما من مخالفة التكريم ان لم يكن تاليم، والآخر: مخالفة سائر الناس۔ الشهداء وغيرهم فانه لم يثبت لاحد منهم ان يتكرر له مفارقة الروح وعودها فى البرزخ، والنبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم اولىٰ بالاستمرار الذى هو اعلىٰ مرتبة۔

ومحذور ثالث: هو مخالفة القرآن فانه دل علىٰ انه ليس الا موتتان وحياتان، وهذا التكرار يستلزم موتات كثيرة، وهو باطل۔

ومحذور رابع: وهو مخالفة الاحاديث المتواترة وما خالف القرآن والمتواترة من السنة وجب تاويله، وان لم يقبل التاويل كان باطل۔

ترجمہ: ردِروح کا تکرار، مفارقت روح کے تکرار کا مستلزم ہے۔ اور مفارقۃ روح کے تکرار سے چند محذورات و ممنوعات لازم آتے ہیں:

۱۔ مفارقتِ روح سے جسد اقدس کو تکلیف اور تالیم پہنچے گی، یا اگر تکلیف نہ بھی ہو تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تکریم وتوقیر کے خلاف ہو گا۔

۲۔ تمام لوگوں یعنی شہداء اور ان کے ماسوا کی مخالفت لازم آئے گی۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک کے لئے روح کی مفارقت اور عود الروح ثابت نہیں، اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کی روح مبارک مستمر رہے کیونکہ استمرارِ روح اعلیٰ مرتبہ ہے۔

۳۔ مفارقتِ روح سے قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ قرآن دو موتوں اور دو حیاتوں پر دلالت کرتا ہے اور یہ مفارقتِ روح کا تکرار تو بہت سی موتوں کو مستلزم ہے اور یہ باطل ہے۔

۴۔ مفارقتِ روح سے احادیثِ متواترہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور جو بات قرآن اور احادیثِ متواترہ کے خلاف ہو تو اس کی تاویل واجب ہے اور اگر وہ تاویل کو قبول نہ کرے تو وہ باطل ہے۔[1]

---

[1] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء، ص۵۵۷، ۵۵۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یہی امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّدَّ يَسْتَلْزِمُ الِاسْتِمْرَارَ؛ لِأَنَّ الزَّمَانَ لَا يَخْلُو مِنْ مُصَلٍّ عَلَيْهِ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ فَلَا يَخْلُو مِنْ كَوْنِ الرُّوحِ فِي بَدَنِهِ۔

ترجمہ: ردِّ روح مفارقتِ روح کو لازم نہیں بلکہ استمرارِ روح اور استمرارِ حیات کو لازم ہے کیونکہ کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں کہ تمام زمین کے اطراف میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر کوئی درود پڑھنے والا نہ ہو۔

پس معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بدن مبارک زمانے کے کسی حصہ میں روح سے خالی نہیں ہوتا۔[1]

علامہ احمد بن محمد الخفاجی مصری حنفی فرماتے ہیں:

فیہ دلیل علیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم حی حیاۃ مستمرۃ لان الکون لا یخلو من مسلم یسلم علیہ فی کل لحظۃ۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حیاتِ مستمرہ، دائمہ کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ کوئی علاقہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ہر لحظہ سلام پڑھنے والوں سے خالی نہیں ہے۔[2]

اس حدیث کی تاویل کے متعلق مجدد و محدث امام جلال الدین سیوطی نے پندرہ اقوال نقل فرمائے ہیں جن میں سے چند اقوال قارئین کی نذر کرتے ہیں:

پہلا قول: ایک قول اس حدیث کی تاویل میں یہ ہے کہ یہاں لفظ "قد" محذوف ہے اور دراصل حدیث کی عبارت یوں ہے:

مامن احد یسلم علی الا وقد رد اللہ علی روحی قبل ذلک فارد علیہ۔

ترجمہ: جو کوئی بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پہلے سے میری روح لوٹا دی ہے تو میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس تاویل کو اقویٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

أَنَّ قَوْلَهُ: "رَدَّ اللهُ" جُمْلَةٌ حَالِيَةٌ، وَقَاعِدَةُ الْعَرَبِيَّةِ أَنَّ جُمْلَةَ الْحَالِ إِذَا وَقَعَتْ فِعْلًا مَاضِيًا قُدِّرَتْ فِيهَا قَدْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ (النساء ٩٠) أَيْ: قَدْ حَصِرَتْ، وَكَذَا تُقَدَّرُ هُنَا وَالْجُمْلَةُ مَاضِيَةٌ سَابِقَةٌ عَلَى السَّلَامِ الْوَاقِعِ مِنْ كُلِّ أَحَدٍ وَحَتَّى لَيْسَتْ لِلتَّعْلِيلِ، بَلْ مُجَرَّدُ حَرْفِ عَطْفٍ بِمَعْنَى الْوَاوِ، فَصَارَ تَقْدِيرُ الْحَدِيثِ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا قَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي قَبْلَ ذَلِكَ فَأَرُدُّ عَلَيْهِ۔

---

[1] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء، ص ۵۵۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[2] (نسیم الریاض، ج۳، ص ۴۹۹، طبع مصر)

ترجمہ: "ردّ اللہ" کا جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ جملہ حالیہ جب فعل ماضی ہو تو اس میں حرف "قد" محذوف و مقدر ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ (النساء ۹۰) میں حرف "قد" مقدر ہے اور گویا عبارت یوں ہے: "قد حصرت"۔ اسی طرح یہاں بھی "قد" مقدر ہے اور ماضی کا جملہ ہر سلام کرنے والے کے سلام سے پہلے ہے اور "حتی" تعلیل کے لئے نہیں بلکہ محض حرفِ عطف ہے جو واؤ کے معنی میں ہے۔ پس اب حدیث کی تقدیر یوں بنے گی:

ترجمہ: جو کوئی شخص مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح پہلے سے (میرے بدن کی طرف) پلٹا دی ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔[1]

اس تاویل کو امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ وَاللهُ أَعْلَمُ، إِلاَّ وَقَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي, فَأَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ۔

ترجمہ: حدیث کا معنی یہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے: "إِلاَّ وَقَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي" یعنی اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا چکا ہے۔[2]

دوسرا قول: اس قول کو امام جلال الدین سیوطی پہلے قول سے بھی قوی تر قرار دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک عالمِ برزخ میں ملکوت کے مشاہدہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کے استغراق و انہماک میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بنفسہٖ اس مسلم کا سلام سماعت فرما کر اس کو جواب عنایت فرماتے ہیں۔ سو یہاں ردّ روح سے مراد اس جذب و استغراق کی کیفیت کو مسلم کی طرف متوجہ فرمانا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَّهُ لَيسَ الْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوحِ عَوْدَهَا بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ لِلْبَدَنِ، وَإِنَّمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَرْزَخِ مَشْغُولٌ بِأَحْوَالِ الْمَلَكُوتِ مُسْتَغْرِقٌ فِي مُشَاهَدَةِ رَبِّهِ كَمَا كَانَ فِي الدُّنْيَا فِي حَالَةِ الْوَحْيِ وَفِي أَوْقَاتٍ أُخَرَ، فَعَبَّرَ عَنْ إِفَاقَتِهِ مِنْ تِلْكَ الْمُشَاهَدَةِ وَذٰلِكَ الاِسْتِغْرَاقِ بِرَدِّ الرُّوحِ۔

ترجمہ: یہاں "ردّ روح" سے مراد بدن سے مفارقت کے بعد پلٹنا نہیں ہے بلکہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عالمِ برزخ میں ملکوت کے احوال میں مشغول اور اپنے رب عزوجل کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں جیسا کہ دنیا میں وحی

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ص ۵۵۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[2] (شعب الایمان، ج ۶، ص ۵۲)

کی حالت میں اور دوسرے اوقات میں آپ کی ایسی کیفیت ہو جاتی تھی۔ تو اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو "ردروح" سے تعبیر کیا گیا ہے۔[1]

یہ تاویل حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں بیان کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

فتح الباری، ج ٦، ص ٣٥٢۔

علامہ سخاوی نے بھی امام سبکی کے حوالہ سے اس تاویل کو نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

القول البدیع، ص ١٦٧۔

علامہ سبکی نے شفاء السقام، ص ٣٨ میں یہ بات بیان کی ہے۔

تیسرا قول: امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ تاج الدین بن الفاکھانی المالکی کی کتاب "الفجر المنیر فیما فضل بہ البشیر النذیر" میں اس جملے کی ایک اور تاویل پڑھی اور وہ یہ ہے کہ "روح" سے مراد "نطق" ہے یعنی جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے صفت نطق و تکلم عطا فرماتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب عطا کرتا ہوں۔ علامہ فاکھانی مالکی فرماتے ہیں کہ چونکہ نطق، روح کے بغیر ممکن نہیں اور نطق روح کے لوازمات میں سے ہے، لہٰذا اس کی مناسبت سے روح بول کر نطق مراد لیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ بِالرُّوحِ هُنَا النُّطْقُ مَجَازًا، فَكَأَنَّهُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ نُطْقِي وَهُوَ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ، لَكِنْ لَا يَلْزَمُ مِنْ حَيَاتِهِ نُطْقُهُ، فَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ النُّطْقَ عِنْدَ سَلَامِ كُلِّ مُسْلِمٍ، وَعَلَاقَةُ الْمَجَازِ أَنَّ النُّطْقَ مِنْ لَازِمِهِ وُجُودُ الرُّوحِ كَمَا أَنَّ الرُّوحَ مِنْ لَازِمِهِ وُجُودُ النُّطْقِ بِالْفِعْلِ أَوِ الْقُوَّةِ، فَعَبَّرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَحَدِ الْمُتَلَازِمَيْنِ عَنِ الْآخَرِ۔

ترجمہ: یہاں روح سے مجازاً نطق یعنی تکلم مراد ہے گویا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے نطق کو لوٹا دیتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دائماً زندہ ہیں لیکن زندہ ہونے سے ناطق ہونا لازم نہیں آتا۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر مسلم کے سلام کے وقت آپ پر نطق، گویائی اور تکلم کو لوٹا دیتا ہے۔ مجازاً نطق کا روح سے تعلق یہ ہے کہ نطق کے لوازمات میں سے روح کا وجود ہے یعنی روح کے بغیر نطق نہیں پایا جاسکتا، جیسا کہ روح کے لوازمات میں سے نطق ہے، خواہ بالفعل ہو یا بالقوۃ ہو۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک متلازم سے دوسرے متلازم کو تعبیر فرمایا۔[2]

---

[1] (الحاوی للفتاوی، انباء الاذکیاء، ص ٥٥٨، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[2] (الحاوی للفتاوی، انباء الاذکیاء، ص ٥٥٩، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لیکن امام اجل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس تاویل کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ اس تاویل کی رو سے لازم آتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر انور میں تو زندہ ہیں لیکن بعض اوقات واحیان میں نطق پر قادر ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات واحیان میں نطق پر قادر نہیں ہوتے اور یہ تاویل احادیث کے خلاف ہے کیونکہ احادیث سے عام اموات اور شہداء کا نطق و تکلم ثابت ہے جو کہ ان کی قدرت علی النطق کی دلیل ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عام اموات اور شہداء تو نطق پر قادر ہوں لیکن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فقط بعض احیان میں یعنی عند سلام المسلم، نطق، تکلم اور گویائی پر قادر ہوں؟ ولہٰذا! یہ تاویل درست نہیں ہے۔

چوتھا قول: ایک تاویل یہ ہے کہ "رد اللہ الی روحی" میں "روح" سے مراد قبر انور پر مؤکل فرشتہ ہو اور جب کوئی مسلم سلام عرض کرتا ہے تو وہ فرشتہ سلام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کرتا ہے اور پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

أَنَّ الْمُرَادَ بِالرُّوحِ الْمَلَکُ الَّذِي وُكِّلَ بِقَبْرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَلِّغُهُ السَّلَامَ، وَالرُّوحُ يُطْلَقُ عَلَى غَيْرِ جِبْرِيلَ أَيْضًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، قَالَ الرَّاغِبُ: أَشْرَافُ الْمَلَائِكَةِ تُسَمَّى أَرْوَاحًا وَمَعْنَى "رَدَّ اللهُ إِلَيَّ رُوحِي" أَيْ: بَعَثَ إِلَيَّ الْمَلَکَ الْمُوَكَّلَ بِتَبْلِيغِي السَّلَامَ وَاللهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ: روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر مؤکل و مقرر ہے اور "روح" کا اطلاق حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا فرشتوں پر بھی ہوتا ہے۔ راغب نے کہا: معزز ملائکہ کو ارواح کہا جاتا ہے۔ اب "رد اللہ الی روحی" کا معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ قبر پر مؤکل فرشتے کو میری طرف سلام کی تبلیغ کے لئے بھیجے گا، واللہ تعالیٰ اعلم!۔[1]

اس تاویل کا امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

فتح الباری، ج۷، ص ۳۵۲۔

پانچواں قول: "رد اللہ الی روحی" کی ایک تاویل امام جلال الدین سیوطی کے مطابق "سمعی" کے ساتھ ہے، یعنی یہاں پر روح بول کر سمع مراد ہے۔

تقدیر حدیث یوں ہے:

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ الی سمعی حتی ارد علیہ السلام۔

[1] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء، ص ۵۶۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی جو کوئی بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری سمع کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب عطا فرماتا ہوں۔

لیکن یہاں وہی اشکال عود کر آئے گا کہ جو "نطق" کی تاویل پر امام سیوطی نے تاج الدین فاکھانی پر کیا تھا کہ پھر اس طرح تو لازم آئے گا کہ مسلم کے سلام کے وقت ہی سمع مبارک ہو اور عدم سلام کی صورت میں سمع مبارک نہ ہو۔ تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ سمع کی دو قسمیں ہیں: سمع معتاد یعنی عادۃً سماعت، جس سے بندہ قریب کی اصوات کا ادراک کرتا ہے اور سمع غیر معتاد یعنی خرق عادت سماعت جس سے بندہ قریب کی اصوات کے ساتھ ساتھ دور اور بعید کی اصوات کا بھی ادراک کر سکتا ہے جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے زمین پر تشریف فرما ہو کر آسمانوں کے چڑچڑانے کی آواز سماعت فرمائی۔

سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر انور میں سمع معتاد ہر آن بر قرار رہتی ہے، لیکن جب کوئی مسلم آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے تو مسلم صرف قرب ہی سے عرض نہیں کرتا بلکہ اطرافِ ارض، عرب و عجم اور مشرق و مغرب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلم پھیلے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ مسلم کے سلام کے وقت آپ کو غیر معتاد سمع مبارک عطا فرما دیتا ہے یہاں تک کہ آپ بلا واسطہ مسلم کا سلام سنتے ہیں (خواہ وہ بعید ہی کیوں نہ ہو)، اور پھر اس کو اپنی زبان مبارک سے جواب عطا فرماتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی کی عبارت یہ ہے:

الجواب آخر وهو أن تكون الروح كناية عن السمع، ويكون المراد أن الله يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم وأن بعد قطره ويرد عليه من غير احتياج إلى واسطة مبلغ، وليس المراد سمعه المعتاد وقد كان له صلى الله عليه وسلّم في الدنيا حالة يسمع فيها سمعاً خارقاً للعادة بحيث كان يسمع أطيط السماء۔

ترجمہ: ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ روح سے مراد کنایۃً سماعت ہو اور مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی خلافِ عادت سمع لوٹا دیتا ہے، اس طرح کہ آپ مسلم کا سلام بنفس نفیس سنتے ہیں، اگرچہ وہ سلام پڑھنے والا دور ہی کیوں نہ ہو اور پھر اس کو مبلغ کے واسطہ کے بغیر سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ یہاں سماعت سے مراد وہ سماعتِ معتاد نہیں اور کبھی کبھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں بھی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ آپ خرقِ عادت سماعت کے ساتھ آسمانوں کے چڑچڑانے کی آواز سماعت فرماتے تھے۔[1]

[1] (الحاوی للفتاوی، انباء الاذکیاء، ص ۵۵۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یہ تاویل علامہ سبکی نے بھی بیان فرمائی ہے:

قد تضمنت الاحادیث المتقدمۃ ان روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ترد علیہ و انہ یسمع ویرد السلام۔

ترجمہ: کہ احادیث مذکورہ اس کو متضمن ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک آپ پر لوٹا دی گئی ہے اور بے شک آپ سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔[1]

علامہ امام یوسف بن اسماعیل النبہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ویوید سماع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم سلامہ من یسلم علیہ من قریب و بعید مشروعیۃ السلام علیہ فی التشہد فی الصلوٰۃ بصیغۃ الخطاب اذیقول المصلی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فلو لم یکن حیا یسمع جمیع المصلین اینما کانوا باسماع اللہ تعالیٰ لہ ذلک لما لھذا الخطاب معنی۔

ترجمہ: کہ نماز کے دوران تشہد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کا مشروع ہونا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دور ونزدیک سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے کی تائید کرتا ہے کیونکہ نمازی عرض کرتا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور برکات ہوں، پس اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سنوانے سے نمازیوں کا کلام نہ سنیں وہ جہاں بھی ہوں تو اس خطاب کا معنی کیا ہوگا؟ (جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں نہ صرف یہ کہ بحیات ہیں بلکہ امتیوں کا درود و سلام بھی سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں)۔[2]

فصلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و ذریتہٖ و ازواجہٖ و علماء ملتہٖ و اولیاء امتہ اجمعین۔

اس تاویل کی رو سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بعد از وصال باذن اللہ تعالیٰ دور اور بعید کے غلاموں کا صلوٰۃ وسلام بھی سماعت فرما سکتے ہیں اور اس میں کوئی شرعی استحالہ نہیں، آج کے سائنسی، مادی ایجادات و انکشافات نے عملاً ثابت کر دیا ہے کہ مشرق کے آخری کنارے پر بیٹھ کر بندہ مغرب کے آخری کنارے پر بیٹھے ہوئے انسان سے نہ صرف یہ کہ گفتگو کر سکتا ہے بلکہ اس کی حرکات و سکنات کو بھی ملاحظہ کر سکتا ہے اور وہ دوسرا بندہ بھی دور کی آواز کو سن سکتا ہے، معلوم ہوا کہ دور سے سننا ممکنات میں سے ہے، ممتنعات اور الوہیت کے خواص سے نہیں ہے۔ اور کسی شے سے ارتفاعِ شرک کے لئے اس کا امکان ہی کافی ہے اور جب سائنسی ایجادات سے دور کی آواز سننا ممکن ہے تو اللہ جل مجدہ

[1] (شفاء السقام، ص ۱۳۳)
[2] (شواھد الحق، ص ۲۲)

کی دی ہوئی طاقت و سماعت سے دور کی آواز سننا کیونکہ ناممکن و محال اور شرک وبدعت ہے؟ اس پر ایک دلیل یہی حدیث "ما من احدیسلم علی الا رد اللہ علی روحی" ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس بات کی تخصیص وقید نہیں کہ بندہ قریب ہو یا قبر انور پر حاضر ہو تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی آواز سن کر جواب عنایت فرماتے ہیں بلکہ حدیث عام ہے، ہر قریب کو اور ہر بعید کو۔ عربی میں "احد" نکرہ ہے اور "ما" نافیہ ہے اور نکرہ جب نفی کے تحت ہو تو وہ اعم العام بن جاتا ہے۔ تو یہ حدیث صاف الفاظ میں اہل سنت کی تائید کر رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ بھی ہیں اور قریب و بعید سے، مشرق و مغرب اور اطرف و اکنافِ عالم سے جہاں سے بھی آپ کا اُمتی سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی روح اس کی طرف متوجہ ہو کر سلام سماعت کرتی ہے اور اس کو جواب عطا فرماتی ہے۔ باذن اللہ تعالیٰ!

بارہویں دلیل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر ایک صریح اور واضح دلیل یہ حدیث ہے:

عن أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلاً، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلاَ رُدَّنَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ضرور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) عدل کے ساتھ فیصلہ فرمانے والے اور منصف امام کی صورت میں نازل ہوں گے اور یقیناً وہ حج یا عمرہ کی غرض سے یا ان دونوں کی غرض سے مکہ کے طریق پر چلیں گے اور یقیناً وہ میری قبر پر آئیں گے تاکہ مجھے سلام کریں اور یقیناً میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔[1]

امام حاکم اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد۔

ترجمہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی تلخیص المستدرک میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے رجال کو صحیح قرار دیا اور مسند ابو یعلیٰ کے حوالے سے یہ لفظ نقل فرمائے ہیں:

ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، لَأُجِيبَنَّهُ۔

---

[1] (المستدرک، ج۳، ص ۴۹۰، رقم الحدیث: ۴۲۱۸، دار المعرفہ، بیروت، مسند ابو یعلی، رقم الحدیث: ۲۵۸۴، مجمع الزوائد، ج۸، ص ۵، تاریخ دمشق، ج۴۳، ص ۴۹۴)

ترجمہ: پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے "یا محمد!" کہہ کر پکاریں گے تو میں ضرور ان کی پکار کا جواب دوں گا۔[1]

علامہ ہیثمی اور علامہ ذہبی جیسے محققین کا اس حدیث کی توثیق و تصحیح کرنا، اس حدیث کے واجب القبول ہونے کی دلیل ہے اور اس حدیث سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قبر میں زندہ ہیں، تبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام اور ان کی پکار سنیں گے، اسے سمجھیں گے اور اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور یہ سب کچھ حیات کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ یہ حیات کے مقتضیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیرہویں دلیل

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برزخی حیات کی ایک دلیل یہ روایت ہے:

عَن سعید بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقَمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ۔

ترجمہ: سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب ایام حرہ تھے تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان و اقامت کا سلسلہ موقوف رہا لیکن حضرت سعید بن المسیب (اجلہ تابعی) مسجد سے نہ نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتہ چلتا تھا جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور سے آتی تھی۔[2]

چودھویں، پندرہویں اور سولہویں دلیل

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے مابعد تابعین و تبع تابعین وغیرہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر آکر اپنی عرضیاں پیش کرتے تھے۔ اور بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اس کی شنوائی ہوتی اور وہ اپنی مرادوں کو پا کر جاتے تھے۔ ایسے واقعات اتنے کثیر ہیں کہ ان کا اس ایک کتاب میں احصاء نہیں ہو سکتا، تبرکاً یہاں صرف ۳ عدد واقعات بیان کیئے جاتے ہیں جو اس باب میں مشہور و معروف ہیں اور جید محققین نے ان کو قبول کر کے اپنی اپنی کتب میں درج کیا۔

---

[1] (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۱۱، الناشر: مکتبة القدسي، القاهرة)

[2] (سنن الدارمی، ج ۱، ص ۳۵، رقم الحدیث: ۹۴، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الفضائل، باب: الکرامات، رقم الحدیث: ۵۹۵۱، دار الکتب العلمیة، بیروت، وفاء الوفا، ج ۱، ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیه، بیروت)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ مَالِکِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: " ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْکَ الْكَيْسُ، عَلَيْکَ الْكَيْسُ "، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ۔

ترجمہ: مالک دار سے مروی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن تھے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں کو قحط پہنچا، پس ایک آدمی (مراد حضرت بلال بن الحارث المزنی صحابیٔ رسول ہیں) نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کریں کیونکہ وہ ہلاک ہونے والے ہیں، پس اس آدمی کے خواب میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے اور اس آدمی سے کہا گیا: عمر کے پاس جانا اور اس کو میرا اسلام دینا اور اس کو خبر دینا کہ تم سیراب کیئے جاؤ گے اور ان سے کہنا: تم پر دانشمندی لازم ہے، تم پر دانش مندی لازم ہے۔ پھر وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور عرض کی: اے میرے رب! میں کسی کام میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ میں عاجز ہوں۔[1]

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے نقل فرما کر فرمایا:

هذا اسند صحيح۔

ترجمہ: یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواه ابن ابی شیبة باسناد صحیح من روایة ابی صالح السمان۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے ابو صالح السمان کی روایت سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

---

[1] ((مصنف ابن ابی شیبہ، ج٦، ص ٣٥٩، رقم الحدیث: ٣١٩٩٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت, حدیث مذکور کی مزید تخریج: دلائل النبوۃ للبیہقی، ج٧، ص٤٧، کنز العمال، ج٨، ص ٤٣١، الاستیعاب، ج٣، ص ١١٤٩، شفاء السقام، ج ١، ص ١٣٠، البدایة والنهایة، ج٥، ص ١٦٧، الاصابة، ص ٤٨٤، تاریخ طبری، ج٤، ص ٩٨، الکامل لابن اثیر، ج ٢، ص ٥٥٦، تحریرات حدیث از حسین علی وان بهچری، ص ٢٥٥)

[2] (البدایة والنهایة، ج٥، ص ١٦٧)

[3] (فتح الباری، ج٣، ص ١٤٨)

محقق دیوبند مولوی سرفراز خان صفدر نے بھی اس حدیث کو تسکین الصدور میں صحیح قرار دیتے ہوئے اس حدیث کے رواۃ تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

ابن ابی شیبہ کی سند کے روات یہ ہیں:

۱۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ: الحافظ، عدیم النظیر، الثبت، النحریر جو ثقہ، حافظ اور متقن تھے۔[1]

۲۔ ابو معاویہ محمد بن خازم الحافظ الثبت اور محدث الکوفہ تھے۔[2]

ان پر بعض محدثین نے اضطراب کا الزام لگایا ہے لیکن علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ویضطرب فی غیر حدیث الاعمش۔

کہ امام اعمش کے علاوہ اور حضرات سے روایت کرنے میں یہ اضطراب کرتے ہیں اور یہ روایت حضرت اعمش سے ہے۔[3]

۳۔ اعمش: الحافظ الثقہ اور شیخ الاسلام تھے۔[4]

۴۔ ابو صالح ذکوان السمان الزیات: حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ وہ **ثقہ من اجل الناس و اوثقھم** (یعنی جلیل القدر اور ثقہ تر لوگوں میں شمار تھے)۔[5]

۵۔ حضرت مالک الدار کو علامہ ذہبی حضرات صحابہ کرام میں شمار کرتے ہیں۔[6]

اور علامہ ابن سعد ان کو تابعین میں شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ عمر) تھے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے روایت کی ہے:

وَکَانَ مَعْرُوْفًا۔

اور وہ معروف و مشہور تھے۔[7]

غرض یہ کہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔

---

[1] (تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۱۸، ۱۹، محصلہ)
[2] (تذکرہ، ج۱، ص۲۷۱)
[3] (تذکرہ، ج۱، ص۲۷۱)
[4] (تذکرہ، ج۱، ص۱۴۵)
[5] (تذکرہ، ج۱، ص۸۳)
[6] (تجرید اسماء الصحابہ، ج۲، ص۴۷)
[7] (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۱۲)

امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ کے آخر اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے۔[1]

اور مؤرخ عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے۔[2]

عن العتبی قال: کنت جالسا عند قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ سمعت اللہ عزوجل یقول (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا) وقد جئتک مستغفر الذنبی، مستشفعا بک الی ربی ثم انشا یقول: یا خیر من دفنت بالبقاع۔ فطاب من طیبهن القاع والکم نفسی الفداء لقبر انت ساکنه، فیه العفاف وفیه الجود والکرم ثم انصرف الاعرابی، فغلبتی عینی، فرایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی النوم فقال: یا عتبی الحق الاعرابی فبشره ان اللہ تعالیٰ قد غفر له۔

ترجمہ: عتبی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا، ایک اعرابی آیا، اس نے عرض کی: السلام علیک یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اور جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ تمہارے پاس آجائیں، پس وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا پائیں گے۔ اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت طلب کرنے کے لئے، پھر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا: "اے وہ بہترین ذات! جن کا مبارک جسم زمین میں مدفون ہے، پس ان کی پاکیزہ خوشبو سے ٹکڑے اور ٹیلے معطر ہیں، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاک دامنی اور اس میں جود و کرم ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ واپس آگیا اور اس دوران میری آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: اے عتبی! اس دیہاتی کے پاس جا کر اس کو بشارت دے دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے"۔[3]

حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد ذکر جماعة منهم الشیخ أبو نصر بن الصباغ في کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبي۔

---

[1] (تاریخ طبری، ج۴، ص ۹۸، البدایة والنهایة، ج۷، ص ۹۱)

[2] (ابن خلدون، ج۲، ص ۹۲۹، تسکین الصدور، ص ۳۴۹)

[3] (کتاب الاذکار للنووی، باب: اذکار الحج، ص ۱۶۰، دار الکتب العربی، سعب الایمان للامام البیهقی، ج۳، ص ۴۹۵، رقم الحدیث: ۴۱۷۸، المغنی لابن قدامه، ج۳، ص ۲۹۸، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۸۲، الدر المنثور، ج ۱، ص ۵۷۰، الجامع لاحکام القرآن، ج۵، ص ۲۶۵، البحر المحیط، ج۳، ص ۲۹۴، مدارک التنزیل، ج ۱، ص ۳۹۹)

ترجمہ: بے شک ایک جماعت نے جن میں ابو نصر بن صباغ بھی ہیں، اپنی کتب میں عتبی کی اس مشہور روایت کا ذکر کیا ہے۔[1]

اس روایت کا علامہ ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی نے بھی علامہ نووی اور علامہ باجی مالکی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۲۵۷۔

امام شیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی لکھتے ہیں:

والعلماء فهموا من الآية العموم لحالتي الموت والحياة، واستحبوا لمن أتى القبر أن يتلوها ويستغفر الله تعالى، وحكاية الأعرابي في ذلك نقلها جماعة من الأئمة عن العتبي، واسمه محمد بن عبيد الله بن عمرو، أدرك ابن عيينة وروى عنه، وهي مشهورة حكاها المصنفون في المناسك من جميع المذاهب، واستحسنوها، ورأوها من أدب الزائر۔

ترجمہ: علماء نے اس آیت کریمہ (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم، الخ) سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے وصال اقدس کا عموم مراد لیا ہے اور انہوں نے مستحب قرار دیا ہے کہ جو بندہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو تو وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اس بارے میں دیہاتی کی حکایت مشہور ہے جسے ائمہ کی ایک جماعت نے عتبی سے نقل کیا ہے، اس کا نام محمد بن عبید اللہ بن عمرو ہے، انہوں نے (مشہور محدث) علامہ ابن عینیہ کو پایا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے اور یہ عتبی کی روایت مشہور ہے جسے تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کے باب میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس عمل کو مستحسن قرار دیا ہے اور اسے زائرین کے آداب میں شمار کیا ہے۔[2]

امام علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی فرماتے ہیں:

حكاية العتبى فى ذلك مشهورة وقد حكاها المصنفون فى المناسك من جميع المذاهب والمؤرخون وكلهم استحسنوها ورواها من آداب الزائر۔

ترجمہ: عتبی کی روایت مشہور ہے اور مناسک کے باب میں جمیع فقہاء اور مؤرخین نے اس کو روایت کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اور زیارت کے آداب میں شمار کیا ہے۔[3]

---

[1] (تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۰۶، دار الکتب العلمیة، بیروت)

[2] (وفاالوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ج ۲، ج ۴، باب: ثامن، فصل ثانی، ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

[3] (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ﷺ، ص ۴۷، دار الکتب العلمیة، بیروت)

اس روایت کو امام ابن عساکر نے بھی روایت کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

معجم ابن عساکر، ج ۱، ص ۵۹۹، رقم الحدیث: ۷۳۸، دار البشائر، دمشق۔

اسی طرح علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن مالکی نے "الذخیرہ" ج ۳، ص ۳۷۶ میں نقل فرمایا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری المالکی الشہیر بابن الحاج نے "المدخل" ج ۳، ص ۲۲۸، مطبع دار التراث، بیروت میں نقل فرمایا ہے۔

امام ماوردی بغدادی نے فقہ شافعی کی معروف کتاب "الحاوی الکبیر فی مذہب الامام الشافعی"، ج ۴، ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ میں نقل فرمایا۔

امام ابو الحسن یحییٰ بن ابی الخیر بن سالم العمرانی الیمنی الشافعی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

البیان فی مذہب الامام شافعی، ج ۴، ص ۳۷۹، دار المنہاج، جدۃ۔

علامہ نووی نے اس روایت کو "المجموع شرح المذہب"، ج ۸، ص ۲۷۴، دار الفکر، بیروت پر بھی نقل فرمایا ہے۔

علامہ عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی نے "الشرح الکبیر علی متن المقنع" ج ۳، ص ۴۹۴، دار الکتاب العربی، بیروت پر اس روایت کو نقل کیا۔

علامہ منصور بن یونس بن صلاح الدین بن حسن بن ادریس الحنبلی نے "کشف القناع عن متن الاقناع" میں اس روایت کو نقل کیا: ج ۱، ص ۵۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

علامہ محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی المعروف بابن الضیاء نے اس روایت کو "تاریخ مکۃ الشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف" ج ۱، ص ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت پر نقل کیا، اور اس عمل کو مستحب و مستحسن قرار دیا۔

خطیب قسطلانی اور علامہ زرقانی نے بھی اس "الحکایۃ المشہورۃ" کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔[1]

دیوبند کے مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اس حکایت کو اپنی کتاب "نشر الطیب" ص ۲۵۴ پر نقل کیا ہے۔

[1] (المواہب مع الزرقانی، ج ۸، ص ۳۰۶)

نیز سرفراز خان صفدر نے بھی اس روایت کو نقل کر کے صحیح قرار دیا اور اس روایت سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر وبرزخ کی حیات اور بعد از وصال توسل کے جواز کو بڑی شد ومد کے ساتھ بیان کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

تسکین الصدور، ص ٣٦٣، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

اس روایت کے متعلق منکرین یہ کہتے ہیں کہ محض ایک عتبی نامی آدمی کا خواب کب شرعی حجت بن سکتا ہے؟ اور اس سے کسی عقیدہ کا اثبات کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے تو قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ صحیحہ درکار ہوتی ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں محض عتبی کے خواب کے اوپر اس عقیدہ کا مدار وانحصار نہیں بلکہ اس روایت کو جلیل القدر ثقہ محققین نے قبول فرمایا اور ایسا عمل کرنے کی ترغیب وتشویق دلائی اور اس عمل کے استحباب واستحسان کا قول کیا، جس کے ساتھ اس واقعہ کو تلقی قبول کا درجہ مل گیا، جبکہ یہ واقعہ قرآن وحدیث کی نصوص اور اجماع امت سے بھی مؤیدہ وموثق ہے تو اس کی صحت میں اضافہ ہو گیا، اور اس طرح کی روایات کو عقیدہ کے باب میں پیش کرنا قطعًا جائز وروا ہے۔ اور یہ روایت واضح بتا رہی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ صرف یہ کہ اپنی قبر میں زندہ ہیں بلکہ آپ کے حواس و ادراکات بھی بحال ہیں اور غلاموں کے صلاۃ وسلام اور ان کی عرضیاں سماعت بھی فرماتے ہیں اور وہ باذنِ اللہ تعالیٰ پوری بھی فرماتے ہیں اور یہی حق، سچ اور عین صواب ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی مشہور ومعروف ہے۔ جسے کثیر علماء نے اپنی کتب میں درج کیا ہے، وہ روایت یہ ہے:

عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: قدم علينا أعرابي بعد ما دفنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بثلاثة أيام، فرمى بنفسه على قبر النبي صلى الله عليه وسلم، وحثا من ترابه على رأسه، وقال: يا رسول الله، قلت فسمعنا قولك، ووعيت عن الله سبحانه وما وعينا عنك، وكان فيما أنزل عليك وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ (النساء: ٦٤) الآية، وقد ظلمت وجئتك تستغفر لي، فنودي من القبر: إنه قد غفر لك۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور اس نے اپنے آپ کو حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر ڈال دیا اور قبر انور کی مٹی مٹھی میں لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ نے فرمایا: اور ہم نے آپ کا فرمان سنا اور ہم نے اللہ رب العزت کے فرمان کو اور آپ کی حدیث مبارکہ کو محفوظ کیا اور جو قرآن آپ پر نازل کیا گیا، اس میں یہ آیت بھی ہے: "اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب آپ کے پاس آجائیں" (الی آخر الایۃ) اور یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا

ہے اور میں آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے استغفار کریں۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: پس قبرِ مطہر سے آواز آئی کہ "اے اعرابی! تجھے بخش دیا گیا ہے"۔[1]

دیوبند کے مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہوسکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اس حکم میں ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دفن کرکے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس سے آواز آئی: قدغفر لک (بحر محیط) یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔[2]

قارئین کرام! قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کی اس آیت کریمہ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، الخ (النساء ۶۴) ترجمہ: اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب تمہارے پاس آجائیں، پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ بھی ان کے استغفار کریں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد مہربان پائیں گے۔

اور ان مذکورہ روایات کی بناء پر تمام مسالک کے فقہاء، ائمہ اور محققین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر آپ سے طلب استغفار، استشفاع اور آپ سے توسل کو مستحب و مستحسن قرار دیا ہے اور زائر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تلقین کی ہے کہ وہ اس آیت کو پڑھ کر حضور سے عرض کرے کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت طلب فرمائیں۔

---

1 (وفاالوفاءباحوال دارالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ج ۲، ص ۱۸۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

2 (معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۵۸، ۴۵۹)

چند علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام الحنفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضری کے آداب بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ يَسْأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ، يَا رَسُولَ اللهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَأَتَوَسَّلُ بِكَ إِلَى اللهِ فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا۔

ترجمہ: پھر زائر بارگاہ، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور عرض کرے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں، اس پر کہ میرا اسلام پر خاتمہ ہو جائے۔[1]

شارح صحیح مسلم، امام محی الدین یحیٰ بن شرف النووی الشافعی فرماتے ہیں:

وإن كان قد أوصاه أحدٌ بالسَّلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: السَّلام عليك يا رسولَ الله من فلان بن فلان! ثم يتأخرَ قدر ذراع إلى جهة يمينه فيُسلِّم على أبي بكر، ثم يتأخرُ ذراعًا آخرَ للسلام على عُمر رضي الله عنهما، ثم يرجعُ إلى موقفه الأوّل قُبالة وجهِ رسول الله صلى الله عليه وسلم فيتوسلُ به في حقّ نفسه، ويتشفعُ به إلى ربه سبحانه وتعالى۔

ترجمہ: اگر زائر کو کسی نے سلام کی وصیت کی ہو تو وہ عرض کرے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ پھر وہ ایک بالشت دائیں جانب ہٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرے، پھر ایک بالشت مزید ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرے۔ پھر اپنی اسی جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مواجہہ کے سامنے ہو کر اپنے حق میں آپ سے توسل کرے اور آپ سے آپ کے رب کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرے۔[2]

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی فرماتے ہیں:

وقد جئناك ظالمين لأنفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا إلى ربك ۔۔۔ الی ۔۔۔ الشفاعة الشفاعة يا رسول الله يقولها ثلاثا وتبلغه سلام من أوصاك به فتقول: السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يتشفع بك إلى ربك فاشفع له وللمسلمين۔

---

[1] (فتح القدیر، ج۲، ص۳۳۸)

[2] (الاذکار، فصل: فی زیارۃ قبر رسول اللہ ﷺ، ص ۱۵۹، دار الکتاب العربی، بیروت)

ترجمہ: (زائر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں عرض کرے:) ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اس حال میں کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھے ہیں، ہم اپنے گناہوں پر استغفار کرنے والے ہیں، پس آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ زائر کو چاہیئے کہ اسے جس نے سلام پہنچانے کی وصیت کی ہے، اس کا سلام پہنچائے اور عرض کرے: السلام علیک یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کا سوالی ہے، پس آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کر دیں۔[1]

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

یقول اللھم انک قد قلت وقولک الحق (ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا) (النساء۶۴) اللھم انا قد سمعنا قولک، واطعنا امرک، وقصدنا نبیک، مستشفعین بہ الیک فی ذنوبنا، الخ۔

ترجمہ: زائر یہ عرض کرے: اے اللہ عزوجل! تیرا فرمان ہے اور تیرا فرمان حق ہے (**ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک، الخ**) اے اللہ! ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے نبی کی طرف متوجہ ہوئے اور تیرے نبی کو تیری بارگاہ میں اپنے گناہوں کے لئے شفیع بنایا، الخ۔[2]

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَیُبَلِّغُہُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاہُ فَیَقُولُ: السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِکَ إِلَی رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَہُ وَلِجَمِیعِ الْمُسْلِمِینَ۔

ترجمہ: زائر بارگاہِ اقدس اس کا سلام پہنچائے جس نے اسے وصیت کی اور عرض کی: السلام علیک یارسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کو سلام، وہ آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کا سوالی ہے، پس آپ اس کی شفاعت کریں اور تمام مسلمانوں کی شفاعت بھی کریں۔[3]

امام علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی فرماتے ہیں:

اعلم انہ یجوز ویحسن التوسل والاستعانۃ والتشفع بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الی ربہ عز وجل وجواز ذلک وحسنہ من الامور المعلومۃ لکل ذی دین۔

---

1 (نور الایضاح، ص ۳۹۵، ۳۹۶، دار الفرفور، دمشق)
2 (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۳۵۳، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت)
3 (الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱، ص ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: جان کہ نبی علیہ السلام کا وسیلہ پیش کرنا اور آپ سے مدد مانگنا اور آپ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفیع بنانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے اور اس کا جواز و استحباب ہر دین دار کے لئے امور معلومہ میں سے ہیں۔[1]

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ومنھا: ان یرجع الیٰ موقفه الاول ویتوسل به فی حق نفسه، ویستشفع به الیٰ ربه قال اھل المناسک من جمیع المذاھب: ومن احسن مایقول: فذکر روایة العتبی۔

ترجمہ: زیارت کے آداب میں سے ہے کہ پھر زائر اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آئے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ، اپنے حق میں پیش کرے اور سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کرے کہ آپ اپنے رب سے میری شفاعت فرمادیں۔ تمام مذاہب کے اہل مناسک نے فرمایا: کتنی اچھی ہے وہ بات جو اس نے ذکر کی، پھر ملا علی قاری نے عتبی والی روایت نقل فرمائی۔[2]

علامہ محمد امین بابن عابدین الشامی فرماتے ہیں:

أَنْ يَأْتِيَ الْقَبْرَ الْكَرِيمَ فَيُسَلِّمَ وَيَدْعُوَ وَيَسْأَلَ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُوصِلَهُ إلَى أَهْلِهِ سَالِمًا ، وَيَقُولَ غَيْرُ مُوَدَّعٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَيَجْتَهِدَ فِي خُرُوجِ الدَّمْعِ فَإِنَّهُ مِنْ أَمَارَاتِ الْقَبُولِ : وَيَنْبَغِي أَنْ يَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ عَلَى جِيرَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْصَرِفَ مُتَبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلَى مُفَارَقَةِ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ۔

ترجمہ: زائر (الوداعی حاضری کے لئے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو اور بارگاہِ رسالت مآب میں سلام عرض کرے اور دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ وہ اسے گھر خیر وعافیت کے ساتھ پہنچادے اور عرض کرے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! یہ میری آخری حاضری نہ ہو (بلکہ بار بار شرفِ حاضری ملتا رہے) اور رونے کی بہت کوشش کرے کیونکہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے اور زائر کو چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پروس میں (جو فقراء و مساکین ہیں) ان پر صدقہ و خیرات کرے پھر روتا ہوا، فراقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حسرت زدہ ہوکر واپس پلٹ جائے۔[3]

---

[1] (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (الدرۃ المضیة فی الزیارۃ المصطفویة المرضیة، فصل: فی آداب دخول المسجد، ص ۹۲، دار الکتب، پشاور)

[3] (ردالمحتار علی الدر المختار، باب: الھدیٰ، المجلد الرابع، ص ۵۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

محققین کی ان تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، آنے والے زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں، ان کی عرضیاں سماعت فرماتے ہیں، غلاموں پر لطف و کرم فرماتے ہیں اور باذنِ اللہ تعالیٰ اپنی امت کے گناہگاروں کے ظلماتی، کثافتِ قلوب کی تطہیر و تزکیہ فرماتے ہیں اور یہ سب امور حیات کے بغیر ناممکن ہیں۔

سترہویں دلیل

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَتَيْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج سرخ ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے میرا گزر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

یہ حدیث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی برزخی اور حسی حیات پر بہت واضح دلیل ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر انور میں نماز پڑھنا جب ہی متصور ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ ہوں، جیسا کہ ماقبل حدیث مع تخریج کے گزری ہے:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

یعنی انبیاء کرام (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ محمود بن احمد بن موسیٰ بدر الدین العینی متوفی فرماتے ہیں:

الأنبياء أحياء، فقد رآهم النبي حقيقة، وقد مر على موسى عليه الصلاة والسلام، وهو قائم يصلي في قبره۔

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان کو حقیقۃً عیاں دیکھا ہے اور آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔[2]

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: من فضائل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، رقم الحدیث: ۲۳۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب: قیام اللیل وتطوع بالنہار، باب: ذکر صلاۃ نبی اللہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، رقم الحدیث: ۱۶۲۱، دار الفکر، بیروت، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۳۲۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۰، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۷۸۰۶، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۵۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۶۵۷۵، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۶۷۲۷، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۳۳۲۵، مسند البزار، رقم الحدیث: ۶۳۹۱، شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث: ۵۰۳۱، شرح السنۃ للبغوی، رقم الحدیث: ۳۷۶۱)

[2] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۴، ص۴۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یہی علامہ عینی فرماتے ہیں:

كذلك رؤيته موسى ليلة المعراج وهو يصلي في قبره قلت لا إشكال في هذا أصلا وذلك أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أفضل من الشهداء والشهداء أحياء عند ربهم فالأنبياء بالطريق الأولى۔

ترجمہ: اسی طرح معراج کی رات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث پر بالکل کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ وحیات ہیں۔[1]

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَائِم يُصَلِّي فِي قَبْره قَالَ الشَّيْخ بَدْر الدِّين بْن الصَّاحِب فِي مُؤَلَّف لَهُ فِي حَيَاة الْأَنْبِيَاء: هَذَا صَرِيح فِي إِثْبَات الْحَيَاة لِمُوسَى فِي قَبْره فَإِنَّهُ وَصَفَهُ بِالصَّلَاةِ وَأَنَّهُ قَائِم وَمِثْل ذَلِكَ لَا يُوصَف بِهِ الرُّوح وَإِنَّمَا يُوصَف بِهِ الْجَسَد وَفِي تَخْصِيصه بِالْقَبْرِ دَلِيل عَلَى هَذَا فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مِنْ أَوْصَاف الرُّوح لَمْ يَحْتَج لِتَخْصِيصِهِ بِالْقَبْرِ وَقَالَ الشَّيْخ تَقِيّ الدِّين السُّبْكِيّ فِي هَذَا الْحَدِيث: الصَّلَاة تَسْتَدْعِي جَسَدًا حَيًّا۔

ترجمہ: وَهُوَ قَائِم يُصَلِّي فِي قَبْره شیخ بدرالدین بن الصاحب نے اپنی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں فرمایا: یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر صریح دلیل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ان کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور روح، اس طرح کے وصف سے متصف نہیں ہوتی، اس وصف کے ساتھ جسم متصف ہوتا ہے اور حدیث میں قبر کے ساتھ تخصیص اس پر دلیل ہے کیونکہ اگر یہ نماز پڑھنا روح کی صفت ہوتی تو قبر کے ساتھ مخصوص نہ کیا جاتا۔ شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا: یہ حدیث دلیل ہے کہ زندہ جسم ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔[2]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وَوَرَدَ النَّصّ فِي كِتَابِ اللهِ فِي حَقّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاء يُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَيَاة فِيهِمْ مُتَعَلِّقَة بِالْجَسَدِ فَكَيْف بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ. وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ (أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ) رَوَاهُ الْمُنْذِرِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ. وَفِي صَحِيح مُسْلِمٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِمُوسَى عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے حق میں نص وارد ہوئی ہے کہ بے شک وہ زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں اور زندگی ان کے جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے تو پھر انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کتنی بلند ہوگی؟ اور تحقیق حدیث

---

[1] (عمدۃالقاری، ج۱۶، ص۲۷، بیروت)

[2] (حاشیۃالسیوطی علی سنن النسائی، ج۳، ص۲۱۳، مطبوعہ حلب)

سے ثابت ہے: بے شک انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کو علامہ منذری نے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام پر سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

اٹھارویں دلیل

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے کی ایک دلیل جسے کثیر تعداد میں محققین، مثل امام بیہقی، امام سیوطی، ملا علی قاری وغیرہم نے متدل بنایا ہے، یہ ہے کہ معراج کی رات شہرت سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مسجد اقصیٰ میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکرام و تعظیم کے لئے جمع ہوئے، ان کی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، سلام و دعا ہوئی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی امامت فرمائی اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی، پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اپنے محامد و محاسن پر مشتمل خطبے دیئے، پھر آخر میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اپنی شان و منقبت اور اپنی فضیلت و اکرمیت پر بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جسے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سماعت فرمایا اور سب نے کھلے دل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی عظمت و وجاہت کو تسلیم کیا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح لفظوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی افضلیت کا اعتراف و اقرار کیا، یہ سب مضمون کتب احادیث میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ پھیلا ہوا ہے، جس کی تفصیل ملاحظہ فرمانے کے لئے نکات الفرقان، جلد دوم، زیر آیت: "سبحان الذی اسری بعبدہ الخ" کی طرف مرجعت فرمائیں۔

یہاں حصولِ مقصد کے لئے صرف دو احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: أُتِيتُ بِدَابَّةٍ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ خَطْوُهَا عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهَا فَرَكِبْتُ وَمَعِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَسِرْتُ فَقَالَ انْزِلْ فَصَلِّ فَفَعَلْتُ فَقَالَ أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ بِطَيْبَةَ وَإِلَيْهَا الْمُهَاجَرُ ثُمَّ قَالَ انْزِلْ فَصَلِّ فَصَلَّيْتُ فَقَالَ أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ بِطُورِ سَيْنَاءَ حَيْثُ كَلَّمَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام ثُمَّ قَالَ انْزِلْ فَصَلِّ فَنَزَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَقَالَ أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ حَيْثُ وُلِدَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام ثُمَّ دَخَلْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِي الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمْ السَّلَام فَقَدَّمَنِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَمَمْتُهُمْ۔

[1] (نیل الأوطار، ج۳، ص۲۹۵، دار الحدیث، مصر)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اور اس کا قدم منتہائے بصر تک پڑتا تھا، پس میں اس پر سوار ہوا اور میرے ساتھ جبرئیل علیہ السلام تھے، پس میں چلا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہاں اُتر کر نماز پڑھیں! تو میں نے ایسا ہی کیا، انہوں نے عرض کی: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طیبہ (یعنی مدینہ) میں نماز پڑھی ہے۔ اور یہی آپ کی جائے ہجرت ہے۔ پھر عرض کی: یہاں اتر کر نماز پڑھیں! میں نے نماز پڑھی تو کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طورِ سینا میں نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا تھا۔ پھر کہا: یہاں اتر کر نماز پڑھیں! پس میں اترا اور میں نے نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے، جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو میرے لئے جمع کیا گیا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آگے کیا یہاں تک کہ میں نے ان سب کی امامت کی۔[1]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ، جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ، وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ - يَعْنِي نَفْسَهُ - فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خود کو انبیاء کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ایک جماعت میں پایا، میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے بال قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے ہیں اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے نبی ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔[2]

---

1 (سنن النسائی، کتاب: الصلوٰۃ، باب: فرض الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۴۹، دار الفکر، بیروت)

2 (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: الاسراء برسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۰، دار الکتب العربی، بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۶، ص ۴۵۵، رقم الحدیث: ۱۱۴۸۰)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمانا، ان کا بیت المقدس میں جمع ہونا، اس پر بین دلیل و محکم برہان ہے کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ و بحیات ہیں۔ و الحمدللہ علیٰ ذلک!

انیسویں دلیل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِوَادِي الْأَزْرَقِ، فَقَالَ: أَيُّ وَادٍ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا وَادِي الْأَزْرَقِ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِنَ الثَّنِيَّةِ، وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ بِالتَّلْبِيَةِ، ثُمَّ أَتَى عَلَى ثَنِيَّةِ هَرْشَى، فَقَالَ: أَيُّ ثَنِيَّةٍ هَذِهِ؟ قَالُوا: ثَنِيَّةُ هَرْشَى، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، خِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّي۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وادیٔ ازرق سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ وادیٔ ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو گھاٹی سے اترتا دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) پڑھ رہے تھے، پھر آپ ایک گھاٹی ھر شی پر آئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ھر شی گھاٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے، انہوں نے ایک اونی جبّہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللھم لبیک کہہ رہے ہیں۔[1]

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

فان قیل کیف تحجون ویلبون وھم اموات فالجواب انھم افضل من الشھداء والشھداء احیاء عند ربھم یرزقون ولا یبعدن یحجوا ویصلوا۔

ترجمہ: پس اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حج کیسے کرتے ہیں اور تلبیہ کیسے کہتے ہیں؟ حالانکہ ان کا تو وصال ہو چکا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے حضور زندہ ہیں، ان کو روزی دی جاتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ وہ حج بھی کریں اور تلبیہ بھی ادا کریں۔[2]

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات، رقم الحدیث: ۴۲۰، دار الکتب العربی، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب: المناسک، باب: الحج علی الرحل، رقم الحدیث: ۲۸۹۱، دار السلام، ریاض، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۸۲، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۸۰۱)

[2] (شرح السیوطی علی مسلم، ج ۱، ص ۲۱۲)

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنْ قِيلَ: كَيْفَ يَحُجُّونَ وَيُلَبُّونَ وَهُمْ أَمْوَاتٌ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ لَيْسَتْ بِدَارِ عَمَلٍ؟ الْجَوَابُ: مِنْ وُجُوهٍ: أَحَدُهَا: أَنَّهُمْ كَالشُّهَدَاءِ بَلْ أَفْضَلُ، وَالشُّهَدَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ، فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَحُجُّوا وَيُصَلُّوا وَيَتَقَرَّبُوا إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِمَا اسْتَطَاعُوا۔

ترجمہ: امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: پس اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حج اور تلبیہ کی ادائیگی کیسے کرتے ہیں حالانکہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور آخرت کا گھر دارالعمل نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب جل جلالہ کے پاس زندہ ہیں، تو کوئی استبعاد نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حج کریں، نماز ادا کریں اور ایسے اعمال کریں کہ جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا (مزید) قرب حاصل کر سکیں۔[1]

[1] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۹، ص ۳۶۵۳)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ برزخیہ پر تصریحات علماء

چودہ سو سال سے پوری امت کے محققین، ائمہ عظام، محدثین و مفسرین کرام کا اتفاقی، اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اس مسئلہ پر کسی ایک امام و مطاع کی دورائے نہیں ہیں اور نماز میں ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے انعام یافتہ بندوں کے رستہ پر چلنے کی دعا کرتے ہیں اور قرآن اس رستہ کو صراطِ مستقیم سے تعبیر کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحة ٧)

ترجمہ: ہمیں سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے پر جن پر تیرا انعام ہے۔

ان انعام یافتہ بندوں کے رستے سے انحراف وادبار کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوگا؟

قرآن مجید میں ارشاد رب العالمین ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ١١٥)

ترجمہ: اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنین کے رستے کو چھوڑ کر دوسرے رستے پر چلے تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جہاں پھرا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کا ید (دستِ تائید) جماعت پر ہے اور جو جماعت سے علیحدہ ہوا تو وہ جہنم کی طرف علیحدہ ہوا ہے۔[1]

سو جو حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عقیدے کا منکر ومکذب ہے، وہ در حقیقت پوری امت کے عمائدین وزعماء کی تردید وتغلیط کر رہا ہے اور اپنے لئے جہنم کا سامان فراہم کر رہا ہے۔

[1] (سنن الترمذی، کتاب: الفتن، باب: ماجاء فی لزوم الجماعة، رقم الحدیث: ٢١٦٧، دار المعرفه، بیروت)

یہاں چند محققین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

قَالَ: الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَيَحْزَنُ بِمَعَاصِي الْعُصَاةِ مِنْهُمْ۔

ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔[1]

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مما هو مقرر عند المحققين أنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق ممتع بجميع الملاذ و العبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات۔

ترجمہ: کہ محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات سے نفع پاتے ہیں، البتہ آپ کو تاہ بینوں کی نظروں سے حجاب میں ہیں۔[2]

علامہ محمد امین بن عمر شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ۔

ترجمہ: کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔[3]

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

با چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء است یک کس را در ایں مسئلہ اختلاف نیست کہ آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توھم تاویل ودائم باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آں حضرت را مفیض و مربی است۔

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ج۲، ص ۱۴۹)

[2] (نور الایضاح مع الوشاح، ص ۱۳۹، دار الفرفور، دمشق)

[3] (ردالمحتار، ج۶، ص ۱۸۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: کہ علمائے امت میں کثرتِ مذاہب واختلافات کے باوجود اس میں کسی ایک کا اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حقیقتاً زندہ اور باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں اور طالبانِ حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔[1]

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

باب: لا تأکل الأرض أجساد الأنبیاء ولا الشہداء وأنہم أحیاء۔

ترجمہ: کہ یہ باب ہے اس بارے میں کہ زمین انبیاء اور شہداء کے جسم کو نہیں کھاتی اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔[2]

حافظ ابن قیم نے لکھا ہے:

الشُّهَدَاءَ بَعْدَ قَتْلِهِمْ وَمَوْتِهِمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ مُسْتَبْشِرِينَ وَهَذِهِ صِفَةُ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الشُّهَدَاءِ فَالْأَنْبِيَاءُ أَحَقُّ بِذَلِكَ وَأَوْلَى، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ الْأَرْضَ لَا تَأْكُلُ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعَ بِالْأَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَفِي السَّمَاءِ، وَرَأَى مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ وَأَخْبَرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلَى كُلِّ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا يَحْصُلُ مِنْ جُمْلَتِهِ الْقَطْعُ بِأَنَّ مَوْتَ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّمَا هُوَ رَاجِعٌ إِلَى أَنْ غُيِّبُوا عَنَّا بِحَيْثُ لَا نُدْرِكُهُمْ وَإِنْ كَانُوا مَوْجُودِينَ أَحْيَاءً۔

ترجمہ: کہ شہداء اپنے قتل اور فوت ہونے کے بعد اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جب شہداء کی یہ شان ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں جبکہ صحیح حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی اور (یہ بھی واضح دلیل ہے) کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے اور آسمانوں پر بھی خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور تحقیق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی خبر دی کہ جو مسلمان بھی آپ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو متوجہ کرتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں، اس کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا مرجع یہ ہے کہ وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے، اس طرح کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ (اپنی قبروں میں) زندہ موجود ہیں۔[3]

---

[1] (مکتوبات علی ہامش اخبار الاخیار، ص ۱۵۵)

[2] (التذکرہ، ص ۱۴۶، دار الکتب العربی، بیروت)

[3] (الروح، ص ۵۲، ۵۳، دار الحدیث: قاھرہ)

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَمَا أَفَادَهُ مِنْ ثُبُوتِ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ حَيَاةً بِهَا يَتَعَبَّدُونَ، وَيُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ، مَعَ اسْتِغْنَائِهِمْ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ كَالْمَلَائِكَةِ أَمْرٌ لَا مِرْيَةَ فِيهِ، وَقَدْ صَنَّفَ الْبَيْهَقِيُّ جُزْءًا فِي ذَلِكَ۔

ترجمہ: کہ امام ابن حجر نے فرمایا: اس حدیث نے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا فائدہ دیا، ایسی حیات جس کے ساتھ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کھانے اور پینے سے ملائکہ کی طرح مستغنی ہیں، یہ ایک ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں اور تحقیق اس موضوع پر امام بیہقی نے ایک جزء بھی تحریر فرمایا ہے۔[1]

قاضی شوکانی نے لکھا:

وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ إِلَى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِه، وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِه۔

ترجمہ: کہ محققین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔[2]

شیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی فرماتے ہیں:

أنه حي في قبره ويصلي فيه بأذان وإقامة وكذلک الأنبياء، ولهذا قيل: لا عدة على أزواجه۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور اس میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں اور یہی حال انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج پر عدت نہیں تھی۔[3]

امام جلال الدین سیوطی شافعی "البدور السافرة" میں فرماتے ہیں:

قال البيهقي: لأن الأنبياء بعد ما قبضوا رد الله إليهم أرواحهم، فهم أحياء عند ربهم كالشهداء۔

ترجمہ: امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ ارواح کے قبض فرمانے کے بعد ارواح لوٹا دیتا ہے، پس وہ شہداء کی طرح جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔[4]

امام علامہ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی الشافعی (تلمیذ جلیل حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی) فرماتے ہیں:

يؤخذ من هذه الأحاديث أنه صلى الله عليه وسلم حي على الدوام۔

---

[1] (المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، ج۳، ص ۴۰۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[2] (نیل الأوطار، ج۴، ص۱۸۳، وعون المعبود للشمس الحق، ج ۱، ص ۴۰۵)

[3] (المواہب اللدنیہ، ج۲، ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[4] (البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ، ص ۲۸، باب ۴، دار المعرفہ، بیروت)

ترجمہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول مکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (اپنی قبر انور میں) دائمی طور پر زندہ ہیں (نہ کہ احیاناً زندہ ہیں)۔[1]

امام شیخ عبدالرؤف المناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی علی الدوام، وروحہ لا تفارقۃ ابدًا لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم۔

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک آپ کے بدن سے دائمًا جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔[2]

امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی فی قبرہ باق علیٰ ما کان علیہ ای من النبوۃ والرسالۃ۔

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اس صفت (یعنی صفتِ نبوت ورسالت) پر باقی ہیں، جس صفت پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تھے۔[3]

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

انا متفقون علیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی فی قبرہ یعلم بزائرہ۔

ترجمہ: ہمارا (یعنی محققین علمائے اہل سنت کا) اس پر اتفاق واجماع ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کو جانتے ہیں۔[4]

یہی ملا علی قاری "شرح الشفاء" میں فرماتے ہیں:

أن المعتقد أنہ وسائر الأنبیاء في قبورھم من الأحیاء فإنھم أولی بذلک من الشھداء۔

ترجمہ: اعتقاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ شہداء سے بڑھ کر حیات کے حقدار ہیں۔[5]

---

[1] (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع، ص ۱۷۱، دار الکتاب العربی، بیروت)

[2] (الشرح الکبیر علی الجامع الصغیر بحوالہ جواہر البحار، ج ۲، ص ۲۰۲، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

[3] (شرح الشفا للخفاجی بحوالہ جواہر البحار، ج ۲، ص ۲۲۶، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

[4] (الدرۃ المضیئۃ فی الزیارۃ المصطفویۃ، ص ۸۲، دار الکتب، پشاور، پاکستان)

[5] (شرح الشفاء، ج ۲، ص ۱۵۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

''آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان واقامت کے ساتھ، **وکذلک الانبیاء ولھٰذا** یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہچاتا ہے، **اللھم صل علیٰ سیّدنا ومولانا محمدوعلیٰ آلہٖ وبارک وسلم**۔ اعمالِ اُمت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں، آپ اُمت کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[1]

اہل حدیث مسلک کے بانی مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصًا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے، میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے''۔[2]

مجدد مسلک دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

''پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے''۔[3]

مولوی محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''الغرض! میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے روضۂ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیاتِ برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں، ان کا اکابر دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماءِ دیوبند سے کوئی تعلق نہیں، اور میں ان کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں''۔[4]

مولوی سرفراز خان صفدر نے لکھا:

''تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی حضرات شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے''۔[5]

---

[1] (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ، ص ۵۲)

[2] (فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۵۲)

[3] (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ص ۲۴۸، تاج کمپنی، کراچی)

[4] (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۱، ص ۵۱۴، مکتبہ لدھیانوی، کراچی)

[5] (تسکین الصدور، باب ۲، ص ۲۱۹، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

اسی گھکھڑی نے اپنے مسلک کے بین جید و ثقہ علماء کا متفقہ فیصلہ لکھا:

"حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالمِ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے"۔[1]

مقدمہ ۲: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعت رؤیت وبصارت

یہاں تک عقیدہ حاضر وناظر کا پہلا مقدمہ یعنی حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دلائل، حجج اور شواہد کے ساتھ مبرہن ہوا، اب دوسرے مقدمے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قوتِ بصارت کو عام افراد کی طرح نہیں بنایا کہ عام افراد جس طرح قریب کی مبصرات و محسوسات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فقط قریب اور حاضر کی مخلوقات کو دیکھتے ہیں، نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ایسی قوتِ بصارت اور حسِ مشاہدہ عطا فرمائی ہے کہ جو قریب کے ساتھ دور کی اشیاء کو بھی دیکھتی ہے، حاضر کے ساتھ غائب کی اشیاء کو بھی دیکھتی ہے، بلکہ محسوسات کے ساتھ معنویات اور معقولات کی اشیاء کا بھی ادراک فرماتی ہے، یعنی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے باقی اوصاف وحواس کی طرح وصف مشاہدہ اور رؤیت وبصارت میں بھی بے مثل وبے مثال اور یکتا و منفرد بنایا ہے۔

اس پر اگرچہ دلائل گزر چکے ہیں، لیکن یہاں موقع کی مناسبت کی بناء پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّي وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: فِيمَ يَخْتَصِمُ المَلَأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: رَبِّ لَا أَدْرِي، فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ المَشْرِقِ وَالمَغْرِبِ رواه الترمذی، وفی روایة الترمذی: فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ۔ وفی روایة الترمذی: فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ وتلا (وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ (الأنعام ۷۵)) قال ابو عیسی الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ هَذَا الحَدِيثِ، فَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس میرا رب احسن صورت میں (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) میں آیا اور فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی: میں بار بار حاضر ہوں! فرمایا: عالمِ بالا کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کی: اے میرے رب! میں

[1] (تسکین الصدور، ص ۳۷، مکتبہ صفدریہ)

نہیں جانتا، پس اللہ رب العزت نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس میں وہ سب کچھ جان گیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔[1]

اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: پس جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، میں نے وہ سب کچھ جان لیا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھی: وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الأنعام ۷۵)

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر چیز میرے لئے روشن ہو گئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ (امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر اور البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی فرماتے ہیں:

قولہ علیہ السلام فعلمت ما فی السماء والارض یدل علی ان ذلک الفیض صار سببا لعلمہ ثم استشھد بالایۃ والمعنی انہ تعالیٰ کما اریٰ ابراھیم علیہ السلام ملکوت السموات والارض وکشف لہ ذلک فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت ما فیھا من الذوات والصفات والظواھر والمغیبات الیٰ قولہٖ ثم ان الحبیب حصل لہ عین الیقین باللہ والخلیل علم الیقین باللہ والحبیب علم الاشیاء کلھا والخلیل رای ملکوت الاشیاء۔

ترجمہ: کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا میں نے سب جان لیا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فیض (جو اللہ جل مجدہ نے عطا فرمایا) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا سبب بنا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس آیت کریمہ: (وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ (الأنعام ۷۵)) سے استدلال اور استشہاد فرمایا اور اس کا معنی یہ ہے کہ جیسے اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کروایا۔ اسی طرح اللہ جل مجدہ نے مجھ پر غیوب کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ میں نے آسمان اور زمین میں موجود تمام ذوات کو، ان کی صفات اور ان کے ظاہر و باطن کو جان لیا۔ پھر (حبیب اور خلیل کا فرق بیان کرتے ہوئے) اس مشاہدہ سے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت کی ذات پر عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا اور خلیل علیہ السلام کو اس

[1] (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: سورۃ ص، رقم الحدیث: ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، دار المعرفہ، بیروت، مسند احمد، الحدیث: ۴۵۶، مسند دارمی، رقم الحدیث: ۲۱۸۶، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۵۶، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۲۶۰۸، مسند عبد بن حمید، رقم الحدیث: ۶۸۲، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۸۱۱۷، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۲۱۶، مسند البزار، رقم الحدیث: ۲۶۶۸، شرح السنۃ، ج۴، ص ۳۶)

مشاہدہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام اشیاء کو جان لیا جبکہ خلیل علیہ السلام نے صرف ملکوت کی اشیاء کو دیکھا۔[1]

امام محمد بن علی سلطان قاری فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَيْ جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمَاوَاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا، كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ، "وَالْأَرْضِ" هِيَ بِمَعْنَى الْجِنْسِ، أَيْ: وَجَمِيعَ مَا فِي الْأَرَضِينَ السَّبْعِ، بَلْ وَمَا تَحْتَهَا۔

ترجمہ: کہ علامہ بن حجر مکی نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام کائنات کو جان لیا جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے بھی اوپر، جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور زمین کا لفظ حدیث میں جنس کے معنی میں ہے اور یعنی ساری زمینیں بلکہ اس سے بھی نیچے جو حقائق تھے ان تمام کو جان لیا۔[2]

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ:

ایں عبارت است از حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطہ آں۔

ترجمہ: آپ کا یہ قول اس سے عبارت ہے کہ آپ کو تمام علوم جزوی وکلی حاصل ہوگئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔[3]

عن ابن عمر، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا، فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کر دی، پس دنیا مین جو واقع ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ اس دنیا میں ہونے والا ہے اسے میں یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔[4]

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے تمام رواۃ کی توثیق کی ہے، سوائے سعید بن السنان الرھاوی کے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔[5]

لیکن اس حدیث کا ضعف اس طرح دور ہو جائے گا کہ اس حدیث کی تائید میں احادیثِ صحیحہ موجود ہیں، نیز جید علماء نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو کہ اس حدیث کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔

---

[1] (شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص ۲۹۱، ۲۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۲، ص ۴۰۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[3] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ج۱، ص ۳۳۳)

[4] (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۴۱۱۲، مجمع الزوائد للھیثمی، ج۸، ص۲۸۷، حلیۃ الاولیاء، ج۶، ص ۱۰۱، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، ج۲، ص ۱۸۵، شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی، ج۷، ص ۲۰۴، کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۱۹۲۹)

[5] (مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۸۷)

نیز اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو محدثین کے اتفاق سے فضائل میں ضعیف احادیث قبول کی جاتی ہیں۔ کما فی عامة الاصول۔

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَ عَلَيَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، وَأَمْرِ الآخِرَةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر دنیا اور آخرت کے ہونے والے معاملات پیش کیے گئے۔[1]

عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ قُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ فَحَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ۔

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی، اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا؟ پس آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج گرہن تھا) اس وقت سب لوگ نماز کے لئے کھڑے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے سر کے اشارے سے جواب دیا: جی ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہو گئی، حتیٰ کہ مجھ پر غشی چھانے لگی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے نہیں دیکھا تھا اس چیز کو میں نے اس جگہ کھڑے دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔[2]

شارح بخاری امام علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إن لفظة الشيء في قوله ما من شيء أعم العام وقد وقع نكرة في سياق النفي أيضا (الیٰ) فخصصه العقل بما صح رؤيته قيل هل فيه دلالة على أنه عليه الصلاة والسلام رأى في هذا المقام ذات الله سبحانه وتعالى أجيب نعم إذ الشيء يتناوله والعقل لا يمنعه۔

---

[1] (مسند احمد، مسند العشرة المبشرة، ج ۱، ص ۵۷، رقم الحدیث: ۱۶، دار الکتب العلمیة، بیروت، مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۳۷۴، مسند الطیالسی، رقم الحدیث: ۲۰۱۰، مسند عبد حمید، رقم الحدیث: ۱۱۸۶، وحسنه الالبانی فی صحیح الترغیب، رقم الحدیث: ۳۶۴۱)

[2] (صحیح بخاری، کتاب: العلم، باب: من اجاب الفتیا باشارة الید والراس، رقم الحدیث: ۸۶، دار الکتب العربی، بیروت، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۷۲۸۷، صحیح مسلم، کتاب: الکسوف و صلوٰته، باب: ما عرض علی النبی ﷺ فی الصلوٰة الکسوف من امر الجنة والنار، رقم الحدیث: ۹۰۵، مصنف ابن ابی شیبة، ج ۲، ص ۴۶۹، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۳۱۶، سنن البیهقی، ج ۳، ص ۳۳۸، شرح السنة، رقم الحدیث: ۱۱۳۸، مسند ابو عوانه، ج ۲، ص ۳۷۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۱۴، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۲۱۸۹، مسند احمد، ج ۶، ص ۳۴۶)

ترجمہ: اس حدیث میں "ما من شی" کے الفاظ ہیں اور یہ سب عام سے بڑھ کر عام ہیں جبکہ نکرہ حیز نفی ہے۔ (تو اس کا معنی یہ ہے کہ) ہر وہ چیز جو دیکھی جاسکتی تھی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر اسے دیکھ لیا ہے، یہ عقلی مخصص ہے، پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اس مقام پر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کو بھی دیکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں! کیونکہ اس مقام پر آپ نے ہر شے کو دیکھا اور شے کا لفظ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھی بولا جاتا ہے اور عقلی طور پر اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔[1]

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہو جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہمیں سب کچھ بتادیا، جس نے اسے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا سو بھول گیا۔[2]

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنَ الْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ وَالْمَعَاشِ، وَتَيْسِيرُ إِيرَادِ ذَلِكَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ ويقرب ذلك مع كون معجزاته لا مرية في كثرتها أنه صلى الله عليه وسلم أعطى جوامع الكلم۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک مجلس میں مخلوقات کی ابتداء سے فناء تک اور منتہاء سے دوبارہ اٹھائے جانے تک تمام احوال کی خبر دی اور یہ خبریں مبدأ، معاش اور معاد کو شامل تھیں اور ایک ہی مجلس میں یہ سب کچھ بیان کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جامع الکلم عطا فرمائے گا۔[3]

---

[1] (عمدۃ القاری، ج۲، ص۱۴۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[2] (صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، رقم الحدیث: ۳۱۹۲، دار الکتب العربی، بیروت، مسند احمد، ج۱، رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰، تغلیق التعلیق لابن الحجر العسقلانی، ج۳، ص۴۸۲، رقم الحدیث: ۳۱۹۲)

[3] (فتح الباری، ج۷، ص۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شارح بخاری امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فيه دلالة على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات من ابتدائها إلى انتهائها وفي إيراد ذلک كله في مجلس واحد أمر عظيم من خوارق العادة وكيف وقد أعطي جوامع الكلم مع ذلک۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کی ابتداء سے انتہاء تک تمام احوال بیان فرمادیئے، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا عظیم معجزہ ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔[1]

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے، پس میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا ہے۔[2]

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

يُرِيدُ بِهِ تَقْرِيبَ الْبَعِيدِ مِنْهَا حَتَّى اطَّلَعَ عَلَيْهِ اطِّلَاعَهُ عَلَى الْقَرِيبِ مِنْهَا، وَحَاصِلُهُ أَنَّهُ طَوَى لَهُ الْأَرْضَ وَجَعَلَهَا مَجْمُوعَةً كَهَيْئَةِ كَفٍّ فِي مِرْآةِ نَظَرِهِ، وَلِذَا قَالَ: فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا أَيْ: جَمِيعَهَا۔

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان "زوی" کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی بعید چیزوں کو قریب کر دیا، یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کی موجودات پر اس طرح مطلع ہوئے جیسے قریب کی چیزوں پر مطلع ہوتے ہیں اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ زمین حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سمیٹ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام زمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ مبارک میں اس طرح کر دی جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے اور تحقیق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام زمین کو دیکھا جائے۔[3]

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ۔

---

[1] (عمدۃ القاری، ج۱۵، ص ۱۵۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[2] (صحیح مسلم، کتاب: الفتن واشراط الساعة، باب: ھلاک ھذہ الامة بعضھم ببعض، رقم الحدیث: ۷۲۵۸، سنن ابی داؤد، کتاب: الفتن: باب: ذکر الفتن ودلائلھا، رقم الحدیث: ۱۲۵۲، سنن الترمذی، کتاب: الفتن، باب: فی سوال النبی ﷺ ثلاثا فی امتہ، رقم الحدیث: ۲۱۷۶، دار المعرفہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب: الفتن، باب: ما یکون من الفتن، رقم الحدیث: ۳۹۵۲، دار السلام، ریاض، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۴۴۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۷۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۱۱۷۴۰، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۵۷۵۰)

[3] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۱۰، ص۴۲۸، شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، ج۱۰، ص۳۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔[1]

یہ تمام احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعتِ رؤیت پر دلالت کر رہی ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ شان صرف آپ کی ظاہری حیات تک تھی، اس کے بعد آپ کی یہ شانِ رؤیت وبصارت نہیں ہے۔ سو یہ ایک بہت رکیک اور سطحی بات ہے اور قرآن وحدیث کی کم فہمی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد ایک عام انسان کے حواس وادراک کی سطح زندگی کی بہ نسبت بڑھ جاتی ہے اور قوی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ قبر کی آہٹ کو بھی سن لیتی ہے اور منوں مٹی نیچے ہو کر بھی زائر کو پہچان لیتی ہے۔ **کما فی الحدیث:** **"انه یسمع قرع نعالهم"**۔ سو اگر عام انسان کے شعور، احساس، حواس اور ادراک کی سطح بڑھ جاتی ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حواس وادراک کی سطح، ظاہری حیات سے بھی کم تر ہو جائے؟

جبکہ ایک روایت میں صراحۃً یہ الفاظ بھی ہیں:

"علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی"۔

ترجمہ: میری وفات کے بعد میرا علم ایسا ہی ہو گا جیسا کہ میری حیات میں ہے۔[2]

سو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے بحر و بر اور شرق و غرب کی وسعتوں کو سمیٹ دیا ہے اور آپ اپنی قبر انور میں پوری روئے زمین کو اس طرح مشاہدہ فرما رہے ہیں جیسے کہ ہاتھ کی ہتھیلی کا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ اگر ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ساری زمین اس طرح ہے کہ جیسے تھال کسی کے سامنے پڑا ہو اور وہ جہاں سے اٹھانا چاہے با آسانی اٹھا سکتا ہے۔[3] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ایسا بلکہ اس سے بھی عظیم تر مشاہدہ کیونکر نہیں ہو سکتا؟

---

[1] (سنن الترمذی، کتاب: الزهد، باب: فی قول النبی علیه الصلوٰة والسلام لو تعلمون ما اعلم الضحکتم قلیلاً، رقم الحدیث: ۲۳۱۲، دار المعرفه، بیروت، المستدرک، رقم الحدیث: ۲۹۳۸، مسند البزار، ج ۹، ص ۳۵۸، المعجم الاوسط، ج ۹، ص ۵۸، السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث: ۱۳۱۱۵ شعب الایمان، رقم الحدیث: ۷۸۳، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۱۳)

[2] (وفاالوفاء، ج ۱)

[3] (کتاب الروح، شرح الصدور، التذکرة)

مقدمہ ۳: عرضِ اعمال کی بحث

تیسرا مقدمہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کے مفہوم میں یہ ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عرضِ اعمال کی وجہ سے اپنی اُمت کے مؤمنین وکافرین، متقین وفاسقین کو جانتے پہچانتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونَ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ". قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحْدِثُونَ وَيُحْدَثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللَّهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللَّهَ لَكُمْ" وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں، وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لئے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔[1]

علامہ زرقانی نے بھی اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے۔[2]

امام قاضی عیاض مالکی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔[3]

امام جلال الدین سیوطی شافعی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

اخرج البزار بسند صحیح۔

ترجمہ: بزار نے اس حدیث کو سند صحیح سے روایت کیا ہے۔[4]

---

[1] (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۴، مسند البزار، رقم الحدیث: ۸۴۵، الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۳۷۷۱، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۴۹، البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۵۷، الوفا، رقم الحدیث: ۸۲۰)

[2] (شرح الزرقانی علی المؤطا، ج ۱، ص ۱۵۱، مکتبہ الثقافیۃ، قاہرہ)

[3] (الشفاء، ج ۱، ص ۱۶)

[4] (الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۴۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام عبد اللہ بن مبارک، امام قرطبی اور علامہ قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عن سعید بن المسیب: لیس من یوم إلا ویعرض علی النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - أعمال أمتہ غدوۃ وعشیۃ، فیعرفہم بسیماہم وأعمالہم، فلذلک یشہد علیہم یقول اللہ تبارک وتعالیٰ: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب (جلیل القدر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ہر دن نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر آپ کی امت صبح اور شام پیش کی جاتی ہے، پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو ان کے چہروں اور ان کے اعمال کے ساتھ پہچانتے ہیں، اسی لئے قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے اللہ جل مجدہ کے اس ارشاد "پس کیا ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان تمام پر گواہ لائیں گے" کا یہی مطلب ہے۔[1]

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

از زماں آدم تا نفخہ اول بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول وآخر معلوم گردد و یاران خود را نیز از بعضے احوال خبر داد۔

ترجمہ: حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر پہلی دفعہ صور پھونکنے تک جو کچھ دنیا میں ہے، وہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر منکشف کر دیا گیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو گئے اور آپ نے بعض احوال کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی دی۔[2]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بر آں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص ونفاق شمارا۔

---

[1] (کتاب الزہد لابن المبارک، ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، التذکرۃ للامام القرطبی، ص ۴۵۷، دار الکتاب العربی، بیروت، المواہب اللدنیۃ، ج ۲، ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

[2] (مدارج النبوۃ، ص ۱۴۴، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

ترجمہ: تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں کیونکہ وہ نورِ نبوت سے ہر دین دار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہٰذا وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاق و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ [1]

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

عندنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں، آپ کی صفتِ علم وحس موجود ہے اور آپ پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور درود وسلام آپ تک پہنچتا ہے۔ [2]

امام شیخ احمد بن محمد القسطلانی فرماتے ہیں:

وینبغی أن یقف عند محاذاۃ أربعۃ أذرع ویلازم الأدب والخشوع والتواضع، غاض البصر فی مقام الھیبۃ، کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاتہ، ویستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ لسلامہ، کما ھو الحال فی حال حیاتہ، إذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لأمتہ ومعرفتہ بأحوالھم وعزائمھم وخواطرھم، وذلک عندہ جلی لا خفاء بہ۔

ترجمہ: زائر بارگاہ رسالت کو چاہیئے کہ قبر انور کے سامنے چار ہاتھ پیچھے کھڑا ہو اور ادب، خشوع اور تواضع کو لازم رکھے، اُس مقام ہیبت پر اپنی نگاہیں جھکا کر رکھے جیسے کہ اگر ظاہری حیات میں سامنے کھڑا ہوتا تو ادب کرتا اور اس بات کو ذہن میں رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے وقوف یعنی کھڑے ہونے کو جانتے ہیں اور اس کے سلام کو سماعت فرمارہے ہیں جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں حال تھا۔ کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی موت و حیات میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ آپ امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان کے احوال، ارادے اور دلوں کے خیالات کو جانتے ہیں اور یہ سب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واضح ہے، آپ پر کچھ مخفی نہیں۔ [3]

سو علماء کی تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر آپ کی اُمت کے اعمال واحوال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ اپنی اُمت کو ان کے اعمال کے ساتھ جانتے پہچانتے ہیں اور اسی بناء پر قیامت کے دن گواہی دیں

---

[1] (تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۶۳۶)

[2] (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۶، ص ۶۸۲)

[3] (المواہب اللدنیۃ، ج ۳، ص ۴۱۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر امت کے اعمال کیونکر پیش نہ ہوتے ہوں گے جب کہ احادیث سے ثابت ہے کہ والدین، اقارب اور اعزہ پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں۔

ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن أَنَس بْنَ مَالِكٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: إِنَّ أَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَى أَقَارِبِكُمْ وَعَشَائِرِكُمْ مِنَ الأَمْوَاتِ، فَإِنْ كَانَ خَيْرًا اسْتَبْشَرُوا بِهِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ، قَالُوا: اللَّهُمَّ لاَ تُمِتْهُمْ، حَتَّى تَهْدِيَهُمْ كَمَا هَدَيْتَنَا۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں اور قبیلہ والوں پر پیش کئے جاتے ہیں، سو اگر وہ اچھے اعمال ہوں تو مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر برے اعمال ہوں تو عرض کرتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ! ان کو موت نہ دینا یہاں تک کہ تو ان کو اس طرح ہدایت دے دے جس طرح تونے ہمیں ہدایت دی ہے۔[1]

تو جن اقارب، اعزہ اور رشتہ داروں کے ساتھ جسمانی تعلق ہے اور جنھوں نے قیامت کے دن گواہی بھی نہیں دینی، اگر ان پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو جس حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ اُمت کا روحانی اور معنوی تعلق ہے اور جس ذات نے امت کے اعمال کی بناء پر قیامت کے دن گواہی بھی دینی ہے تو اس کریم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اُمت کے اعمال کیونکر پیش نہ ہوتے ہوں گے؟

مقدمہ ۴: اجسام مثالی کی تحقیق

چوتھا مقدمہ، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کے باب میں یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسم مثالی عطا کیا گیا ہے اور آپ اس جسم مثالی کے ساتھ کسی اُمتی کے پاس تشریف لے جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں۔ باذن اللہ تعالیٰ!

جسم مثالی کے ثبوت پر چند دلائل

اللہ جل مجدہٗ اپنے محبوبین اور مقربین کو روح اور جسم سے زائد ایک جسم عطا فرماتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں، یہ جسم مثالی جسم سے لطیف تر اور روح سے کثیف تر ہوتا ہے اور تمام صوفیاء کے نزدیک یہ جسم آن واحد میں متعدد ہو سکتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں جگہ پر پائے جاسکتے ہیں۔

---

[1] (مسند احمد، ج۵، ص۴۶۴، رقم الحدیث: ۱۳۰۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۴۸، شرح الصدور، رقم الحدیث:۱۰۸۷)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

قالوا: هُوَ أَلْطَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَجْسَادِ وَأَكْثَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَرْوَاحِ، وَبَنَوْا عَلَى ذَلِكَ تَجَسُّدَ الْأَرْوَاحِ وَظُهُورَهَا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ مِنْ عَالَمِ الْمِثَالِ، وَقَدْ يُسْتَأْنَسُ لِذَلِكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا) (مريم ١٧)، فَتَكُونُ الرُّوحُ الْوَاحِدَةُ كَرُوحِ جِبْرِيلَ مَثَلًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ مُدَبِّرَةً لِشَبَحِهِ الْأَصْلِيِّ وَلِهَذَا الشَّبَحِ الْمِثَالِيِّ۔۔۔۔۔ كَمَا يُحْكَى عَنْ قضيب البان الموصلي، وَكَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ أَنَّهُ اتَّهَمَهُ بَعْضُ مَنْ لَمْ يَرَهُ يُصَلِّي بِتَرْكِ الصَّلَاةِ وَشَدَّدَ النَّكِيرَ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ، فَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَى الْفَوْرِ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَقَالَ: فِي أَيِّ هَذِهِ الصُّوَرِ رَأَيْتَنِي مَا أُصَلِّي، وَلَهُمْ حِكَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ وَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْقَوَاعِدِ عِنْدَهُمْ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ: صوفیاء نے فرمایا کہ (جسم مثالی) عالم اجساد سے لطیف تر ہے اور عالم ارواح سے کثیف تر ہے۔ اور اسی قاعدہ کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ روح عالمِ مثال میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہو جاتی ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑی جا سکتی ہے (فتمثل لھا بشرًا سویًا) کہ جبرئیل مریم کے لئے پوری طرح بشر کی تمثیل میں آئے۔ پس روح ایک ہوتی ہے جیسے جبرئیل علیہ السلام کی روح ایک ہی وقت میں اپنے اصلی جثہ کی مدبر بھی تھی اور مثالی جثہ کی بھی۔ جیسے کہ حکایت مروی ہے کہ حضرت شیخ قضیب البان الموصلی سے اور وہ ابدال میں سے تھے کہ ان پر ایک آدمی نے تہمت لگائی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے اور اس نے بڑی شدت کے ساتھ انکار کیا تو وہ ولی فورًا مختلف صورتوں میں متمثل ہو گئے اور فرمایا: تو نے کس صورت میں مجھے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اور صوفیاء کے اس قاعدہ پر مبنی بہت سی حکایات ہیں اور یہ قاعدہ ان کے نزدیک اُمہات القواعد میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔[1]

ملا علی قاری محقق احناف نے اجسامِ مثالیہ کے تعدد پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عن مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ -عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ «أَتُحِبُّهُ». فَقَالَ أَحَبَّكَ اللَّهُ كَمَا أُحِبُّهُ. فَمَاتَ فَفَقَدَهُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا: یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم لابیہ اما تحب أَنْ لاَ تَأْتِيَ بَاباً مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلاَّ وَجَدْتَهُ ينتظرک فقال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ فقال بل لکلکم۔

ترجمہ: معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اس کے ساتھ اس کا بیٹا ہوتا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا: کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی محبت کرتا ہے جیسی میں اس سے کرتا ہوں، پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہ پایا، آپ نے پوچھا: فلاں کے بیٹے کا کیا بنا؟ انہوں نے

[1] (الحاوی للفتاوی، المنجلی فی تطور الولی، ص ٢٢٦، ٢٢٧، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

عرض کی: یارسول اللہ! وہ فوت ہوگیا ہے! تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو جنت کے جس بھی دورازے پر جائے تو تو اسے پائے کہ وہ تیرا انتظار کررہا ہو۔ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ اس کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے یہی حکم ہے؟ فرمایا: بلکہ تم سب کے لئے ہے۔[1]

اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى خَرْقِ الْعَادَةِ مِنْ تَعَدُّدِ الْأَجْسَادِ الْمُكْتَسَبَةِ، حَيْثُ إِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُودٌ فِي كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرقِ عادت اجسام مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ لڑکا جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔[2]

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَلَا تَبَاعُدَ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ حَيْثُ طُوِيَتْ لَهُمُ الْأَرْضُ، وَحَصَلَ لَهُمْ أَبْدَانٌ مُكْتَسَبَةٌ مُتَعَدِّدَةٌ، وَجَدُوهَا فِي أَمَاكِنَ مُخْتَلِفَةٍ فِي آنٍ وَاحِدٍ۔

ترجمہ: جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لئے ایسے اجسادِ مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔[3]

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وسادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرار ہم عالم متوسط در عالم اجساد وارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد واکثف از عالم ارواح وظہور ارواح وصور مختلفہ مبنی بر آں ساختہ وظہور جبرائیل علیہ السلام بصورۃ دحیۃ کلبی وتمثل او مریم را بصورت بشر سوی الخلق ازاں عالم می دارند۔

ترجمہ: سادات صوفیاء کے نزدیک عالمِ اجساد اور عالمِ ارواح کے درمیان ایک عالمِ مثال بھی ثابت ہے، جو عالمِ اجسام سے لطیف اور عالمِ ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا، اسی عالمِ مثال پر مبنی ہے اور حضرت

[1] (سنن النسائی، کتاب: الجنائز، باب: الامر بالاحتساب والصبر عند نزول المصیبة، رقم الحدیث: ۱۸۷۲، دارالفکر، بیروت، مسند احمد، ج۸، ص۲۵۴، رقم الحدیث: ۲۰۹۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۰۹)
[3] (مرقاۃ المفاتیح، ج۴، ص۳۱)

جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس ''بشرًا سويًا'' کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے۔[1]

اشرف علی تھانوی نے لکھا:

''حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سماوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے، اس کی ہیئت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات میں ان کی روح کا تمثل ہوا ہے، یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں، روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض قدرت ومشیت حق۔ اور ظاہرًا یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا، الگ الگ شکل رکھتا تھا اس لئے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا''۔

یہی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

''محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس (۳۰) شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے''۔[2]

امام شعرانی فرماتے ہیں:

''شیخ محمد الشربنی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلادِ عجم میں تھی اور کچھ بلادِ ہند میں اور کچھ بلادِ تکرود میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرمادیتے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان ہی کے پاس قیام رکھتے ہیں''۔[3]

سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

اور چونکہ احادیث صحیحہ اور حضرات ائمہ دین کی عبارت میں جسم اور بدن کا لفظ مذکور ہے، اس لئے ان حضرات نے اس بدن سے بدن مثالی مراد لی ہے اور فرماتے ہیں کہ اربابِ کشف نے اپنے بیان کے ذریعہ اس بدن کا ادراک کیا ہے اور متعدد

[1] (جذب القلوب، ص ۱۵۳)
[2] (جمال الاولیاء، ص ۱۸۸، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)
[3] (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

کتب تفسیر اور تصوف میں بدن مثالی کا ذکر موجود ہے اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات لوگوں سے بدن مثالی ہی سے ہوتی ہے۔[1]

اور زلیخا نے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی تو اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثالی صورت ہی ان کے سامنے پیش ہوئی تھی۔[2]

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عالمِ مثالی کے وجود پر ایک مستقل باب قائم کرکے اس حدیث کو آشکارا کیا ہے، بلاشک یہ سب باتیں اپنے مقام پر حق اور صحیح ہیں۔[3]

مقدمہ ۵: روحانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعت

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر و ناظر کے مفہوم میں پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت پوری کائنات میں روح کی مانند ہے جس طرح روح بدن سے قریب ہوتی ہے اسی طرح نورانی، روحانی طور پر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی اُمت سے قریب ہیں اور اس میں شرعی طور پر کوئی استبعاد و استحالہ نہیں ہے۔

اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

ترجمہ: نبی مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "اولیٰ" کی متعدد تفاسیر اور تعبیرات ہیں جن میں ایک تفسیر لفظ اولیٰ کی "اقرب" کے ساتھ بھی ہے۔

چنانچہ سید محمد آلوسی حنفی روح المعانی میں فرماتے ہیں:

(النَّبِيُّ أَوْلَى) أي أحق و أقرب إليهم مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اولیٰ ہونے کا مطلب ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایمان والوں کی جانوں سے بڑھ کر ان کے حق دار ہیں اور ایمان والوں کی جانوں سے بھی بڑھ کر قریب ہیں۔[4]

---

[1] (روح المعانی، ج۱۵، ص ۳۲۶)

[2] (تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص ۴۷۴، صراط مستقیم، ص ۱۴۸)

[3] (تسکین الصدور، ص ۹۳، مکتبہ صفدریہ)

[4] (تفسیر روح المعانی، ج ۲۱، ص ۲۰۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

روئے مبارک سوئے یاراں کرد و فرمود "الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم" نمے دانید شما کہ نزدیک تر و دوست ترم بمومناں از ذاتہائے ایشاں چناں کہ در قرآن مجید ھم مذکور است قالوا بلی گفتند صحابہ آرے تو نزدیک ترین و دوست ترین بمومناں ھستی از نفوس ایشاں۔

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منزل غدیر خم پر پہنچے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف رُخِ انور فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک میں مؤمنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ نبی مؤمنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ مؤمنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہیں۔[1]

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔

"پیغمبر نزدیک تر است بمومناں از ذاتہائے ایشاں"۔[2]

بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے لکھا:

"النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" جس کے یہ معنی ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے مؤمنوں کے بہ نسبت ان کی جانوں کے۔ یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے، اصل معنی اولیٰ کے اقرب ہیں۔[3]

نیز اسی قاسم نانوتوی نے ایک دوسرے مقام پر لکھا:

"النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم گو بہ لحاظ صلہ من انفسھم" کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں، کیونکہ اولیٰ بمعنیٰ اقرب ہوا۔[4]

---

[1] (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۴۰۱)

[2] (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۸۱)

[3] (آبِ حیات، ص ۵۸)

[4] (تحذیر الناس، ص ۱۰)

مصباح اللغات جو کہ مکتب دیوبند کے کئی فضلاء کی مجموعی کاوشوں کا نتیجہ ہے اس میں "ولی" کا معنی "قریب ہونا" لکھا ہے۔ س اعتبار سے بھی اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ اولیٰ بمعنی اقرب ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا۔

ترجمہ: میرے بہت زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں جو ہوں اور جہاں ہوں۔[1]

اسی طرح اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ٤٦)

ترجمہ: (اے نبی! ہم نے آپ کو بنایا) چمکا دینے والا آفتاب۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (الشمس ١)

ترجمہ: سورج اور اس کی روشنی کی قسم ہے۔

یہاں شمس کی ظاہری تفسیر سے مراد یہی معروف سورج ہے جو کہ آسمانِ دنیا پر جلوہ گر ہے جبکہ باطنی اور معنوی تفسیر بمطابق حدیث: "لكل حرف منها ظهر وبطن" قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی معنی ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا:

والشمس کنایت بود ز روئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

ترجمہ: والشمس سے کنایۃً اشارۃً رُخِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قسم ارشاد فرمائی گئی ہے۔[2]

اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فلک رسالت و نبوت کے پائندہ و درخشندہ آفتاب ہیں، جس کی ضو فشانی سے تمام عالم منور و تاباں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو "شمس" اور "سراج منیر" قرار دینے کی ایک حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح ظاہری سورج ایک ہے اور زمین سے کوسوں بلندی اور دوری پر واقع ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا زمین اور اہلِ زمین سے نورانی طور پر اتنا قریب کا تعلق ہے کہ جو ہر فرد پر عیاں ہے۔ سو اس سورج سے معلوم ہو رہا ہے کہ وجود دور ہونے کے باوجود نورانی طور پر قرب کا تعلق ہو سکتا ہے، تو اگر اس ظاہری سورج کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی تو مہر فلک رسالت کو ایسی

[1] (مسند احمد، ج۵، ص ۲۳۵، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الرقاق، فصل ۳، ص ۴۴۶)

[2] (تفسیر عزیزی)

عظیم شان کیونکر نہیں عطا فرمائی جاسکتی کہ آپ کی روح مبارک اور جسد انور تو ایک ہے اور اس کا ایک مستقر و مسکن ہے، لیکن آپ کی روح مبارک نورانی طور پر ہر اُمتی بلکہ کائناتِ عالم کے ہر فرد سے قریب تر ہو۔ کیا اللہ جل مجدہٗ کی قدرتِ کاملہ العیاذ باللہ اس سے عاجز ہے یا العیاذ باللہ تعالیٰ! اس میں کوئی شرعی استحالہ ہے، یقیناً إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ ۲۰) کے تحت اس میں کوئی شرعی استحالہ نہیں ہے تو اس کے وقوع کا عقیدہ رکھنا کیونکر شرک و کفر ہے۔ اس پر ایک بڑی واضح وعیدوہ حدیث پاک ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اُمت کو حالتِ نماز میں نداء اور خطاب کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں سلام کی تلقین و تاکید فرمائی ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب ہم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ نماز میں ہوتے تھے تو ہم کہتے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو، فلاں اور فلاں پر سلام ہو۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: تم "السلام علی اللہ" نہ کہو کیونکہ اللہ جل مجدہٗ خود سلام ہے، لیکن یہ عرض کرو: تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں، ہم پر سلام ہو اور اس کے نیک بندوں پر سلام ہو، پس بے شک جب تم یہ کہوگے تو آسمان میں ہر بندے کو پہنچ جائے گا۔ سلام ہو اور اس کے نیک بندوں پر سلام ہو، پس بے شک جب تم یہ کہوگے تو آسمان میں ہر بندے کو پہنچ جائے گا۔ (یا فرمایا:) زمین و آسمان کے مابین ہر بندے کو سلام پہنچ جائے گا، (پھر عرض کرے:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اسے دعا میں اختیار ہے جو اسے پسند ہو وہ دعا کرے۔[1]

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب: الاذان، باب: یتخیر من الدعاء بعد التشھد، رقم الحدیث: ۸۳۵، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب: التشھد فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۹۰۰، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: التشھد، رقم الحدیث: ۹۶۸، دار السلام، ریاض، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۱۱۶۳، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۸۹۹، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۹۰، الترمذی)

اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نداء وخطاب کے ساتھ سلام کی تعلیم اُمت کو ارشاد فرمائی ہے اور یہ تعلیم صرف حاضرین صحابہ علیہم الرضوان کے لئے نہیں بلکہ امت کے ہر ہر فرد کے لئے ہے، خواہ وہ حاضرین اور غائبین سے ہوں یا تا قیامت آنے والی اُمت ہو، اسی وجہ سے وہ صحابہ جو مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ دوسری مساجد میں نماز پڑھتے تھے، وہ بھی اسی نداء اور خطاب کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کرتے تھے اور خلفائے راشدین کے ادوار میمنت لزوم میں مسلمان ہونے والے افراد کو بھی خلفائے راشدین نے اسی تشہد کی تعلیم دی جس میں نداء اور خطاب تھا پھر آئمہ اربعہ نے بھی متفقًا اسی تشہد کو برقرار رکھا، پھر تاہنوز شرق سے غرب تک پوری اُمت اسی تشہد کا تلفظ کرتی ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں نداء اور خطاب کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ ندائے غیر اللہ سے منع کرنے والے اور اس ندائے یارسول اللہ پر "من دون اللہ" والی آیات چسپاں کرنے والے بھی اسی تشہد کو پڑھتے ہیں اور نداء وخطاب کے ساتھ سلام عرض کرتے ہیں، سو اگر یہ نداء ناجائز ہوتی بلکہ بزعم وہابیہ شرک وکفر ہوتی تو کیا عین عبادتِ خدا میں اس کی گنجائش تھی؟ سو جب قطعًا گنجائش نہیں تو یہ اس کے جواز پر دلالت ہے اور جب حالتِ نماز میں نداء اور خطاب کے ساتھ سلام کی اجازت ہے تو غیر حالت نماز میں نداء وخطاب کیونکر رواونا جائز اور شرک وکفر بن سکتا ہے؟

علمائے دیوبند اور وہابیہ کی یہ تاویل کہ یہاں قصد وارادہ سے عرض نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت کی جاتی ہے سراسر لغو اور باطل تاویل ہے، اس لئے کہ پوری نماز میں از اول تا آخر کسی ایک مقام پر بھی بندہ حکایت کی نیت نہیں کرتا، نہ ثناء میں، نہ سورۃ فاتحہ کی قرأت میں، نہ رکوع وسجود میں، نہ تسبیحات میں، نہ قومہ کی تحمیدات میں، نہ تشہد کی تحیات، طیبات وصلوٰۃ میں، نہ عباد اللہ الصالحین پر اور نہ اپنی جان پر تسلیمات میں، تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ نماز میں اول تا آخر کسی ایک مقام پر بھی حکایت کی نیت نہ ہو حتیٰ کہ اپنی جان پر سلام کے وقت بھی قصد وارادہ اور انشاء عزم کے ساتھ سلام ہو، لیکن جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام کا وقت آئے تو حکایت کی نیت کرلی جائے۔

نیز یہ فریق اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ درود کے وقت انشاء وقصد ہونا چاہیئے اور اس وقت حکایت کی نیت نہ ہونی چاہیئے تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ درود وسلام میں نیت کے اس تفرقہ پر کیا دلیل ہے؟ اگر درود حکمِ قرآنی "صلوا علیہ" کے تحت پیش کیا جاتا ہے تو سلام بھی تو "وسلموا تسلیما" کے تحت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، ایک ہی آیت کے ایک جزو "صلوا علیہ" سے انشاء وقصد مراد ہو اور دوسرے جزو "وسلموا تسلیمًا" سے

حکایت وعدم قصد مراد ہو، یہ قرآن کے اسلوب کے بھی خلاف ہے اور حدیث صحیح کے بھی۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں کیا عرض کی؟

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! بہر حال آپ پر سلام پڑھنا تو ہم پہچانتے ہیں لیکن درود کیسے پڑھیں گے؟ فرمایا: تم عرض کرو: اے اللہ! درود بھیج (سیدنا) حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر جیسے تونے درود بھیجا (سیدنا) ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما (سیدنا) محمد اور حضرت محمد کی آل پر جیسے کہ تونے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، بے شک تو حمد کیا ہوا بزرگی والا ہے۔[1]

نیز تمام علماءِ اعلام اور محققین عظام نے بھی اس نداء اور خطاب کے تحت انشاء وقصد اور ارادہ کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا، اس لئے کہ انشاء وقصد کے ساتھ جو حضوری وتوجہ میسر ہوتی ہے اور اس توجہ کی فیوض وبرکات میسر ہوتی ہیں، وہ حکایۃً سلام پڑھنے کے ساتھ میسر نہیں ہوتی۔ چنانچہ علماء نے تاکیداً اس مقام پر حضوری وتوجہ کے لئے انشاء وقصد کا حکم ارشاد فرمایا۔ چند علماء کی تصریحات سے نماز میں مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء وخطاب کے ساتھ سلام پیش کرنے کے اسرار ورموز کے متعلق ملاحظہ فرمائیں اور انہی تصریحات سے ندائے یارسول اللہ کا جواز اور "من دون اللہ" والی آیات کا اس نداء پر اطلاق کا بطلان اور عقیدۂ اہل سنت کی حقانیت وصداقت مہر نیم روز کی طرح عیاں وواضح ہو جائے گی۔

امام محمد غزالی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک یا ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ولیصدق املک فی انہ یبلغ سلامک ویرد علیک بما ھو اوفی منہ۔

ترجمہ: التحیات پڑھتے وقت جب تو "السلام علیک ایھا النبی" تک پہنچے تو اپنے دل میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھ اور پھر عرض کر: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور تجھے پکا یقین ہونا چاہیئے

[1] (صحیح بخاری، کتاب: التفسیر، باب: قولہ (ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی)، رقم الحدیث: ۴۷۹۷، دار الکتب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد، رقم الحدیث: ۹۰۷، دار الکتب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام بعد التشھد، رقم الحدیث: ۹۷۶، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۲۰، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۲۸۴، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۹۰۴)

کہ تیرا سلام نبی پاک علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچ رہا ہے اور آپ اس کا ایسا جواب مرحمت فرمارہے ہیں جو تیرے جواب کی بہ نسبت کامل ترین ہے۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصا در حالت عبادت کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر وقوی ترست وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بہ جہت سریان حقیقت محمدی است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در ذات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد۔

ترجمہ: کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ مؤمنوں کے سامنے ہیں اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ہر وقت اور ہر حالت میں اور خصوصاً عبادت کے وقت کیوں کہ نورانیت کا وجود ہونا اور انکشاف اس وقت بہت زیادہ اور بہت قوی ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب (السلام علیک ایھا النبی) بوجہ جاری ہونے حقیقت محمدیہ کے ہے جو موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری وساری ہے۔ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں، پس نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی سے آگاہ ہو اور س حضور حاضری سے غافل نہ ہو تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے رازوں سے روشن اور فیض یاب ہو سکے۔[2]

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں:

ویوید سماع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سلامہ من یسلم علیہ من قریب و بعید مشروعیۃ السلام علیہ فی التشھد فی الصلوٰۃ بصیغۃ الخطاب اذیقول المصلی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فلو لم یکن حیا یسمع جمیع المسلمین اینما کانوا باسماع اللہ تعالیٰ لہ ذلک لما کان لھذا الخطاب معنی۔

---

[1] (احیاء العلوم، ج ا، کتاب اسرار الصلوٰۃ، ص ۲۳۷، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لملا علی قاری، ج ا، ص ۵۵۷)

[2] (اشعۃ اللمعات، ج ا، ص ۴۰۱، مدارج النبوۃ، ج ا، ص ۵۳۱)

ترجمہ: کہ نماز کے دوران تشہد میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزدیک اور دور سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے کی تائید کرتا ہے کیونکہ نمازی کہتا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ (تعالیٰ) کی رحمتیں اور برکات ہوں، پس اگر حضور سرورِ عالم زندہ نہ ہوں کہ تمام نمازیوں کے سلام کو اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اس خطاب کا کیا معنی؟۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ذکر کن اوراودرود بفرست بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وباش درحال ذکر گویا حاضرست پیش درحالت حیات وی بنی تواورامتادب باجلال وتعظیم وہیبت وحیاء بدانکہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم می بیند ومی شنود کلام ترازیراکروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم متصف است بصفات الٰہی ویکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خوب ذکر کرو اور آپ پر درود وسلام بھیجو اور ذکر کی حالت میں ایسے بن جاؤ گویا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں ملاحظہ فرمارہے ہیں اور تم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جلال وعظمت اور حیاء وادب کے ساتھ دیکھ رہے ہو اور سمجھ لو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہیں ملاحظہ فرمارہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں، اس لئے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف بصفات اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے: "انا جلیس من ذکرنی" جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی اور علامہ شیخ احمد بن محمد القسطلانی سلام میں نداء اور خطاب کی لطیف رمز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يحتمل أن يقال على طريقة أهل العرفان أن المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات أذن لهم بالدخول في حريم الحي الذي لا يموت فقرت أعينهم بالمناجاة فنبهوا على أن ذلك بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعته فإذا التفتوا فإذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر فأقبلوا عليه قائلين السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته۔

ترجمہ: احتمال ہے کہ اہلِ عرفان کے طریق پر یہ کہا جائے کہ جب نماز ملکوت کا دروازہ کھلواتے ہیں، التحیات میں تو ان کو حی لایموت کے حریم میں داخلے کی اجازت مل جاتی ہے تو ان کی آنکھیں مناجات کے ساتھ ٹھنڈی ہوتی ہیں، پس وہ متنبہ ہوتے ہیں کہ یہ داخلہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطہ سے اور آپ کی اتباع کی برکت سے ملا ہے تو وہ متوجہ ہوتے

---

[1] (شواھدالحق، ص ۲۲)

[2] (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۶۲۱، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

ہیں، پس وہ دیکھتے ہیں کہ حبیب، حبیب کے حرم حاضر ہے، پھر وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔**[1]

ترجمہ: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔

احناف کی معتمد کتاب "فتاویٰ ہندیہ" المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَقْصِدَ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا الَّتِي وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهِ كَأَنَّهُ يُحَيِّي اللَّهَ وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ وَعَلَى نَفْسِهِ وَأَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى، كَذَا فِي الزَّاهِدِيِّ۔

ترجمہ: ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے ان معانی کا قصد کرے، جس کے لئے وضع کئے گئے ہیں گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت پیش کر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے۔[2]

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بألفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کأنہ یحیي اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ لا الاخبار ذلک۔

ترجمہ: تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعۂ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔[3]

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لَا يَقْصِدُ الْإِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ۔

ترجمہ: تشہد پڑھتے وقت واقعۂ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا، اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔[4]

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج٣، ص ٢٧٢، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج٦، ص ١٥٩، بیروت، المواھب اللدنیہ، ج٣، ص ١٥٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (الفتاویٰ الھندیہ، ج١، ص ٧٩، کتاب: الصلوٰۃ، باب: صفۃ الصلوٰۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

[3] (درمختار، ج١، ص ٤٧٦، مطبوعہ عثمانیہ)

[4] (ردالمحتار، ج١، ص ٤٧٦)

علامہ شرنبلالی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فيقصد المصلي إنشاء هذه الألفاظ مرادة له قاصدا معناها الموضوعة له من عنده كأنه يحيي الله سبحانه وتعالى ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔[1]

علامہ طحطاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حكاية سلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔[2]

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا ذَكَرْنَا بَعْضَ مَعَانِي التَّشَهُّدِ لِمَا أَنَّ الْمُصَلِّيَ يَقْصِدُ بِهَذِهِ الْأَلْفَاظِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً له على وَجْهِ الْإِنْشَاءِ منه كما صَرَّحَ بِهِ في الْمُجْتَبَى بِقَوْلِهِ وَلَا بُدَّ من أَنْ يَقْصِدَ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعْنَاهَا التي وُضِعَتْ لها من عِنْدِهِ كَأَنَّهُ يحيي اللَّهَ وَيُسَلِّمُ على النبي صلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

ترجمہ: ہم نے الفاظِ تشہد کے بعض معانی محض اس لئے ذکر کئے ہیں کہ جب نماز میں یہ الفاظ پڑھے تو ان معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔[3]

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی التشهد لينبه الغافلين فی جلوسهم بين يدی اللہ عز وجل علی شهود نبيهم فی تلك الحضرة فانه لا يفارق حضرة اللہ ابدًا فيخاطبونه۔۔۔۔ بالسلام مشافهة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی موجود ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

---

[1] (مراقی الفلاح، ص ۱۷۰)

[2] (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، ج ۱، ص ۲۲۵)

[3] (البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۴۳)

سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لئے نمازی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔[1]

ان تمام علماء و محققین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نمازی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حکایۃً اور نقلاً سلام عرض نہ کرے بلکہ انشاءً اور قصداً سلام عرض کرے اور یہ اس صورت ہو سکتا ہے جبکہ "یا رسول اللہ یا نبی اللہ" کہنا جائز و روا ہو اور جب نماز (جیسی عبادت جو کہ اللہ جل مجدہ کی بندگی کا سب سے بلند زینہ ہے) میں نداء اور خطاب کرنا جائز ہے تو بعد از نماز یا رسول اللہ یا نبی اللہ عرض کرنا کیونکر ناجائز اور ناروا اور کفر و شرک بن سکتا ہے، سو اس ندائے یا رسول اللہ میں شرک و کفر کا قطعاً کوئی احتمال نہیں بلکہ یہ نداء حضوری اور مشافہ کا موجب ہے اور دوری و حجاب کو قرب و شہود میں بدلنے والی ہے۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

عن أَبَا أُسَيْدٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ لِيَقُلِ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

ترجمہ: حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام بھیجے، پھر یہ عرض کرے: اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، پھر جب نکلے تو عرض کرے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔[2]

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام کس طرح عرض کرے، اس کی وضاحت اس روایت میں ہے:

امام قاضی عیاض مالکی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة: إذا دخلت المسجد أقول: السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته صلى الله و ملائكته على سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه وسلم۔

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو عرض کرتا ہوں: السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا درود ہو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر۔[1]

---

[1] (المیزان الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۷)

[2] (سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: ما يقول الرجل عند دخوله المسجد، رقم الحدیث: ۴۶۵، دار السلام، ریاض، سنن ابن ماجہ، کتاب: المساجد والجماعات، باب: الدعاء عند دخول المسجد، رقم الحدیث: ۷۷۳، دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۲۰۵۰، شرح السنۃ، ج ۲، ص ۱۲۴)

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال الامام الغزالی: سلم علیہ اذا دخلت فی المساجد فانہ علیہ السلام یحضر فی المساجد۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا: جب تو مساجد میں داخل ہو تو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کر، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (روحانی طور پر) مساجد میں موجود ہوتے ہیں۔[2]

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

إذا دخلت منزلک فیلم إن کان فیه أحد أو لم یکن فیه أحد ثم سلم علي۔

ترجمہ: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو کوئی موجود ہو تو بھی سلام کر، نہ موجود ہو تو پھر بھی سلام کر، پھر میری بارگاہ میں سلام عرض کر۔[3]

اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

محقق احناف ملا علی قاری گھر میں داخلے کے وقت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لأن روحه علیه السلام حاضر في بیوت أهل الإسلام۔

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر و موجود ہوتی ہے۔[4]

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وَقَالَ الشَّیْخُ تاج الدین بن عطاء الله فِي لَطَائِفِ الْمِنَنِ، قَالَ رَجُلٌ لِلشَّیْخِ أبي العباس المرسي: یَا سَیِّدِي صَافِحْنِي بِکَفِّکَ هَذِهِ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا صَافَحْتُ بِکَفِّي هَذِهِ إِلَّا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَالَ الشَّیْخُ: لَوْ حُجِبَ عَنِّي رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَیْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِي مِنَ الْمُسْلِمِینَ۔

وَقَالَ الشَّیْخُ صفي الدین بن أبي المنصور فِي رِسَالَتِهِ، وَالشَّیْخُ عبد الغفار فِي الْوَحِیدِ: حُکِيَ عَنِ الشَّیْخِ أبي الحسن الوناني قَالَ: أَخْبَرَنِي الشَّیْخُ أبو العباس الطنجي قَالَ: وَرَدْتُ عَلَى سَیِّدِي أحمد بن الرفاعي فَقَالَ لِي: مَا أَنَا شَیْخُکَ، شَیْخُکَ عبد الرحیم بِقِنَا، فَسَافَرْتُ إِلَى قِنَا، فَدَخَلْتُ عَلَى الشَّیْخِ عبد الرحیم فَقَالَ لِي: عَرَفْتَ رَسُولَ اللهِ

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبة، ج۶، ص۹۸، الشفا، ص۲۸۴، رقم الحدیث: ۱۳۷۵، دار ابن حزم، بیروت)

[2] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

[3] (القول البدیع، ص۱۲۴، جلاء الافهام، ص۲۳۰، رقم الحدیث: ۲۹۵)

[4] (شرح الشفاء، ج۲، ص۱۱۸، دار الکتب العلمیه، بیروت)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: رُحْ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ حَتَّى تَعْرِفَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحِينَ وَضَعْتُ رِجْلِي وَإِذَا بِالسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ مَمْلُوءَةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ- صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فَرَجَعْتُ إِلَى الشَّيْخِ فَقَالَ لِي: عَرَفْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: الْآنَ كَمُلَتْ طَرِيقَتُكَ، لَمْ تَكُنِ الْأَقْطَابُ أَقْطَابًا وَالْأَوْتَادُ أَوْتَادًا وَالْأَوْلِيَاءُ أَوْلِيَاءَ إِلَّا بِمَعْرِفَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے "لطائف المنن" میں کہا: ایک آدمی نے شیخ ابو العباس مرسی سے عرض کی: اے میرے سردار! میں آپ کے اس ہاتھ کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس ہاتھ کے ساتھ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا ہے۔ نیز شیخ ابو العباس نے فرمایا: اگر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آنکھ جھپکنے کی دیر محجوب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کروں گا۔ (حضرت ابو العباس مرسی کے اس قول کو علامہ شعرانی نے "الطبقات الکبریٰ" میں، شیخ محقق نے "مدارج النبوۃ" میں اور علامہ ملا علی قاری نے اور علامہ آلوسی نے "روح المعانی" میں نقل فرمایا ہے) اور شیخ صفی الدین نے اپنے "رسالہ" میں فرمایا اور شیخ عبد الغفار نے "الوحید" میں فرمایا: حکایت کیا گیا ہے شیخ ابو الحسن سے، انہوں نے فرمایا: مجھے شیخ ابو العباس الطنجی نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ مین سیدی احمد بن رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: میں تیرا شیخ نہیں ہوں! تیرے شیخ عبد الرحیم ہیں جو "قنا" میں رہتے ہیں۔ پس میں نے "قنا" کی طرف سفر کیا تو میں شیخ عبد الرحیم کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت رکھتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: تو بیت المقدس جا تاکہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت نصیب ہو، پس جب میں نے اپنا قدم (بیت المقدس میں) رکھا تو (میں نے دیکھا کہ) آسمان، زمین اور عرش و کرسی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روحانیت سے بھرے ہوئے تھے، پس میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان لیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! فرمانے لگے: اب تمہاری طریقت مکمل ہوئی ہے، کیونکہ نہ قطب، قطب بن سکتا ہے، نہ اوتاد، اوتاد بن سکتا ہے، اور نہ ہی ولی، ولی بن سکتا ہے جب تک اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔[1]

یہی شیخ جلال الدین سیوطی ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، سوال یہ تھا کہ دو آدمیوں نے طلاق کے ساتھ حلف اٹھایا کہ ولی اللہ شیخ عبد القادر الطشطوطی نے ایک ہی رات دونوں کے پاس گزاری ہے، حالانکہ دونوں بعید کی مسافت پر رہتے ہیں، تو کیا ان

[1] (الحاوی للفتاوی، تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی و الملک، ص ۲۶۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

میں سے کسی کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟ تو امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا: طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہاں کئی احتمالات ہین جن میں سے ایک احتمال یہ ہے:

أَنَّهُ مِنْ بَابِ عِظَمِ جُثَّةِ الْوَلِيِّ بِحَيْثُ مَلَأَ الْكَوْنَ، فَشُوهِدَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، كَمَا قُرِّرَ بِذَلِكَ شَأْنُ مَلَكِ الْمَوْتِ وَمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ حَيْثُ يُقْبَضُ مَنْ مَاتَ فِي الْمَشْرِقِ وَفِي الْمَغْرِبِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، وَيُسْأَلُ مَنْ قُبِرَ فِيهِمَا فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ۔

ترجمہ: یہ اس باب سے ہے کہ ولی کا (روحانی) وجود بڑا ہو جائے، اس طرح کہ وہ کون ومکان کو بھر دے اور پھر ہر مکان پر (جسم مثالی کے ساتھ) دیکھا جائے۔ جیسا کہ ملک الموت اور منکر نکیر کی یہ شان ثابت ہے۔ کیونکہ ملک الموت ایک ہی گھڑی میں مشرق ومغرب میں فوت ہونے والوں کی ارواح کو قبض کرتے ہیں اور منکر نکیر ایک ہی گھڑی میں ان دونوں کی قبروں میں ان سے سوال بھی کرتے ہیں۔[1]

معروف سیرت کی کتاب "سیرت حلبیہ" کے مصنف امام علامہ شیخ علی نور الدین الحلبی نے اس موضوع پر پورا رسالہ تحریر فرمایاہے، جس کا نام ہے: "تعریف اهل الاسلام و الایمان بان محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لا یخلو منه مکان و لا زمان" یہ رسالہ علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے اپنی کتاب مستطاب "جواہر البحار" میں نقل فرمایا ہے۔ جس میں علامہ حلبی نے دلائل و شواہد اور صوفیاء کے مشاہدات سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت نے زمین کے اطراف وجوانب کا احاطہ کرر کھاہے۔

تفصیل کے شائقین اس رسالہ کی طرف مراجعت فرمائیں، یہاں فقط چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

انه صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم روح الوجود، ولما کان صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم روح العوالم العلویة والسفلیة، وجب ان لا یخلو جزء منها عن جسده وروحه الزکیة۔

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر وجود کی روح ہیں اور جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کی روح ہیں تو لازم ہے کہ عالمِ علوی و سفلی کا کوئی جزو آپ کی روحانیت سے خالی نہ ہو۔[2]

پھر امام حلبی نے شیخ عبد الرحیم والا واقعہ نقل فرمایا جو چند سطور قبل امام سیوطی کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔

---

[1] (الحاوی للفتاویٰ (المنجلی فی تطور الولی) ص ۲۲۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)
[2] (جواهر البحار، ج ۲، ص ۱۲۵)

نیز امام حلبی فرماتے ہیں:

ومن البراھین علیٰ ذلک ان غالب الاولیاء والعارفین کانوا یجتمعون غالبًا بسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یقظۃ ومناما، وکان العارف باللہ تعالیٰ خلیفۃ بن موسیٰ کثیر الاجتماع بہٖ واجتمع بہٖ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشرۃ مرۃ۔

ترجمہ: براہین میں سے ایک برہان اس عقیدے پر یہ ہے کہ کثیر تعداد میں اولیاء اور عرفاء نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ جمع ہوتے ہیں، بیداری میں بھی اور خواب میں بھی۔ عارف باللہ خلیفہ بن موسیٰ کثرت کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہوتے تھے اور ایک مرتبہ ایک ہی رات میں سترہ بار حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہوئے۔[1]

یہی علامہ حلبی فرماتے ہیں:

ومن البراھین علیٰ ذلک ایضًا انہ یجوز ویمکن ویتعقل ان یجعل اللہ تعالیٰ العوالم السفلیۃ والعلویۃ بین یدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لجعلہ تعالیٰ الدنیا بین یدی سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: دلائل و براہین میں سے ایک دلیل و برہان یہ ہے کہ یہ جائز، ممکن اور معقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کریم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے عالمِ علوی اور سفلی یوں کر دیئے جیسے اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا، حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سامنے کر دی ہے (کہ چشم زدن میں مشرق و مغرب سے ارواح کو قبض فرمالیتے ہیں)۔[2]

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

ہمیں اللہ تعالیٰ کے ولی، عارف باللہ شیخ عبد العزیز الدیرینی سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب دیرین میں ان کی پیری کے متعلق تنازعہ ہوا اور سادات واشراف نے ان کی پیری کا انکار کیا تو طے یہ پایا کہ شیخ عبد العزیز اور سادات کرام جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیرین سے پکاریں گے جس کی پکار کا جواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دیا تو وہی حق پر ہو گا۔

سو عوام کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلے سادات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پکارا اور عرض کی:

یا جدی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

تو کسی کی پکار پر جواب نہ آیا۔

---

[1] (جواھر البحار، ج۲، ص۱۲۶)

[2] (جواھر البحار، ج۲، ص۱۲۷)

پھر شیخ عبد العزیز آگے بڑھے اور انہوں نے عرض کی:

یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

تو تمام لوگوں نے سنا: لبیک یا عبد العزیز۔

تو لوگوں نے دوبارہ پکارنے کو کہا تو انہوں نے دوبارہ عرض کی:

یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

پھر جواب آیا: "لبیک یا عبد العزیز" تین مرتبہ ایسا ہوا۔

علامہ حلبی یہ واقع نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

فانظر الیٰ اتصال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم بدیرین مع ان جسدہ الشریف مقیم بطیبۃ فی مقام امین تجدہ بذلک قد ملأ الاکوان بیقین۔

ترجمہ: پس تو دیکھ کہ کس طرح نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (روحانی طور پر) دیرین کے ساتھ متصل ہیں۔ حالانکہ آپ کا جسدِ شریف مدینہ طیبہ میں مقیم ہے، تو تو اس بات کو یقین طور پر پالے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانی طور پر کون ومکان بھرا ہوا ہے۔[1]

آخری اقتباس علامہ حلبی کا ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

من الادلۃ العقلیۃ و النقلیۃ علیٰ ما ذکرناہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم حاضر البتۃ، و ان اللہ تبارک و تعالیٰ ومبشرا، و الشاھد لابد ان یکون حاضرا للمشھود علیہ و ناظرا للمشھود الیہ، فعلم انہ ملأ کل عالم و حاضر فی کل مکان۔

ترجمہ: ہم نے جو ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصابہٖ وسلم یقین طور پر حاضر ہیں اس پر عقلی و نقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے بندوں کے نیک وشر اعمال پر گواہ بنایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا، الخ" اور شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشہور علیہ پر حاضر ہو اور مشہود الیہ کو دیکھنے والا ہو تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہٖ وسلم نے (روحانی طور پر) تمام جہاں کو بھرا ہوا ہے اور آپ (روحانی طور پر) ہر جگہ موجود ہیں۔[2]

---

[1] (جواھر البحار، ج ۲، ص ۱۲۹، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

[2] (جواھر البحار، ج ۲، ص ۱۳۱)

سیدی عبد العزیز الدباغ القاسمی فرماتے ہیں:

واکبر الارواح قدرا واعظمها حجما روحه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابه وسلم فانها تملا السموات والارضین۔

ترجمہ: تمام ارواح میں سب سے زیادہ قدر والی اور سب سے عظیم جسم والی روح، روحِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو بھرا ہوا ہے۔[1]

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی فرماتے ہیں:

اعتقدنا ما اعتقدوہ من انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم افضل خلق اللہ واعلاهم منزلة عند اللہ، وانه النور الاعظم، الساری فی جمیع الموجودات والاصل المقدم، الذی تفرعت عنه جمیع الکائنات۔

ترجمہ: ہمارا اعتقاد وہی ہے جو علماء امت کا اعتقاد ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے افضل ہیں اور ان سب سے آپ کی منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بلند ہے اور آپ ہی وہ نورِ اعظم ہیں جو تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے اور وہ اصل مقدم ہیں کہ جس کی فرع تمام کائنات ہے۔[2]

علمائے دیوبند کے ممدوح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"نواں مشاہدہ: میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ مقدس کی زیارت کی تو میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ اقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا اور عالمِ ارواح میں نہیں بلکہ عالمِ محسوسات سے قریب جو عالمِ مثال ہے، میں نے اس میں آپ کی روح کو دیکھا۔ چنانچہ اس وقت میں سمجھا کہ عوام مسلمانوں کا یہ جو کہنا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور نمازیوں کے امام بنتے ہیں، اور اسی قبیل کی جو وہ اور باتیں کرتے ہیں، وہ سب اسی نازک مسئلے کے متعلق ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عامۃ الناس کی زبانوں سے جو کچھ نکلتا ہے وہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے اس علم کا جو ان روحوں پر القاء ہوتا ہے"۔[3]

یہی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"بعد ازاں میں نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بلند مرتبہ اور مقدس قبر کی طرف بار بار توجہ کی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سامنے لطیف در لطیف صورت میں ظہور فرما ہوئے، چنانچہ کبھی آپ مجرد عظمت وجلال کی صورت

---

[1] (جواہر البحار، مقدمہ المؤلف، ج۳، ص۷، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

[2] (جواہر البحار، مقدمہ المؤلف، ج۳، ص۷، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

[3] (فیوض الحرمین، نواں مشاہدہ، ص ۱۱۶، دار الاشاعت، کراچی)

میں ظہور فرماتے اور کبھی جذب و شوق اور انس و انشراح کی صورت میں ظاہر ہوتے، اور کبھی آپ اس طرح کی جاری و ساری صورت میں ظاہر ہوتے کہ مجھے خیال ہوتا کہ تمام کی تمام فضاء آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک سے بھری ہوئی ہے اور آپ کی روح اس فضاء میں تیز ہوا کی طرح یوں حرکت کر رہی ہے کہ دیکھنے والا اس میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسری لطافتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے"۔[1]

"علاوہ ازیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا کہ وہ اسی ایک ہی حالت پر قائم ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حالت میں نہ تو کوئی نیا ارادہ مخل ہوتا ہے اور نہ کوئی اس میں رخنہ ڈالتا ہے۔ ہاں اس ضمن میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ ان سے اتنا قریب ہو جاتے ہیں کہ اگر انسان اپنی پوری ہمت سے آپ کی طرف متوجہ ہو تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے خیر و برکت کا فیضان فرماتے ہیں"۔[2]

قارئین کرام! یہاں تک ان محققین علماء کی تصریحات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کے باب میں پیش کی ہیں جو مجدد اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے نہ تو معتقد ہیں اور نہ ہی متاثر و مرید، بلکہ اکثر کا زمانہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ سے صدیوں قبل کا ہے اور یہ نادر محقق اور متبحر علماء ہیں جنہوں نے دینِ متین کے لئے عظیم خدمات سر انجام دی ہیں۔ انہوں نے اس عقیدہ کو بیان فرمایا سو اگر یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہوتا تو کیا یہ محقق علماء اس کو بیان فرماتے؟ لہٰذا اس عقیدہ کو کفر و ضلالت کہنا، یہ یقیناً ان نامور محقق علماء، صوفیاء اور اولیاء کی تکفیر کو مستلزم ہے۔ **اعاذنا اللہ تعالیٰ من سوء العقیدۃ والیقین**۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت شاہدیت کی بحث مکمل ہونے کے بعد اب ہم آیت کریمہ **يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب ۴۵)** کے نکات کی طرف مرجعت کرتے ہیں۔

تیرہواں نکتہ

"مبشرًا و نذیرًا" اللہ تبارک و تعالیٰ نے چند مزید مقامات پر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ دونوں صفات بیان فرمائی ہیں۔

---

[1] (فیوض الحرمین، نواں مشاہدہ، ص ۱۱۸، دار الاشاعت، کراچی)

[2] (فیوض الحرمین، دسواں مشاہدہ، ص ۱۲۳، دار الاشاعت، کراچی)

چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الإسراء ۱۰۵)

ترجمہ: اور ہم نے (محبوب) تمہیں نہیں بھیجا مگر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الفتح ۸)

ترجمہ: ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

سوال یہ ہے کہ قرآن میں اکثر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دونوں صفات کو یکجا بیان فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ایمان کے دو اجزاء ہیں، ایک جزء رجاء یعنی رحمت الٰہی عزوجل کی اُمید ہے اور دوسرا اجزء خوف یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ ایمان ان دونوں اجزاء کے بغیر نامکمل و ناتمام ہے۔ جس میں محض رجاء ہو اور اللہ تعالیٰ کا کلیۃً خوف نہ ہو تو یہ بھی ضلالت و کفر ہے اور جس میں محض خوف ہی خوف ہو، رجاء کلی طور پر نہ تو یہ بھی ضلالت و کفر ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف ۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (الأعراف ۹۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر خسارہ پانے والے لوگ۔

سو ایمان اُمید و خوف، دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں صفات "مبشرًا و نذیرًا" کو جمع فرمایا کہ مبشرًا میں اشارہ رحمت کی طرف تھا اور نذیرًا میں خوف کی طرف۔ معلوم ہوا کہ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تبشیر و انذار کے ذریعے لوگوں کو ایمان کے کمال و تمام کی طرف لانے والے ہیں۔

چودھواں نکتہ

سوال یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت تبشیر کو صفتِ انذار سے مقدم کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہرِ اتم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں صفتِ رحمت وصفتِ کرم کو صفتِ غضب و جلال پر غلبہ و سبقت حاصل ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ (غافر ۳)

ترجمہ: گناہ کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول فرمانے والا، سخت عذاب والا اور بڑی پکڑ والا۔

اس آیت میں عتاب و پکڑ سے پہلے گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے جو کہ رحمتِ الٰہی کی سبقت پر دلالت ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (٤٩) وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (الحجر ٥٠)

ترجمہ: (محبوب!) میرے بندوں کو خبر دے دو کہ بے شک میں ہی بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہوں اور میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں بھی یہی اسلوب ہے کہ مغفرت و رحمت کے بیان پر مشتمل آیت عذاب کے بیان پر مشتمل آیت سے مقدم ہے۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللہُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا فیصلہ فرمایا تو ایک تحریر لکھی جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔[1]

سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی اس صفت کو مقدم کیا گیا کہ جس میں آپ کی رحمت ورأفت اور لطف وعنایت کا اظہار تھا۔

پندرہواں نکتہ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بشارت دینے اور ڈر سنانے کے کئی محامل ہیں۔ ایک یہ محمل یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطیعین و متقین کو جنت کی بشارت دینے والے اور مذنبین وفاجرین کو جہنم کی وعید سنانے والے ہیں۔ ایک محمل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عشاق وعرفاء کو لذتِ دید، دیدار، مشاہدہ اور وصل و قرب کی بشارت دینے والے ہیں اور کفار ومنافقین کو مہجوری اور حجاب کی وعید سنانے والے ہیں، بعض نے اس کے برعکس محمل بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مطیعین، متقین اور مقربین کو اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور جلالتِ ذات سے ڈرانے والے ہیں، تاکہ کسی کی نظر اپنے اعمال پر نہ وہے بلکہ درجہ قرب میں بھی نظر اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہی رہے۔ اور مذنبین، عاصیین، فاسقین، فاجرین

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، باب: ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ: وھو الذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ، رقم الحدیث: ۳۱۹۴، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: التوبۃ، باب: فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، رقم الحدیث: ۶۹۲۹، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب: الدعوات، باب: ۱۰۹، دار المعرفہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب: فیما انکرت الجھمیۃ، رقم الحدیث: ۱۸۹، دار السلام، ریاض، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۱۱۲۰، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۲۳۱۹۹، مسند اسحاق بن راھویہ، رقم الحدیث: ۴۵۹، مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۲۹۹، مسند البزار، رقم الحدیث: ۹۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۷۰۳، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: ۶۲۸۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۱۴۳)

اور کافرین و مشرکین کو اس بات کی بشارت و خوشخبری سنانے والے ہیں کہ وہ کتنے ہی گناہ کر لیں، وہ رحمتِ الٰہی سے ناامید و مایوس نہ ہوں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم توبہ کریں گے تو ہم بخشے نہیں جائیں گے بلکہ بشارت اس امر کی ہے کہ جتنے بھی گناہ ہوں اور جیسا بھی گناہ ہو مایوس مت ہو اور درِ الٰہی پر چلے آوٴ، تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر ۵۳)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمادیں، اے میرے وہ غلاموں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔

اور حدیث میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له" گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ اور فرمایا: "الاسلام یهدم ما کان قبله" اسلام ما قبل کے سارے گناہ منہدم کر دیتا ہے۔

سولہواں نکتہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ (الأحزاب ۴۶)

ترجمہ: اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں، اس کے اذن سے۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس پوری کائنات میں سب سے بڑے داعی الی اللہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار پر لبیک کہنے والے امتی اور مسلمان دوسری امتوں سے تعداد میں زیادہ ہیں اور وہ یوں عرض کرتے ہیں؛

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ (آل عمران ۱۹۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے نداء فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لے آوٴ تو ہم ایمان لائے، اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بلیغ اقوال، اپنے بے مثل کردار و افعال اور اپنے اخلاقِ فاضلہ محمودہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اس کے لئے اتنی مشقتیں اور اذیتیں برداشت فرمائیں کہ زبانِ اقدس سے ایک بار اظہار فرمایا:

ما اوذی نبی مثل ما اوذیت۔

کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی اذیت مجھے پہنچائی گئی ہے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داعی الی اللہ ہونے کے متعلق تین عدد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمْ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنْ الْحَقِّ۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور اس پیغام کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس آدمی کی طرح ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے، سو میں واضح ڈرانے والا ہوں، پس نجات حاصل کرو، تو اس قوم میں سے ایک گروہ نے اس کی اطاعت کی اور وہ رات کی ابتداء میں ہی نکل گئے اور محفوظ جگہ پر پہنچ گئے، اس لئے نجات پا گئے۔ لیکن دوسری جماعت نے اس کی تکذیب کی اور وہ اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے آکر ان کو پکڑ لیا، سو ان کو ہلاک کر دیا اور تباہ وبرباد کر دیا، تو یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور پیروی کی اس کی جو میں لایا ہوں اور مثال ہے اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں حق لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔[1]

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنْ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبْ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلْ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوا أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ جَابِرٍ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آئے اور آپ اس وقت سو رہے تھے، پس بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی

[1] (صحیح بخاری، کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۷۲۸۳، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: شفقتہ ﷺ علی امتہ، رقم الحدیث: ۵۹۵۴، دار الکتاب العربی، بیروت، مسند ابی یعلی الموصلی، رقم الحدیث: ۷۳۰۱، شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۹۵)

ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، پس انہوں نے کہا کہ تمہارے اس صاحب کی ایک مثال ہے، پس اس کی وہ مثال بیان کرو، پس بعض فرشتوں نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی اور دل بیدار ہے۔ پس انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں ایک دستر خوان رکھا اور کسی دعوت دینے والے کو بھیجا گیا، پس جس نے دعوت دینے ولے کی دعوت کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور اس نے دستر خوان سے کھانا کھایا، اور جس نے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور نہ اس نے دستر خوان سے کھانا، پھر فرشتوں نے کہا: اس مثال کی تاویل بیان کرو تاکہ یہ اس کو سمجھیں۔ پس فرشتوں نے کہا: یہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، پھر انہوں نے کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں، پس جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی اور جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، اس حدیث کی قتیبہ نے متابعت کی ہے از لیث از خالد از سعید بن ابی ہلال از حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس آئے۔[1]

عَنْ طَارِقٍ الْمُحَارِبِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَأَنَا فِي بَيَاعَةٍ أَبِيعُهَا, قَالَ: فَمَرَّ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ لَهُ حَمْرَاءُ وَهُوَ يُنَادِي بِأَعْلَى صَوْتِهِ: أَيُّهَا النَّاسُ, قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا, وَرَجُلٌ يَتْبَعُهُ بِالْحِجَارَةِ قَدْ أَدْمَى كَعْبَيْهِ وَعُرْقُوبَيْهِ, وَهُوَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ, لَا تُطِيعُوهُ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ, قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا غُلَامُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ, قُلْتُ: فَمَنْ هَذَا الَّذِي يَتْبَعُهُ يَرْمِيهِ بِالْحِجَارَةِ؟ قَالُوا: عَمُّهُ عَبْدُ الْعُزَّى وَهُوَ أَبُو لَهَبٍ۔

ترجمہ: طارق المحاربی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ذی المجاز کے بازار میں دیکھا اور میں ایک دکان پر خرید و فروخت کر رہا تھا، فرماتے ہیں: پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کثیراً دائماً گزرے اور آپ نے سرخ جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور بلند آواز سے پکار رہے تھے: اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے۔ اور آپ کے پیچھے ایک آدمی پتھر لے کر پھر رہا تھا، اس حال مین کہ آپ کے مبارک ٹخنے اور کونچ مبارک، خون سے سرخ تھے اور وہ بندہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات نہ مانو، یہ کذاب ہے۔ (واللہ العظیم! حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کذاب نہیں بلکہ صدوق ہیں، صدوق ہیں، صدوق ہیں اور جو ان کو صدوق نہ مانے وہ کذوب ہے، وہ کذوب ہے، وہ کذوب ہے) راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا: یہ کون

[1] (صحیح بخاری، کتاب: الاعتصام، باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۷۲۸۱، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب: الامثال، باب: ماجاء فی مثل اللہ لعبادہ، رقم الحدیث: ۲۸۶۰، دار المعرفہ، بیروت)

ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ بنو عبد المطلب کے جوان ہیں (یعنی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)۔ پھر میں نے پوچھا: یہ کون ہے جو ان کے پیچھے ان کو پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ان کا چچا عبد العزیٰ ابو لہب ہے۔[1]

جزی اللہ تعالیٰ عنا سیدنا و مولانا محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ماھو اھلہ خیر الجزاء، احسن الجزاء، اکمل الجزاء، اطیب الجزاء، اعلیٰ الجزاء، اتم الجزاء، فقد ادی الامانۃ وبلغ الرسالۃ، نصح الامۃ فنعم الرسول الطاھر۔

سترہواں نکتہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وسراجًا منیرًا"یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کو "سراج منیر" بنا کر بھیجا ہے۔

بعض مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ "سراج" سے مراد چراغ ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراج بمعنی چراغ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک چراغ سے لاکھوں چراغ منور درخشندہ ہو جاتے ہیں۔ سو گویا یوں فرمایا گیا کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو فیضِ نور کا ایسا منبع ومصدر بنایا ہے کہ اس منبع نور سے خلائق مستنیر وفیض یاب ہو رہی ہے اور حسی و معنوی اور ظاہری وباطنی نور کی خیرات پا رہی ہے۔

فخر الملۃ والدین، امام فخر الدین رازی الشافعی فرماتے ہیں:

قال (تعالیٰ) في حق النبي علیہ السلام سراجا وَلَمْ يَقُلْ إِنَّهُ شَمْسٌ مَعَ أَنَّهُ أَشَدُّ إِضَاءَةً مِنَ السِّرَاجِ لِفَوَائِدَ مِنْهَا، أَنَّ الشَّمْسَ نُورُهَا لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ شَيْءٌ وَالسِّرَاجُ يُؤْخَذُ مِنْهُ أَنْوَارٌ كَثِيرَةٌ فَإِذَا انْطَفَأَ الْأَوَّلُ يَبْقَى الَّذِي أُخِذَ مِنْهُ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں سراج فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ سورج ہیں حالانکہ سورج کی روشنی چراغ سے زیادہ ہوتی ہے، تو اس کے کئی فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سورج کے نور سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا لیکن چراغ سے بہت زیادہ انوار حاصل کئے جا سکتے ہیں، پس اگر کوئی ایک چراغ بجھ بھی جائے تو جس سے نور حاصل کیا ہے وہ تو باقی ہو گا۔[2]

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہاں "سراج" سے مراد سورج ہی ہے کیونکہ قرآن مجید میں سورج کو "سراج" فرمایا گیا ہے۔

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۶۵۶۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۶۰۲۲، خلق افعال العباد للبخاری، ج ۱، ص ۵۸، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۱۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۵۸۲، سنن الدار قطنی، رقم الحدیث: ۲۹۷۶، المستدرک، رقم الحدیث: ۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۵۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۵۶۲)

[2] (التفسیر الکبیر، ج ۹، ص ۱۹۱، دار الفکر، بیروت)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (النباء ١٣)

ترجمہ: اور ان میں (یعنی آسمانوں میں) چمکتا سراج (یعنی سورج) رکھا۔

نیز فرمایا:

وَ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ١٦)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے سورج کو سراج بنایا۔

سو معلوم ہوا کہ "سراج" سے مراد سورج ہے اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فلک نبوت ورسالت کے پائندہ وتابندہ سورج ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

لاکھ ستارے ہر طرف، ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع آفتاب دشت وجبل سحر سحر

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سراج بمعنی سورج فرمانے میں کیا لطافت وحکمت ہے؟ تو جواب یہ ہے:

١۔ سورج کا نورِ حسی ہے اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج قرار دینے میں یہ معنویت ہے کہ آپ صرف معنوی نور کے حامل نہیں بلکہ حسی نور کے بھی حامل ہیں۔

٢۔ سورج کا نور ذاتی ہے، ذاتی بایں معنی کہ وہ کسی مخلوق سے ماخوذ نہیں بلکہ براہِ راست خالق کائنات کی طرف سے ہے، جبکہ چاند، ستاروں کا نور سورج سے ماخوذ ہے، یعنی سورج، چاند اور ستاروں کے نور میں واسطہ اور وسیلہ ہے۔ سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج فرمانے میں یہ لطافت ہے کہ آپ کا نور، کسی مخلوق سے ماخوذ نہیں بلکہ براہِ راست خالقِ کائنات کا عطا فرمودہ ہے اور مخلوق میں جس کو بھی نور کی خیرات ملی، خواہ وہ نورِ حسی ہو یا نورِ ہدایت وعلم ہو تو وہ اس کا ذاتی نور نہیں بلکہ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ماخوذ ہے، یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نور کے لئے برزخ ووسیلہ ہیں۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

یہ جو مہر وماہ پہ ہے اطلاق آقا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

۳۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج فرمانے میں ایک لطیف حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر سورج کی طرف کوئی تھوکے اور سورج کی مذمت اور برائی کرے تو اس سے سورج کی رفعت اور بلندی ور تابانی وتنویر میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ وہ تھوک پلٹ کر پھینکنے والے کے چہرے پر آجاتا ہے۔

سو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج بنایا، اس معنی میں کہ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی، تنقیص، اہانت اور استخفاف کرے تو اس کی بے ادبی وجسارت سے رفعتِ مصطفیٰ، علو مصطفیٰ، شوکت مصطفیٰ، عزت وعظمت مصطفیٰ اور سطوت ومنزلت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں سرمو کوئی فرق نہیں آتا بلکہ آپ کا بے ادب ومبغض ہی خائب وخاسر اور نامرادو محروم ہو جاتا ہے۔

کماقال اللہ تعالیٰ: إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (الکوثر ۳)

ترجمہ: بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

۴۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراج بمعنی سورج فرمانے میں ایک حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سورج نظروں سے غائب ہو جاتا ہے، غروب ہونے کی صورت میں لیکن ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ غروب کا معنی سورج کا فنا ہونا نہیں بلکہ نظروں سے اوجھل ہونا ہے، وگرنہ وہ سورج عین اس وقت جبکہ ایک جہاں سے غروب ہوا ہے تو دوسرے جہاں کو منور کر رہا ہے بلکہ غروب ہو کر بھی اس جہاں میں چاند ستاروں کے ذریعے نور کی خیرات عطا کر رہا ہے۔ سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بایں معنی سورج ہیں کہ آپ کا وصال، فنائے محض نہیں تھا، بلکہ آپ اپنے وصال کے ساتھ ایک جہاں سے دوسرے جہاں کی طرف منتقل ہوئے اور اس جہاں میں بلکہ عالمِ دنیا میں بھی علماء واولیاء کے ذریعے امت کو جو بھی فیض نور مل رہا ہے، وہ آپ کے وسیلہ کے واسطے سے مل رہا ہے۔ اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ قبر انور میں زندہ وحیات ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو　　　جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

۵۔ ایک لطافت یہ ہے کہ سورج کا ایک مستقر ہے لیکن مستقر ہونے کے باوجود اس کا ہر ایک سے نورانی اتصال والصاق ہے، سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جسمانی اعتبار سے قبر انور میں ہیں لیکن نورانی اعتبار سے اپنی اُمت سے دور نہیں ہیں۔

۶۔ ایک حکمت یہ ہے کہ سورج کے نور کا کماحقہ ادراک کرنے سے ہر ایک عاجز ہے نہ صرف دور والا بلکہ قریب والا بھی، سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقتِ ذات کی کماحقہ معرفت سے بھی ہر مخلوق عاجز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اٹھارواں نکتہ

قرآن مجید، فرقان حمید میں ”سراج“ سورج کو فرمایا گیا جیسا کہ پچھلی آیات سے معلوم ہوا اور ”منیر“ چاند کو فرمایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلَ فِیهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیرًا (الفرقان ٦١)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمان میں سراج یعنی سورج بنایا اور منیر یعنی چاند بنایا۔

سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ”سراجا منیرًا“ فرما کر آپ پر استعارہ شمس و قمر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ احادیث میں بھی نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے استعارۃً یہ دونوں لفظ یعنی شمس و قمر بولے ہیں۔

احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے کوئی شے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھی، گویا کہ سورج آپ کے چہرے میں تیر تا تھا۔[1]

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ: صِفِى لَنَا رَسُولَ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– . فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔

ترجمہ: ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا: آپ ہمارے سامنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفت بیان فرمائیں، تو انہوں نے جواب دیا: اے میرے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو تم یوں محسوس کرتے گویا تم سورج کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔[2]

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ: أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لاَ مِثْلَ الْقَمَرِ۔

---

[1] (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: صفۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث: ٣٦٤٨، دار المعرفہ، بیروت، صحیح ابن حبان، کتاب: التاریخ، رقم الحدیث: ٦٣٠٩، مسند احمد، ج٢، ص ٣٨٠، دلائل النبوۃ، ج ١، ص ٢٠٩)

[2] (سنن الدارمی، ج ١، ص ٤٣، رقم الحدیث: ٦١، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ٦٩٦، مجمع الزوائد، ج٨، ص ٢٨٠)

ترجمہ: ابو اسحٰق کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ تلوار کی مثل (چمکدار) تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں! بلکہ مثل ماہتاب (روشن) تھا۔[1]

محل تدبر یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شمس و قمر دونوں کا اطلاق کس طرح درست ہے؟ اگر آپ شمس ہیں تو قمر کیسے؟ اگر قمر ہیں تو شمس کا اطلاق کس طرح درست ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ اپنے اپنے محل میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صادق آتے ہیں اور وہ اس طرح کہ سورج کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور سورج کی حقیقت کا ادراک ممکن نہیں، جبکہ چاند کی چاندنی میں جاذبیت ہے، چاند کو دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک و جِلا ملتی ہے، چاند کی چاندنی میں کشش ہے۔ سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کے بھی دو رُخ ہیں۔ ایک آپ کا ظاہری حُسن ہے جس کو صحابہ نے دیکھا، اس ظاہری حُسن کے اعتبار سے آپ پر قمر کا اطلاق ہے، یعنی وہ ظاہری حسن اتنا پُر کیف، دلربا اور جاذبیت کا حامل تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک و جلا نصیب ہوتی تھی، اور اس حسن زیبا میں اتنی کشش و جاذبیت تھی کہ جو دیکھتا اس حسن پر گرویدہ و عاشق ہو جاتا۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک باطنی حسن اور باطنی جمال ہے کہ جس کو دیکھنے کی تاب کسی مخلوق میں نہیں، اور اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے تمام خلائق عاجز ہیں تو بایں معنی آپ پر شمس و قمر کا اطلاق درست ہے۔

امام قسطلانی، علامہ قرطبی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

لم یظهر لنا تمام حسنه صلی الله علیه وسلم، لأنه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعیننا رؤیته صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ: ہم پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن تمام ظاہر ہی نہیں ہوا کیونکہ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حسنِ تمام ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہماری آنکھوں میں اتنی قوت و طاقت نہیں ہو گی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کر سکیں۔[2]

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب: المناقب، باب: صفة النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۵۵۲، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: ما جاء فی صفة النبی، رقم الحدیث: ۳۶۳۶، دار المعرفه، بیروت، الشمائل للترمذی، ص ۴۰، مسند احمد، ج ۴، ص ۲۸۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۲۸۷، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۶۴، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۷۴۵۶، التاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۱۰)

[2] (مواهب اللدنیه، ج ۲، ص ۵، دار الکتب العلمیه، بیروت)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شمس و قمر دونوں الفاظ کا اطلاق یوں بھی درست ہے کہ سورج دن بھر روشنی دیتا ہے لیکن بالآخر غروب ہو جاتا ہے اور چاند رات بھر روشنی دیتا ہے لیکن بالآخر دن کے وقت غروب ہو جاتا ہے۔ سو اللہ جل مجدہ نے آپ کو سورج و چاند بنایا یعنی آپ کے فیض کو مستمر و پائیدار بنایا اور کسی لمحہ آپ کا فیض خلقِ خدا سے منقطع نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و اکمل!

(نکات القرآن فی شان حبیب الرحمٰن ﷺ، جلد چہارم)

فقیہ العصر بقیۃ السلف حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب "حاضر ناظر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم" میں وضاحت فرماتے ہیں۔

مسئلہ حاضر و ناظر سے پہلے مقدمہ بطور تمہید چند باتیں بیان کرتے ہیں:

حاضر وناظرِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم

مقدمہ بطورِ تمہید چند باتیں

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وحدہٗ لاشریک لہ ہے ذات میں، صفات میں، افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی ہے، قدیم ہے، مستقل ہے، غیر محدود ہے اور مخلوق کی ہر صفت عطائی ہے، حادث ہے اور محدود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت عطائی نہیں ہو سکتی اور مخلوق کی کوئی صفت ذاتی نہیں ہو سکتی اور یہ وہ بنیاد ہے جس پر توحید کا مضبوط محل قائم ہے اور یہ وہ حد فاصل ہے جس سے انسان کفر وشرک سے بچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ غیب دان ہے توبالذات اور مصطفیٰ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم یاولی غیب دان ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سمیع وبصیر ہے توبالذات ۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ۔ (الاسراء ۱ ،غافر ۵۶) اور بندہ سمیع وبصیر ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ فَجَعَلْنٰـهُ سَمِيعًاۢ بَصِيرًا۔ (الانسان ۲) یعنی بندے کو ہم نے سمیع وبصیر بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ تصرف کرتا ہے توبالذات جبکہ ولی اور نبی تصرف کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ اندھوں اور کوڑھوں کو تندرست کرتا ہے توبالذات اوراللہ تعالیٰ کا نبی اندھوں اور کوڑھ والوں کو تندرست کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے توبالذات اوراللہ تعالیٰ کا نبی علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللهِ۔ (آل عمران ۴۹)

اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے توبالذات اوراللہ تعالیٰ کے نبی حاضر وناظر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (الفتح ۸) اسمِ مشارکت سے شرک لازم نہیں آتا۔ قرآن عظیم الشان میں ہے۔ إِنَّ اللهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ (الحج ۶۵) یعنی اللہ تعالیٰ رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے اوراپنے حبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم کے متعلق فرمایا: بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبة ۱۲۸) یعنی میرا حبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم رؤف بھی ہے اور رحیم بھی۔

اللہ تعالیٰ بھی سمیع وبصیر ہے۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ۔ (الاسراء ۱ ،غافر ۵۶) اور بندہ بھی سمیع وبصیر ہے۔ فَجَعَلْنٰـهُ سَمِيعًاۢ بَصِيرًا۔ (الانسان ۲) کیونکہ اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم ہے توبالذات اور نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف ورحیم ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔

مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ ہمیشہ اس فرق کا لحاظ رکھیں ورنہ شرک کے مرتکب ہوں گے یا پھر کفر میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی کوئی صفت مستقل اور ذاتی مان لی جائے تو یہ سراسر شرک ہے اور ناقابل معافی جرم

ہے قرآن پاک میں ہے۔إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔(النساء48) اللہ تعالی رؤف ورحیم ہے تو بالذات اور نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف ورحیم ہیں تو اللہ تعالی کی عطا سے۔

مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ ہمیشہ اس فرق کالحاظ رکھیں ورنہ شرک کے مرتکب ہوں گے یا پھر کفر میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی کوئی صفت مستقل اور ذاتی مان لی جائے تو یہ سراسر شرک ہے اور ناقابل معافی جرم ہے قرآن پاک میں ہے۔إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔(النساء48)

اور اگر حبیبِ خدا سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی کسی بھی اللہ تعالی کی عطا کردہ صفت کا انکار کیا جائے تو یہ بوجہ گستاخی کفر ہے۔

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

اللہ تعالی توحید ورسالت کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالی ان حضرات کو بھی سمجھ عطا کرے جو توحید کی آڑ میں شانِ نبوت ورسالت میں بے ادبی کے مرتکب ہو کر ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

والله تعالى الهادي الى الصراط المستقيم وصلى الله تعالى على حبيبه سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين۔

فصل اول: حاضر ناظر کا مفہوم

حاضر وناظر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم، نبی محترم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم سے بُعد اور دُوریاں اٹھا دی ہیں لہٰذا سارا جہاں زمین و آسمان و کرسی و قلم، ملک وملکوت سب کا سب جانِ جہاں صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم کے سامنے پیش نظر ہے کوئی چیز آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم سے دور و محجوب نہیں۔ رسول کریم رحمۃ اللعالمین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم مثلِ کف دست سب کچھ دیکھ رہے ہیں جیسے کہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھ لیں گے۔

وصلى الله تعالى على حبيبه سيد العالمين وعلى اله واصحابه اجمعين۔

فصل دوم: حاضر و ناظر کا ثبوت قرآن وحدیث سے

آیت نمبر ا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا۔ (الفتح ۸)

اے پیارے نبی ! صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہم نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔

قابلِ غور بات ہے کہ لفظِ شاہد یا تو شھود سے مشتق ہے یا مشاہدہ سے اگر شھود سے مشتق مانا جائے تو اس کا معنیٰ ہو گا حاضر اور اگر مشاہدہ سے مشتق مانا جائے تو معنیٰ ہو گا ناظر۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو حاضر و ناظر نہیں مانیں گے۔ ہم شاہد کا معنیٰ کرتے ہیں گواہ لہٰذا معنی یہ ہو گا:

اے نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ! ہم نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو گواہ بنا کر بھیجا ہے نہ کہ حاضر و ناظر۔

تنبیہ:

ایسے بعض حضرات کی قسمت ہی ایسی ہوتی ہے کہ شب و روز رحمت کائنات صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی شان گھٹانے میں اور عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

واقعہ

مولانا سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے استاد گرامی قدر مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سید عالم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی زیارت کرائی تھی وہ یوں کہ میں راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں پڑھتا تھا وہاں اُستاد گستاخ تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی شان میں ایسی باتیں کہہ جاتا تھا جن باتوں کو لکھتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے۔ مولانا سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے فرمایا میں نے یہ سارا واقعہ گولڑہ شریف میں حاضر ہو کر حضرت بابو جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ پھر میں کدھر جاؤں تو بابو جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملتان شریف میں علامہ سعید احمد کاظمی شاہ صاحب کے مدرسہ میں چلے جائیں

اور وہیں جا کر پڑھیں چنانچہ جب میں ملتان شریف حاضر ہوا تو حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حالات پوچھ کر فرمایا کہ اچھا ہوا کہ ایمان بچا کر نکل آئے۔ مولانا غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہاں کون سی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے کمالات بیان کرتے ہیں اور وہ بے ادب لوگ کوشش کرتے ہیں کہ سرکار نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم میں نقص اور عیب ڈھونڈ نکالیں (العیاذ باللہ) تو بتاؤ تمہیں نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے کمالات پسند ہیں یا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر عیب اور افتراء پسند ہے۔ میں نے کہا مجھے تو کمالات پسند ہیں اس پر غزالی زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج رات تم سو گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں سید الانبیاء صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی زیارت نصیب ہو گی سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم خود کرم فرمائیں گے تو خود حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے پوچھ لینا کہ کہاں پڑھنا بہتر ہے۔ سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب سویا تو اسی رات حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے جو پہلی بات فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ اچھا ہوا تم اس مدرسہ میں آ گئے تمہارا ایمان بچ گیا۔ یہ سن کر میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ حضور! (صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم) وہاں پہلے مدرسہ میں کون سی خرابی تھی جس سے میرا ایمان ضائع ہو جاتا اس پر سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ وہ لوگ مجھ میں عیب ڈھونڈنے اور نقص تلاشکرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور حضرت غزالی زماں رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جب کہ یہ لوگ میرے کمالات تلاش کرتے اور بیان کرتے رہتے ہیں بتاؤ تمہیں میرے کمالات پسند ہیں یا عیب سننا؟ میں نے عرض کیا حضور (صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم) مجھے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے کمالات پسند ہیں۔ سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے فرمایا جب میں سبق پڑھنے سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات والے خواب کا حال سناؤ میں نے سارا خواب بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور مجھے سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی زیارت پر مبارک باد دی اور فرمایا میں نے بھی تو یہی بتایا تھا۔[1]

واقعہ مذکورہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب، رحمتِ کائنات سید العالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی محمد یعنی بے عیب پیدا کیا ہے، اس ذاتِ بابرکات میں زندگی بھر نقص اور عیب تلاش کرتے رہتے ہیں وہ کب شاہد کا معنی حاضر و ناظر مانیں گے۔ پھر ان سے سوال ہے کہ تم شاہد کا معنیٰ گواہ کر کے بھی

[1] (ماہنامہ السعید ملتان ماہ شوال 14 فروری 1998)

کہیں نہیں جاسکتے کیونکہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھی ہوئی چیز کی گواہی دے، بن دیکھی بات کی گواہی تو دنیا کی عدالتیں بھی نہیں مانتیں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں بن دیکھی گواہی کیسے چل سکتی ہے؟

لہٰذا وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرۃ ۱۴۳) کے مطابق ماننا پڑے گا کہ حبیبِ خدا سید الانبیاء صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم ہر ہر امتی کو دیکھ رہے ہیں جب بھی تو قیامت کے دن ہر ایک کی گواہی دیں گے۔

گواہی کے متعلق اقوالِ اکابر رحمھم اللہ تعالی

بحر الرائق میں ہے:

أَنَّ الشَّهَادَةَ اسْمٌ من الْمُشَاهَدَةِ وَهِيَ الِاطِّلَاعُ علی الشَّيْءِ عِيَانًا فَاشْتُرِطَ فِي الْأَدَاءِ ما ينبیء عن الْمُشَاهَدَةِ۔

یعنی شہادت اسم ہے جو کہ مشاہدہ سے بنا ہے اور مشاہدہ کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر مطلع ہونے کا نام ہے اسی لئے شہادت کی ادائیگی میں مشاہدہ سے خبر دینے کی شرط لگائی گئی ہے۔[1]

نہایہ میں ہے:

وأصل الشهادة الإخبارُ بما شاهَدَه و شَهِده۔

گواہی میں اصل یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو اور اس پر حاضر ہوا ہو اس کی خبر دینا۔[2]

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا قول

مشاہدہ کے بغیر شرعی شہادت جائز نہیں۔[3]

مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی کا قول

شہادت گواہی دینا شریعت میں کسی حال کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو اٹکل اور گمان سے نہ ہو بلکہ چشم دید ہو۔[4]

درسِ قرآن کا حوالہ

گواہ کو شاہد اور شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے اور اس سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔[5]

اللہ تعالی سب مسلمانوں کو اپنے حبیب رحمت العالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی سچی محبت عطا کرے تو سارے جھگڑے ہی ختم ہو جائیں۔ وھو الموفق ونعم الوکیل۔

مسلکِ دیوبند کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا قول

رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جو اپنے امتیوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں ان کی صداقت وعدالت کے گواہ ہوں گے۔[1]

---

1 (بحر الرائق ص 55 ج7 مطبوعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
2 (النهاية ابن اثير ص 514 ج2)
3 (افادات یومیہ صفحہ 288 جلد2)
4 (صبح نوری صفحہ 286 جلد2)
5 (درس قرآن ص 544 ج1)

اللہ تعالیٰ ہمیں مان لینے والوں میں سے کرے۔

اپیل

اے مسلمان بھائی! وہ تو نہیں مانیں گے لیکن تو تومان جا تا کہ تو دوزخ کی آگ سے بچ جائے جیسے کہ عاشقِ رسول (صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم) محمد پناہ ٹوٹانی آگ سے بچ گیا۔

اللھم اھدنا واجعلنا من المھتدین۔

اور اگر تجھے ہمارے ترجمہ پر اعتبار نہیں تو ہم اکابر کے اقوال مبارکہ پیش کیے دیتے ہیں تا کہ دل مطمئن ہو جائے۔

۱۔ یَاأَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔ (الاحزاب ۴۵)

یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو بھیجا حاضر وناظر (صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم)۔ (کنزالایمان)

۲۔ حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔ (الاحزاب ۴۵)

معنی عالم وحاضر بحالِ امت وتصدیق وتکذیب ونجات وہلاک ایشاں۔

یعنی إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔ (الاحزاب ۴۵) میں شاہد کا معنی ہے امت کے احوال کو جاننے والے اور حاضر اور امت کی تصدیق وتکذیب اور نجات وہلاکت کا مشاہدہ فرمانے والے۔[2]

۳۔ عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

در نظر بودش مقامات العباد   لاجرم نامش خدا شاہد نہاد

یعنی نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی نظر میں سب بندوں کے مقامات ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کا نام مبارک شاہد رکھا ہے۔[3]

۴۔ مفسرِ قرآن سیدی سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا أَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شاھِداً علی من بعثت إلیھم تراقب أحوالھم وتشاھد أعمالھم وتتحمل عنھم الشھادۃ بما صدر عنھم من التصدیق والتکذیب وسائر ماھم علیہ من الھدی والضلال۔

---

[1] (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۷)

[2] (مدارج النبوۃ ص 260)

[3] (مثنوی شریف دفتر ششم ص ۲۸)

اے پیارے نبی صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم! ہم نے آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو امت پر شاہد بنا کر بھیجا ہے کہ آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم امت کے احوال کی نگرانی فرماتے ہیں اور ان کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور امت کے احوال مثلاً تصدیق و تکذیب، ہدایت و گمراہی وغیرہ اعمال کی گواہی دیں گے۔[1]

باقی لفظ شاہد کے معنی کے متعلق آپ تیسری فصل میں مزید حوالہ جات پڑھ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ مان لینے کی توفیق عطا کرے۔

وھو حسبنا و نعم الوکیل و صَلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید المرسلین وَعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

آیت نمبر ۲

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ۶)

یعنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہیں۔

اور ظاہر بات ہے کہ جو قریب ہوتا ہے وہ حاضر بھی ہوتا ہے اور ناظر بھی اور یہی بات بانی مدرسہ دیوبند مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے بھی کہی ہے۔

چنانچہ تحذیر الناس میں ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ۶) صلہ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ کو دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ أَوْلَى بمعنی أَقرب ہوا اور اگر بمعنی أَحب یا أَوْلَى بالتصرف ہو۔ جب بھی یہی بات لازم آئے گی کہ اجیت اور الولیت بالتصرف کے لئے أَقرب تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔[2]

حدیث پاک: اخرج الطبرانی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ و اصحابہ وَسلَّم إنّ اللہ قد رَفعَ لِي الدُّنيا، فأنا أنظرُ إليها و إلى ما هوَ كائنٌ فيها إلى يومِ القيامةِ، كأنّما أنظرُ إلى كَفِّي هذِه۔

یعنی رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے لہٰذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔[3]

---

[1] (تفسیر روح المعانی ص 45 ج22)

[2] (تحذیر الناس ص ۱۰)

[3] (أبو نعيم (ت٤٣٠)، حلية الأولياء ٦/١٠٧• الهيثمي (ت٨٠٧)، مجمع الزوائد ٨/٢٩٠• المواهب اللدنية مع شرح زرقانی ص 204 ج7)

اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ سید دوعالم حبیب مکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ساری دنیا کے ناظر ہیں۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب جانِ دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے دوریاں اٹھادی ہیں اور ساری دنیا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے قریب کر دی ہے لہذا رحمۃ للعلمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ساری دنیا کے لئے حاضر ہیں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے قریب جیسے عرب ویسے ہی عجم، جیسے زمین ویسے ہی آسمان، جیسے فرش ویسے ہی عرش، جیسے ملک ویسے ہی ملکوت ہے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار، سیدالابرار، زین المرسلین الاخیار، وعلی آلہ واصحابہ اولیٰ الایدی والابصار الی یوم القرار۔

نیز اس حدیثِ پاک میں فانا انظر سے خفیف سا احتمال ہو سکتا تھا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

اس احتمال کو سیدی علامہ عبدالباقی زرقانی قدس سرہ نے بند کر دیا اور فرمایا:

اشارۃالی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ احتمال انہ اریدبالنظر العلم۔

یعنی اس حدیثِ پاک میں نظر سے مراد نظر حقیقی یعنی آنکھ کے ساتھ دیکھنا ہے۔ یہ فرماکر مصنف نے اس احتمال کو بند کر دیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ایسے محقق علماء کو ہماری طرف سے جزاءِ خیر عطا کرے کہ انہوں نے اگر مگر کا راستہ بند کر دیا ورنہ آج کے علماء کچھ کا کچھ کر دیتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ ورسولہ ونبیہ سیدالعلمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فصل سوم: حاضر وناظر کے متعلق اکابر کے اقوال مبارکہ

ا۔ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم (بے مثل) بشر بھی ہیں لیکن حاضر وناظر بھی ہیں۔[2]

---

[1] (زرقانی علی المواھب ص 205 ج7)

[2] (انقلابِ حقیقت ص 47)

فائدہ:

صرف شیر ربانی ہی نہیں بلکہ تمام ولیوں، غوثوں، قطبوں کا علماء محققین کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم شفیع اعظم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم باذن اللہ حاضر وناظر ہیں۔

۲۔ چنانچہ شیخ المحدثین شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ درعلماء امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز توہم تاویل دائم وباقیست وبراعمالِ امت حاضروناظر ومرطالبانِ حقیقت راو متوجہان آنحضرت رامفیض ومربی است۔

یعنی باوجود اس بات کے کہ امت کے علماء میں اختلاف ہوتے ہیں اور امت کے بہت سارے مذہب ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اپنی حقیقی زندگی مبارکہ کے ساتھ دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں اور حقیقت کے طالبان کو اور ان حضرات کو جو آپ کی طرف متوجہ ہیں ان کو فیض بھی پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت بھی فرماتے ہیں اور اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی تاویل بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں۔[1]

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار سیدالابرار وعلی آلہ واصحابہ الاخیار الی یوم القرار

اور سیدی شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہیں جن کی شخصیت مسلم ہے اور ان کو اپنوں اور بیگانوں سب نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

چنانچہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اشرف الجواب میں لکھتے ہیں:

چونکہ شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے محدث ہیں اس لئے انہوں نے جو یہ دس قسمیں شفاعت کی لکھی ہیں کسی حدیث سے معلوم کر کے لکھی ہوں گی گو ہم کو وہ حدیث نہیں ملی مگر چونکہ شیخ کی نظر حدیث میں بہت وسیع ہے اس لئے ان کا یہ قول قابلِ قبول ہے۔[2]

---

[1] (اقرب السبل براخبار الاخیار ص 161)

[2] (اشرف الجواب ص 551 ج3)

نیز حضرت شیخ المحدثین کے متعلق مولانا اشرف علی صاحب نے لکھا ہے: بعض اولیاءاللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یاحالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربارِ نبوی صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات حضوری کہلاتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں کہ یہ بھی اسی دولت سے مشرف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔[1]

نیز مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا ہے:

اول ماخلق اللہ نوری اور لولاک لماخلقت الافلاک۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اول ماخلق اللہ نوری نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔[2]

لہٰذا اگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول معتبر مانا جاتا ہے اگرچہ حدیث نہ ملے جیسے کہ مندرجہ بالا دونوں دیوبند کے اکابر نے اقرار کیا ہے تو حضرت شیخ قدس سرہ کا یہ قول مبارک کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے حاضر وناظر ہونے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کیوں نہ مانا جائے گا مگر تعصب کا کیا علاج؟ اللہ تعالیٰ مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللھم صل وسلم وبارک علی حبیبک النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اسی سلسلہ میں کہ سارے ولی، غوث، قطب، ابدال، محققینِ کرام سیدِ دوعالم نور مجسم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔ مزید اقوالِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں پڑھیں اور ایمان مضبوط کریں:

۳۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درودِپاک کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ درودِپاک پڑھنے والا درودِپاک پڑھتے وقت یہ خیال رکھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم حاضر ہیں اور سن رہے ہیں اور منتظر اور امیدوار رہے تاکہ درودِپاک کے ذریعہ سے آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی جناب سے فیض پہنچے۔[3]

[1] (افاضاتِ یومیہ ص100 ج9)
[2] (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص98)
[3] (مقاصد السالکین ص56)

۴۔ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کا ارشادِ مبارک

پس باید کہ بندہ ہم چنانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ راپیوستہ برجمیع احوالِ خود ظاہراً و باطناً واقف مطلع بیند رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلمؐ رانیز ظاہر و باطن مطلع وحاضر داند۔

یعنی جیسے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ظاہری وباطنی احوال پر واقف اور مطلع جانتا ہے ایسے ہی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو اپنے ظاہری وباطنی احوال پر مطلع اور حاضر جانے۔[1]

۵۔ سیدنا امام ربانی مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے فرمایا

وبعداز تحریرآں چناں معلوم شدکہ حضرت رسالت خاتمیت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلمؐ والتحیۃ باجمع کثیرازمشائخِ امت خود حاضراند وہمیں رسالہ رادردستِ مبارک خود دارند۔

یعنی رسالہ لکھ لینے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ سید دوعالم نورِ مجسم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اپنی امت کے مشائخ کرام سمیت حاضر ہیں اور وہی رسالہ سید الکونین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے دستِ مبارکہ میں ہے۔[2]

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

٦۔ مولانا عبدالحیی لکھنوی کا قول

السر فی خطاب التشھد ان الحقیقۃ المحمدیۃ کانھا ساریۃ کل وجود وحاضرۃ فی باطن کل عبد۔

یعنی نماز کے قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو بصیغہ خطاب سلام عرض کرنے میں یہ حکمت ہے کہ حقیقتِ محمدیہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر وجود میں جاری وساری ہے اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے۔[3]

وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمدو آلہ وسلم

وصلی اللہ علی نورکزوشد نورپیدا ۔ زمین ازحبِ اوساکن فلک درعشقِ او شیدا

---

[1] (عوارف المعارف منقول از محقق العقائد)
[2] (مکتوباتِ مجددیہ ص22ج1)
[3] (السعایۃ)

۷۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

فیہ تنبیہ نبیہ انہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَ سلَّم حاضر و ناظر فی ذلک العرض الاکبر۔

یعنی اس میں خبر دار کرنے والی تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ واصحابہ وَ سلَّم میدانِ حشر میں حاضر وناظر ہیں۔[1]

اللھم صل و سلم و بارک علی النبی الحبیب و علی آلہ و اصحابہ و سلم

۸۔ حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

واحضر فی قلبک النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَ سلَّم و شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اے نمازی جب تو قعدہ میں بیٹھے تو تُو اپنے دل میں نبی اکرم رحمتِ دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ واصحابہ وَ سلَّم کو حاضر جان کر کہہ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔[2]

صلی اللہ تعالیٰ علی النبی المختار و علی آلہ و اصحابہ الاخیار الیٰ یوم القرار

۹۔ حضرت علامہ نورالدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیشان

ان شھادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم مستمرۃ بموجب حضورہ فی جمیع العوالم امتلاء الکون و المکان و الزمان۔

یعنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ واصحابہ وَ سلَّم کی گواہی اس لئے جاری ہے کہ رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ واصحابہ وَ سلَّم سب جہانوں میں حاضر و موجود ہیں اور سید العالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ واصحابہ وَ سلَّم سے کون و مکان اور زمان پُر ہیں۔[3]

اللھم صل و سلم و بارک علی حبیبک سید الغلمین و علی آلہ و اصحابہ و سلم

۱۰۔ حضرت علامہ عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مبارک

و اما الشاھد العالم او المطلع الحاضر۔

---

[1] (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص264 ج2)
[2] (احیاء العلوم ص175)
[3] (جواھر البحار ص122 ج2)

قرآن مجید میں جو نبی اکرم رسول معظم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو شاہد فرمایا گیا ہے اس کا معنی ہے جاننے والا یا مطلع اور حاضر۔[1]

اللھم صل وسلم وبارک علی من اتخذتہ حبیبنا فی الدنیا والاخرۃ

۱۱۔ حضرت خواجہ ابو العباس مرسی قدس سرہ کا ارشاد مبارک

لو حجب عنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم طرفۃ عین ماعددت نفسی من المسلمین۔

اگر رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم مجھ سے پلک جھپکنے کی مقدار غائب ہو جائیں تو میں اپنے کو مسلمان ہی نہ سمجھوں۔[2]

نتیجہ:

میں کہیں بھی جاؤں رحمۃ للعلمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر وقت میرے پاس ہوتے ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

۱۲۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ کا فرمان مبارک

آپ نے ویکون الرسول علیکم شھیدا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

وباشد رسولِ شما بر شما گواہ زیرآنچہ او مطلع است بنورِ نبوت بررتبہ ہر متدین کہ درکدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقتِ ایمان او چیست وحجابیکہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اوشناسد گناہاں شمارا و درجاتِ ایمانِ شما را واعمالِ نیک وبدِ شمارا واخلاص ونفاقِ شمارا۔

یعنی اے لوگو! تم پر تمہارے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم قیامت کے دن اس لئے گواہی دیں گے کہ وہ نورِ نبوت سے ہر پرہیز گار کے مقام و مرتبے کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ فلاں میرا امتی کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور یہ کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے فلاں امتی کی ترقی میں فلاں چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے لہذا رسول

---

[1] (زرقانی علی المواھب ص173ج7)

[2] (الحاوی للفتاویٰ ص444ج2)

اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے اچھے اور برے عملوں کو بھی جانتے ہیں نیز وہ تمہارے اخلاص اور تمہارے نفاق کو بھی جانتے ہیں۔[1]

تنبیہہ:

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ یہ ایسی مسلم شخصیت ہیں کہ سب نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے آپ کو مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا ہے: جناب ہدایت مآب قدوہ ارباب صدق وصفازبدۃ اصحاب فناوبقاسید العلماء سند الاصفیاء رحمۃ اللہ علی العلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع ہر ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز متع اللہ المسلمین بطول بقاءواعزناوسائر المسلمین بمجدہ وعلائہ۔[2]

۱۳۔ شیخ المحدثین شاہ عبد الحق محدث دہلوی کا دوسرا ارشادِ مبارک

چونکہ آنحضرت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی ذات مبارکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے سارے موجودات اور کائنات میں حاضر وشاہد اور موجود حاضر ہے اس لئے نماز پڑھنے والے نمازی کی ذات کے پاس بھی حاضر وشاہد ہے اور سلام کو بصیغہ خطاب لانا حقیقت میں حضور پر نور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے شاہد ومشہود اور حاضر وموجود ہونے کے اعتبار سے ہے۔[3]

۱۴۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

لافرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفۃ احوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی لاخفابہ۔

یعنی رحمتِ کائنات صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جیسے اپنی ظاہری زندگی مبارکہ میں امت کو دیکھ رہے تھے اسی طرح بعدِ وصال بھی امت کو دیکھ رہے ہیں اور امت کے احوال کو، نیز امت کی نیتوں اور ارادوں اور امت کے خیالات کو بھی پہچانتے ہیں اور یہ امر سید العلمین صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے سامنے ایسا روشن ہے کہ اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔[4]

---

1 (تفسیرِ عزیزی سورۃ بقرۃ)
2 (صراط مستقیم ص 314)
3 (تکمیل الحسنات مترجم ص 7)
4 (مواھب لدنیہ مع شرحہ للزرقانی ص 305 ج 8)

اللھم صل وسلم وبارک علی حبیبک سید العلمین وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

۱۵۔ علامہ عبد الباقی زرقانی قدس سرہ کا فرمان

قرآن پاک میں ہے:

وَجِئْنَا بِکَ عَلَی ھٰؤُلَاءِ شَھِیدًا (النساء ۴۱)، میں ھٰؤُلَاءِ اور شَھِیدًا کا معنی علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔
الذی لا یغیب عنہ شئی۔

یعنی شہید وہ ہوتا ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔[1]

صلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۱۶۔ نیز علامہ عبد الباقی زرقانی قدس سرہ کا فرمان

لانہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلّم شھید علی امتہ وناظر لما عملوا۔

نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم اپنی امت پر حاضر ہیں اور امت کے عملوں کو دیکھ رہے ہیں۔[2]

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وخاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۱۷۔ عارف باللہ علامہ نورالدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایمان افروز قول مبارک

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلا الکون الاعلی کامتلاء الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ۔

یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے جسدِ اطہر سے نہ کوئی مکان خالی ہے نہ زمان، نہ کوئی محل خالی ہے نہ امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی خالی ہے نہ دریا نہ نرم زمین خالی ہے نہ سخت نہ برزخ خالی ہے نہ کوئی قبر اور بے شک نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے جسدِ اطہر سے روضہ مقدسہ پُر ہے یوں ہی ملک وملکوت بھی پُر ہیں۔[3]

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار سید الابرار وعلی آلہ الاطھار وصحبہ الاخیار الی یوم القرار

[1] (زرقانی ص173ج3)
[2] (زرقانی علی المواھب ص173ج3)
[3] (جواھر البحار ص5ج2)

تنبیہہ:

یہاں جسدِ مبارک سے جسدِ عنصری مراد نہیں، بلکہ جسدِ حقیقی مراد ہے جس کو حقیقتِ محمدیہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۸۔عارف باللہ محمد بن عثمان میر غنی قدس سرہ کا فرمان ذیشان

انہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم یسمعک ویراک ولو کنت بعیدا فانہ یسمع باللہ ویری بہ فلا یخفی علیہ قریب ولا بعید۔

اے امتی! تجھے تیرے آقا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں اگرچہ تو مدینہ منورہ سے دور ہے کیونکہ رحمتِ کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سنتے اور دیکھتے ہیں لہٰذا حبیبِ خدا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر کوئی قریب یا دور چیز پوشیدہ نہیں ہے۔[1]

۱۹۔جب بندہ قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ **ماکنت تقول فی ھذاالرجل۔** یہ کون ہیں اس پر بعض کہتے ہیں اس سے حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ ہے لیکن ہم کہتے ہیں یہاں حاضر فی الذہن کا کوئی رستہ نہیں کیونکہ:

نقول مالذی دعاالی الی التجوز والعدول عن الحقیقۃ الی ذلک فوجب ان یکون حاضرا بجسدہ الشریف بلاکلام کیونکہ **والاسم الاشارۃ لایشار بہ الا الحاضر ھذاھو الاصل فی حقیقۃ مناہ۔**

یعنی اسم اشارہ سے حاضر چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور یہ اسم اشارہ کا حقیقی معنیٰ ہے تو حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر مجازی معنیٰ کی طرف جانا اس کا کون داعیہ ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ سید دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر قبر میں اپنے جسم مبارکِ حقیقی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔[2]

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تنبیہہ:

بعض کم ظرف حضرات نے یہ گمان کیا کہ نبی تو ایک ہے اور مرنے والے ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ مثلاً دن کے 8 بجے دنیا میں 10 ہزار فوت ہوئے اور ان کو ان کی قبروں میں دفن کیا گیا تو ایک نبی ایک ہی وقت میں دس ہزار قبروں میں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ لہٰذا ایسے حضرات نے **ھذا** کے حقیقی معنیٰ سے عدول کر کے کہہ دیا کہ **مافی الذھن** کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

---

[1] (سعادۃ الدارین ص 508)

[2] (جواھر البحار ص 116 ج 2)

بعض نے کہا کہ نبی کا عکس پیش کیا جاتا ہے یہ سب باتیں اختراعی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جان قبض کرنے والا فرشتہ ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ایک ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ قُل یَتَوَفّٰکُم مَّلَکُ المَوتِ الَّذِی وُکِّلَ بِکُم۔(السجدۃ ۱۱) یعنی تمہاری جانیں ملک الموت ایک فرشتہ نکالتا ہے اور پھر بے شمار احادیث مبارکہ گواہی کہ ملک الموت علیہ السلام ہر مرنے والے کے پاس فرشتوں کی دو جماعتوں میں (1) رحمت والے (2) عذاب والے کے سمیت پہنچ جاتے ہیں تو یہاں پر یہ سوال ہے کہ مثلاً دن کے آٹھ بجے پوری دنیا میں افریقہ، امریکہ، جاپان، ہالینڈ، پولینڈ، صومالیہ، شام، مصر، کوریا، انڈونیشیا اور افغانستان وغیرہ میں دس ہزار انسان فوت ہوئے تو ایک فرشتہ بیک وقت سب کے پاس پہنچ کر سب کی جانیں کیسے قبض کرلیتا ہے لہٰذا اگر ایک فرشتہ پوری دنیا میں بیک وقت دس ہزار کے پاس پہنچ کر دس ہزار کی جان نکال سکتا ہے تو اس کے پیارے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جن کا مرتبہ و مقام ساری خدائی سے اونچا ہے وہ بیک وقت دس ہزار کی قبروں میں کیوں نہیں پہنچ سکتے؟

الحاصل حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لینا اس کی کوئی وجہ نہیں۔ اس پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک جو کہ صفحہ 64 پر درج ہے پڑھ کر اپنا نظریہ درست کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ماں لینے کی توفیق عطا کرے، آمین۔

۲۰۔ حضرت خواجہ شیخ محمد نبرہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

بلکہ دروقتِ تلاوت ودرہمہ خیر بمراقبہ پیر، یامرشد مشغول شود یعنی وی را حاضر وناظر داند۔

یعنی مرید کو چاہیئے کہ تلاوت کرتے وقت اور ہر نیک کام کرتے وقت مراقبہ پیر یا مرشد میں مشغول رہے یعنی پیر و مرشد کو حاضر وناظر جانے۔[1]

۲۱۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مبارکہ

قال ثم رایت ابن العربی صرح بما ذکرتہ من انہ لا یمتنع رویۃ ذات النبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم بروحہ وجسدہ لانہ سائر الانبیاء (علیہم السلام) احیاء ردت الیہم ارواحہم بعدما قبضوا و اذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی ولا مانع من ان یراہ کثیرون فی وقت واحد کالشمس۔

یعنی پھر اس کے بعد میں نے ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح دیکھی ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی روح اور جسم مبارک کے ساتھ زیارت کرنا ممتنع (ممنوع) نہیں ہے، کیونکہ رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ

---

[1] (آداب الطالبین ص 7)

وَسلَّم بلکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں ان کی روحیں قبض کیے جانے کے بعد ان کو واپس کر دی گئی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے مزارات مبارکہ سے نکل کر ملک وملکوت میں تصرف کریں اور یہ بھی محال نہیں کہ ان کی بیک وقت بہت سارے لوگ زیارت کر سکیں جیسے سورج کو بیک وقت بہت سارے لوگ دیکھ سکتے ہیں۔[1]

۲۲۔عارف باللہ شیخ احمد قدس سرہ کا ارشاد مبارک

واذاادعی جماعۃ من الناس فی امکنۃ متباعدۃ رویۃ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ واصحابہ وَسلَّم یقضۃ فی آن واحدوھم من اھل الخیر والصلاح فانھم یصدقون فی ذلک لانہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ واصحابہ وَسلَّم کالشمس فی الوجود فکمااِنّ الشمس یراھاالذی بالمشرق والمغرب وغیرھمافی آن واحدفکذلک ھو صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ واصحابہ وَسلَّم۔

یعنی جب کہ متقی اور پرہیز گار لوگوں کی ایک جماعت دور جگہوں سے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے بیداری کی حالت میں ایک ہی وقت میں رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ واصحابہ وَسلَّم کو دیکھا ہے تو ان کی یہ بات قابل تسلیم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کون ومکان میں سورج کی طرح ہیں تو جیسے کہ سورج کو ایک شخص مشرق میں دیکھتا ہے اور بعینہٖ اسی گھڑی دوسرا شخص مغرب میں دیکھتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بیک وقت مشرق ومغرب میں دیکھا جاسکتا ہے۔[2]

تنبیہ:

یہ بھی یاد رہے کہ سورج کرہ ارض سے بدرجہا بڑا ہے اسی لئے ہر جگہ سے مشرق ومغرب سے شمال وجنوب سے ایک ہی جیسا دیکھا جاسکتا ہے یوں ہی سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ حقیقی کون ومکان سے فرش وعرش سے لوح وقلم سے بدرجہا بڑا ہے اسی لئے مشرق ومغرب سے شمال وجنوب سے بیک وقت زیارت کی جاسکتی ہے لیکن فرق ہے کہ سورج بعید ہے اور حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قریب ہیں۔

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔

یہ بھی فرق ہے کہ آفتاب فلک پر سراپا جلال ہے اس میں حدت ہے، گرمی ہے، یہ قریب آجائے تو جلا دے لیکن آفتابِ رسالت سراپا رحمت ہیں ان کے قریب ہونے کی وجہ سے راحت مل رہی ہے نیز یہ بھی فرق ہے کہ آفتاب فلک کے سامنے اگر

---

[1] (سعادۃالدارین ص422)

[2] (سعادۃالدارین ص422)

پردہ آجائے تو محجوب و محصور ہو جاتا ہے نظر نہیں آسکتا لیکن آفتابِ نبوت و رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے ہزاروں پردے آجائیں وہ محجوب نہیں ہو سکتا۔

۲۳۔قال الاجھوری وقد یقال ان مراد الصوفیۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کالشمس من حیث انہ یراہ کل واحد وان کان لیس کالشمس ممن حیث انھا اذا کانت بمکان محصور تحجب رویتھا عمن بمکان اخر بخلافہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فانہ لا یحجب رویۃ المکان الذی ھو فیہ ولا غیرہ من احد خرقًا للعادۃ وکرامۃً لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فلیس کالشمس فی ھذا۔

یعنی علامہ اجہوری نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ صوفیا کرام کی مراد یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سورج کی طرح ہیں صرف اس حیثیت سے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہر شخص زیارت کر سکتا ہے (خواہ مشارق و مغارب میں ہو) لیکن اس حیثیت سے سورج کی طرح نہیں ہیں کہ سورج اگر پس پردہ ہو تو اس کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پردوں اور حجابات کے پیچھے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔بطور معجزہ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کرامت وبزرگی کی وجہ سے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس معاملہ میں سورج کی طرح نہیں ہیں۔[1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

ہاں دیکھنے والے کی آنکھ میں استعداد ہونی چاہیئے پھر کوئی پردہ وحجاب نہیں ہو سکتی جیسا کہ سیدنا ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک لمحے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھوں۔

۲۴۔حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد گرامی

واذا کان القطب یملا الکون کما قال التاج ابن عطا اللہ فما بالک بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

یعنی جب قطب سے کون ومکان پر ہیں جیسے کہ ابن عطا اللہ نے فرمایا تو اے مخاطب تیرا سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کیا خیال ہے؟[2]

---

[1] (سعادت الدارین، ص442)
[2] (سعادۃ الدارین، ص442)

۲۵۔ سیدی تاج الدین ابن عطا اللہ سکندری قدس سرہ کا ارشاد مبارک

یا فلان الرجل الکبیر یملاء الکون ولو دعی القطب من جحر لا حجاب، اھ۔ فاذا کان ھذا حال الرجل الکبیر فسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اولیٰ۔

یعنی اے مخاطب رجل کبیر (قطب) سے جہان بھرا ہوا ہے۔ اگر قطب کو کسی سوراخ سے بلایا جائے تو وہ جواب دے گا۔ لہٰذا جب یہ حال قطب کا ہے تو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بطریق اولیٰ جہان پُر ہے۔

اپیل

اے مسلمان بھائی! اس فصل سوم اور فصل دوم میں مندرج آیات اور احادیث مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال کو ایمان کی نظروں سے پڑھ اور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی محبت وعظمت کے پیش نظر خود فیصلہ کر۔

کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

فصل چہارم: سید دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر عقلی دلائل

رسول محترم حبیبِ مکرم شفیع اعظم فخر آدم وبنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تین حالتیں ہیں:

۱۔ حالت بشری　　　۲۔ حالتِ ملکی　　　۳۔ حالتِ حقی یا حقیقتِ محمدیہ

تفسیر روح البیان میں ہے:

حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم راسہ صورت است یکے بشری کقولہ تعالیٰ انما انا بشر مثلکم، دوم ملکی چنانچہ فرمودہ است لست کاحد ابیت عند ربی، سوم حقی کما قال: لي مع اللہ وقت لا یسعني فیہ ملک مقرب ولا نبي مرسل۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تین حالتیں ہیں، پہلی بشری جیسا کہ فرمان خدا ہے: قل انما انا بشر مثلکم۔ دوسری حالت ملکی ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد پاک: میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں ہوتا ہوں۔

تیسری حالت حقی ہے جیسا کہ فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں کسی نبی رسول اور مقرب فرشتے کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

---

[1] (روح البیان، ص312، سورہ مریم)

علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔

یعنی اے میرے یار غار میری حقیقت کو میرے رب تعالیٰ کے سوا کسی نے پہچانا ہی نہیں۔[1]

اسی حالتِ حقیقت پر دال ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم

اور سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معراج شریف کے بھی تین حصے ہیں:

ا۔ مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک

۲۔ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک

۳۔ سدرۃ المنتہیٰ سے لا مکاں تک

اور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سفر معراج کے ہر حصہ میں ایک ایک حالت کا ظہور ہوا۔ جب سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سفر مبارک مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک تھا اس وقت حالتِ بشری ظاہر تھی، اور دوسری دونوں حالتیں باطن تھیں۔

اور جب اس سید الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سفر مسجد اقصیٰ سے شروع ہوا تو اس وقت حالتِ ملکی ظاہر ہوئی پھر جب سدرۃ المنتہیٰ سے سفر مبارک شروع ہوا تو حالتِ حقی ظاہر ہوئی، اور یہ وہ سفر تھا:

جبریل علیہ السلام رکے، براق تھکے، رف رف بھی آگے جا نہ سکے

رب ادن منی حبیبی کہے، تیرے قربِ خدا کا کیا کہنا۔۔۔۔!

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے۔ سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں لباس بشریت میں تشریف لائے یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حالت بشری ظاہر تھی لہٰذا اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ سب دیکھنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو انسانی صورت میں دیکھتے لیکن سرورِ دوعالم کا حقیقی وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ سارا جہان، کون و مکان، عرش و کرسی، لوح و قلم ان کے سامنے ہیچ ہے (بہت چھوٹا ہے)۔

---

[1] (مطالع المسرات، تجلی الیقین، ص 97)

بلکہ رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود حقیقی اس جہان میں یوں جاری وساری ہے کہ زمین و آسمان، عرش وکرسی سے کوئی چیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے دور اور حجاب میں نہیں۔

جانِ دوعالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سارے جہان اور کون ومکان کو مثل کفِ دست دیکھ رہے ہیں۔

اسی لئے قرآن پاک اعلان فرمارہا ہے: إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا۔ (الفتح ۸) اوریہی مفاد ہے ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم : إن الله تعالى قد رفع إلي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كما أنظر إلى كفي هذه۔ اوریہی مفاد ہے صاحبِ روح البیان کے اس تفسیری قول کا ابتدائے آفرینش سے لے کر جو کچھ ہوا سب حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے ہوا۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے، اور جو انعامات آدم علیہ السلام پر ہوئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان کو بھی دیکھا اور پھر جب جنت سے نکلے اس کو بھی دیکھا پھر جب توبہ قبول ہوئی اس کو بھی دیکھا ازاں بعد جو واردات آدم علیہ السلام پر وارد ہوئے انہیں بھی دیکھا نیز جب ابلیس (شیطان) پیدا ہوا اس کو بھی دیکھا پھر اس کی لمبی عبادتوں اور وفور علم کو بھی دیکھا پھر جب شیطان نے سجدہ تعظیمی سے انکار کیا اور اس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا اس کو بھی دیکھا اور پھر جو انعامات نبیوں اور رسولوں پر ہوئے ان کو بھی دیکھا۔ على نبينا وعليهم الصلاة والسلام۔

اب اس دعویٰ پر کہ سید اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حقیقی وجود مبارک کی عظمت کے سامنے کون ومکاں ہیچ ہیں بزرگانِ دین اولیاءِ کاملین کے چند ارشادات مبارکہ بطور شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔ وبالله التوفيق۔

۱۔ حضرت شیخ ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک:

فرماتے ہیں کہ میں حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرا شیخ (پیر) میں نہیں ہوں بلکہ تیرے شیخ عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جب میں حضرت خواجہ عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوالعباس! تونے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ بیت المقدس جاؤ تاکہ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان لے جب میں نے وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ:

وإذا بالسماء والأرض والعرش والكرسي مملوءة من رسول الله صلى الله عليه وسلّم۔

یعنی دیکھا کہ زمین وآسمان عرش وکرسی سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پُر ہیں۔[1]

[1] (الحاوی للفتاویٰ ص 445 ج2)

جب یہ دیکھ کر میں واپس خواجہ عبدالرحیم قدس سرہ کی خدمت میں آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے ابوالعباس! کیا تو نے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ لیا؟ میں نے عرض کیا ہاں دیکھ لیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تیری طریقت پوری ہوگئی۔

پھر فرمایا:

لم تکن الأقطاب أقطاباً و الأوتاد أوتاداً و الأولیاء أولیاء إلا بمعرفته صلی اللہ علیہ وسلّم۔

یعنی ولی، ولی نہیں بن سکتے اوتاد، اوتاد نہیں بن سکتے اور قطب، قطب نہیں بن سکتے جب تک وہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نہ پہچان لیں۔[1]

۲۔ عارف باللہ حضرت علامہ حلبی اور علامہ نبہانی رحمہا اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ عالیہ:

و ان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لایخلو اعنہ زمان ولا مکان.... الخ۔

یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ سید دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ شریف سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ زمین نہ آسمان نہ عرش نہ کرسی نہ لوح و قلم بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ شریف سے ملک وملکوت پُر ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۲۔ خاتمۃ المحدثین علامہ سیوطی قدس سرہ کا فرمان مبارک:

فإذا أراد اللہ رفع الحجاب عمن أراد إکرامہ برؤیتہ رآہ علی ھیئتہ التي ھو علیھا لا مانع من ذلک ولا داعي إلی التخصیص برؤیۃ المثال۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انعام کرنا چاہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور بندہ وہیں سے حضور پُرنور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ لیتا ہے۔

اس امر پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی اس تخصیص کی ضرورت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورتِ مثالیہ نظر آتی ہے۔[2]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

---

[1] (الحاوی للفتاویٰ ص 445 ج2)

[2] (الحاوی للفتاویٰ ص 543 ج2)

۴۔ شیخ المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد مبارک:

بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در ذواتِ مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد۔

یعنی بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایھا النبی بطور خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجودات کے ہر ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری وساری ہے۔

لہٰذا سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیئے کہ اس امر سے آگاہ ہو اور اس شہود (رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وموجود ہونے) سے غافل نہ ہو، تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے اور معرفت کے اسرار سے منور وفائض ہو۔[1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم

اب ذرا ایمان کی نظروں سے آگے بھی دیکھیے، حضرت جبریل اور حضرت عزرائیل (ملک الموت) کا معاملہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا اصلی وجود (جسم پاک) اتنا بڑا ہے کہ آپ کے چھ سو پر ہیں صرف دو پر پھیلائیں تو سارا جہان ان کے نیچے آجائے۔

۵۔ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں:

هَذَا جِبْرِيلُ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ، مِنْهَا جَنَاحَانِ سَدَّا الْأُفُقَ۔

یعنی جبریل علیہ السلام کو سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اصلی حالت میں دیکھا کہ اس کے 600 میں سے صرف دو پروں سے سارا افق بھرا ہوا ہے۔[2]

اور یہی جبریل علیہ السلام ہیں جن کو حضرت مریم علیہا السلام نے بشری لباس میں دیکھا تو ایک نوجوان انسان نظر آئے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم ۱۷)

---

[1] (اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۴۰۱)

[2] (الحاوی للفتاویٰ، ج ۱، ص ۳۴۲)

یعنی جبریل علیہ السلام مریم علیہا السلام کے سامنے پورے انسان کی صورت میں آگئے اور یہی جبریل علیہ السلام ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیکھا تو ایک عام انسان کی صورت میں دیکھا۔

چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا:

رَجُلٌ شَدِیدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیدُ سَوَادِ الشَّعْرِ۔

یعنی ایک مرد دیکھا نہایت سفید لباس ہے اور نہایت سیاہ بال ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے گھٹنوں مبارکہ کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اس کے جانے کے بعد حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوچھا اے عمر جانتے ہو کہ یہ کون تھا؟ عرض کیا: اللہ و رسولہ اعلم!

اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے عمر! یہ جبریل تھے تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔[1]

۶۔ حضرت محمد بن سلمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک دن دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک مرد کے کان سے منہ مبارک لگا کر کچھ فرما رہے ہیں۔

میں یہ دیکھ کر آگے چلا گیا، جب واپس آیا عرض کیا:

فَمَنْ کَانَ یَارَسُولَ اللّٰہِ؟ قَالَ: جِبْرِیلُ۔

حضور یہ کون تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے۔[2]

۷۔ ام المؤمنی صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

فرماتی ہیں ایک دن میں نے اپنے حجرہ میں ایک مرد کو دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ من ھذا؟ حضور یہ کون تھا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بمن شبھتہٖ۔

اے صدیقہ تو نے کس جیسا دیکھا؟ عرض کیا: بدحیۃ حضور یہ تو دحیہ صحابی معلوم ہوتے تھے۔

فرمایا: لقد رایت جبریل۔

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان، ص ۱۱)

[2] (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۴)

اے صدیقہ یہ دحیہ صحابی نہیں تھے بلکہ تونے جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔[1]

یوں ہی حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) کا اپنا وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ ساری دنیا ان کے سامنے ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے وہیں پر ہر مرنے والے کی روح پکڑ لیتے ہیں، لیکن اس مرنے والے کے سامنے ایک انسان کی طرح آتے جاتے ہیں۔

۸۔ تفسیر مظہری میں ہے:

عن مجاهد قال جعلت الأرض لملک الموت مثل الطست يتناول من حيث شاء۔

یعنی امام مجاہد نے فرمایا کہ ملک الموت کے لئے ساری زمین ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے جہاں سے چاہتے ہیں روح کو پکڑ لیتے ہیں اور یہی حضرت ملک الموت ہیں۔[2]

هَذَا عِزْرَائِيلُ يَقْبِضُ فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الْخَلَائِقِ فِي جَمِيعِ الْعَوَالِمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللهُ، وَهُوَ يَظْهَرُ لَهُمْ بِصُوَرِ أَعْمَالِهِمْ فِي مَرَائِيَ شَتَّى، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يَشْهَدُهُ، وَيُبْصِرُهُ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ۔

یعنی ملک الموت علیہ السلام جہاں بھر سے ہر گھڑی میں اتنی مخلوق کی جانیں قبض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور ملک الموت علیہ السلام مرنے والوں کے سامنے مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مرنے والا ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا ہے۔[3]

ایمان والے اس بات پر غور کر کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے روئے زمین 600 پروں میں سے صرف ایک پر کے نیچے ہو اور حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین صرف ایک تھالی کی مانند ہو تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے زمین و آسمان کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔

۹۔ اسی لئے حضرت علامہ حلبی قدس سرہٗ نے فرمایا:

و من البراهين على ذلک ايضًا أنه يجوز و يمكن و يتعقل ان يجعل اللّٰه تعالىٰ العوالم العلوية و السفلية بين يدى النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآلهٖ و اصحابهٖ و سلم كجعله تعالىٰ الدنيا بين يدى سيدنا عزرائيل فان الملک الجليل

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۷)

[2] (تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۲۷۷ روح البیان، ج ۳، ص ۴۵)

[3] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۱)

عزرائیل سئل کیف تقبض روح رجلین حضر اجلھما معًا احدھما فی اقصی المشرق والاٰخر فی اقصی المغرب فقال ان اللہ تعالیٰ قدزوی لی الدنیا بجمیع اکوانھا فجعلھا بین یدی کاالقصة بین یدی الاکل اتناول منھا ماشئت۔

یعنی سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین کو ایک تھالی کی طرح کر دیا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کون و مکان، زمین و آسمان، عرش و کرسی کو کر دیا ہے، یہ امر جائز بھی ہے، ممکن بھی ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ اس عظیم الشان فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ان دو مردوں کی روحیں کیسے قبض کر لیتے ہیں جن کے مرنے کا وقت ایک ہی ہو لیکن ان میں سے ایک انتہائے مشرق میں ہو اور دوسرا انتہائے مغرب میں ہو، تو حضرت ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین میرے سامنے یوں کر دی ہوئی ہے جیسے کہ کھانے والے کے سامنے پیالہ ہوتا ہے وہ جہاں سے چاہے لقمہ اٹھالیتا ہے، یوں ہی میں بھی جہاں سے چاہوں روح نکال لیتا ہوں۔ [1]

ان مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں اس مومن کے لئے کہ جس کے سینہ میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قندیل روشن ہے، پوری بصیرت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مخلوق کی طرف بشری لباس میں مبعوث فرمایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بشری حالت میں دیکھتے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم مبارک ایک انسان کے جسم جتنا ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حقیقی وجود مبارک کون و مکان سے زمین و آسمان سے، عرش و کرسی سے، ملک و ملکوت سے بدرجہا بڑا ہے اور اس جہان کی حیثیت حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے اتنی بھی نہیں جتنی کہ انسان کے سامنے ہتھیلی بلکہ یہ نسبت تو صرف افہام و تفہیم کے لئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت کے افراد جب ریاضت و مجاہدہ کرتے کرتے بشریت سے نکل جاتے ہیں تو یہ جہان ان کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی غوث اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا:

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخردلۃٍ علی حکم التصال۔

[1] (جواھر البحار، ج ۲، ص ۱۱۸)

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو ایسا دیکھا ہے جیسے کہ رائی کا دانہ ہوتا ہے۔[1]

۱۱۔ حضرت علی عزیزاں قدس سرہٗ نے فرمایا:

زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست۔

یعنی روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں جیسے دستر خوان ہوتا ہے۔[2]

۱۲۔ خواجۂ خواجگان خواجہ بہاؤالدین شاہِ نقشبند قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے:

ما مے گویم کہ چوں روئے ناخنیست۔

یعنی میں کہتا ہوں کہ روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں ہے جیسے کہ انگلی کا ناخن ہوتا ہے۔[3]

۱۳۔ حضرت سید عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا:

ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الا کحلقةٍ ملقاةٍ فی فلاةٍ من الارض۔

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی نظر میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق و دق میں ایک چھلا پڑا ہو۔[4]

اور جب ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں ولیِ کامل کی نظر میں ایک ناخن جیسے ہیں تو جن کے وسیلہ سے ولایت ملتی ہے ان کی عظمت کا کیا کہنا۔

الحاصل رحمتِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باذن اللہ تعالیٰ حاضر بھی ہیں ناظر بھی، کوئی چیز آپ سے دور نہیں ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیاء امتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین وبارک وسلم

---

[1] (قصیدہ غوثیہ مبارک)

[2] (منقول از خالص الاعتقاد)

[3] (خالص الاعتقاد)

[4] (خالص الاعتقاد)

فصل پنجم: حاضر وناظر کے متعلق مخالفین کے اقوال

ا۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند کا قول:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مومنوں سے اتنے قریب ہیں کہ ان کی جانوں کو بھی اتنا قرب حاصل نہیں۔ حضور جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اور جب یہ بات مان لی گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جانوں سے بھی قریب ہیں تو اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نظرِ انصاف عطا فرمائے۔

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد مدنی کا قول

وہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند ہر وقت شیخ را بیاد دارد وربطِ قلب پیدا آید وہر دم مستفید بود وچوں مرید در حل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسانِ حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ او را القا خواہد کرد۔[1]

اس عبارت کا ترجمہ امداد السلوک مترجم ہی سے نقل کیا جاتا ہے: مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں ہے بلکہ جس جگہ مرید ہو گا قریب یا بعد اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو لیکن اس کی روحانیت دور نہیں، جب اس بات کو راسخ کرے اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا۔ اور ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل ہو گا۔ تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا محتاج ہو گا اور شیخ کو دل سے حاضر کر کے جب زبان سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اس کو بتلائے گی لیکن اس میں ربط تام شرط ہے۔[2]

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں کہ شیخ (پیر) کو دل سے حاضر جانے۔ مسلمان بھائیوں سے حق وانصاف کے نام پر سوال ہے کہ اگر شیخ کی روح کو حاضر وناظر بلکہ فریاد رس ماننے سے شرک لازم نہیں آتا تو باعثِ ایجادِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ انور جو تمام ولیوں، ابدالوں، اوتادوں، قطبوں اور غوثوں کی روح سے بدرجہا لطیف تر ہے۔

---

[1] (الشہاب الثاقب، ص ۶۱)

[2] (امدادالسلوک، ص ۲۴، مؤلفہ رشیداحمد گنگوہی)

چنانچہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہٗ نے فرمایا:

ایک تین سو ہوتے ہیں، ایک چالیس ہوتے ہیں اور ایک تین ہوتے ہیں، اور ایک ایک ہوتا ہے، اس ایک کی روحانیت سے ستر درجہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم مبارک لطیف تر ہے۔[1]

اس کی تفصیل یوں ہے کہ جو تین سو ہوتے ہیں وہ نجبا ہیں اور جو چالیس ہوتے ہیں وہ ابدال ہیں اور جو تین ہوتے ہیں وہ قطب ہیں اور جو ایک ہوتا ہے وہ غوث ہوتا ہے اور وہ حکومتِ الٰہیہ کا جہان میں اپنے وقت کا سب سے بڑا افسر ہوتا ہے جیسا کہ الحاوی للفتاویٰ، روض الریاحین، فتاویٰ ابن حجر ہیثمی مکی وغیرہ میں ہے باختلاف یسیر اور جب تسلیم ہوا کہ غوث کی روح سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ انور ستر درجے لطیف تر ہے تو اشکال یعنی مومن کے لئے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

والحمدللہ العلی العظیم

۳۔ غیر مقلدوں کے مایہ ناز عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی کا قول:

وبعض از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمدیہ است۔ در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در ذواتِ مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت مستنور وفائض گردد۔[2]

خلاصہ عبارت یہ کہ حقیقتِ محمدیہ جہاں کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری وساری اور حضور نمازیوں کی ذات میں موجود وحاضر ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۴۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا قول:

حضرت محمد حضرمی مجذوب کی کرامتوں میں سے یہ کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھائی ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی رات میں شب باش ہوتے تھے۔[3]

---

[1] (انقلابِ حقیقت، ص ۶۲)

[2] (مسک الختام بحوالہ تسکین الخاطر)

[3] (جمال الاولیاء، ص ۱۸۸، مطبع تھانہ بھون)

فائدہ:

اگر ایک ولی کے بیک وقت تیس شہروں میں حاضر ہو جانے اور خطبہ دینے، نماز پڑھانے اور کئی کئی (لاتعداد) شہروں میں ایک ہی رات شب باش ہونے سے توحید میں فرق نہیں آتا تو سید دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہر گھر میں اور ہر قبر میں جلوہ افروز ہونے سے کیوں توحید میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان نصیب فرمائے۔

۵۔ حضرت محمد شربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد عجم سے تھی اور کچھ بلاد ہند میں تھی اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرماتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے تھے۔[1]

تنبیہ:

مولوی اشرف علی تھانوی کے عقیدت مند یہ معمہ حل کریں کہ حضرت محمد حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک (شہر کی تیس مسجدوں میں نہیں) بلکہ تیس شہروں میں بیک وقت خطبہ دیا، جمعہ پڑھایا تو تیس شہروں میں خود حضرت حضرمی بنفسِ نفیس تشریف فرما تھے یا صرف ایک شہر میں آپ تھے باقی انیتس شہروں میں آپ کی روح پاک تھی۔ بر تقدیر ثانی روح کی اقتداء میں نماز کا حکم کیا ہے۔ نیز حضرت شربینی بیک وقت چار ملکوں میں اپنی چاروں اہل و عیال کے پاس ہوتے تھے، یا صرف ایک ملک میں اور باقی تین ملکوں میں آپ کی روح مبارک بر تقدیرِ ثانی اولاد کیسے ہوئے اور اگر پہلی صورت تھی یعنی حضرت حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نے خود جمعہ پڑھایا اور حضرت شربینی ہی چاروں ملکوں میں خود جلوہ افروز تھے تو "چشمِ ماروشن دلِ ماشاد" سارے جھگڑے ہی ختم ہو گئے۔

ہم تو اہل سنت و جماعت ہیں (کثرھم اللہ تعالیٰ) ہم تو انبیاء کرام و اولیاء عظام کی خداداد عظمت و شان کے ماننے والے تعدد اجساد کے قائل ہیں خواہ اس کا نام عالم مثال رکھیں یا کچھ اور۔ لہٰذا ہمارے مسلک پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے ہمارا مسلک بفضلہٖ تعالیٰ بے غبار ہے۔ کسی عقل مند کی عقل مانے یا نہ مانے مگر حق یہی ہے کہ ذات ولی کی ہوتی ہے لیکن قدرت قادر و قیوم کی ہوتی ہے۔

---

[1] (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲، مطبع تھانہ بھون)

اور یہی مرتبہ فنا کا ہے اور یہی مفاد ہے اس حدیث قدسی کا:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ۔[1]

۶۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا قول:

فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہ الخلق والامر۔ عالم امر مقید بجہت وطرف و قرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔[2]

اس عبارت نے سارا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ روح عالمِ امر سے ہے اور عالم امر طرف و جہت قرب و بعد میں مقید نہیں ہے اور یہ بھی مسلم کہ ولیوں، ابدالوں، اوتادوں، قطبوں اور غوث (قطب الاقطاب) کی روح سے سید دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسمِ پاک ستر درجہ لطیف تر ہے۔ لہٰذا نتیجہ ظاہر ہے کہ محبوبِ کبریا، نورِ مجسم سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ اطہر (حقیقتِ محمدیہ) سے کوئی چیز دور نہیں ہے۔ جیسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے فرش ویسے ہی عرش، جیسے زمین ویسے ہی آسمان، جیسے ملک ویسے ہی ملکوت، جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے روضۂ انور ویسے ہی سارا جہان کون ومکان۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اسی لئے حضور باعث ایجاد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الیٰ کفی ھٰذہ۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے۔ لہٰذا میں ساری دنیا کی طرف اور جو کچھ تا قیامت دنیا میں ہو گا سب کچھ یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

۷۔ مسلک اہل حدیث کے متجہد حافظ عبد اللہ روپڑی نے پر زور اور وزنی دلائل سے ثابت کیا ہے:

لفظ ھٰذا سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قبر میں مکشوف ہوتے ہیں نہ کہ حاضر مافی الذہن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔[3]

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص۱۹۹، الناشر: المکتب الإسلامي - بیروت)

[2] (شمائم امدادیہ، ص۷۹، مطبع قومی پریس لکھنؤ)

[3] (فتاویٰ اہلحدیث، ج۲، ص۱۳۸ تا ص۱۴۵)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سچی محبت اور عشق عطا فرمائے۔ بغیر محبت کے سب بربریت ہے، دھوکہ بازی ہے۔

اللھم ارزقنا حبک وحب حبیبک الکریم وحب آلہٖ واصحابہٖ واولیاء امتہٖ وامتنا علیہ

فصل ششم: حاضر وناظر واقعات کی روشنی

اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو جو کرامات عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر متعدد اجساد کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کرامت کو تعدد اجساد کہا جاتا ہے۔

ذکر ابن السبکی فی الطبقات ان کرامات الاولیاء انواع وعدمنھا ان یکون لہ اجساد متعددۃ۔

یعنی علامہ ابن سبکی نے طبقات میں ذکر فرمایا کہ کرامتوں کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولی کے کئی جسم ہو جاتے ہیں۔[1]

۲۔ تفسیر مظہری میں ہے:

وکذلک یجعل لنفوس بعض أولیائہ فانھم یظھرون ان شاء اللہ تعالی فی ان واحد فی امکنۃ شتی بأجسادھم المکتسبۃ۔

یعنی یوں ہی خدا تعالیٰ اپنے بعض ولیوں کو طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک آن میں متعدد جگہوں میں اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔[2]

۳۔ تفسیر روح المعانی میں ہے:

ولا مانع من أن یتعدد الجسد المثالي إلی ما لا یحصی من الأجساد۔

یعنی اس سے کوئی امر مانع نہیں کہ جسد مثالی کا تعدد بے شمار اجساد میں ہو۔[3]

۴۔ قطب وقت عارف باللہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ومنھا شھود الجسم الواحد فی مکانین فی آن واحد۔

کرامات سے ہے ایک جسم کا آنِ واحد میں دو جگہوں میں ظاہر ہونا (یعنی تعدد اجساد) بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعداد اجساد صرف روح کے ساتھ ہوتا ہے جسم کے ساتھ محال ہے۔[1]

---

[1] (تفسیر روح البیان، ج ۹، ص ۲۱۵، الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۲)
[2] (تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۲۷۷)
[3] (تفسیر روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

اس پر امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جلال آ گیا فرماتے ہیں:

۵۔ فیامن یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانک بھذا الحدیث فان کنت مومنا فقلد وان کنت عالما فلاتعترض فان العلم یمنعک۔

یعنی افسوس ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ ایک جسم دو جگہ نہیں ہو سکتا۔ اے ایسا کہنے والے کیا تیرا معراج پاک والی حدیث پر ایمان نہیں۔ (جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر مبارک میں بھی دیکھا) ارے ایسا کہنے والے اگر تو مومن ہے تو تقلید کر، اگر تو عالم ہے تو اعتراض کیوں کرتا ہے (اگر تیرا علم نوری ہے) تو تجھے تیرا علم اعتراض کرنے سے باز رکھے گا۔

نوٹ: بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صرف روح کے ساتھ حاضر وناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر وناظر ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا ارشاد میں اس کی تصدیق موجود ہے بلکہ ہمارے اکابر نے اس امر کی تصریح بھی فرمادی ہے۔

امام ہمام علامہ نورالدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود بین اظھرنا حسا ومعنی وجسما وروحا سرا وبرھانا۔

یعنی سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم میں ظاہری اور معنوی طور پر بلکہ اپنے جسم وروح مبارکہ کے ساتھ موجود ہیں۔ علم باطن کے طور بھی اور دلائل شرعیہ کے طور بھی موجود ہیں۔[2]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رہی یہ بات کہ جسد اطہر کے ساتھ حاضر وناظر ماننے سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں، مثلاً وما کنت بجانب الطور وغیرہ تو یہ اس وقت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو "بشر" من حیث البشر یعنی تین حالتوں میں سے صرف پہلی بشری حالت کے اعتبار سے حاضر وناظر مانیں بلکہ ہم تو اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جسدِ حقیقی کے ساتھ باذنِ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر مانتے ہیں، لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چند ایسی کرامات ذکر کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ مذکورہ کے سمجھنے میں بصیرتِ تامہ حاصل ہوگی۔

---

[1] (الیواقیت والجواھر، ص ۲)

[2] (جواھر البحار شریف، ج ۲، ص ۱۲۴)

۱۔ حضرت شیخ ابو العباس مرسی قدس سرہٗ کا پانچ لوگوں کے گھر بیک وقت حاضر ہونا

حضرت شیخ ابو العباس مرسی قدس سرہٗ کو ایک نیاز مند نے نمازِ جمعہ کے بعد اپنے گھر تشریف لے جانے کی دعوت دی۔ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا، پھر دوسرا عقیدت مند آیا اس نے بھی اپنے ہاں آنے کے لئے دعوت دی آپ نے اس کے ساتھ بھی وعدہ فرمالیا، پھر تیسرا، پھر چوتھا اور پھر پانچواں آیا آپ نے سب کے ساتھ وعدہ فرمالیا۔

ثُمَّ صَلَّى الشَّيْخُ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ، وَلَمْ يَذْهَبْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ، وَإِذَا بِكُلٍّ مِنَ الْخَمْسَةِ جَاءَ يَشْكُرُ الشَّيْخَ عَلَى حُضُورِهِ عِنْدَه۔

یعنی حضرت شیخ ابو العباس نے نماز جمعہ پڑھی تو آپ علمائے کرام کے پاس بیٹھ گئے اور کہیں نہ گئے کچھ دیر کے بعد وہ پانچوں نیاز مند دعوت دینے والے آئے اور حضرت شیخ کا ان سب کے گھروں میں تشریف لے جانے پر ہر ایک نے شکریہ ادا کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [1]

۲۔ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سات لوگوں کے گھر بیک وقت حاضر ہوئے اور افطاری کی

حضرت سید امام علی شاہ مکان شریف والوں کو سات آدمیوں نے افطاری کی دعوت دی تو آپ نے سب کے گھر بیک وقت روزہ افطار کیا اور کھانا کھایا۔ [2]

۳۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیک وقت چالیس لوگوں کے گھر حاضر ہوئے اور کھانا کھایا

حضرت علی ہمدانی قدس سرہٗ نے بیک وقت چالیس اشخاص کے گھر جا کر کھانا کھایا۔ [3]

۴۔ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے لاتعداد گھروں میں بیک وقت کھانا کھایا

جہانگیر بادشاہ نے سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز سے عرض کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں مرنے والوں کی تعداد سینکڑوں، ہزاروں تک پہنچتی ہو گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو ایک ذات ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مرنے والے کی قبر میں کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت فرمایئے؟

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۰)

[2] (بحوالہ سلسبیل بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ)

[3] (ذخیرۃ الملوک منقول از خزینۂ معرفت، ص ۱۸۳)

سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بادشاہ! دہلی والوں کو کہو کہ وہ میری دعوت کریں لیکن دعوت ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں ہو۔ اس فرمائش پر جہانگیر نے اپنے بہت سے احباب کو امام ربانی کی دعوت کے متعلق کہہ دیا اور اسی دن خود بھی جہانگیر نے امام ربانی قدس سرہٗ کی دعوت کی ۔ وقتِ مقررہ پر سیدنا امام ربانی قدس سرہٗ نے بادشاہ کے ہاں دعوت کھائی۔ رات اسی کے ہاں قیام فرمارہے۔ صبح بادشاہ نے ان دعوت دینے والوں کو بلا کر پوچھا تو سب نے فرداً فرداً اقرار کیا کہ امام ربانی قدس سرہٗ نے کل رات کا کھانا ہمارے گھر کھایا تھا، یہ سن کر بادشاہ حیران ہوا۔ سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بادشاہ! میں تو سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ادنیٰ سا امتی ہوں اور جب میں سب کے گھر بیک وقت موجود ہو کر کھانا کھا سکتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیوں ہر قبر میں جلوہ افروز نہیں ہو سکتے۔[1]

اور غوثوں کے غوث محبوب سبحانی، قطب ربانی قدس سرہٗ کی مشہور کرامت ہے کہ آپ بیک وقت کئی مریدوں کے ہاں پہنچے اور کھانا کھایا۔

۵۔ حضرت خواجہ محمد حضرمی قدس سرہٗ نے پچاس شہروں میں بیک وقت جمعہ پڑھایا

قال الشعراني وأخبرني من صحب الشيخ محمد الخضري أنه خطب في خمسين بلدة في يوم واحد خطبة الجمعة وصلى بهم إماماً۔

یعنی قطب وقت سیدنا امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے اس شخص نے بتایا جو کہ شیخ محمد حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہا کہ حضرت شیخ حضرمی نے ایک ہی دن میں ایک ہی وقت پچاس شہروں میں جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔[2]

سبحان اللہ! یہ تو شانِ ولایت ہے، شانِ نبوت کا کیا کہنا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

---

[1] (ملخصًا فیوضات مجددیہ، ص ۱۱)
[2] (روح البیان، ج ۹، ص ۲۱۶)

۶۔ حضرت خواجہ قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ جہان بھر میں جہاں بھی نماز پڑھتے، سجدہ بابِ کعبہ میں ہوتا

خاتمۃ المحدثین علامہ سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے اور قضیب البان وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق حضرت محبوب سبحانی سرکار غوثِ اعظم قدس سرہٗ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

هو ولی مقرب ذو حال مع اللہ تعالیٰ و قدم صدق عنده۔

فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قرب والا ولی ہے، وہ صاحبِ حال ہے اور وہ قضیب البان خدا تعالیٰ کے دربار میں سچائی کے قدم والے ہیں۔

پھر کسی نے عرض کیا حضور وہ تو نماز نہیں پڑھتا۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُصَلِّي مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُ، وَإِنِّي أَرَاهُ إِذَا صَلَّى بِالْمَوْصِلِ، أَوْ بِغَيْرِهَا مِنْ آفَاقِ الْأَرْضِ يَسْجُدُ عِنْدَ بَابِ الْكَعْبَةِ۔

یعنی فرمایا کہ قضیب البان وہاں نماز پڑھتے ہیں کہ تم دیکھ نہیں سکتے مگر میں اسے دیکھتا ہوں کہ موصل میں یا کسی اور جگہ زمین کے کسی خطے میں نماز پڑھے تو سجدہ وہ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس ہی کرتا ہے۔[1]

۷۔ خواجہ قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیک وقت متعدد صورتوں سے پوری صف بھر دینا

حضرت قضیب البان کے متعلق علامہ سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا:

يُحْكَى عَنْ قضيب البان الموصلي، وَكَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ أَنَّهُ اتَّهَمَهُ بَعْضُ مَنْ لَمْ يَرَهُ يُصَلِّي بِتَرْكِ الصَّلَاةِ وَشَدَّدَ النَّكِيرَ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ، فَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَى الْفَوْرِ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَقَالَ: فِي أَيِّ هَذِهِ الصُّوَرِ رَأَيْتَنِي مَا أُصَلِّي۔

یعنی حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ ابدال میں سے تھے ان پر کسی نے تہمت لگائی کہ یہ نماز نہیں پڑھتے اور سخت انکار کیا تو حضرت قضیب البان ان کے سامنے متعدد اجساد میں اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوگئے اور فرمایا اے اعتراض کرنے والے بتا تو نے ان میں سے کس صورت میں مجھے دیکھا ہے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی؟۔[2]

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۱)

[2] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۳۸)

۸۔ حضرت سید نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تاثرات

امام نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

قلت فاذا کان ھٰذا اللو احد من الابدال افلا یظھر من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم الف الف مثال۔

یعنی ابدال میں سے ایک ولی کی یہ شان ہے کہ وہ فوراً متعدد اجساد میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لاکھوں اجساد نہیں ہو سکتے۔

نوٹ: اس واقعہ میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سرکارِ غوث اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا قضیب البان موصلی موصل میں یا زمین کے کسی خطے میں نماز پڑھتے ہیں تو سجدہ بابِ کعبہ میں کرتے ہیں۔

سبحان اللہ ایک ولی کی شان کہ نماز مشرق میں، سجدہ بابِ کعبہ کے پاس، نمازِ مغرب میں تو سجدہ باب کعبہ میں، نماز موصل میں تو سجدہ باب کعبہ میں، نماز مصر میں تو سجدہ باب کعبہ میں۔

اللھم صل و سلم و بارک علی النبی الحبیب الحسیب الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و اولیاء امتہٖ و علماء ملتہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین

۹۔ حضرت خواجہ سعود المصری مجذوب قدس سرہٗ

انہ کان یخبر عن وقائع الاقالیم کلھا فیقول عزل الیوم فلان و مات فلان و ولی فلان فلا یخطیٔ فی واحدۃ۔

یعنی حضرت خواجہ سعود مجذوب مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پورے جہان کی خبریں دیا کرتے تھے فرمایا کرتے فلاں ملک کا فلاں بادشاہ معزول ہو گیا فلاں ملک کا فلاں بادشاہ مر گیا اور فلاں ملک کا فلاں بادشاہ بن گیا ہے اور ان کی کوئی بات خطا نہ جاتی۔[1]

اپیل

اے میرے عزیز مسلمان بھائی، دل میں محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھ کر مندرجہ بالا واقعات کو تعصب کی عینک اتار کر ایمان کی نظروں سے پڑھ اور پھر اپنے ایمان سے پوچھ کہ رحمۃ اللعالمین سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے باعطاء اللہ وباذن اللہ حاضر وناظر ہونے میں کوئی شک ہے؟

---

[1] (جامع کرامات اولیاء، ج ۲، ص ۹۲)

اگر پھر بھی شک نہ جائے تو کسی اللہ والے سے اپنی نظر درست کراتا کہ قبر میں جانِ جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پہچان میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ کیونکہ قبر میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پہچان سے ہی ہو گی۔

حدیث پاک میں ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُؤْمِنُ إِذَا شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَعَرَفَ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَبْرِهِ، فَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: مومن جب قبر میں اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان لے گا (تو وہ کامیاب ہو جائے گا) اور یثبت اللہ الذین سے یہی مراد ہے۔ اور یہ حدیث پاک صحیح ہے۔[1]

شارح نے فرمایا: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔

فصل ہفتم: حاضر و ناظر نہ ماننے کی وجہ

ا۔ سیدنا امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں حدیثِ پاک تحریر کی ہے:

أدبوا أولادكم على ثلاث خصال: حب نبيكم، وحب أهل بيته، وقراءة القرآن۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اے میری امت اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تربیت دو، اپنے نبی کی محبت سکھاؤ اور نبی کی اہلبیت کی محبت سکھاؤ اور قرآن پاک کی تلاوت سکھاؤ۔[2]

اس حدیث پاک میں درجہ بدرجہ تین چیزوں کا ذکر ہے، پہلے درجہ میں رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت ہے، دوسرے درجے میں اہلبیت کی محبت ہے اور تیسرے درجے میں قرآن پاک کی تلاوت ہے۔

ظاہر ہے کہ بچہ خالی الذہن ہوتا ہے جب اس کے ذہن میں محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منقش ہو جائے گی تو پھر یہ محبت آخری دم تک نکلے گی نہیں اور ایمان محفوظ ہو جائے گا اور ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کی ہے۔

---

[1] (صحیح ابن حبان، ج ۱، ص ۴۳۶)

[2] (جامع صغیر، ج ۲، ص ۱۴)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلة ۲۲)

یعنی اے محبوب آپ نہ پائیں گے ایسی قوم جس کا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان صحیح ہو وہ قوم محبت دوستی کر جائیں، ایسے لوگوں کے ساتھ جو عداوت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ اگرچہ وہ عداوت رکھنے والے ان کے باپ ہوں، یا بیٹے ہوں، یا بھائی اور قبیلہ کنبے والے ہوں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی رحمت سے ان کی مدد فرماتا ہے اور قیامت کے دن ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ابہشتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اپنے رب تعالیٰ سے راضی ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے۔ کان کھول کر سن لو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔

لیکن کچھ عرصہ سے بعض علماء نے بچوں کو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دینا شروع کر دی ہے اور بچوں کو کافروں اور بتوں والی آیات مبارکہ ذہن نشین کرا کے نکمے ناکارہ بتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نبیوں علیہم السلام، ولیوں کو بھی بے بس اور بے اختیار ذہن نشین کرا دیا جاتا ہے ایسے بچے تاحیات نبیوں، ولیوں کے کمال وفضل کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج — تاثریا مے رود دیوار کج

یعنی معمار جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے گا تو پھر وہ دیوار خواہ آسمان تک پہنچ جائے ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا ایسے بچے جن کو کافروں اور بتوں والی آیاتِ قرآنیہ پڑھا کر نبیوں، ولیوں کو بے بس بے اختیار باور کرایا جاتا ہے ایسے بچے بڑے ہو کر منبروں پر بیٹھ کر بتوں والی آیات پڑھ کر نبیوں، ولیوں کی شان میں تنقیص کرتے رہتے ہیں اور وہ اسی کو توحید جانتے ہیں اور وہ اس توحید کی آڑ میں نہ تو کسی نبی ولی کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علمِ غیب مانتے ہیں نہ اختیار نہ تصرف نہ عظمت۔

واقعہ

ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ ہماری ایک دوست کے گھر سرسید ٹاؤں میں دعوت تھی اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا احباب نے کہا پہلے جمعہ پڑھ آئیں پھر کھانا کھائیں گے چنانچہ ایک مسجد میں پہنچے وہاں خطیب نے دورانِ

وعظ یا ایھا النبی والی آیت پڑھی اور وہ خطیب ترجمہ اس انداز اور لہجہ سے کرے جیسے اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو خطاب کر رہا ہے یہ سن کر دل میں کڑھن سی پیدا ہوئی کہ ہم کہاں پھنس گئے، نماز جمعہ کے بعد جب لوگ خطیب صاحب سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے تو میں بھی ان کے ساتھ خطیب مذکور کے ہاں پہنچ گیا اور مصافحہ کرتے ہوئے میں نے سوال کیا مولوی صاحب تیرا گھر کہاں ہے، یہ سن کر وہ سیخ پا ہوا اور بولا ارے بد تمیز تجھے بولنے کی بھی تمیز نہیں میں نے اور سوال کر دیا تیرے بیٹے کتنے ہیں، وہ اور بھڑکا پھر اس کے ساتھ کچھ اس کے مقتدی بھی شامل ہوگئے تو میں نے کہا کہ مولوی تجھے آپ کی بجائے تیرا کہنے میں تیری عزت میں فرق آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی عزت نہیں؟ اس پر چند نمازیوں کو تو سمجھ آگئی مگر جن کے دل عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خالی تھے وہ ماننے کو تیار نہ ہوئے اور وہ بُڑ بُڑ کرتا مسجد سے نکل گیا۔ الحاصل ایسے بچے زندگی بھر نبیوں، ولیوں کی شان میں تنقیص کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے لوگوں کو ساری خدائی سے بدترین گردانتے تھے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

یعنی سیدنا عبد اللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو ساری مخلوق سے بدتر جانتے تھے اور فرماتے یہ اس لئے کہ یہ لوگ کافروں والی آیاتِ مبارکہ کو اہلِ ایمان (نبیوں، ولیوں) پر چسپاں کرتے ہیں۔[1]

اے میرے عزیز! مندرجہ بالا ارشادِ گرامی اس دور کے کسی فرقہ باز ملاں مولوی کا نہیں بلکہ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، جن کا شمار مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے۔ پھر یہ قول کسی وعظ کی کتاب یا کسی غیر معتبر رسالے سے نہیں لیا گیا بلکہ یہ حدیثِ پاک کی اس کتاب میں ہے جو کہ حدیثِ پاک کی طبقہ اولیٰ کی کتاب ہے۔ جس کا مرتبہ قرآن پاک کے بعد سب سے اونچا ہے یعنی صحیح بخاری۔

اللہ تعالیٰ مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] (صحیح بخاری، ج ۲، باب قتل الخوارج والملحدین)

نیز اس مندرجہ بالا سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ جو مولوی یا عالمِ قرآن پاک کی آیات پڑھ پڑھ کر کہے کہ نبی ولی نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور نبیوں، ولیوں کے اختیار میں کچھ نہیں ایسا مولوی اللہ والوں کی جماعت سے ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے ہمیں ایک لائن دے دی ہے اور ہدایت کا رستہ دکھا دیا ہے جس کی روشنی میں ایک معمولی پڑھا لکھا انسان بھی اپنے بیگانے میں اور حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔

اے میرے عزیز! میں نے مندرجہ بالا چند سطرین آپ کی خیر خواہی کے لئے لکھ دی ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کچھ لگ حبیبِ خدا سید انبیاء باعث ایجاد عالم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیوں اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ حالانکہ شیخ المحدثین شاہ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واشگاف الفاظ میں فرمادیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے میں کسی ایک عالم کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

نہ ماننے کی دوسری وجہ

بصارت (نظر) کے اعتبار سے بندوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ بینا ۲۔ نابینا ۳۔ بھینگا

بینا وہ ہے جس کی نظر صحیح ہو، نابینا وہ ہے جس کی بینائی ختم ہو چکی ہو، اور بھینگا وہ ہے جس کو ہر چیز دو نظر آئیں۔ یوں ہی بصیرت کے لحاظ سے بھی تین قسمیں ہیں بینا، نابینا، بھینگا۔

بصیرت کے اعتبار سے جو بھینگا ہو گا اسے دو نظر آتے ہیں، خدا تعالیٰ کی صفات الگ نظر آتی ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عطائی صفتیں الگ نظر آتی ہیں۔

لہٰذا وہ کوئی بھی کمال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے نہیں مانے گا کیونکہ اسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ہر کمال شرک دکھائی دیتا ہے۔ تو وہ اگر حبیبِ خدا سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

کے لئے غیب کا علم مانے تو شرک، تصرف مانے تو شرک، حاضر وناظر مانے تو شرک۔ اس لئے وہ کسی بھی کمال و عظمت کو نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے نہیں مانتا۔

لیکن جو بینا ہے جس کی نظر صحیح ہے اسے تو ایک ہی نظر آتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مظہر صفاتِ الٰہیہ ہیں۔ اسے نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے، وہی خالق ہے، وہی شافی ہے، وہی رازق ہے، وہی حافظ ہے، وہی ناصر ہے، وہی معین ومددگار ہے، وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، اسے نظر آتا ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (آل عمران ۱۸۹) وہی خالق ہے اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَيْءٍ (الرعد ۱۶) لیکن وسیلہ سے پیدا فرماتا ہے۔ شافی وہی ہے وہ دوائی اور ڈاکٹر کے وسیلہ سے شفا دیتا ہے۔ رازق وہی ہے لیکن وہ کسی ذریعہ اور وسیلہ سے رزق دیتا ہے۔ زندہ بھی وہی کرتا ہے، مارتا بھی وہی ہے لیکن زندہ کرتا ہے تو وسیلہ سے اور مارتا ہے تو ملک الموت کے وسیلہ سے۔ حافظ و ناصر وہی ہے لیکن وہ حاکم وغیرہ کے وسیلہ سے حفاظت عطا کرتا ہے۔ رحیم و کریم وہی ہے، رحم و کرم وہی فرماتا ہے لیکن رحم کرنے کے لئے اس نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وسیلہ بنایا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء ۱۰۷)

میرے دوست میرے عزیز! غور کر کہ مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر تو کس قانون سے کہتا ہے کہ فلاں دوکان، فلاں مکان کا مالک میں ہوں اور جب مان لیا کہ شافی (شفاء دینے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر قانون سے ڈاکٹر و حکیم کے ہاں جاتا ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کیوں نہیں جاتا؟

اے میرے عزیز یہ تیری نظر کا بھینگا پن ہے تو اپنی نظر کا علاج کسی روحانی معالج سے کرا تا کہ تجھے بھی ایک ہی نظر آئے اور یہ جھگڑے یہ فرقہ بندیاں ختم ہو جائیں۔ (روحانی معالج)

میاں عبد الرشید صاحب مرحوم مغفور نُورِ بصیرت والے لکھتے ہیں۔ بعنوان:

روحانی گورنر

یہ واقعہ ۱۹۴۵ء کا ہے قلعہ گوجر سنگھ لاہور اس سڑک پر جو کہ پولیس لائنز کے ساتھ ساتھ چلتی ہے ایک صاحب کا چھوٹا سا مطب تھا مجھے دوستوں نے بتایا کہ وہ (مطب والے) کہتے ہیں کہ اگر کسی نے جناب رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں درخواست گزارنی ہو تو وہ بتوسط گورنر روحانی پنجاب لکھ کر انہیں دے۔ یہ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے

ان دنوں پنجاب متحد تھا، ایک روز سہ پہر کے وقت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں کچھ دیہاتی مرد، عورتیں ان سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں درخواستیں لکھوا رہے تھے۔ کوئی لکھواتا مجھے اتنے روپے چاہیئیں، کوئی مکان طلب کرتا کوئی کہتا میرا بیٹا واپس آجائے۔ میری طبعیت نے جوش مارا کہ اتنی بڑی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں اس قسم کی معمولی باتوں کے لئے درخواست دینا آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منصبِ بلند کے شایانِ شان نہیں، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا میں بھی درخواست لکھوں گا، انہوں نے کاغذ دیا، اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مخصوص القابات لکھوائے، دوسری سطر میں الفاظ "بتوسط گورنر روحانی پنجاب" لکھوائے، اس کے بعد وہ دوسرے سائلان کی طرف متوجہ ہوگئے، میں نے درخواست لکھ کر ایک طرف رکھ دی وہ لوگ چلے گئے تو میں نے اپنی درخواست پیش کی وہ بزرگ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے، مجھ سے بار بار کہتے میاں سوچ لو، میاں سوچ لو۔ میں نے عرض کیا ہاں خوب سوچ سمجھ کر درخواست لکھی ہے۔ میں نے پھر پوچھا کیا درخواست منظور ہو جائے گی؟ وہ بولے بھلا ایسی درخواستیں بھی منظور نہیں ہوتیں، بھلا ایسی درخواستیں بھی منظور نہیں ہوتیں؟۔

(درخواست یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے اپنے عشق سے نوازیں)۔

شام ہونے کے قریب تھی، وہ کہنے لگے چلو داتا صاحب چلتے ہیں وہاں دعا مانگیں گے، میں نے انکار کر دیا اور کہا وہاں لوگ شرک کرتے ہیں اور میری طبعیت منغض ہوتی ہے، وجہ یہ تھی کہ میں نے سات سال کی عمر سے سترہ سال کی عمر کا زمانہ اہلحدیثوں (وہابیوں) کے زیر اثر گزارا تھا، انہوں نے اصرار کیا میں انکار پر قائم رہا، آخر اس بات پر فیصلہ ہوگیا کہ حضرت کے مزار شریف کے جنوب کی جانب سے جو سڑک گزرتی ہے میں اس پر کھڑا ہو کر دعا مانگ لوں، اندر نہ جاؤں۔ چند دنوں بعد پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میاں وہ تمہاری درخواست منظور ہوگئی ہے۔ میں نے دل میں کہا کوئی اثر ظاہر ہوگا تو مانوں گا۔

مطالعہ کی عادت تھی جو سامنے آتا پڑھ جاتا۔ درخواست گزارنے کے بعد مطالعہ کی سمت اسلامی علوم کی طرف متعین ہو گئی، افکار میں نکھار پیدا ہوا، ذہن میں روشنی پیدا ہوئی، ابتدائی ایام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

غم کہاں اب کہ تیری الفت کا ‏— میرے دل میں چراغ روشن ہے
عشق کی روشنی کو کیا لکھوں ‏— دل تو دل دماغ روشن ہے![1]

---

[1] (تصوف وایمان کے موتی، ص ۱۳۱)

پھر یہی میاں عبد الرشید صاحب ہیں کہ جب روحانی معالج سے علاج کرایا اور نظر درست ہو گئی تو دین کی وہ خدمت کی کہ پورے معاشرے کو سیراب کر دیا۔

میرے عزیز اگر آپ کو کوئی روحانی معالج میسر نہ ہو تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت بڑی امید ہے کہ نظر درست ہو جائے گی۔ وہ کتابیں یہ ہیں:

۱۔ آبِ کوثر ۲۔ البرہان ۳۔ خلیفۃ اللہ

اور اگر البرہان نہ مل سکے تو عظمتِ نامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی کافی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو **صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ۷)** کے راستے پر چلائے، آمین۔

ھو السمیع العلیم۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ و نبیہٖ سید المرسلین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

سوال: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر مان لیا جائے تو چند سوالات واقع ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں تو آپ لوگ مصلی امامت پر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟

دوم یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر ہیں تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

سوم یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جائے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک کیوں گئے؟

چہارم اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا: **وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ (آل عمران ۴۴)**

جواب: کتاب کے شروع میں بیان ہوا کہ رسول اکرم حبیبِ مکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تین حالتیں ہیں:

۱۔ حالتِ بشری ۲۔ حالتِ ملکی ۳۔ حالتِ حقی[1]

لہٰذا آپ کے مندرجہ بالا سوالات ان لوگوں پر وارد ہوتے ہیں جو سید دو عالم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صرف بشر مانتے ہیں لیکن ہم اہلسنت و جماعت پر یہ اعتراضات وارد نہیں ہو سکتے، کیونکہ ہم سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] (حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے صرف حالتِ بشری کے اعتبار سے حاضر وناظر نہیں مانتے بلکہ ہم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اعتبار سے حاضر وناظر مانتے ہیں جس کے متعلق خود نبی اکرم رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

إن الله قد رفع لي الدنيا، فأنا أنظر إليها و إلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة، كأنما أنظر إلى كفي هذه۔

میں ساری دنیا کو اور جو کچھ تا قیامت دنیا میں ہونے والا ہے اسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔[1]

اور ظاہر ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلی سے کوئی جگہ نہ غائب ہے نہ دور۔ ہاں جو لوگ جانِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صرف بشر مانتے ہیں ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر ماننا واقعی شرک ہے۔ جیسے کہ معانی وبیان کی کتابوں میں آتا ہے کہ دہریہ اگر کہے کہ: انبت الربیع البقل۔ یعنی موسمِ ربیع نے سبزہ اگایا تو وہ کافر ہے اور اگر مسلمان یہی لفظ کہے: انبعت الربیع البقل۔ تو وہ کافر نہیں ہے بلکہ وہ پکا سچا مسلمان ہے کیونکہ مومن کے نزدیک فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور انبات کی نسبت ربیع کی طرف بطور اسناد مجازی ہے۔

یوں ہی رسول اکرم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صرف بشر ماننے والا حاضر وناظر کہے تو وہ مشرک ہے اور اگر صحیح العقیدہ مؤمن کہے تو وہ پکا سچا مؤمن ہے۔ کیونکہ مؤمن حقیقتِ محمدیہ کے اعتبار سے حاضر وناظر کہہ رہا ہے جیسے کہ سابقہ صفحات پر اکابر کے ارشادات مذکور ہوئے۔

اور حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعنی نبی اکرم رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ حقیقی اتنا عظیم تر ہے کہ زمین وآسمان، عرش وکرسی، ملک وملکوت سب سے وسیع تر ہے۔

جیسے کہ عارف باللہ علامہ نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ’’ولا مکان‘‘ ولا محل ’’ولا امکان‘‘ ولا عرش ’’ولا کرسی‘‘ ولا قلم ’’ولا ابر‘‘ ولا بحر ’’ولا سھل‘‘ ولا وعر ’’ولا برزخ‘‘ کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلاء الکون الاعلیٰ کامتلا الکون الاسفل بہ و کامتلاء قبرہ بہ۔

یعنی ہمارا عقیدہ اس بارے میں یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسمِ انور (جسمِ حقیقی) سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان، نہ کوئی محل، نہ امکان، نہ عرش خالی ہے، نہ کرسی، نہ قلم، نہ کوئی خشک جگہ خالی ہے، نہ تر، نہ

---

[1] (طبرانی بحوالہ مواہب اللدنیہ، شرح الزرقانی)

ہموار زمین، نہ برزخ، نہ کوئی قبر خالی ہے اور جیسے کہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ حقیقی سے روضہ مقدسہ پُر ہے یوں ہی ملک وملکوت پُر ہیں۔[1]

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار سید الابرار وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اولی الایدی والابصار الیٰ یوم القرار

اور اسی قول کی تائید میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو:

فَإِذَا أَرَادَ اللهُ رَفْعَ الْحِجَابِ عَمَّنْ أَرَادَ إِكْرَامَهُ بِرُؤْيَتِهِ رَآهُ عَلَى هَيْئَتِهِ الَّتِي هُوَ عَلَيْهَا، لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ، وَلَا دَاعِيَ إِلَى التَّخْصِيصِ بِرُؤْيَةِ الْمِثَالِ۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو حجاب اُٹھا دیتا ہے، اور پھر وہ زیارت کرنے والا رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس حالت پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں جلوہ افروز تھے۔ نہ یہ محال ہے اور نہ اس بات کی تخصیص کی ضرورت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صرف مثال دکھائی جاتی ہے۔[2]

یا اللہ! ہمیں صحیح نظر عطا کر تا کہ ہم عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صحیح نظر سے دیکھ سکیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

سوال: آپ نے ایک غیر ضروری مسئلہ کے متعلق اتنے صفحات لکھ دیئے ہیں جیسے کہ یہ فرض یا واجب ہے اگر آپ اس کی بجائے نماز، روزہ یا حج وزکوۃ کے مسائل لکھتے تو مسلمانوں کا بھلا ہوتا۔

جواب: مندرجہ بالا سوال خارجی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے کیونکہ خارجیوں کے نزدیک اعمال ہی اصل چیز ہیں اور محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم غیر ضروری چیز ہے۔ (العیاذ باللہ)

لیکن اہل حق اہل سنت وجماعت کے نزدیک عظمت ومحبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی اصل چیز ہے اور اعمال کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے۔ آگے درج کئے جانے والے واقعات اسی بات کی گواہی دے رہے ہیں، پڑھیں اور ایمان مضبوط کریں۔

[1] (جواھر البحار، ج۲، ص ۱۱۵)

[2] (الحاوی للفتاویٰ، ج۲، ص ۴۳)

۱۔ حیدرِ کرار سیدنا مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام صہبا میں اللہ تعالیٰ کے حبیب رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نیند مبارک پر نماز قربان کرکے ثابت کر دیا تھا کہ نماز، روزہ اعمال فرع ہیں۔ اصل چیز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ادب اور عظمت ہے۔

۲۔ افضل الخلق بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کے منہ پر جبکہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں بے ادبی کی بات کہی تھی مکامار کر ثابت کر دیا تھا کہ اصل چیز عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔[1]

۳۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کلمہ گو نمازی کی تلوار سے گردن کاٹ کر ثابت کر دیا تھا کہ اصل چیز عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔

واقعہ یوں ہوا تھا کہ ایک منافق اور ایک یہودی کا کسی معاملہ میں جھگڑا تھا، یہودی نے کہا چلو تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فیصلہ کرائیں، لیکن وہ کلمہ گو مسلمان کہے نہیں تمہارے عالم کعب بن اشرف سے فیصلہ کرائیں۔

آخر کار وہ فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فیصلہ کر دیا کہ حق والے یہودی کو حق دلا دیا، وہ منافق اس پر راضی نہ ہوا اور اس نے یہودی سے کہا چلو ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فیصلہ کرواتے ہیں اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی فیصلہ سنا دیا، پھر منافق نے کہا چلو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ کرائیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں فیصلہ پہنچا تو یہودی نے بتا دیا ہم پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فیصلہ لے چکے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کلمہ گو مسلمان سے پوچھا کیا واقعی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فیصلہ دیا ہے؟ اس منافق نے اقرار کیا تو فرمایا: مکانک حتی اخرج فاقضی بینکما۔ یعنی ٹھہر میں ابھی آتا ہوں اور فیصلہ کرتا ہوں چنانچہ اندر گئے اور تلوار سونت کر نکلے، آتے ہی تلوار مار کر اس نمازی روزہ دار کا سر قلم کر دیا۔

---

[1] (الصارم المسلول لابن تیمیہ، ص ۲۷)

پھر اس مقتول کے ورثاء دوڑے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے قتل کا بدلہ طلب کریں گے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہمارا آدمی ناحق قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا عمر کو اس کے بدلے قتل کیا جائے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام حکمِ الٰہی لے کر پہنچ گئے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا (النساء ۶۰)، الخ

تو نبی اکرم حبیبِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فیصلہ سنا دیا کہ میرے عمر نے جو فیصلہ کیا ہے وہی درست ہے۔

۴۔ سیدنا خالد بن ولید صحابیِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک بن نویرہ کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیا تھا کہ اس نے سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صاحبکم تحقیرًا کہہ دیا تھا۔ (العیاذ باللہ)[1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں نہ تھیں اس کی بیوی (اُمّ ولد) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں بے ادبی کیا کرتی تھی، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک دن اس عورت نے حبیب خدا سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کی بات کہی تو خاوند نے خنجر لے کر اس بیوی کے پیٹ پر رکھ کر دبایا تو وہ مر گئی۔ صبح ہوئی تو چرچا ہوا کہ فلاں عورت قتل ہو گئی ہے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے لوگوں کو جمع فرمایا اور فرمایا: اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ تو وہ آنکھوں سے معذور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے حاضر ہو گئے اور ماجرا سنا دیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں نے قتل کیا ہے، کیونکہ یہ میری بیوی آپ کی شان میں بے ادبی کیا کرتی تھی، میں منع کیا کرتا تھا وہ باز نہ آتی تھی تو آج میں نے اس کی باتیں سن کر اس کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میرے اس سے دو بچے بھی ہیں جو کہ موتیوں کی طرح ہیں اور یہ عورت میری رفیقۂ حیات تھی، وہ میرا سہارا بھی تھی کیونکہ میں نابینا ہوں اس کے باوجود میں نے اس گستاخی کی بنا پر قتل کر دیا ہے، یہ سن کر نبی اکرم، شفیع معظم، نُورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے صحابہ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کا خون معاف کر دیا ہے۔[2]

---

[1] (شفاء قاضی عیاض، ج ۲، ص ۱۹۰، عمدۃ الاخبار، ص ۲۵)

[2] (ابو داؤد، نسائی بحوالہ الصارم المسلول، ص ۲۸، عمدۃ الاخبار، ص ۲۴)

اپیل

اے میرے عزیز میرے مسلمان بھائی! میں نے یہ کتاب کسی کا دل دکھانے یا کسی کو نیچا دکھانے کے لئے نہیں لکھی بلکہ صرف اس خیر خواہی کی بناپر لکھی ہے کہ میرے مسلمان بھائی عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دل میں بٹھا کر دوزخ سے بچ جائیں اور جنت میں انعام واکرام کے حقدار بنیں۔

سیدِ دوعالم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

من احبنی یکون معی فی الجنة۔

یعنی جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت ہمیں بھی عطا کرے۔[1]

بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم

اے میرے پیارے بھائی! پھر سوچ کہ اگر اعمال صالح (نماز، روزہ وغیرہ) ہی اصل چیز ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ کرا حکم ہر گز نہ سناتا:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء ۱۴۵)

یعنی یہ منافق لوگ یہ دوزخ میں سب سے نیچے ہوں گے۔

حالانکہ منافق لوگ نماز، روزہ بھی پڑھتے، حج و زکوٰۃ نیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کرتے تھے، ثابت ہوا کہ محبت و عظمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اصل چیز ہے اور اس کے بغیر کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی۔

۶۔ نیز رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں بے ادبی کی بات کہی تو اسی کے بیٹے نے جو کہ سچا پکا مسلمان تھا دربارِ رسالت میں عرض کیا: لو شئت لاتیتک براسه۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں حاضر کردوں۔[2]

۷۔ ابنِ حاتم نے مناظرہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کہہ دیا یتیم حیدرِ کرار کے سُسر اور یہ کہ نبی کا زہد اختیاری نہ تھا۔ تو اندلس کے علماء وفقہاء نے اسے واجب القتل گردانا۔[3]

---

[1] (مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام)

[2] (الصارم المسلول لابن تیمیہ، شفاء قاضی عیاض، ج۲، ص۲۲)

[3] (شفاء شریف، ج۲، ص۱۹۲)

۸۔ ابراہیم فزاری جو کہ شاعر تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں انبیاء کرام علیہم السلام خصوصًا رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں بے ادبی کی باتیں کرجاتا تو قیروان کے علماء اور فقہاء نے اس کے قتل کا حکم دیا، اور اسے سولی پر کھینچا گیا اور جب وہ تختہ دار پر کھینچا گیا تو اس کا منہ قبلہ سے پھر گیا یہ دیکھ کر لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، پھر کتا آیا اور اس کے خون کو چاٹا، پھر حضرت یحییٰ بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثِ پاک سنائی کہ مسلمان کے خون کو کتا نہ چاٹے گا، اور یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[1]

۹۔ ابن تیمیہ نے نمازیوں، روزہ دار منافقوں کے متعلق لکھا ہے:

ان المنافقین اسوء حالا من الکفار۔

یعنی منافق لوگ کافروں سے بدتر ہیں۔[2]

۱۰۔ نیز ابن تیمیہ نے نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارشاد مبارک **هم شر الخلق و الخلیقه** کو منافقوں کے بارے میں قرار دیا ہے۔[3]

یعنی منافق لوگ نماز، روزہ کرنے والے ساری خدائی سے بدتر ہیں۔

دعا

یااللہ ہمیں بے ادبی اور نفاق سے بچا اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت سے وافر حصہ عطا کر۔

اے میرے عزیز! اے میرے مسلمان بھائی میری آپ سے خیر خواہی کے طور پر گزارش ہے کہ مندرجہ بالا ارشادات کو غور سے پڑھیں اور اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (البروج ۱۲) کی فکر کریں۔

آخر میں حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تحریر کی جاتی ہے تاکہ پڑھ کر افکار کی سمتِ قبلہ درست کی جاسکے۔

---

[1] (شفاء قاضی عیاض، ج۲، ص ۱۹۲)
[2] (الصارم المسلول، ص ۱۸۶)
[3] (الصارم المسلول، ص ۱۸۶)

فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔

دوسری وجہ اس کتاب لکھنے کی یہ ہے کہ:

تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین۔

جب نیک لوگوں کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

قابل غور بات ہے کہ اگر نیکوں کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو سب نیکوں، ولیوں، غوثوں، قطبوں کے جو سردار ہیں ان کا ذکر کرنے سے کیوں نہ رحمت الٰہی نازل ہو گی۔

یہی وجہ ہے کہ مکتبۂ فکر دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

طاعون کا ایک متبرک علاج منجملہ اور علاجوں کے ذکر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہے اور یہ علاج تجربہ میں آیا ہے یعنی میں نے ایک کتاب نشر الطیب لکھی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حالات میں۔ اس کے لکھنے کے زمانہ میں خود اس قصبہ میں طاعون تھا تو میں نے تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کچھ حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی جنازہ نہیں جاتا تھا، اور جس روز ناغہ ہو جاتا تھا اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں، ابتداء میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت ہے۔ آخر میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ کچھ حصہ اس کا ضرور لکھ لیتا تھا۔ آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون ہونے کے متعلق اطراف وجوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو بھی جواب میں یہی لکھا ہے کہ نشر الطیب پڑھا کرو۔[1]

الحمد للہ رب العالمین فقیر نے بھی یہ کتاب جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے لکھی ہے تاکہ دین و دنیا کی آفتوں، مصیبتوں، پریشانیوں سے سید دوعالم رحمتِ کائنات، باعثِ ایجادِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر پاک کی برکت سے نجات ملے اور قبر کی وحشت، قبر کی ظلمت نیز دوزخ کے عذاب سے امن نصیب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو مسلمان بھائی اس کتاب کو دل میں محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھ کر پڑھے گا اس کو دونوں جہاں کی سعادتیں رحمتیں برکتیں اور نعمتیں عطا ہوں گی۔

---

[1] (النور، ص ١٦)

نیز ذکرِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکتوں رحمتوں کا کون اندازہ کرے کتاب "آب کوثر" اس کا پڑھنا تو در کنار اس کو بعض احباب نے تقسیم کیا تو ان کی مصیبتیں آفتیں ختم ہو گئیں۔ پڑھ کر دیکھیں "برکات آب کوثر"۔

تیسری وجہ

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے تذکرۃ الاولیاء اس کے مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ میں نے یہ کتاب کیوں لکھی۔ ایک وجہ یہ ہے کہ میری بخشش ہو جائے اور میری قبر کشادہ ہو۔ جیسے کہ یحییٰ عمار کو ان کے وصال کے بعد بعض حضرات نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ دربارِ الٰہی میں کیا پیش آیا تو یحییٰ عمار نے فرمایا: جب میں دربارِ الٰہی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یحییٰ! ہم تجھ سے بہت سخت جواب طلبی کرتے (ایک ایک بات کا حساب لیتے) مگر ہوا یوں کہ تو نے ایک محفل میں اس انداز سے ذکر کیا کہ ہمارا ایک دوست (ولی) بھی وہاں موجود تھا، وہ تیرے ذکر کو سن کر بہت خوش ہوا، لہٰذا ہم نے تمہاری بخشش کر دی ہے۔[1]

لہٰذا اگر ایک ولی کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے، بخشش ہو جاتی ہے تو بہت ممکن ہے کہ میری اس کتاب سے وہ خوش ہو جائیں جن کے سر پر اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا تاج رکھا، جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، جن کو نبیوں، رسولوں علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سردار بنایا وہ خوش ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کیوں راضی نہ ہو گا، اور کیوں قبر جنت کا باغ نہ بنے گی؟

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سید العالمین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

چوتھی وجہ

یہ کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سرکاری فرمان مبارک ہوتا کہ حسان کے لئے منبر رکھو تو ثناء خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منبر پر بیٹھ کر حضور نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دشمنوں، گستاخوں کی ہجو کرتے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان کرتے تو اس کے صلہ میں سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا سے نوازتے:

"اے حسان! اللہ تعالیٰ تیری جبریل علیہ السلام کے ذریعہ مدد فرمائے اور تیرے منہ کو سلامت رکھے"۔

---

[1] (مقدمہ تذکرۃ الاولیاء)

اسی امید پر فقیر نے بھی چند کتابیں لکھی ہیں کہ کرم والے کی نظر کرم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو، نیز اہل و عیال اولاد واحباب ومتوسلین سمیت جنت الفردوس پہنچ جاؤں۔

وھو علی مایشاء قدیر۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار سید الابرار زین المرسلین الاخیار وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اولیٰ الایدی والابصار الی یوم القرار۔

(حاضر وناظر رسول ﷺ، ص۹تا ص۱۴۳)

حاضر وناظر پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض (۱):

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (النساء ۳۳ و الاحزاب ۵۵) إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ (فصلت ۵۴) لہذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب: ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لا یجری علیہ زمان و لا یشتمل علیہ مکان۔ خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج ستارے حور و غلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ (پارہ ۱۳ سورہ الرعد ۱۳ آیت نمبر ۲) کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا (پارہ ۵ النساء ۱۲۶ آیت نمبر ۱۲۶) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما و قدرۃ یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

خدا ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بفرض محال بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے حیوۃ سمع بصر وغیرہ فتاوے رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔ فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہو گا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل خدا ان کے آتا وہ بندہ خدا

اعتراض (۲)

قرآن کریم فرماتا ہے:

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ۔ (آل عمران ۴۴)

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔ حضرت مریم علیہ السلام کے حاصل کرنے لئے۔

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ۔ (یوسف ۱۰۲)

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى۔ (القصص ۴۴)

ترجمہ: آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسی علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر و ناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بہ ایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر بھی آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔

تفسیر صاوی میں وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى (القصص ۴۴) کی تفسیر میں ہے:

وھذا بالنظر الی العالم الجسمانی لاقامة الحجة علی الخصم واما بالنظر الی العالم الروحانی فھو حاضر رسالة کل رسول وما وقع من لدن ادم الی ان ظھر بجسمه الشریف۔

ترجمہ: یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں صدیق صدق کو لئے ہوئے جلوہ گر ہیں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسلَّم نے فرمایا:

لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ ۴۰)

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا:

اللّٰہُ مَوْلَانَا، وَلَامَوْلٰی لَکُمْ۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔[1]

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت و حکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کروگے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم و کرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر و قہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد یہ ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوے گا کہ بطریق ظاہر بہ ایں جسد عنصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

اعتراض (۳)

قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ (التوبۃ ۱۰۱)

ترجمہ: اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسلَّم کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسلَّم ان سے بے خبر تھے۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض (۴)

بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے۔ لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰہِ۔ (پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ۶۳ آیت نمبر ۷) مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبداللہ ابن ابی نے بارگاہ الٰہی

---

[1] (صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھافصدقھم و کذبنی حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کر دی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔[1]

جواب عبد اللہ ابن ابی کی تصدیق فرما دینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گواہی نہ تھی عبد اللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔ پھر جب قرآن مجید نے گواہی دی تب اس گواہی سے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء علیہم السلام دعوی۔ رب العلمین امت مصطفی علیہ السلام سے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۔ (پارہ ۷ سورہ الانعام ۶ آیت نمبر ۲۳) خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہو گا تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے کذبنی کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ کبھی دیوبندی کہتے ہیں کہ کیا نبی علیہ السلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں۔ ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاضر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں مگر گندگی سے گندی نہیں ہوتیں۔ بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نورِ آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمدیہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہوں گے۔

اعتراض (۵)

ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے:

لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئا فانی احب ان اخرج الیکم و انا سلیم الصدر۔

ترجمہ: کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

[1] (صحیح البخاری کتاب التفسیر پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ج ۴ ص ۱۸۵۹ رقم الحدیث ۴۶۱۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث علم غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بتاؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے۔ **ذَرُونِي مَاتَرَكْتُكُم۔** جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔[1]

اعتراض (۶)

بیہقی میں ہے:

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته۔

ترجمہ: جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بنفس نفیس خود سن لیتے ہیں اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے تو دور و قریب سے مراد دلی دوری قریبی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گر بے منی و پیش در یمنی   گر با منی دور یمنی پیش منی

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سنتے ہی نہیں ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ امام کی بارگاہ میں آ گیا۔

---

[1] (أخرجه البخاري (۷۲۸۸)، ومسلم (۱۳۳۷)، والنسائي (۲۶۱۹)، وابن ماجه (۲) مطولاً، والترمذي (۲۶۷۹) باختلاف يسير، وأحمد (۱۰۷۰۵))

[2] (سنن الكبرى للبيهقى ج ۱ ص ۴۴ رقم الحديث ۱۹۹ مطبوعه مكتبة دار الباز مكة المكرمة)، (شعب الايمان ج ۲ ص ۲۱۸ رقم الحديث ۱۵۸۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (فتح البارى ج ۶ ص ۴۸۸ مطبوعه دار المعرفه بيروت)

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیبت اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس (بندے) کو ہو جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث ۱۰۸ میں ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا بعدو فاتک قال و بعدو فاتی۔

ترجمہ: یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

فائدہ:

میری ساری امت اپنے سب اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحسن بن قتیبۃ ثنا جسر بن فرقد عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَسلَّم ثم حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ و ما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔[1]

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثر و اعلی من الصلاۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علی۔

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔[2]

---

[1] (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب علامات النبوۃ باب فی حیاتہ و وفاتہ ج ۲ ص ۸۸۴ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ و السیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

[2] (سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب و فضل یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھما باب فی فضل الجمعۃ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (طبرانی

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عرضت علی امتی باعمالها حسنها و قبیحها۔

ترجمہ: میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔[1]

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عرضت علی امتی البارحة لدی هذه الحجرة حتی لانا اعرف بالرجل منهم من احدکم بصاحبه۔

ترجمہ: گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔[2]

امام احمد بن عمرو بن عبد الخالق عتیکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیه و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔[3]

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ البزار و رجاله رجال الصحیح۔[4]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ و ان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔

کبیر ج ا ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

[1] (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ج ا ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابو عرانہ ج ا ص ۴۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

[2] (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

[3] (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۳۰۸۔۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

[4] (مجمع الزوائد باب مایحصل لامتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار بعد وفاتہ ج ۹ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔[1]

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة اشْتَدَّ غَضَبُ اللہِ علی الزُّناۃِ۔

ترجمہ: بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔[2]

امام ترمذی محمد بن علی والد عبد العزیز سے راوی، رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء و علی الاٰباء و الامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیضا و نزھة فاتقوا اللہ تعالیٰ و لا تؤذوا امواتکم۔

ترجمہ: ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بد اعمالیوں سے ایذا نہ دو۔[3]

جلاء افہام اور انیس الجلیس مصنفہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اصحابی اخوانی صلوا علی فی کل یوم الاثنین و الجمعة بعد وفاتی فانی اسمع صلوتکم بلا واسطة۔

ترجمہ: یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔[4]

---

[1] (طبقات الکبری ابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اجلہ ج۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷ رقم الحدیث ۳۱۹۰۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (جامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب السابع و الاربعون فی عرض اعمال امتہ علیہ ج ۲ ص ۸۰۹۔۸۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۲۲۔۲۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (السیرة النبویة لابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایة و النھایة ج ۴ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2] (حلیة الاولیاء ترجمة عمران القصیر ۳۵۸ ج ۶ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[3] (نوادر الاصول الاصل السابع و الستون و المائة الخ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ و اصحابہ وَسلّم ج ۴ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۱۸۳۔۱۸۴ رقم الحدیث ۶۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

[4] (جلاء افھام مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریة صفحہ ۷۳، انیس الجلیس مصنفہ مولانا الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲)

فائدہ:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ و اصحابہ وَسلّم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم۔

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی۔[1]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔[2]

علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں:

وذلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلّم وتعرض علیہ ایضا مع الانبیاء علیھم السلام والاباء یوم الاثنین والخمیس۔

ترجمہ: رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ وپنشنبہ کو بھی حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔[3]

نسیم الریاض میں ہے:

ذکر العراقی فی شرح المہذب انہ اعرضت علیہ الخلائق من لدن أدم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم ادم الاسماء۔

---

[1] (کتاب الزھد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات الجزء الرابع ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (التیسیر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم الخ ج ۱ ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

ترجمہ: امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم پر عرض کی گئیں تو حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔[1]

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

پہلی روایت ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم پر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کی امت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔[2]

نیز لکھتے ہیں:

مجموعی روایات سے خلاصہ علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اُس عالم کے نوش فرمانا سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا... یہ تو دائماً ثابت ہیں۔[3]

اعتراض(۷)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔

ترجمہ: جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں کہ:

انبیاء و مرسلین والوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔

یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں۔[4]

---

[1] (نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانته ج ۲ ص ۲۰۸)
[2] (نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)
[3] (نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)
[4] (تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب: فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جاننے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواحِ مشائخ کو ان کی قبر یا مقامِ علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔ وہاں تو حاضر مانیں گے ہی۔ بس کہیں بھی ماننا کفر ہوا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحثِ حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر **السلام علیک ایھا النبی** کہے۔ اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہذا ماننا ہوگا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جارہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی قدیم واجب بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ وانبیاء کی قدرت تمام مقدورات الٰہیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب **وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (پارہ ۲ سورہ البقرۃ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)** کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

اعتراض (۸)

اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہئیے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہذا یا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی ہے نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہذا یا تو فرشتے۔ قرآن، خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ

واصحابہ وَسلَّم، قرآن، فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہئیے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض(۹)

بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہدیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ ”رہا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں“ رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہدہد نے کہا کہ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ (نمل ۲۲) اے سلیمان میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں نیز ہدہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے علم و طاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم و طاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

جواب: غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیاتِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ آٹھواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸ سو سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو ۸ سو سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس برس کی لہذا عبادت میں حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم سے بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قربِ الٰہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شانِ نبی تو بہت بلند و بالا ہے۔ مشکوۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھوڑے جَو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ شمسون بن اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانو! تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی

عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم آرام فرماہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں محض بیہودہ بکواس ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (نمل ۴۰)

ترجمہ: اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپ کے چھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کر دونگا۔

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاذ سیدنا سلیمان علیہ السلام میں نہ ہو رہا یہ کہ پھر آپ خود نہ لائے وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدام کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا دبدبۂ سلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی لینے کی طاقت نہیں۔ رب العلمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا جان نکالنا پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہیں تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے زیر آیت فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔ (پارہ ۵ سورہ النساء ۴ آیت نمبر ۹۲) پارہ پنجم سورہ نسآء میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آصف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلقیسی تخت لانے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے درجہ سے اترنا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے۔ اسی طرح ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہدیا لہذا اس سے سند نہیں پکڑی جا سکتی۔

نیز ہدہد نے عرض کیا کہ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ۔ (پارہ ۱۹ سورہ نمل ۲۷ آیت نمبر ۲۲) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بہ این جسم شریف مشاہدہ فرمانے نہ گئے خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشاء الٰہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ایک ہدہد چڑیا کے ذریعہ ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو آصف ابن برخیا

بغیر کسی سے پتہ پوچھے یمن کے شہر سبا میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور آن کی آن میں تخت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو باپ کا پتہ معلوم تھا مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تا کہ قحط سالی پڑے اور آپ علیہ السلام کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز زمین کے نیچے کا پانی معلوم ہونا ہدہد کی یہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام وضو فرما رہے تھے موزے اتار کر رکھ دیئے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ السلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے سر مبارک کے مقابل آئی تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آکر مجھ پر زمین کے ساتوں طبق روشن ہو گئے۔ اس سے میں نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے توجہی میں اس کو پہن لیں اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو تکلیف پہنچ جاوے۔

مولانا فرماتے ہیں:

مار در موزہ ببینم از ہوا — نیست از من عکس تست اے مصطفی

پھر حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا:

گرچہ ہر غیب خدا مارا نمود — دل دراں لحظہ بخود مشغول بود [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار عرض کیا کہ یا حبیب اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم آج بہت تیز بارش آئی اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم قبرستان میں تھے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے؟ فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟

عرض کیا کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کا تہبند شریف فرمایا۔

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب — چشم پاکت را خدا باران غیب!

نیست ایں باراں ازیں ابر شما — ہست باراں دیگر و دیگر سما!

اے محبوبہ! اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند

---

[1] (مثنوی معنوی ربودن عقاب موزۂ رسول خدا صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم دفتر سوم ص ۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہدہد کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے۔

فائدہ:

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

فالجمهور ومنهم ابن عباس ويزيد بن رومان والحسن على انه آصف بن برخيا بن شمعيا بن منكيل، واسم امه باطورا من بنى اسرائيل كان وزير سليمان على المشهور وفى مجمع البيان انه وزيره وابن اخته وكان صديقاً يعلم الاسم الاعظم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس، یزید بن رومان، امام حسن بصری اور جمہور رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھا مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا وہ ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔[1]

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں۔

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے اس طرح آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔[2]

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم قضائے حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک بار اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہننے لگے ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا اور اوپر لے جاکر اسے پھینک دیا تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے یہ دعا فرمائی:

اللّٰهمَّ إنّي أعوذُ بِكَ مِن شرِّ مَن يمشي على بطنِه ومِن شرِّ مَن يمشي على رِجلَيْنِ ومِن شرِّ مَن يمشي على أربعٍ۔

---

[1] (تفسیر روح المعانی تحت آیت سورہ النمل آیت نمبر ۴۰ ج ۱۹ ص ۲۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2] (نظم الدرر ج ۵ ص ۴۲۶۔۴۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (درندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔[1]

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال کان رسول اللہ اذا اراد الحاجة ابعد قال فذهب یوماً فقعد تحت سمرة ونزع خفیه قال ولبس احدهما فجاء طائر فاخذ الخف الآخر فحلق به فی السماء فانسلت منه اسود سالح فقال رسول اللہ هذه کرامة اکرمنی اللہ بها۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو وہ دور نکل جاتے ایک دن آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم تشریف لے گئے اور موزے اتار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے پھر جب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے ایک موزہ پہنا تو دوسرا موزہ ایک پرندہ لے اڑا جس نے فضا میں جاکر اس کو الٹا تو اس میں سے کینچلی اترا ہوا کالا سانپ بر آمد ہوا۔ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا یہ ہے وہ عزت و کرامت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔[2]

اعتراض (۱۰)

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ السلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دار السلطنت ہے اور خاص تجلی گاہ جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبور مختلف پاوروں کے قمقمے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

اعتراض (۱۱)

اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہی امام ہونے چاہئیں؟

جواب: کسی آیۃ یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی حیات شریف میں ۱۷ نمازیں

---

[1] (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ۱۷۳۔۱۷۴ ص مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزاتہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم المتعلقۃ بتکلیم البہائم لہ وشہادتہا برسالۃ الخ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (البدایۃ والنہایۃ حدیث آخر فی ذلک فیہ غرابۃ ج ۶ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

پڑھائیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو نظر بھی آئے نماز بھی پڑھائے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرمارہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے ناظر ہیں مگر منظور نہیں نیز اب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر اب نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین

برحمتک یاارحم الراحمین

خاتمہ: چند نصیحت کی باتیں

الدین النصیحۃ۔

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

میں نے یہ کتاب مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے لکھی ہے، پڑھیں اور اپنا نظریہ درست کریں، انشاء اللہ اس کے پڑھنے سے فائدہ ہو گا اور اگر حاضر و ناظر کے متعلق سنی سنائی باتوں سے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہوں تو بفضلہٖ تعالیٰ دور ہوں گے بشر طیکہ دل میں محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہو کیونکہ محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی سب کچھ ہے مفکرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

روحِ ایمان، مغزِ قرآں، جانِ دین
ہست حبّ رحمۃ للعالمین

یعنی ایمان کی روح، قرآن کا مغز اور دین کی جان رحمتِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت ہے۔

لہٰذا اگر حبیبِ خدا سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت نہ ہو تو سب بربریت ہے۔

علامہ اقبال مرحوم کا ہی قول ہے:

بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

یعنی اے بندے تو اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک پہنچا دے کہ سارا دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے، اور اگر تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک نہ پہنچا تو تیرا سب کچھ ہی ابو لہب ہے۔

اے میرے عزیز! قبر میں عقیدے کا سوال ہو گا، منکر نکیر تین سوال کریں گے:

۱۔من ربک۔ تیرا رب کون ہے؟

۲۔ما دینک۔ تیرا دین کیا ہے؟

۳۔ما کنت تقول فی ھذا الرجل۔ یہ جو تجھے نظر آرہے ہیں ان کو پہچان یہ کون ہیں؟

میرے عزیز جس بچے کو صحیح سبق یاد کرایا گیا ہو وہ امتحان کے وقت صحیح جواب دے سکے گا، مثلاً بچے کو استاد نے یاد کرایا دو اور دو چار تو جب ممتحن امتحان کے وقت ایسے بچے سے سوال کرے گا بیٹا بتا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں، تو وہ فوراً کہے گا، دو اور دو چار

ہوتے ہیں تو وہ صحیح جواب کی وجہ سے پاس ہو کر اعلیٰ مقام کا حق دار ہو گا، اور دنیا میں عزت اور آبرو حاصل کرلے گا۔ اور اگر بچے کو سبق ہی غلط یاد کرایا ہو مثلاً استاد نے بچے کو یاد کرایا دو اور دو تین تو جب ممتحن امتحان کے وقت سوال کرے گا بیٹا بتا دو اور دو کتنے تو چونکہ اس کو یاد ہی غلط کرایا گیا تھا لہٰذا وہ جواب میں کہے گا دو اور دو تین ہوتے ہیں تو وہ غلط جواب کی وجہ سے فیل ہو کر ذلت ورسوائی کا حقدار ہو گا۔ یوں ہی اے میرے عزیز! اگر تجھے تیرے علماء نے یاد کرایا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے قبر میں بھی جلوہ افروز ہوتے ہیں تو وہ منکر نکیر کے جواب میں بلا جھجک کہے گا: ھٰذا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جائنا بالبینات۔ اور اگر تجھے تیرے علماء نے یہی یاد کرایا ہو گا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر نہیں تو تُو سوچ کر بتا تو کیسے کہے گا یہ میرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں بلکہ پھر جواب میں یہی کہے گا ھاھا لا ادری اور غلط جواب کی وجہ سے فیل ہو کر قبر میں مار ہی کھاتا رہے گا۔

اسی لئے علامہ حقی نے تفسیر روح البیان میں فرمایا:

اول الامر الاعتقاد۔

یعنی سب سے پہلا کام عقیدہ درست کرنا ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! ذرا غور کر کہ اتنے جلیل القدر علماء ومحدثین کرام نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اعمالِ امت پر حاضر وناظر مانا۔

مثلاً:

۱۔ شیخ المحدثین شاہ عبد الحق محدث دہلوی

۲۔ حضرت عبد العزیز محدث دہلوی

۳۔ حضرت علامہ نور الدین حلبی

۴۔ مفسرِ قرآن علامہ اسماعیل حقی صاحبِ تفسیر روح البیان

۵۔ مفسرِ قرآن علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی

۶۔ عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی شریف

۷۔ سیدی عبد الکریم جیلی

۸۔ علامہ قسطلانی صاحبِ مواہب لدنیہ

۹۔ علامہ عبد الباقی زرقانی

۱۰۔ حضرت سیدی ابو العباس مرسی

۱۱۔ حضرت عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی

۱۲۔ سیدنا امام غزالی صاحبِ احیاء العلوم

۱۳۔ ملا علی قاری صاحبِ مرقاۃ

۱۴۔ عارف باللہ محمد بن عثمان میر غنی

۱۵۔ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی

۱۶۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی

۱۷۔ شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب شر قپوری

۱۸۔ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہر وردی

۱۹۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

۲۰۔ عارف باللہ حضرت شیخ احمد

۲۱۔ سیدی تاج الدین ابن عطاء اللہ سکندری

۲۲۔ شیخ احمد رفاعی

۲۳۔ خواجہ محمد نبیرہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

۲۴۔ امام عبد الوہاب شعرانی

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

اے میرے عزیز! سوچ اور غور کر کہ حق کس طرف ہے! میری آپ سے یہی اپیل ہے کہ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان اور جن علماء کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے ان ہی کی بات سن! نیز مندرجہ ذیل دو واقعات کو ایمان کی نظروں سے پڑھ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے لئے اپنے حبیب، رحمتِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت کا دروازہ کھول دے اور ہمارا نام بھی سعادت مندوں میں لکھا جائے۔

واقعہ:

شیخ المشائخ شیخ کبیر عارف باللہ سید محمد بن احمد بلخی قدس سرہٗ نے فرمایا میں جوانی کے عالم میں بلخ سے بغداد کی طرف سرکار غوثِ اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی نیت سے روانہ ہوا جب میں بغداد شریف حاضر ہوا تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز اپنے مدرسہ میں ادا فرمارہے تھے جوں ہی آپ نے سلام پھیرا لوگ سلام اور دست بوسی کے لئے اُمڈ پڑے میں بھی آگے بڑھا سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو سرکار نے مسکرا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا مرحبا اے بلخی اے محمد، حالانکہ اس سے قبل میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا تھا تو سرکار محبوب سبحانی قدس سرہٗ نے فرمایا اے بلخی اللہ تعالیٰ تیرے مرتبہ اور تیری کو جانتا ہے۔ سرکار رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گویا زخموں کی دوا تھی اور بیماری کی شفاء تھی۔ بس میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور ہیبت سے میرے فرائض (کندھوں کے پیچھے نرم ہڈی) کانپنے لگے۔ اب مجھے ساری مخلوق سے وحشت و نفرت ہو گئی اور میں نے ایسی مسرت محسوس کی جسے میں بیان نہیں کر سکتا پھر یہ معاملہ روز بروز بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ ایک رات جب میں اپنے ورود و ظائف پڑھنے کے لئے اٹھا، رات اندھیری تھی یکایک دو بزرگ نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں ایک نوری خلعت تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں پیالہ تھا، اور فرمایا میں علی ابنِ ابی طالب ہوں (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور یہ دوسرے بزرگ ملائکہ مقربین سے ہیں، یہ پیالہ تو شرابِ محبت کا ہے اور یہ خلعت خلعتِ رضا ہے۔ پھر آپ نے مجھے وہ خلعت پہنادی اور پیالہ پینے کے لئے دیا۔ اس خلعت کے نور سے مشرق و مغرب منور ہو گئے اور اس پیالہ کے پینے سے مجھ پر غیبوں کے اسرار کھل گئے اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقامات و دیگر عجائبات روشن ہو گئے پھر میں نے ایک مقام دیکھا جس کے دیکھنے سے عقل و فکر گم ہو جائیں اس کی ہیبت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گردنیں جھک جائیں، اس کے انوار سے بصیرت کی آنکھیں چندھیا جائیں اس کے سامنے کروبین، روحانین، مقربین میں سے جو بھی آتا اس مقام کی ہیبت اور تعظیم کی وجہ سے ان کی کمر جھک جاتی اور دیکھنے والا یہ جان لیتا کہ کسی واصل کو کوئی مرتبہ ملتا ہے کسی محبوب کو کوئی سر عطا ہوتا ہے، کسی عارف کو کوئی علم لدنی ملتا ہے، کسی ولی کو کوئی تصرف عطا ہوتا ہے، کسی مقرب کو مرتبہ تمکین عطا ہوتا ہے، سب کا سب اجمالاً تفصیلاً کلاً بعضاً سب کچھ اسی مقام سے ملتا ہے، میں کچھ عرصہ وہیں ٹھہرا رہا کہ میری اس مقدس مقام پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے اس پر نظر کرنے کی قوت عطا ہوئی لیکن میں اس مقام مبارک کے سامنے نہیں ہو سکتا تھا پھر کچھ عرصہ بعد مجھے سامنے ہونے کی قوت عطا ہوئی لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس برتر مقام کے اندر کون ہے، پھر عرصہ بعد مجھے قوت عطا ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں باعثِ ایجاد عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک طرف سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں اور ایک طرف سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پھر اولیاء عظام حلقہ باندھے کھڑے ہیں اور سب کے سب یوں ہیبت کی وجہ سے باادب ہیں جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی حرکت نہیں کرتے تھے) اور صحابہ کرام میں سے میں نے جن کو پہچانا وہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا فاروقِ اعظم، سیدنا عثمان غنی، سیدنا مولیٰ علی، سیدنا حمزہ، سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے جن کو میں نے پہچانا وہ حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت سہل تستری، حضرت تاج العارفین ابوالوفا اور حضرت شیخ عبدالقادر محبوبِ سبحانی، حضرت شیخ عدی، حضرت شیخ احمد رفاعی رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قریب تر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اولیاء کرام میں سب سے قریب غوث اعظم محبوب سبحانی تھے۔ پھر میں نے کسی کہنے والے کو کہتے سنا کہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقامِ اعلیٰ پر حاضر رہتے ہیں کہ جس مقام کی طرف انبیاء و مرسلین ملائکہ مقربین میں سے کسی کو نظر کرنے کی طاقت نہیں ہے اور جب نبیوں، رسولوں علیہم السلام اور ملائکہ مقربین کو اور اولیاء کاملین کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دیدار کا شوق پیدا ہوتا ہے تو محبوب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس مقامِ اعلیٰ سے اس مقام میں نزول فرماتے ہیں تو اس مقام کے انوار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دیدار سے اور بڑھ جاتے ہیں اور اس کے احوال پاکیزہ تر ہو جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکت سے اس مقام کی شان اور مرتبہ اور بڑھ جاتا ہے۔

پھر سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کے دربار مقام اعلیٰ میں تشریف لے جاتے ہیں اس پر سب نے کہا: سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر۔

پھر میرے لئے ایک نور چمکا جس نے مجھے ہر مشہود سے غائب کر دیا اور میں تین سال اسی حال پر رہا، پھر میں نے دیکھا کہ میں سامرا میں ہوں اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے سینہ پر ہاتھ مبارک رکھا ہوا ہے اور میری طرف تمیز لوٹ آئی اور حضور محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ نے فرمایا اے بلخی مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تجھے تیرے وجود کی طرف واپس لوٹاؤں اور تجھ سے تجلی قہر سلب کرلوں، پھر سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے سارا ماجرا جو میں نے دیکھا از اول تا آخر بیان فرما دیا۔ پھر فرمایا میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سات مرتبہ عرض کی تھی تب تجھے اس مقام کی طرف نظر کرنے کی قوت عطا ہوئی، پھر سات مرتبہ عرض کیا تو تو اس مقام کے سامنے ہوا، پھر سات مرتبہ عرض کی تو تجھے

دکھایا گیا کہ اس کے اندر کون ہے، پھر سات مرتبہ عرض کی تو تو نے منادی کی، ندا سنی، پھر میں نے دربارِ الٰہی میں سات مرتبہ دعا کی، پھر تجھے اس نور کی چمک نے وہاں سے یہاں پہنچا دیا، نیز اس سے پہلے میں نے تیرے لئے ستر بار دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے نوری خلعت اور پیالہ بھیجا تھا۔

والحمدللہ رب العالمین۔[1]

خواجۂ خواجگان خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا:

- عام مؤمنوں کے مقام کی انتہاء ولیوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- اور ولیوں کے مقام کی انتہاء شہیدوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- شہیدوں کے مقام کی انتہاء صدیقوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- صدیقوں کے مقام کی انتہاء نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- نبیوں علیہم السلام کے مقام کی انتہاء رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- رسولوں علیہم السلام کے مقام کی انتہاء اولوالعزم کے مقام کی ابتداء ہے۔
- اولوالعزم کے مقام کی انتہاء حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مقام کی ابتداء ہے۔
- اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مقام کی انتہاء اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔[2]

میرے عزیز ان واقعات پر غور کر اور ایمان کی نظروں سے دیکھ تاکہ تجھے کچھ پتہ چلے کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مرتبہ کو اولیاء کرام جانتے ہیں (وہ بھی وہاں تک کہ ان حضرات کی رسائی ہے، اس سے اوپر کے مقام و مرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

اسی لئے فرمایا:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی۔

یا یہ علماء جانتے ہیں جو لفظوں کی بحث میں ہی الجھے ہوئے ہیں۔

اب یہ تیری مرضی ہے کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات مبارکہ کو اپنائے یا اگر مگر کے چکر چلانے والوں کے پیچھے جائے۔

---

[1] (سعادۃ الدارین، ص ۴۶۳)

[2] (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۸)

المرء مع من احب۔

روز قیامت انہیں کے ساتھ حشر ہو گا، جن کی محبت دل میں ہو گی۔

حاصل الکلام

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضۂ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے، جسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ آپ جب چاہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں، مگر ایک وقت میں متعدد جگہوں پر تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہ حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ دیوبندیوں، وہابیوں نے اہل سنت پر افتراء باندھا ہے، اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لایعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ اطیب الطیبین اطہر الطاہرین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ الطاہرات المطہرات امہات المؤمنین و ذریتہٖ و اولیاء امتہٖ و علماء ملتہٖ اجمعیہ۔

(حاضر و ناظر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۴۳ تا ۱۵۸)

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِیْنٌ کی تحقیق

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

جس اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب و مطلوب منزّہ عن کُلِّ عیوب، دانائے غیوب، احمد مختار کل کائنات کے تاجدار، پیاری اُمت کے غمگسار، بے کسوں اور بے بسوں کے مددگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مبارک سیرت مطہرہ لکھی جارہی ہے۔ رب العالمین جل جلالہ نے ان کو اپنی مقدس تمام کتابوں سے برتر اور افضل کتاب قرآن مجید، فرقان حمید اور برہان رشید کی اس آیت میں ان کی آمد آمد اور ان کی شان بیان کرتے ہوئے ان کو نور قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ان مستند مفسرین عظام، محدثین کرام نے (جنہیں ہر طبقہ اور گروہ کے اکابرین اور رہنما ان کو مسلمہ اور مستند سمجھتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں اور تقریروں میں ان کے حوالہ جات بیان کرتے ہیں) اپنی اپنی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں نور سے مراد سرور کائنات، مفخر موجودات، منبع کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات قرار دیا ہے۔

ذوق وشوق میں اضافہ اور تسکین قلبی کی خاطر مفسرین اور محدثین کی اصل عبارات پیش خدمت ہیں:

أَنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم۔

بے شک نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[1]

امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللہِ نُوْرٌ يعني محمدا صلى الله عليه وسلم إنما سماه الله نورا لأنه يهتدى به كما يهتدى بالنور في الظلام۔

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم مبارک نور اس لئے رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے، اسی طرح آپ کی ذات بابرکات کی نورانیت سے راہ ہدایت ملتی ہے۔[2]

تفسیر بیضاوی میں امام عبد الرحمٰن بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللہِ نُوْرٌ يريد بالنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

نور سے مراد سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[1]

---

[1] (التفسير الكبير، ج ۱۱، ص ۳۲۷، الناشر: دار إحياء التراث العربي-بيروت)

[2] (تفسير الخازن، ج ۲، ص ۲۴، الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت)

تفسیر معالم التنزیل میں امام ابو محمد الحسین الفراء للبغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ يعني: محمد صلى الله عليه وسلم۔

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[2]

سید المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُورٌ رَسُولٌ يَعْنِي مُحَمَّدًا۔

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[3]

تفسیر مدارک میں امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُورٌ أو النور محمد عليه السلام لأنه يهتدى به كما سمي سراجاً۔

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں کیونکہ ان کی نورانیت کی وجہ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اسم شریف سراجًا رکھا ہے۔[4]

تفسیر سراج المنیر میں امام محمد شربینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قد جاءكم من الله نور هو محمد صلى الله عليه وسلم۔

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[5]

تفسیر ابو السعود میں امام ابو السعود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ قيل المراد بالاول هو الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم وبالثانى القرآن۔

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اول نور سے مراد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور ثانی سے قرآن عظیم الشان مراد ہے۔[6]

تفسیر جلالین میں علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قد جاءكم من الله نور هو النبي صلى الله عليه وسلم۔

---

[1] (تفسیر البیضاوی، ج۲، ص۵۶)

[2] (معالم التنزیل، ج۴، ص۳۴)

[3] (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ج۱، ص۹۰، الناشر: دار الکتب العلمیة—لبنان)

[4] (تفسیر مدارک، ج۱، ص۲۸۰)

[5] (تفسیر السراج المنیر، ج۱، ص۱۹۲، دار النشر/دار الکتب العلمیة۔بیروت)

[6] (تفسیر ابو سعود ج۴، ص۳۶ بر حاشیہ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور نبی پاک احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[1]

تفسیر ابن جریر میں امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ يعني بالنور، محمدًا صلى الله عليه وسلم الذي أنار الله به الحقَّ، وأظهر به الإسلام، ومحق به الشرك، فهو نور لمن استنار به يبيِّن الحق۔

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور جن کی طفیل اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی جلوہ نمائی سے ہی اسلام غالب ہوا۔ آپ کے صدقہ سے شرک کو مٹایا گیا۔ تو آپ نور ہیں جن کے ساتھ روشنی ہوئی اور حق ظاہر ہوا۔[2]

تفسیر روح المعانی میں امام محمد آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ عظيم وهو نور الأنوار والنبي المختار صلّى الله عليه وسلّم۔

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے۔ اور وہ نورالانوار نبی مختار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات والاصفات ہے۔[3]

امام احمد الصاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَهُوَ النَّبِيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وَسُمِّيَ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا لِلْاِرْشَادِ وَلِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَمَعْنَوِيٍّ۔

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور وہ نور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہیں۔ آپ کا اسم شریف نور اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ دلوں کو نورِ بصیرت بخشتے ہیں اور ان کو ارشاد فرما کر ہدایت دیتے ہیں، کیونکہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں۔[4]

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ قيل: المراد بالأول هو الرسول صلى الله عليه وسلّم وبالثاني القرآن۔

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اول نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور دوسرا کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔[1]

---

[1] (تفسیر الجلالین، ج ۱، ص ۱۳۹، الناشر: دار الحدیث-القاهرة)

[2] (تفسیر ابن جریر، ج ٦، ص ۹۲، مطبوعہ مصر)

[3] (تفسیر روح المعانی، ج۳، ص ۲۶۹، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

[4] (تفسیر الصاوی، ج ۱، ص ۲۷۵)

نیز فرماتے ہیں کہ:

سمی الرسول نوراً لأن أول شيء أظهره بالحق بنور قدرته من ظلمة العدم كان نور محمد صلى الله عليه وسلّم كما قال: "أول ما خلق الله نوري"۔[1]

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام نور اس لئے رکھا گیا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا اور وہ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔[2]

تفسیر حسینی میں علامہ معین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُّبِينٌ گفتہ اند نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است وکتاب مبین قرآن است۔

مفسرین کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور کتاب مبین قرآن پاک ہے۔[3]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ يعنى محمد صلى الله عليه وسلم أو الإسلام۔[4]

تفسیر القاسمی میں محمد جمال الدین القاسمی الشامی قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

أو النور، محمد صلى الله عليه وسلم لأنه يهتدي به، كما سمي سراجاً۔[5]

شفاء شریف میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

قد سماه الله تعالى في القرآن نوراً وسراجاً منيراً، فقال تعالى: قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کا اسم گرامی نور اور سراجًا منیرًا رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔[6]

---

[1] (تفسیر روح البیان، ج۲، ص۳۷۰، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)
[2] (تفسیر روح البیان، ج۲، ص۳۷۰، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)
[3] (تفسیر حسینی فارسی، ص۱۴۰، مطبوعہ نولکشور)
[4] (تفسیر مظهری، ج۱، ص۱۰۳۶، ناشر: مکتبۃ رشدیہ)
[5] (محاسن التاویل (تفسیر القاسمی)، ج۴، ص۹۱)
[6] (الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضي عیاض، ج۱، ص۱۵)

موضوعات کبیر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

سَمَّاهُ نُوۡرًا فِیۡ کِتَابِهٖ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم شریف نور رکھا ہے۔[1]

قارئین کرام! قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ کی تفسیر اُن حضرات کی کتابوں اور تفاسیر سے درج کی گئی ہے جو ہر مکتب فکر کے نزدیک مسلمہ مفسرین اور اکابرین ہیں۔ اب ان حضرات کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو صرف اور صرف ایک خاص فرقہ یا گروہ کے ہی اکابرین ہیں۔

---

[1] (موضوعات، ص٨٦)

دیوبندی، وہابی اکابرین کی تفاسیر

سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدة ١٥)

تمہارے پاس اللہ کا نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور روشن کتاب قرآن شریف آئی۔[1]

مفسر الوہابیہ حافظ محمد صاحب لکھو کے والے کہتے ہیں کہ نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یا اسلام جو دینِ ربانی۔[2]

غیر مقلدین وہابیہ کے مستند عالم مولوی وحید الزمان صاحب قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدة ١٥) کا ترجمہ لکھ کر لفظ نور سے مراد کے متعلق نشاندہی حاشیہ پر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یا دین اسلام۔[3]

شرح اسماء الحسنیٰ میں وہابیہ کے مستند اور محقق مولوی قاضی سلیمان منصورپوری لکھتے ہیں کہ:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدة ١٥) اس آیت مبارکہ میں وجود باوجود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے۔[4]

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور بنا کر بھیجا۔[5]

وہابیہ کے محقق قاضی سلیمان منصورپوری لکھتے ہیں کہ اسی کا مبارک نام سورہ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدة ١٥) خازن و معالم میں نور کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضور ہی وضوح امر اور تبینِ نبوت میں نور ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی کی تعلیم تنویرِ قلوب کے لئے نور ہے۔[6]

ترجمان القرآن جو کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی کی اردو میں تفسیر ہے اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا مراد نور سے حضرت ہیں یا اسلام یا قرآن۔[7]

---

[1](تفسیر ثنائی، سورۃ المائدۃ، ص ١١، مطبوعہ امرتسر)
[2](تفسیر محمدی، ص ٢٣، منزل دوم)
[3](تبویب القرآن، ص ١٤٩)
[4](شرح اسماء الحسنیٰ، ص ١٥١)
[5](شرح اسماء الحسنیٰ، ص ١٥٣)
[6](رحمۃ اللعالمین، ج ٣، ص ٢١٩)
[7](تفسیر ترجمان القرآن، ج ١، ص ٧٥٧)

وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کے مجتہد اور مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالوی اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ قال الزجاج النور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب زجاج نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[1]

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ ۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاید نور سے خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔[2]

مولوی اشرف علی تھانوی جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے نہایت ہی مقتدر فرد، محدث اور مفسر ہیں بلکہ مجدد اور حکیم الامت کے القاب سے پکارے جاتے ہیں۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ ۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود باوجود ہے۔ اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے اور یہ توجیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بناء پر ہے یعنی جبکہ نور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود موجود مراد لیا جائے۔[3]

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ النور میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدۃ ۱۵) کی ایک تفسیر یہ ہے کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (المائدۃ ۱۵) فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جَاءَكُمْ کا فاعل ایک ہو۔[4]

تھانوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہوں۔[5]

---

[1] (تفسیر فتح البیان، ج۳، ص۳۷۸، الناشر: المَکتبة العصريّة للطبَاعة و النّشر، صَيدَا- بَيروت)

[2] (تفسیر عثمانی، ص ۱۴۳، بر حاشیہ قرآن پاک مطبوعہ تاج کمپنی)

[3] (اشرف المواعظ، ص ۱۴۸)

[4] (رسالۃ النور، ص ۳۱)

[5] (النور، ص ۳۱)

مولوی ادریس کاندھلوی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ١٥) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا ہے۔ مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور ایک روشن کتاب آئی ہے۔ قتادہ اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے۔ دیکھو روح المعانی، ج٦، ص٨٧ اور تفسیر قرطبی، ج٦، ص١١٨۔[1]

مولوی مشتاق احمد دیوبندی اپنی کتاب التوسل (جو کہ مولوی کفایت اللہ دہلوی، مولوی محمود الحسن اسیر مالٹا، مولوی شبیر احمد عثمانی، مفتی شفیع دیوبندی کی مصدقہ ہے) میں لکھتے ہیں کہ فرمایا اللہ کریم نے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ١٥)

ترجمہ: بے شک آیا ہے تمہارے پاس اللہ پاک کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔

اس جگہ حسبِ روایت شفاء قاضی عیاض نور سے مراد حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

اور کہا تفسیر روح المعانی میں:

قد جاءكم من الله نور وهو نور الأنوار والنبي المختار صلى الله عليه و سلم وإلى هذا ذهب قتادة واختاره الزجاج۔[2]

غرض نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پاک پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور مجسم اور روشن چراغ ہیں۔ نور اور چراغ ہمیشہ ذریعہ اور وسیلہ صراط مستقیم دیکھنے اور خوفناک طریق سے بچنے کا ہوتے ہیں۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراسر نور یقیناً تمام امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے وسیلہ ہیں۔ اور ایسا وسیلہ ہیں کہ حالتِ حیات میں بھی وسیلہ تھے اور بعد وفات بھی قیامت تک وسیلہ ہیں۔ کیونکہ جو نام اللہ کریم نے اپنے کلام قدیمی میں آپ کا تجویز فرمایا وہ تمام زبانوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پاک کے واسطے ثابت ہے۔ بلکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کے جد امجد عبد المطلب کو قریش مصیبت کے وقت ہی نور کے سبب حل مشکلات کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔[3]

---

[1] (تفسیر معارف القرآن، ج٢، ص٤٢)

[2] (تفسیر روح المعانی، ج٦، ص٩٧، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

[3] (التوسل، ص ٢٢، ٢٣)

نور سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مراد نہ ماننا معتزلہ کا عقیدہ ہے

قارئین کرام! مفسرین عظام علیہم الرحمۃ نے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵) میں نور سے مراد سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات لی ہے۔ جو کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے۔ اب نور سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو مراد نہ لینا کن حضرات کا عقیدہ ہے؟ وہ حضرات معتزلہ ہیں جس ثبوت میں حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ محمود آلوسی جو کہ مستند تفسیر روح المعانی لکھنے والے ہیں قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قال أبو علي الجبائي: عنى بالنور القرآن لكشفه وإظهاره طرق الهدى واليقين, واقتصر على ذلك الزمخشري۔

ابو علی جبائی نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن پاک ہے کیونکہ قرآن پاک کا کشف اور بیان ہدایت کے طریقوں کو ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔[1]

علامہ آلوسی نے جو زمخشری کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ زمخشری صاحب تفسیر کشاف ہیں۔ اور ان کا نام جاء اللہ ہے اور زمخشری کے نام سے مشہور ہیں۔ اور وہ معتزلی ہیں۔ اسی لئے زمخشری نے بھی اپنی کنیت ابو المعتزلہ رکھی تھی۔

جیسا کہ صاحبِ نبراس نے صاف لکھا ہے کہ:

وَكَانَ صَاحِبُ الْكَشَّافِ يَكْنِيْ نَفْسَهُ اَبَا الْمُعْتَزِلَةِ۔

صاحب الکشاف نے اپنی کنیت ابو المعتزلہ رکھی تھی۔[2]

علامہ آلوسی نے ابو علی الجبائی کا بھی جو عقیدہ تحریر کیا ہے وہ ابو علی الجبائی بھی معتزلہ تھا۔

صاحب نبراس نے ابو علی الجبائی کے متعلق لکھا ہے کہ:

اَبُوْ عَلِيٍّ جَبَائِی هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ مِنْ مُعْتَزِلَةِ بَصْرَةَ۔

ابو علی جبائی جس کا نام محمد بن عبد الوہاب تھا بصرہ کے معتزلہ میں سے تھا۔[3]

---

[1] (روح المعانی، ج۳، ص ۲۶۹، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)
[2] (نبراس، ص ۲۸)
[3] (نبراس، ص ۲۹)

شاہ عبد القادر دہلوی کی تفسیر موضح القرآن جو کہ وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک مستند ہے کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵)

تحقیق آئی تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی کہ کفر کی تاریکی کو دور کرتی ہے۔ اور اپنی کتاب ظاہر کرنے والی احکام شریعت کو روشنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور کتاب قرآن مجید ہے۔[1]

قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں میں بھی اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ فرمایا ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (النور ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے، موتی سا چمکتا۔

اس آیۃ کریمہ میں مَثَلُ نُوْرِہٖ کی تفسیر کرتے ہوئے ہٖ ضمیر کا مرجع شہنشاہِ کون ومکاں سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو قرار دیا ہے۔

مفسرین عظام علیہم الرحمۃ کی تفاسیر درج کی جاتی ہیں:

امام علاؤالدین علی محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مثل نورہ وقیل ھو محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

مثل نورہ کی تفسیر میں مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال مراد ہے۔[2]

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مَثَلُ نُوْرِہٖ مَثَلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

مَثَلُ نُوْرِہٖ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال ہے۔[3]

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مثل نورہ قال: مثل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] (تفسیر موضح القرآن، ص ۱۰۲)

[2] (تفسیر الخازن، ج۳، ص ۲۹۷، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

[3] (تفسیر ابن جریر، ج ۱۸، ص ۹۵، مطبوعہ مصر)

مَثَلُ نُوْرِہٖ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک فرمایا گیا ہے۔[1]

تفسیر معالم التنزیل میں امام ابو محمد الحسین الفراء بغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مَثَلُ نُوْرِہٖ وَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَالضَّحَّاکُ: ھُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

مَثَلُ نُوْرِہٖ کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[2]

تفسیر غرائب القرآن میں امام نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

والنبي نوراً وسراجاً منيراً۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں اور سورج ہیں نور دینے والے۔[3]

علامہ احمد قسطلانی شارح بخاری اور محمد بن عبد الباقی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكَاةٍ اَلْمُرَادُ هُنَا مُحَمَّدٌ صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان مثل نورہٖ کمشکوٰۃ میں نور سے مراد سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[4]

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اس آیت اللّٰہُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ (النور ۳۵) میں کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

المراد بالنور الثاني هنا محمد عليه السلام وقوله تعالى مثل نوره أي نور محمد صلى الله عليه وسلم۔

دوسرے نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مَثَلُ نُوْرِہٖ کے معنی یہ ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کی مثال ہے۔[5]

شرح الشفاء میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

في هذه الآية من قوله مثل نوره هو محمد صلى الله تعالى عليه وسلم۔

---

[1] (الدر المنثور، ج٦، ص١٩٨، الناشر: دار الفكر - بيروت)

[2] (معالم التنزيل، ج٩، ص٤١٤)

[3] (تفسير غرائب القرآن، ج٥، ص١٩٤، دار النشر: دار الكتب العلمية - بيروت/لبنان)

[4] (مواهب اللدنيه، زرقاني شريف، ج٣، ص١٧١)

[5] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج١، ص١٥)

اس آیۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **مَثَلُ نُوْرِہٖ** میں اس کے نور سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کی مثال مراد ہے۔[1]

اس کے بعد ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و الأظهر أن يقال المراد بالنور محمد صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم۔

سب سے واضح اور ظاہر بات یہی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارک ہے۔[2]

نسیم الریاض میں علامہ شہاب الدین الخفاجی علیہ الرحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

وَ الْمَعْنىٰ مَثَلُ نُوْرِهٖ اَیْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم۔

اور **مَثَلُ نُوْرِہٖ** کے معنی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[3]

علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ ہی فرماتے ہیں:

اَنَّ النُّوْرَ اُطْلِقَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم هُنَا۔

بے شک یہاں نور کا اطلاق محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ہی صحیح اور درست ہے۔[4]

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مثل نور محمد إذ كان مستودعاً في الأصلاب۔

نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثال جب کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں جلوہ گر تھے۔[5]

غیر مقلدین وہابیہ کے مفسر مولوی محمد لکھوکے والے اس آیۃ شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن عباس تے کعب احباروں وچہ معالم لیایا

جو نور اللہ دا نبی محمد سینہ طاق ٹھہرایا

تے دل اوسدا قندیل جو شیشہ اندر طاق ٹکایا

تے دیوا نور نبوت دل وچ رکھ نبوت آیا[1]

---

[1] (شرح الشفاء، ج ۱، ص ۴۸، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

[2] (شرح الشفاء، ج ۱، ص ۴۸، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

[3] (نسیم الریاض، ج ۱، ص ۱۱۰، ج ۲، ص ۴۴۹، مطبوعہ مصر)

[4] (نسیم الریاض، ج ۱، ص ۱۱۰، مطبوعہ مصر)

[5] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۱، ص ۱۵)

سراجًا منیرًا

نبی پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراجًا منیرًا کی صفت سے متصف فرمایا جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ٤٦)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر، ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا، اور چمکا دینے والا آفتاب۔

علامہ راغب اصفہانی قدس سرہٗ النورانی السراج کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يعبّر به عن كلّ مضيء۔

ہر روشنی کرنے والی چیز کو بھی سراج کہا جاتا ہے۔[2]

اللہ کریم جل جلالہٗ نے سورج کو بھی قرآن پاک میں سراج فرمایا ہے:

جَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا (نوح ١٦)

اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا۔

وَجَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (النباء ١٣)

اور بنایا ہم نے چراغ سورج چمکتا۔

علامہ محمد بن عبد الباقی رحمۃ اللہ الباری لفظ سراج کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

سُمِّيَ السِّرَاجَ لِاَنَّ السِّرَاجَ الْوَاحِدَ يُؤْخَذُ مِنْهُ السِّرَاجُ الْكَثِيْرُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ ضَوْئِهِ۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم شریف سراج اس لئے رکھا گیا ہے کہ ایک چراغ سے جیسے کئی چراغ روشن کئے جاسکتے ہیں اور پہلے چراغ کی روشنی میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی۔[3]

علامہ احمد قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری سراجًا منیرًا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَهُوَ السِّرَاجُ الْكَامِلُ فِي الْاِضَاءَةِ وَلَمْ يُوْصَفْ بِالْوَهَّاجِ لِاَنَّ الْمُنِيْرَ هُوَ الَّذِيْ يُنَيِّرُ مِنْ غَيْرِ اِحْرَاقٍ بِخِلَافِ الْوَهَّاجِ۔

---

[1] (تفسیر محمدی)

[2] (المفردات فی غریب القرآن، ج ۱، ص ۴۰۶، الناشر: دار القلم، الدار الشامية - دمشق بيروت)

[3] (زرقانی شریف، ج ۳، ص ۱۷۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم روشنی میں سراج کامل ہیں۔ اور سورج کی طرح وہاج (جلانے والا) کی صفت سے متصف نہیں فرمایا بلکہ منیرا فرمایا کیونکہ منیر اس کو کہتے ہیں جو اشیاء کو روشن کرے مگر جلائے نہیں بخلاف وہاج کے وہ روشنی کے ساتھ ساتھ حرارت بھی دیتا ہے اور جلاتا بھی ہے۔[1]

دیوبندیوں اور وہابیوں کے مجدد ابن قیم رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام سراج منیر (روشن چراغ) رکھا۔ اور سورج کو سراج وہاج (جلانے والا چراغ)۔ منیرًا جلائے بغیر روشنی دیتا ہے اور وہاج کی روشنی میں حرارت اور جلانا بھی شامل ہوتا ہے۔[2]

اللہ کریم نے قرآن پاک میں سورج کو سراج اور قمر (چاند) کو منیرا فرمایا ہے۔ مگر اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ان دونوں اوصاف سے متصف فرمایا ہے۔ اس میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ سورج کی روشنی دن کو ہوتی ہے، اور چاند کی روشنی رات کو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا محبوب دن کو بھی اور رات کو بھی اپنی نور پاشی اور ضیاء پاشی سے منور فرماتا رہتا ہے۔

سورج اور چاند کی روشنی زمین کے نیچے نہیں جاتی مگر پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک دلوں کو بھی اور قبروں کو بھی منور فرماتا ہے۔

محدث ابن الجوزی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ:

سِرَاجًا لِکَوْنِنَا وَمُنِیْرًا عَلیٰ وُجُوْدِنَا۔

سراج ہمارے وجود کے لئے چراغ ہیں اور منیر ہمارے وجود پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔[3]

قاضی سلیمان منصورپوری غیر مقلدین وہابی حضرات کے محقق سراج منیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سراج منیر کہا ہے۔ اور یہ بتلادیا کہ حضور کی ذات گرامی میں ہفت اقلیم عالم کی رہبری کے رنگ جمع ہیں۔ اور جامعیت کا یہ نور ہر ایک نزدیک دور کا باصرہ اور افروز و بصیرت افزاء ہے۔[4]

قاضی صاحب مزید تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں لکھتے ہیں کہ نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے۔ کیونکہ نظام ہذا کے جملہ سیارگان کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے یہی نیر اکبر ہے۔ عالم کون وفساد میں بھی

---

[1] (مواہب اللدنیہ، ج۳، ص ۱۷۱)

[2] (زادالمعاد، ج۲، ص۸۳)

[3] (بیان المیلادالنبی، ص ۹)

[4] (سیدالبشر، ج۲، ص۵۸)

آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس کی حرارت اس کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے، ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب خداوند کریم عالم روحانی سے نیر اعظم ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے نور میں دکھلاتا ہے اور سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سراجًا منیرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیار گان سماء نبوت کا مدار اعظم یہی ہیں۔ اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔

آفتاب رات کو تاریکی دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر وشرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے۔ انہیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوتی ہے، آفتاب کی روشنی جرائم روک دیتی ہے، سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں جاہلیت کی ظلمت جہالت کی تاریکی کفر وشرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیرے، رواج کی گھٹا، تقلید کی اندھیاری کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے، دماغوں کو عقائد صحیحہ کی لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے، خلاء کو نورانی تعلیم سے، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا۔ اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو بھی دیکھ سکنے کے قابل ہوئی وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے۔ اب خود اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ ثابت ہوئے۔ وہ جو عملیات سے راہ ورہنما گم کردہ تھے اب خود خضر راہ بنے۔

بعض شپر چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع رات کی تاریکی ہی میں پر و بال کھولتے ہیں۔ یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تاب نہیں لا سکتے، اور ضوء رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس سراج زبانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔[1]

ابراہیم میر سیالکوٹی جو کہ غیر مقلدین وہابی حضرات کے امام العصر ہیں سراجًا منیرًا کی ہی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جہاں ذات اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سارے عالم وعالمیان کے لئے رحمت بنایا ہے، وہاں آپ کو سراجًا منیرًا (آفتاب عالم تاب) بھی فرمایا ہے کہ دنیا جہاں کے لوگ آپ سے نور قلبی حاصل کریں۔[2]

---

[1] (رحمت اللعالمین، ج۲، ص۲۲۷، ۲۲۸)

[2] (سراجًا منیرًا، ص۸)

مولوی ابراہیم سیالکوٹی لفظ منیرًا کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ عربی زبان میں منیرًا لازم بھی اور متعدی بھی۔ لازم کا مفاد یہ ہے کہ وہ روشن ہے اور متعدی کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں کو روشنی دینے والا ہے۔ آفتاب کی بھی یہی شان ہے کہ وہ اپنے آپ میں بھی روشن ہے۔ اور دوسروں کو بھی روشنی دیتا ہے یعنی ستاروں کو، چاند کو اور زمین کو۔[1]

ابراہیم میر تفاسیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم میں اس آیت کے ذیل میں کہا ہے:

سَمَّاهُ سِرَاجًا لِأَنَّهُ يُهْتَدَى بِهِ كَالسِّرَاجِ يُسْتَضَاءُ بِهِ فِي الظُّلْمَةِ۔[2]

حق تعالیٰ نے آپ کا نام سراج فرمایا ہے کیونکہ آپ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے، مانند چراغ کے کہ اس سے اندھیرے میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔[3]

مولوی ابراہیم میر ہی توضیح تمثیل کی نمایاں سرخی دے کر لکھتے ہیں کہ اسی طرح ذات بابرکات آں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو سراجًا منیرًا ہونے کی وجہ سے خزانۂ روشنی ہیں۔ اور وائرنگ مرشد و شیخ یا پیر واستاد ہے۔ جس کی ایک جانب تو ذات گرامی صفات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے، اور دوسری طرف بلب ہے جو اپنا یا فیض کے طالب مرید کا دل ہے۔

پس اس مرشد کا متبع سنت صحیح العقیدہ اور صالح العمل ہونا ضروریات سے ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ کفر و شرک، الحاد و بدعت، فسق و فجور اور اعمال سیئہ کی آلودگیوں سے پاک ہو۔ اور یہ بھی کہ وہ فرائض و سنن اور مستحبات کا ادا کرنے والا ہو، اور محرمات و مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہو۔ پس ایسا پاک باز، متبع سنت شیخ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خزانۂ روشنی سے قلبی تعلق رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نور حاصل کرے اور اس کی انعکاسی شعاعیں مرید کے آئینہ صافی پر ڈالے۔[4]

مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہی اس بات کو اپنی تفسیر سورۃ کہف میں کچھ تبدیلی کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حق تعالیٰ نے سِرَاجًا مُّنِيْرًا بنایا۔ پس وہاں سے روشنی آنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ وائرنگ درست ہو یعنی پیر و مرشد متبع سنت، صحیح العقیدہ، صالح العمل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے تعلق قلبی رکھتے ہوئے وہاں سے نور حاصل کرے اور اس کا عکس مرید کے دل پر ڈالے۔ اور یہ تو آپ

[1] (سراجًا منیرًا، ص ۹)

[2] (مختصر تفسیر البغوی، ج۵، ص۷۵۸، الناشر: دار السلام للنشر والتوزیع-الریاض)

[3] (سراجًا منیرًا، ص ۱۰)

[4] (سراجًا منیرًا، ص ۲۶)

سمجھ ہی چکے ہیں کہ بلب کا خول وائرنگ سے روشنی نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس کے اندر جو باریک سی تار بجلی کی ہے وہ روشنی لے کر منور ہوتی ہے۔ پس اس کی سلامتی بھی ضروری ہے۔ [1]

قاری محمد طیب دیوبندی نے سراجًا منیرًا کی تشریح کرتے ہوئے تفصیلاً بحث کی ہے، جو کہ از حد مفید ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اس موقع پر آپ کے ذہن میں شاید یہ کھٹکا پیدا ہو کہ سراج کے معنی تو لغت عربی میں چراغ کے ہیں سورج کے نہیں۔ اس لئے اس آیت میں اگر آپ کو تشبیہ دی گئی ہے تو روشن چراغ سے دی گئی ہے نہ کہ سورج سے۔ اور محض چراغ سے حضور کو تشبیہ دیا جانا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس تشبیہ سے آپ کے ہمہ گیر کمالات پر کوئی جامع روشنی ہی پڑ سکتی ہے۔ تو پھر سراج سے سورج کیسے مراد لیا گیا؟

جوابًا عرض ہے کہ جہاں تک لغت کا تعلق ہے عربی زبان میں سراج کے معنی محض چراغ ہی کے نہیں بلکہ سورج کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب کی تیسری جلد میں **والشمس سراج النهار** (آفتاب دن کا چراغ ہے) کہہ کر آفتاب کو چراغ کہا گیا ہے جس سے واضح ہوا کہ لغت میں شمس چراغ کو بھی کہتے ہیں۔ اور پھر والسراج الشمس (چراغ سورج ہے) کہہ کر چراغ کو آفتاب کہا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ لغت میں سراج سورج کو بھی کہتے ہیں آگے صاحب لسان العرب نے اس پر آیۃ کریمہ سِرَاجًا منیرًا کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے نزدیک بلحاظ لغت اور بلحاظ تفسیر اس آیت میں سراج کے معنی چراغ کے بھی لئے جاسکتے ہیں۔ اور سورج کے بھی۔ چنانچہ اس کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنمايُرِيدُمِثْلَ السِّرَاجِ الَّذِي يُسْتَضَاءُبِهِ، أَو مِثْلَ الشَّمْسِ فِي النُّورِ وَالظُّهُورِ۔

بلاشبہ اس آیت میں سراج منیر سے حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یا چراغ کی مثل فرمایا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے یا آفتاب کی مانند فرمایا ہے نور میں اور ظہور میں۔ [2]

اس سے واضح ہوا کہ سراج منیر سے حضور کو آفتاب سے تشبیہ دیا جانا لغت کے عین مطابق ہے۔ تفاسیر کو دیکھا جائے تو ان کی رو سے بھی سراج کے معنی چراغ اور آفتاب دونوں لیے جاسکتے ہیں۔

صاوی حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ وَسِرَاجًامُنِيْرًا يَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَبِالسِّرَاجِ الشَّمْسُ وَهُوَ ظَاهِرٌ وَيَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَبِهِ الْمِصْبَاحُ۔

---

[1] (تفسیر سورۃ الکھف، ص ۶۲)

[2] (لسان العرب، ج ۲، ص ۲۹۷، الناشر: دار صادر - بیروت)

سراج منیر کے معنی میں دونوں احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ سراج سے مراد آفتاب ہو۔ اور ظاہر یہی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے مراد چراغ ہو۔

بیضاوی کے محشی نے بھی آیت میں دونوں احتمال کا ذکر کیا ہے۔ کہا ہے کہ:

وَهُوَ الشَّمْسُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اَوِ الْمِصْبَاحُ۔

(سراج منیر جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے) یا تو اس سے مراد آفتاب ہے کیونکہ قرآن نے آفتاب ہی کو سراج کہا ہے اور یا چراغ مراد ہے۔

حافظ ابن کثیر محدث اپنی مشہور و مقبول تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَوْله "وَسِرَاجًا مُنِيرًا" أَيْ وَأَمْرك ظَاهِر فِيمَا جِئْت بِهِ مِنْ الْحَقّ كَالشَّمْسِ فِي إِشْرَاقهَا وَإِضَاءَتهَا لَا يَجْحَدهَا إِلَّا مُعَانِد۔

سراج منیر کے معنی یہ ہیں کہ اے پیغمبر تمہارا معاملہ تمہاری لائی ہوئی شریعت کے بارے میں ایسا نمایاں اور واضح ہے یعنی تم اپنے امر میں ایسے روشن اور کھلے ہوئے ہو جیسے سورج اپنی چمک دمک میں نمایاں ہوتا ہے کہ معاند کے سوا کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔[1]

بہر حال تفاسیر کا رُخ اس بارے میں واضح ہے کہ سراج سے سورج بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور لیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر نے احتمال کے طور پر نہیں بلکہ تعین کے ساتھ واضح کر دیا یہاں سراج سے سورج ہی مراد ہے۔ اس لئے لغت اور تفسیر دونوں اس پر متفق ہیں کہ یہاں سراج سے آفتاب مراد لیا جانا لغت اور تفسیر دونوں کے لحاظ سے درست اور صحیح ہے۔

لغت اور تفسیر کے علاوہ اگر عین قرآن پر نظر کی جائے تو اس سے تو نمایاں طور پر واضح ہوتا ہے کہ یہاں سراج منیر کے معنی آفاب ہی کے لئے گئے ہیں۔ اور ذات بابرکات نبوی کو آفتاب ہی ثابت کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی اصطلاح میں سراج لقب ہی آفتاب کا ہے، اور اس سے سورج ہی مراد لیا جانا چاہیئے جیسا کہ قرآنی تعبیر میں چاند کا لقب نور ہے۔ اور اس سے چاند بھی مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ نوح میں چاند کو نور اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے:

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ١٦)

اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔

---

[1] (تفسیر ابن کثیر، ج ١١، ص ١٨٧، دار النشر: مؤسسة قرطبة)

بلکہ قرآن کے عرف میں سورج کا یہ لقب (سراج) اس قدر معروف اور متعین ہے کہ اگر سورج کا نام لئے بغیر ہی سراج کا ذکر کر دیا جائے تو اس سے سورج کے سوا کوئی اور شے مراد ہی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سورۃ فرقان میں چاند کو منیر فرما کر اس کے متقابل سورج کا صرف یہ لقب (سراج) ہی ذکر کر دیا جانا کافی سمجھا گیا ہے۔ جس سے خود بخود سورج ہی ذہنوں میں آجاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا (الفرقان ۶۱)

اس آیت سے تو یہ واضح ہوا کہ قرآنی عرف میں سراج آفتاب ہی کا لقب ہے۔ اور قرآن کی اصطلاح میں سراج آفتاب ہی کو کہتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ ایک طرف تو قرآن نے سورج کا مخصوص لقب سراج بتلایا ہے اور ادھر قرآن ہی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی سراج فرمایا ہے جیسا کہ آیت وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶) سے واضح ہے۔ تو لقب کی اس وحدۃ سے کہ سورج بھی سراج ہے اور حضور بھی سراج ہیں۔ اور سراج کے معنی قرآنی عرف میں آفتاب کے ہیں۔ حضور کا آفتاب ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر سورج کا مخصوص لقب سراج ہے اور وہی سراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بھی لقب ہے۔ تو قرآنی اصطلاح کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثابت ہوئے۔ جو تشبیہ کا حاصل ہے اور خلاصہ یہ نکل آیا کہ اگر سورج فلکی آفتاب ہے تو حضور ملکی آفتاب ہیں۔ وہ افق آسمانی سے طلوع کرتا ہے تو یہ افق زمیں سے۔ جس سے اس تمثیل کی نوعیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ الحاصل اولاً لغت سے پھر تفسیر سے اور پھر عین قرآن سے ثابت ہوا کہ سراجًا منیرًا میں سراج کے معنی آفتاب کے ہیں۔ اور یہاں اس کا مصداق ذات بابرکات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ تو حضور کی ذات اقدس بلحاظ لغت و تفسیر و قرآن آفتاب ثابت ہوئی اور نمایاں ہو گیا کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو آفتاب سے تشبیہ دینی مقصود ہے جو ہمارا مدعا تھا۔[1]

لیکن آفتاب نبوت کو حق تعالیٰ نے سراج فرما کر اس کا لقب وہاج کی بجائے منیر ذکر فرمایا۔ جو چاند کی شان ہے۔ چنانچہ چاند کو قرآن نے منیر اور نور فرمایا ہے وَقَمَرًا مُنِيرًا (جس روشنی کے ساتھ ٹھنڈک بھی ملی ہوئی ہے) اس لئے منیر کے معنی ٹھنڈی روشنی والے کے ہوئے۔ اور ثابت ہوا کہ اس آفتاب روحانی (ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) میں روشنی تو سورج کی سی ہے۔ جس میں چاند کا دھیما پن نہیں کہ ظلمت شب کافور نہ ہو سکے، مگر ٹھنڈک چاند کی سی ہے۔ جس میں

---

[1] (آفتاب نبوت، ص ۳۲ تا ۳۶)

سورج کی سی سوزش اور تپش نہیں کہ اذیت دہ ثابت ہو۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ مادی سورج نار ہے اور روحانی سورج نور۔ اس سے دونوں آفتابوں کی روشنی اور نورانیت کی نوعیتوں کا فرق واضح ہو گیا کہ ایک ناری ہے اور ایک نوری!

ساتھ ہی ان دونوں آفتابوں کی اصلیت کا فرق بھی اس سے کھل جاتا ہے اور وہ یہ کہ مادی سورج چونکہ ناریت لئے ہوئے ہے اور نار کا مخزن ہے۔ بخلاف روحانی آفتاب کے کہ وہ ناریت کی بجائے نورانیت کا پیکر ہے جس میں روشنی کے ساتھ ٹھنڈک اور سلامتی ہے اور ظاہر ہے کہ نور و سلامتی کا مخزن جنت ہے۔ چنانچہ جنت کی ہر ہر چیز میں راحت اور نورانیت ثابت ہے۔

بلکہ یہ آفتاب (سورج) اس کا (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا) نمائندہ ہو کر وہاں سے نور و سلامتی جذب کرتا ہو اور دنیا پر پھینکتا ہو۔ چنانچہ آپ کے جسم مبارک، جمال مبارک اور حقیقت پاک سب ہی میں نورانیت اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ بات کرتے وقت بنفسِ حدیث آپ کے دانتوں سے نور چھلکتا ہوا نظر آتا۔ مبینی مبارک (ناک) کا نور کی وجہ سے بلند محسوس ہونا، چہرہ مبارک کا چمک دمک میں سورج جیسا محسوس ہونا، بنفس حدیث **كَاَنَّ الشَّمْس تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ** (گویا آفتاب آپ کے چہرے میں گھوم رہا ہے) چودھویں رات کے چاند سے چہرہ مبارک کا مقابلہ کر کے صحابہ کا چہرے کے نور کو چاند پر فوقیت دینا اور حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حدیث میں نور کہا جانا سب اس کی علامات و آثار ہیں کہ یہ روحانی آفتاب ان انوار کے ہجوم کی وجہ سے اسی مخزنِ نور (جنت) سے مناسبت رکھتا ہے۔[1]

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کے متعلق آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی خدمت گذار عورتوں، سیدنا آدم علیہ السلام، خلفاءراشدین، صحابہ کرام، اہلبیت اطہار علیہم الرضوان، محدثین کرام اور اولیاء الرحمٰن کے عقائد

سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا عقیدہ

سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

أول ما خلق الله نوري۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو شے پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔[2]

---

[1] (آفتاب نبوت، ص ۳۲ تا ۴۰)

[2] (تفسیر نیسابوری، ج۸، ص ۵۵، تفسیر عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸، تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۵۴۸، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۳۷، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۲، جواهر البحار، بیان المیلاد النبوی، ص ۲۴، مطالع المسرات، ص ۲۷، شرح قصیدہ امالی، ص ۳۵، فتاویٰ رشیدیه، اخبار اهلحدیث امرتسر، ص ۲، ۱۶ اپریل ۱۹۰۹ء، عطر الوردہ، ص ۲۴، تفسیر حسینی، ص ۱۴۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں نے آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا جابر، إن اللہ تعالی قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نورہ۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے بے شک سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔[1]

شارح بخاری علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جد اعلیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حبیبِ کردگار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام۔

میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔[2]

صحابِ کرام علیہم الرضوان نے نبیٔ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِکَ۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمیں اپنی ذات والاصفات کے متعلق فرمایئے۔

تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

قَالَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرَى عِيسَى وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي كَأَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ بُصْرَى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ۔

میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میری والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور کا ان سے ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے وہ نور میں ہوں۔[1]

---

[1] (مصنف عبدالرزاق، مواهب اللدنيه، ص ۹، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۴۶، سیرت حلبیه، ج ۱، ص ۳۷، مطالع المسرات، ص ۲۱۰، حجة اللہ علی العالمین، ص ۲۸، انوار المحمدیه، ص ۹ عقیدة الشهده، ص ۱۰۰، نشر الطیب، ص ۵، ۶ از اشرف علی تهانوی دیوبندی، فتاویٰ حدیثیه، ص ۵۱ از ابن حجر مکی)

[2] (مواهب اللدنیة، ج ۱، ص ۱۰، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۴۹، جواهر البحار، ص ۷۷۶، انوار المحمدیة، ص ۹، نشر الطیب، ص ۷، تفسیر روح البیان، ج ۲، ص ۳۷۰، حجة اللہ علی العالمین، ص ۲۱۶)

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

مخدومۂ دارین سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ سید الکل ہادیٔ سبل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ محترمہ ہیں فرماتی ہیں:

لما ولدته خرج من فرجي نور أضاء له قصور الشام۔

جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو میں نے جنا تو مجھ سے نور نکلا جس سے اُن کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔[2]

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

رأيت كأن شهابا خرج مني أضاءت له الأرض۔

میں نے دیکھا کہ مجھ سے روشن ستارہ ظاہر ہوا جس سے پوری زمین منور اور روشن ہو گئی۔[3]

سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات مفخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ:

لما فصل مني خرج معه نور أضاء له ما بين المشرق إلى المغرب۔

جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدا ہوئے تو ان سے ایسا نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔[4]

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب **الوفا باحوال المصطفیٰ** میں روایت درج فرمائی ہے کہ:

اِنَّ اُمَّهٗ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ جب انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جنا تو حضور کے نور سے شام کے محلات منور اور روشن ہو گئے۔[1]

---

[1] (دلائل النبوت للبیہقی، ج ۱، ص ۱۱۰، دارمی شریف، ج ۱، ص ۱۷، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۴، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۰، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۱۱۶، جواهر البحار، ص ۱۱۴۴، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۷۷، البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج ۲، ص ۲۷۵، سیرت النبویہ للدحلان، ص ۳۷، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۳)

[2] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۶، مواهب اللدنیہ، ص ۲۲، زرقانی، ج ۱، ص ۲۲۰)

[3] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۶، مواهب اللدنیہ، ص ۲۲، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۷۷)

[4] (مجمع الزوائد لابن حجر، ج ۸، ص ۲۲۱، مواهب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۲، الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۵، زرقانی سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۹۱، انوار المحمدیہ، ص ۱۶، البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۲۶۴، ماثبت من السنۃ، ص ۵۳)

محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج فرمائی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ خَرَجَ مِنِّي نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ۔

میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا ہے جس سے میں نے شام کے محلات روشن اور منور ہوتے دیکھے۔[2]

دیوبندیوں کے مفسر اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں لکھتے ہیں کہ حمل رہنے کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ کذا في سيرة ابن هشام۔[3]

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا ہے جس سے میں نے شام کے شہر بصریٰ کے محلات دیکھ لئے۔[4]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بھی آپ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔[5]

سیدنا آدم علیہ السلام کا عقیدہ

امام الاجل علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لما خلق الله آدم اراه بنيه فجعل يرى فضائل بعضهم على بعض فرأى نورا ساطعا في أسفلهم فقال يا رب من هذا قال هذا ابنك أحمد وهو اول وهو آخر وهو أول شافع۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کریم نے پیدا فرمایا تو ان کی اولاد ان کو دکھائی گئی تو آپ نے بعض مخلوق کی بعض پر فضیلت دیکھی تو نیچے کی طرف سے بلند ہونے والا نور آپ نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے رب! یہ کیا ہے؟ تو

---

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳٦، ص ۹۴، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۹۲، دلائل النبوت للبیھقی، ج ۱، ص ٦۹، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۲، انوار المحمدیة، ص ۱٦، زرقانی شریف، ماثبت من السنة، ص ۵۳، مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۲۳، اسعاف الراغبین، ص ۱۰)

[2] (دلائل النبوة، ج ۲، ص ۷، الناشر: دار الکتب العلمیة، دار الریان للتراث)

[3] (نشر الطیب، ص ۱۷)

[4] (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۱۵)

[5] (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور وہ اول اور وہی آخر اور وہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔[1]

محدث ابن جوزی اور علامہ بکری علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا اَیْقَنَ آدَمُ بِالْمَوْتِ اَخَذَ بِیَدِ وَلَدِہٖ شِیْثَ وَ قَالَ یَا بُنَیَّ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ اَمَرَنِیْ اَنْ اٰخُذَ عَلَیْکَ عَھْدًا مِنْ اَجَلِ ھٰذَا النُّوْرِ الَّذِیْ اَوٰی فِیْ وَجْھِکَ اَنْ لَا تَضَعَہٗ اِلَّا فِی الْاَطْھَرِیْنَ مِنَ النِّسَآءِ۔

جب سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے آخری وقت یعنی انتقال کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بیٹے! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تم سے اس نوری محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بارے عہد لوں جو تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے کہ تم اس کو پاکیزہ ترین عورت کی طرف منتقل کرنا۔[2]

سیدنا جبریل علیہ السلام کا عقیدہ

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سیدہ طیبہ طاہرہ سرکار مائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پیارے صاحبزادے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ابھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے کائنات کو مشرف نہیں فرمایا تھا کہ جبریل امین میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبو دار شربت سے بھرا ہوا پیالہ تھا مجھے دیا کہ اسے پی لیں۔ میں نے اس کو پی لیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ سیر ہو کر پیو تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

پھر اس نے کہا اور پیو، میں نے اور پیا، پھر اس نے ہاتھ نکال کر میرے شکم پر پھیر کر کہا:

اِظْھَرْ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ اِظْھَرْ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِظْھَرْ یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اِظْھَرْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِظْھَرْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِظْھَرْ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ اِظْھَرْ یَا نُوْرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ اِظْھَرْ یَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَظَھَرَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَالْبَدْرِ الْمُنِیْرِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

اے رسولوں کے سردار ظہور فرمایئے۔ اے خاتم النبیین جلوہ افروز ہو جایئے۔ اے رحمۃ اللعالمین قدم رنجہ فرمایئے۔ اے نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے۔ اے نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے۔ اے رسول اللہ تشریف لایئے، اے خیر الخلق جہان کو

---

[1] (الخصائص الکبری، ج ۱، ص ۲۸، دار النشر/دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

[2] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۰، کتاب الانوار و مصباح السرور و الافکار، ص ۷، ۲)

منور فرمایئے، اے نورٌ من نور اللہ جلوہ افروز ہو جایئے۔ بسم اللہ اے محمد بن عبد اللہ تشریف لایئے، پھر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتے ہوئے جہاں میں رونق ہوئے۔ [1]

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

[1] (بیان المیلاد النبوی، ص ۴۵)

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا عقیدہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

سیدہ طیبہ عارفہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كنت أخيط في السحر فسقطت مني الابرة فطلبتها فلم أقدر عليها فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فتبينت الإبرة بشعاع نور وجهه۔

میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سوئی گر گئی بڑی تلاش کے باوجود سوئی نہ ملی۔ اتنے میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کمرہ میں تشریف لائے تو ان کے چہرۂ مبارک کے نور کی شعاعوں سے سوئی مل گئی۔[1]

حضرت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ شفاء شریف کی شرح میں ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ طیبہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ اَدْخُلُ الْخَيْطَ فِي الْإِبْرَةِ حَالَ الظُّلْمَةِ لِبِيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم۔

میں تاریک راتوں میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نورانیت کی چمک سے سوئی ہیں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔[2]

علامہ محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت درج فرمائی ہے کہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

دَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم يَوْمًا مَسْرُوْرًا وَاَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ تَبْرُقُ۔

ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم خوشی خوشی گھر میں تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ انور کے خدوخال سے بھی بجلی کی طرح نور چمک رہا تھا۔[3]

ایک روایت جو سرکار طیبہ عارفہ زاہدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور آپ نے اس روایت میں اپنی آنکھوں دیکھا منظر بیان فرمایا ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شہاب الدین خفاجی علیہما الرحمۃ نے اپنی مبارک تصانیف میں درج فرمایا ہے نیز غیر مقلدین وہابیوں کی مقتدر شخصیت قاضی سلیمان منصورپوری نے بھی اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں بھی درج کیا ہے۔ یہاں پر قاضی سلیمان منصورپوری کی تحریر کردہ عبارت درج کرتا ہوں۔

---

1 (قصص الانبیاء ۲۶۶، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۵۶، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۸، القول البدیع، ص ۱۴۷، عقیدۃ الشھدہ، ص ۱۰۲)

2 (قصص الانبیاء فارسی، ص ۲۶۶، خصائص الکبریٰ للسیوطی، ج ۱، ص ۱۵۶، حاشیہ نسیم الریاض، ج ۱، ص ۳۲۸، مطبوعہ مصر)

3 (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۱۵۳، مطبوعہ مدینہ منورہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے۔ اور میں چرخہ کات رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ ہو رہا ہے۔ اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا عائشہ تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے؟ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں نے دیکھا کہ حضور کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر ایک چمکتا دمکتا نور ہے۔

(اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے۔)

اے خنک چشمے کہ او حیـران اوست

وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

بخدا اگر ابو کبیر ہذلی (ایام جاہلیت کا مشہور شاعر) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا اس کے شعر کیا ہیں؟ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیئے:

وَمُبَرِّئٍ مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ ۔۔۔ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُعْضَلِ

وَاِذَا نَظَرْتُ اِلىٰ اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ ۔۔۔ بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک امراض سے مبراء ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہو گا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا پھر عائشہ کی پیشانی کو چوما۔[1]

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت اور عقیدہ

سیدہ طیبہ طاہرہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مخدومہ کل سرکار آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

لَقَدْ رَاَيْتُ لَيْلَةً وُضِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نُوْرًا اَضَاءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ حَتّٰى رَاَيْتُهَا۔

البتہ تحقیق میں نے اس رات کو نور دیکھا جس رات رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پیدا ہوئے کہ اس نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے یہاں تک کہ اس روشنی میں میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔[2]

---

[1] (رحمۃاللعالمین، ج۲، ص۱۹۷، ۱۹۸، خصائص الکبریٰ، ج۱، ص۱۶۷، نسیم الریاض، ج۱، ص۳۲۶، حلیۃالاولیاء)

[2] (خصائص الکبریٰ، ج۱، ص۱۱۵، کتاب الوفالابن الجوزی، ص۹۴، زرقانی شریف مواھب اللدنیہ، ج۱، ص۲۲)

خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ

خلیفۂ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

علامہ احمد قسطلانی قدس سرہٗ النورانی جو کہ شارح بخاری ہیں روایت نقل فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ کَدَارَۃِ الْقَمَرِ۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا رُخ انور چاند کی طرح منور تھا۔[1]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے نامدار، مدنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے شعر کہتے ہیں:

اَمِیْنٌ مُصْطَفٰی بِالْخَیْرِ یَدْعُوْا   کَضَوْءِ الْبَدْرِ زَائِلَۃِ الظَّلَام

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امین ہیں۔ اور نیکی کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی روشنی اندھیروں کو چودھویں رات کے چاند کی طرح دور اور زائل کرنے والی ہے۔[2]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

کان إذا تکلم رؤی کالنور یخرج من ثنایاہ۔

حبیب کبریاء مالکِ ہر دوسرا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب کلام فرماتے تو آپ کے دندان مبارک کے درمیان سے نور مبارک نکلتا دکھائی دیتا۔[3]

محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف اور شان بیان فرمایئے تو آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کَانَ عَرَقُ وَجْھِہِ اللُّؤْلُؤَ۔

آپ کے پسینہ کے قطرات چمک دار موتی تھے۔[1]

---

[1] (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۹، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۵۰، انوار المحمدیہ، ص ۱۲۵، دلائل النبوۃ از ابو نعیم)

[2] (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۲۲۵، جواھر البحار للنبھانی)

[3] (المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج ۲، ص ۶۱، الناشر: المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرۃ-مصر)

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا وامامنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں جان ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے نانا جان سید الانس والجان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصاف مبارکہ بیان کرنے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ ان سے عرض کیا کہ نانا جان کا مبارک حلیہ بیان فرمایئے تو انہوں نے فرمایا:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما مفخما، يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بلند رتبہ والے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک اس طرح روشن اور منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔[2]

سیدنا علی المرتضیٰ، امام حسین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد محترم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جد امجد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ غیب دان، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

كنت نورًا بين يدي ربي قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام۔

میں حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھا۔[3]

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

غزوۂ تبوک سے فتح و نصرت حاصل کرنے کے بعد جب سرورِ کائنات، مفخر موجودات، منبع کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کی شان اقدس میں مدحیہ اشعار کہوں۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان کہیئے! اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے تو انہوں نے اشعار کہے جن کے آخری دو شعر درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے عمِ رسول اللہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ مبارکہ کا بھی واضح علم ہو جاتا ہے۔

---

[1] (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۱۸۷، حجۃاللہ علی العالمین، ص ۲۹۲)

[2] (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۷۹، شمائل ترمذی، ص ۲، مطبوعہ دہلی، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۸، جواہر البحار، دلائل النبوت، ج۳، ص ۲۲۰، نشر الطیب، ص ۱۱۸)

[3] (مواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۱۰، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۴۹، انوار المحمدیۃ، ص ۹، جواہر البحار، ص ۷۷۶ للنبہانی)

امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جلیل القدر عظیم المرتبت محدثین نے اپنی مبارک تصانیف میں بھی وہ اشعار لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ
فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ[1]

ان اشعار کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اس طرح کرتے ہیں:

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی۔ آپ کے نور سے آفاق منور ہوگئے۔ سو ہم اُس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کررہے ہیں۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ

سید المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔

نبیٔ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب کلام فرماتے تو ان کے دندان مبارک کے درمیان سے نور مبارک نکلتا ہوا نظر آتا تھا۔[3]

علامہ ابن عبد البر محدث علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ ابو طفیل عامر بن واثلہ کنانی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے اشعار پڑھے جن میں ایک شعر یہ ہے:

إن النَّبِيّ هُوَ النور الَّذِي كشطت بِهِ عمايات ماضينا وباقينا

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایسے نور ہیں جن کے سبب ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے سب اندھیرے اور گمراہیاں دور ہوگئیں۔[4]

---

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۵، الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۷، انسان العیون، ج ۱، ص ۹۲، سیرت النبویۃ، ص ۳۷، جواہر البحار، ص ۴۰، انوار المحمدیۃ، ص ۱۶، ۸۴، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۲۲، مواہب اللدنیۃ، ص ۲۳، الاستیعاب، مستدرک، ج ۳، ص ۳۲۷، البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۲۵۸، نشر الطیب، ص ۹، کتاب الملل والنحل، ج ۲، ص ۲۴۰، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۱۷، تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۳۲۷)

[2] (نشر الطیب، ص ۹، مطبوعہ دیوبند)

[3] (سنن دارمی شریف، ج ۱، ص ۳۳، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۸، شمائل ترمذی، ص ۳، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۵۶، جواہر البحار، ص ۴۵۰، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۷۹، شیم الحبیب)

[4] (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۷۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سرورِ کون و مکاں، محبوب رب دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ کا نور مبارک سورج کے نور پر غالب آجاتا اور جب کبھی چراغ کے سامنے تشریف لاتے تو آپ کا نور چراغ کی روشنی پر بھی غالب آجاتا۔

قَدْ نَطَقَ الْقُرْآنُ بِاَنَّهُ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ فَاِنْ فَهِمْتَ فَهُوَ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔

بے شک قرآن پاک میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مبین فرمایا گیا ہے۔ جان لے کہ آپ تو نورٌ علیٰ نور تھے۔[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِذَا ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یَتَلَالَاءُ فِی الْجُدُرِ۔

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تبسم فرماتے تو دیواریں آپ کے نور مبارک سے چمک اٹھتیں۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي على وَجْهِهِ۔

میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے زیادہ حسین کوئی شے نہیں دیکھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرۂ انور پر سورج چمکتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔[3]

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ۔

جس دن رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ کی نورانیت سے مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن ہو گئی۔[1]

---

[1] (نسیم الریاض، ج۳، ص ۲۸۲)

[2] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۴، مواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۷۱، انوار المحمدیہ، ص ۱۳۳، حجۃ اللہ علی العالمین، شفا شریف، ج ۱، ص ۳۹، حاشیہ شمائل ترمذی، ص ۱۶، شرح لملا علی قاری بر حاشیہ نسیم الریاض، ج ۱، ص ۳۳۸، مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۱۲، نشر الطیب، ص ۱۳۳، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹)

[3] (ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۵، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۸، مطبوعہ دھلی، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۰)

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ (لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الدُّعَاءِ إِلاَّ فِي الِاسْتِسْقَاءِ فَإِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ۔

یحیٰی بن سعید اور شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جب اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے تو میں نے آپ کی دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الدُّعَاءِ إِلاَّ فِي الِاسْتِسْقَاءِ فَإِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سوائے استسقاء کے کسی اور دعا میں اپنے مبارک ہاتھوں کو زیادہ اونچا نہیں اٹھاتے تھے۔ اور استسقاء میں اتنے ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔[3]

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ، كَأَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ۔

رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سفید رنگ والے روشن آفتاب تھے آپ کے پسینہ کے مبارک قطرات چمکدار موتی تھے۔[4]

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سید العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے درباری نعت خوان اور شاعر اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت بیان کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

متى يبد في الداجي البهيم جبينه   يلح مثل مصباح الدجى المتوقد

جب سخت تاریک میں آپ کی پیشانی نورانی ظاہر ہوتی ہے۔ تو وہ اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشنی دیتی ہے۔[5]

---

[1] (ابن ماجہ، ص ۱۱۹، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۴۷، ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۲، مواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۶۸، انوار المحمدیہ، ص ۳۸، جواہر البحار، ج ۱، ص ۶۰، سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۲۳۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۴، مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۸۱، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۲۱، مستدرک، ج ۳، ص ۱۲، تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۱۲)

[2] (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶۸، ج ۴، ص ۶۵، سنن النسائی، ج ۱، ص ۲۲۴، صحیح مسلم، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۱۸۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۵۷)

[3] (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶۸، مطبوعہ مصر، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۳۱، مطبوعہ دہلی، دار قطنی، ص ۱۹۰، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۱)

[4] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۶، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۱، ص ۱۵۵، دارمی شریف، ج ۱، ص ۳۳، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۴، رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۱۷۴)

[5] (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۲۲۶، زرقانی شریف، ج ۴، ص ۹۱، الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۴۱)

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے مقام پر اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:

نُوْرٌ اَضَاءَ لَهُ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا مَنْ يَهْدِ لِلنُّوْرِ الْمُبَارِكِ يَهْتَدِیْ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کی نورانیت نے تمام دنیا کو روشن فرمادیا ہے جو بھی اس مبارک نور سے مستنیر ہوا وہی ہدایت پا گیا۔[1]

ابن کثیر علیہ الرحمۃ جو کہ مفسر قرآن بھی ہیں نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کردہ شعر البدایۃ والنھایۃ میں درج کیا ہے:

وَافٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ بَدْرٌ أَنَارَ عَلَى كُلِّ الْأَمَاجِيدِ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ایسا نور ہے کہ جس نے تمام اماجد اور بزرگیوں کو منور اور روشن فرمادیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک پورا ہونے والا اور پرانا ستارہ ہے۔ آپ کے نور ہی سے چودھویں رات کا کامل چاند بھی نور اور روشنی حاصل کرتا ہے۔[2]

امام اجل سند المفسرین والمحدثین علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ العزیز نے بھی سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر درج فرمایا ہے:

أغر عليه للنبوة خاتم من الله من نور يلوح ويشهد

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر مہر نبوت بہت ہی چمکتی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اللہ کی طرف سے نور ہونا ظاہر اور واضح ہو جاتا تھا۔[3]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا:

هُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ مبارک بجلی کی طرح چمک رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا رُخ انور اس طرح منور نظر آتا جیسا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔[1]

---

[1] (نسیم الریاض، ج۳، ص ۲۷۵، مطبوعہ مصر)

[2] (البدایۃ والنھایۃ، ج۳، ص ۳۳۶، الناشر: دار الفکر)

[3] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۹۴)

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار جو انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مبارک میں لکھے ہیں درج کئے ہیں۔

ان میں سے ایک شعر درج کیا جاتا ہے، جس سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بھی بالکل عیاں ہے:

وَرَدْنَاہُ وَنُورُ اللّٰہِ یَجْلُو　　　دُجَی الظَّلْمَاءِ عَنَّا وَالْغِطَاءِ

اور ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمارے اندھیروں کی سیاہی اور تاریکی دور ہوگئی اور روشنی ہی روشنی ہوگئی۔ اور سب پردے اٹھ گئے۔[2]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری نے حدیث شریف درج فرمائی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ۔

سید مرسلاں فخر کون و مکاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دعا فرمائی اور اپنے دونوں نورانی دست مبارک اٹھائے تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔[3]

سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سرور کائنات منبع کمالات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی شان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَيُظْهِرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءَ نُورٍ　　　يقوم بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

اور شہروں میں نور کی روشنی ظاہر ہوگئی جس نور کے صدقہ اور وسیلہ سے مخلوق قائم ہے کیونکہ وہ مبارک روشنی ٹھاٹھے مار رہی ہے۔[4]

---

1 (صحیح بخاری، ج۲، ص ۱۸۱، مستدرک، ج۲، ص ۶۰۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۸، نسیم الریاض، ج ۱، ص ۳۳۹، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۱۵۳، دلائل النبوت، ج۳، ص ۲۲۰، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹، منتخب الصحیحین للنبھائی، ص ۱۳۸)

2 (البدایۃ والنھایۃ، ج۳، ص ۳۳۶، مطبوعہ مصر)

3 (صحیح البخاری، ج۴، ص ۱۹۰، الناشر: دار طوق النجاۃ)

4 (سیرت ابن ھشام، ج ۱، ص ۱۹۲، البدایۃ والنھایۃ، ج ۱، ص ۳، ج ۲، ص ۲۹۲)

سیدنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

محدث ابن جوزی اور علامہ سیوطی علیہما الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لما ولد النبي {صلی اللہ علیہ وسلم} أشرقت الارض۔

جب رسول معظم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک سے ساری زمین روشن اور منور ہو گئی۔[1]

نور اندر نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے

بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسی نے کہا کہ مالکِ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا رُخ انور تلوار کی طرح تھا۔

تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لَا بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ وَ كَانَ مُسْتَدِيْرًا۔

نہیں! بلکہ آپ کا چہرۂ انور سورج اور چاند کی طرح نورانی اور چمکتا تھا۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ۔

میں نے سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سرخ حلہ مبارک لئے ہوئے دیکھا اور چاند بھی اُس رات پوری تابانی پر تھا یعنی چودھویں رات کا تھا اور میں نے ایک نظر چاند کی طرف اور ایک نظر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

---

1 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۹۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۷)

2 (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۸، مشکوۃ المصابیح، ص ۵۱۵، شمائل ترمذی، صحیح مسلم شریف، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۵۰، انوار المحمدیہ، ص ۱۲۴، دلائل النبوت للبیہقی، ج ۱، ص ۱۵۱، شفا شریف، ج ۱، ص ۳۹، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۸، رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۱۷۴، دارمی شریف، ج ۱، ص ۳۴، نشر الطیب، ص ۱۳۴، منتخب الصحیحین، ص ۱۳۶)

وسلم کی طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت اور حسن چاند سے کہیں بڑھ کر زیادہ ہے۔[1]

فروغِ مہر بھی دیکھا نمودِ گلشن بھی　　　تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

قارئین کرام! شیخ محقق شیخ المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدۂ خیرت در جمال باکمال وے خیرہ میشد مثل مادہ وآفتاب تاباں وروشن بود واگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجالِ نظر وادراک حسن اورا ممکن نبودے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سر مبارک سے لے کر قدم مبارک تک بالکل نور تھے۔ آپ کے جمال و کمال کو دیکھنے سے آنکھ چندھیا جاتی تھی۔ چاند اور سورج کی مانند روشن اور چمکدار تھے۔ اگر آپ لباسِ بشری میں نہ ہوتے تو کسی کا آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھنا اور آپ کے حسن کا ادراک ممکن نہ ہوتا۔[2]

علامہ نبہانی لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا أَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تمام نورانی حسن مبارک ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہوا۔ اگر تمام حسن مبارک ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھنے کی تاب ہی نہ لاتیں۔[3]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ الباری نے روایت نقل فرمائی ہے کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ نور مجسم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ انور تلوار کی طرح چمک دار تھا۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ۔

---

[1] (شمائل ترمذی، ص ۲، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۸، اشعۃ اللمعات فارسی، ج ۴، مواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۵۰، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۸، دلائل النبوت للبیہقی، ج ۱، ص ۱۵۲، انوار المحمدیہ، ص ۱۲۴، رحمۃ اللعالمین، ص ۴۷۲، ج ۲، قصص الانبیاء فارسی، ص ۲۶۶)

[2] (مدارج النبوۃ فارسی، ج ۱، ص ۱۲۹)

[3] (انوار محمدیہ)

نہیں بلکہ چاند کی طرح منور تھا۔[1]

چاند اور سورج کی تشبیہ کے متعلق محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

تَشْبِيهُ بَعْضِ صِفَاتِهِ بِنَحْوِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّمَا جَرَى عَلَى عَادَةِ الشُّعَرَاءِ وَالْعَرَبِ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ يُعَادِلُ شَيْئًا مِنْ أَوْصَافِهِ إِذْهِيَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ كُلِّ مَخْلُوقٍ۔

رسول انس و جاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعض صفات مبارکہ کو سورج اور چاند سے تشبیہ دینا یہ شاعروں اور عربی ادیبوں کی عام عادت اور طریقہ ہے وگرنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کسی بھی صفت مبارک سے کوئی شے بھی برابری اور ہم سری نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہر صفت جملہ مخلوقات سے افضل واعلیٰ وبالا ہے۔[2]

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں:

إذا سجد يرى بياض إبطيه۔

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سجدہ فرماتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۔[3]

نیز فرماتے ہیں:

يَعْلُوْ بَيَاضِهِ النُّوْرِ وَالْإِشْرَاقِ۔

ان کی سفیدی سے نور اور چمک ظاہر ہوتی تھی۔[4]

نیز فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ كَانَ نَيِّرَ الْبِيَاضِ۔

بے شک سفیدی سے روشن چمکدار مراد ہے۔[5]

علامہ ابراہیم بیجوری علیہ الرحمۃ بیاض کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كَانَ يَعْلُوْ بَيَاضِهِ النُّوْرِ وَالْإِشْرَاقِ۔

---

[1] (صحيح البخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۴، مسلم شریف، شمائل ترمذی، ص ۲، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۸، مواهب اللدنيه، ج ۱، ص ۲۴۹، انوار المحمديه، ص ۱۲۴، مدارج النبوۃ فارسی، دلائل النبوت للبيهقی، ج ۱، ص ۱۵۱، حجة الله على العالمين، ص ۶۸۸)

[2] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج ۱، ص ۳۴، الناشر: المطبعة الشرفية - مصر، طبع على نفقة مصطفى البابي الحلبي وإخوته)

[3] (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۷، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

[4] (شرح شمائل محمدیه، ص ۲۵)

[5] (شرح شمائل محمدیه، ص ۲۵)

سیدنا عبد اللہ بن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحابی سیدنا عبد اللہ بن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو کہ محدث ابن عبد البر علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب الاستیعاب میں درج فرمایا ہے:

وعلیک من سمة الملیک علامة　　　نور أغر وخاتم مختوم

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! اور آپ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کی جو نشانیاں ظاہر فرمائی ہیں ان میں سے ایک نشانی آپ کی چمکتی ہوئی نورانی پیشانی مبارک اور دوسری مہر نبوت ہے۔[1]

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

وہابیہ نجدیہ کے مشہور محقق قاضی سلیمان منصور پوری روایت درج کرتے ہیں کہ حدیث ترمذی میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھنے گیا تھا۔

فلما تبیَّنت وجهه عرفت أن وجهه لیس بوجه کذّاب۔

یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا تھا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں۔ یعنی جھوٹے کے چہرے پر یہ نور اور روشنی نہیں ہو سکتی۔[2]

سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سرور کائنات باعث تخلیق کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شان مقدسہ میں ایک نورانی قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر درج کیا جاتا ہے جس سے صحابی کے عقیدہ کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

إن الرسول لنور یستضاء به　　　مهند من سیوف اللہ مسلول

تحقیق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ضرور نور ہیں۔ آپ سے نور حاصل کیا جاتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ کریم کی ہندی تلواروں میں سے ننگی تلوار ہیں۔[3]

---

[1] (الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۷۳)

[2] (رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص ۳۲۳، الناشر: مطبعة سفیر، الریاض)

[3] (الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۴۷، مواهب اللدنیه، ج ۱، ص ۱۷۱، انوار المحمدیة، ص ۱۲۶، زرقانی شریف، ج ۳، ص ۵۹، البدایة والنهایة، ج ۱، ص ۳۷۱، مستدرک، ج ۳، ص ۵۸۲، تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۵۸۲)

علامہ محمد بن عبد الباقی محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شعر پڑھا تھا تو اس کا دوسرا مصرعہ اس طرح پڑھا تھا:

مُهَنَّدٌ مِنْ سَيُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْل

تو خدا کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس مصرعہ کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کعب اس کو یوں پڑھو:

مُهَنَّدٌ مِنْ سَيُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْل

قارئین کرام! اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات نور نہ ہوتی تو جیسے آپ نے دوسرے مصرعہ کی اصلاح فرمائی اسی طرح یقیناً پہلے مصرعہ کی بھی اصلاح فرمادیتے۔ آپ کا پہلے مصرعہ کی اصلاح نہ فرمانا بیّن دلیل ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں۔ اور جو آپ کو نور کہے اور سمجھے اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خوش ہیں۔

فصل اللہ علی نورِ کز و شد نورہا پیدا
زمین در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

سیدنا عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ الباری نے روایت درج فرمائی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ فَرَّ جَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى إِبْطَيْهِ۔

نبیٔ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے تھے کہ ہمیں آپ کی دونوں بغلوں سے سفیدی نظر آتی تھی۔[1]

مدینہ منورہ کے لوگوں کا عقیدہ

جلیل القدر عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے اپنی مستند کتاب میں یہ روایت درج فرمائی ہے:

لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ جعل النساء والصبیان والولائد یقلن:

طَلَعَ البدرُ عَلینا مِن ثَنِیّاتِ الوداعِ

---

[1] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۹۹، المکتبۃ الفاروقیۃ)

وجب الشکرُ عَلَیْنَا　　　مَا دَعَا للہ داعٍ

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر جلوہ افروز ہوئے تو مدینہ منورہ کی عورتیں، بچے اور لڑکیاں یہ اشعار پڑھتی تھیں کہ چودھویں رات کا مبارک چاند وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کا ہم پر شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔[1]

سیدنا عوف بن ابو جحیفہ کا عقیدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ سیدنا عوف بن ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں دوپہر کے وقت حاضر ہوا۔ آپ اس وقت خیمہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے۔ انہوں نے اذان کہی پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وضو مبارک کا بچا ہوا پانی مبارک نکالا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر ٹوٹ پڑے بعد ازیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر جا کر نیزہ لائے۔

وَخَرَجَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَی وَبِیصِ سَاقَیْہِ۔

اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کی پنڈلی مبارک کی نورانیت اور سفیدی کی چمک اس قدر تھی کہ اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے وہی چمک اور نورانیت ہے۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ

محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

أما الصورة وجمالها، وتناسب أعضائه في حسنها، فقد جاءت الآثار الصحيحة والمشهورة الكثيرة بذلك، من حديث علي، وأنس بن مالك، وأبي هريرة، والبراء بن عذب، وعائشة أم المؤمنين، وابن أبي هالة، وأبي جحيفة، وجابر بن سمرة، وأم معبد، وابن عباس، ومعرض بن معيقيب، وأبي الطفيل، والعداء بن خالد، وخريم بن فاتك، وحكيم بن حزام، وغيرهم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورت مبارک کہ حسن وجمال اور تناسب اعضاء شریفہ کے متعلق بہت سے آثار اور احادیث صحیحہ اور مشہورہ آئی ہیں۔ جو حضرت علی، انس بن مالک، ابو ہریرہ، براء بن عاذب، ام المؤمنین

---

[1] (الوفا بتعریف فضائل المصطفی لابن الجوزی، ج ۱، ص ۲۰۰، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج ۵، ص ۲۳، مواھب اللدنیۃ للقسطلانی، ج ۱، ص ۶۸، ۱۷۵، انوار المحمدیہ، ص ۳۸، سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۲۳۴، ج ۲، ۴۴۳، دلائل النبوت، ج ۲، ص ۲۳۳)

[2] (صحیح البخاری، ج ۱۱، ص ۴۰۱، المکتبۃ الفاروقیۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ، ابن ابی ہالہ، ابو جحیفہ، جابر بن سمرہ، ام معبد، ابن عباس، معرض بن معیقب، ابو الطفیل، عداء بن خالد، غریم بن فاتک، حکیم بن حزام وغیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان فرمائی ہیں۔[1]

اس کے بعد قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے جو احادیث شریفہ درج فرمائی ہیں ان میں یہ بھی ہیں:

إذا افتر ضاحكاً افتر عن مثل سنا البرق، و عن مثل حب الغمام، إذا تكلم رئی كالنور يخرج من ثناياه۔

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب مسکراتے تو آپ کے دندان مبارک بجلی اور برف کے اولوں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے آپ جب کلام فرماتے تو آپ کے مبارک دندان کے درمیان سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔[2]

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آقائے نامدار حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کیا:

أخبرنا عن نفسک۔

ہمیں اپنی ذات کے متعلق ارشاد فرمائیے۔[3]

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إبراهيم، وبشرى عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ۔

میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، میں وہ نور ہوں کہ جب میری والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔[4]

---

[1] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۱، ص ۴۶)

[2] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۱، ص ۴۶)

[3] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۱، ص ۱۰۹)

[4] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۴، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۰، دارمی شریف، ج ۱، ص ۱۷، البداية والنهاية، ج ۲، ص ۲۷۵، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۱۱۶، جواهر البحار شریف، ج ۳، ص ۱۱۴۴، مستدرک، ج ۲، ص ۶۱۶، مدارج النبوت فارسی، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۳، جواهر البحار، ص ۴۱، سیرت النبویہ للدحلان، ص ۳۷، دلائل النبوت للبیهقی، ج ۱، ص ۱۱۰، ج ۱، ص ۷۱، سیرت حلبیه، ج ۱، ص ۷۷، سیرت ابن هشام، ج ۱، ص ۱۶۶)

صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا عقیدہ

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ القوی روایت فرماتے ہیں کہ:

اِذَا اَرْضَعْتُهٗ فِیْ الْمَنْزِلِ اَسْتَغْنِیْ بِهٖ عَنِ الْمِصْبَاحِ۔

جب میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دودھ پلاتی تھی تو مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک دن مجھے اُم خولہ سعدیہ نے کہا کہ اے حلیمہ! کیا تم اپنے گھر میں رات بھر آگ روشن رکھتی ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ:

لَا وَاللّٰہِ لَا اَوْقِدُ نَارًا وَلٰکِنَّهٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو آگ روشن ہی نہیں رکھتی لیکن یہ نور اور روشنی نورِ مجسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہے۔[1]

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ میں حضور پر نور نورٌ علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو لینے کے لئے حاضر ہوئی تو اس وقت حسین منظر یہ تھا:

فأشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله، فدنوت منه رويدا فوضعت يدى على صدره فتبسم ضاحكا، وفتح عينيه لينظر إليّ، فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء۔

پس میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا حسن وجمال دیکھ کر مجھ پر حیرت طاری ہوگئی اور میں رک گئی۔ اور آپ کو بیدار کرنا نامناسب سمجھا پھر میں آپ کے قریب ہوئی اور آپ کے سینہ مبارک پر میں نے اپنا ہاتھ رکھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی مبارک آنکھوں کو کھولا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی نورانی آنکھوں سے نور نکل کر آسمانوں میں داخل ہو رہا ہے۔[2]

---

[1] (بیان المیلاد النبوی، ص ۵۴)

[2] (مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۹۱، انوار المحمدیہ، ص ۹۱)

سیدہ ام عثمان ثقیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

سیدنا عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقیفہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت سعادت ہوئی سماں یہ تھا کہ:

فَمَا شَیْءٌ اَنْظُرُ اِلَیْهِ فِی الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی النَّجُوْمِ تَدْنُوْ حَتّٰی اِنِّیْ لَاقُوْلُ لَیَقَعُنَّ عَلَیَّ فَلَمَّا وَضَعْتُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهُ الْبَیْتُ وَالدَّارُ حَتّٰی جَعَلْتُ لَا اَرٰی اِلَّا نُوْرًا۔

اس حدیث شریف کا ترجمہ دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے جو کیا ہے وہ درج کیا جاتا ہے:

آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔[1]

پس جب ان کو میں نے جنا تو ان سے نور نکلا جس سے خانہ کعبہ اور گھر روشن اور منور ہو گیا یہاں تک کہ میں نور ہی نور دیکھتی تھی۔[2]

نور اندر نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے　　　بلکہ یوں کہئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب رحمتِ کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ:

فاضاء لي ما بين المشرق و المغرب حتى نظرت الى بعض قصور الشام۔

مجھ پر روشن ہو گیا جو کچھ مشرق و مغرب کے مابین تھا یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لئے۔[3]

---

[1] (نشر الطیب، ص ۱۹)

[2] (شفا شریف، ج ۱، ص ۲۴۱، خصائص الکبریٰ، ص ۱۱۳، مواھب اللدنیہ، ص ۲۲، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۹۴، سیرت النبویہ، ص ۳۸، جواھر البحار، ج ۱، ص ۵۷، دلائل النبوۃ للبیھقی، ص ۹۱، ۹۲، انوار المحمدیہ، ص ۱۶، زرقانی شریف، ج ۱، شواھد النبوۃ، ص ۲۲، دلائل النبوت از ابو نعیم، ج ۱، ص ۴۰، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۲۰)

[3] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۹۵، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۳، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۷، جواھر البحار، ج ۱، ص ۵۷، سیرت النبویہ، ص ۳۸، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۲۰، نشر الطیب، ص ۱۹، زرقانی شریف، ج ۱، دلائل النبوت از ابو نعیم، ج ۱، ص ۴۰)

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ محبوب خدا سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

یَابُنَيَّ لَوْ رأیتہ رأیتَ الشَّمسَ طالعة۔

اے بیٹے! اگر تو ان کے حسن مبارک کو دیکھتا تو دیکھتے ہی پکار اٹھتا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔[1]

ایک ہمدانی صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ النورانی نے اپنی تصنیفِ لطیف فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بھی ایک ہمدانی صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ درج فرمایا ہے کہ حبیب کبریا شہنشاہ ہر دو سرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہمراہ ایک ہمدانی عورت نے حج مبارک ادا کرنے کی سعادت حاصل کی وہ عورت جب اپنے وطن واپس آئی تو ابو اسحاق نامی شخص نے اس سے پوچھا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ تو اس نے بتاتے ہوئے کہا:

کالقمر لیلة البدر، لم أر قبله ولا بعده مثله۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ میں نے آپ جیسا صاحبِ جمال وصاحبِ کمال نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا، اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔[2]

نبیوں میں نبی ایسے امام الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پھوپھی جان سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ درشبِ ولادت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں وہاں موجود تھی۔

دیدم کہ نوروے بر نور چراغ غالب گشت۔

---

[1] (دارمی شریف، ص ۳۳، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۷، دلائل النبوۃ للبیھقی، ج ۱، ص ۱۵۴ خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۹، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۵۱، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۸۹، طبرانی شریف، انوار المحمدیہ، ص ۱۲۵، رحمۃ للعالمین، ج ۲، ص ۲۷۴، دلائل النبوت از ابو نعیم، ج ۳، ص ۲۰۰)

[2] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۶، ص ۳۶۱، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۵۰، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۹، دلائل النبوۃ للبیھقی، ج ۱، ص ۱۵۳)

میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور چراغ کے نور پر غالب ہو گیا۔[1]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حبیب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انتقال پر ملال ہوا تو آپ کی پھوپھی جان نے اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظاہری طور پر پردہ پوش ہونے کے افسوس اور غم کا اظہار کرتے ہوئے شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرتے ہوئے کہا:

عَلَى الْمُرْتَضَى لِلْهُدَى وَالتُّقَى وَلِلرُّشْدِ وَالنُّورِ بَعْدَ الظُّلَمْ

میں آنسو بہاتی ہوں مرتضیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جو کہ مجسمہ ٔ ہدایت اور تقویٰ ہیں اور جو ظلمتوں اور اندھیروں کے رشد وہدایت اور نور ہیں۔[2]

بعد ازاں آپ کا ایک مصرعہ درج کیا جاتا ہے جس میں غم والم کے اظہار کے ساتھ ساتھ واضح طور پر اپنا عقیدہ بیان فرمایا ہے:

لِفَقْدِ الْمُصْطَفَى بِالنُّورِ حَقًّا

آنسو بہاتی ہوں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پردہ پوش ہو جانے پر جو کہ واقعی نور ہیں۔[3]

سیدہ عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضور پر نور، نور علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دوسری پھوپھی جان سیدہ عاتکہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظاہری طور پر پردہ فرما جانے پر غم والم کا اظہار کرتے ہوئے اور شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بھی اسی طرح بیان فرماتی ہیں:

يَا عَيْنُ فَاحْتَفِلِي وَسُحِّي وَاسْجُمِي وَابْكِي عَلَى نُورِ الْبِلَادِ مُحَمَّدِ

اے آنکھ آنسو بہا اور افسوس کر شہروں کے نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فرقت میں رو رہی ہوں۔

عَلَى الْمُصْطَفَى بِالْحَقِّ وَالنُّورِ وَالْهُدَى

اس محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جو نور ہیں۔ اور حق کے ساتھ مبعوث ہوئے اور سراپا ہدایت ہیں۔[4]

---

[1] (شواھد النبوت فارسی، ص ۲۲ از علامہ عبد الرحمٰن جامی)

[2] (الطبقات الکبیر لابن سعد، ج ۲، ص ۲۸۵، الناشر: مکتبۃ الخانجي - القاھرۃ)

[3] (الطبقات الکبیر لابن سعد، ج ۲، ص ۲۸۵، الناشر: مکتبۃ الخانجي - القاھرۃ)

[4] (الطبقات الکبیر لابن سعد، ج ۲، ص ۲۸۳، الناشر: مکتبۃ الخانجي - القاھرۃ)

سیدہ اروٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

محبوب رب اکبر شافع محشر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انتقال پر ملال پر آپ کی پھوپھی جان اروٰی بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کی ظاہری فرقت پر غم والم کا اظہار کرتی ہوئی اپنا عقیدہ بیان فرماتی ہیں کہ:

عَلَى نُورِ الْبِلَادِ مَعًا جَمِيعًا رَسُولِ اللهِ أَحْمَدَ فَاتْرُ كِينِي

آہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام شہروں کے لئے نور ہیں، مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مدح اور تعریف کرنے دو۔[1]

سیدہ اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

حضور اکرم، رسول معظم، فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انتقال پر ملال پر ظاہری فرقت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے سیدہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا عقیدہ بھی بیان کرتی ہیں:

وَلَقَدْ كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ نُورًا وَسِرَاجًا يُضِيءُ فِي الظَّلْمَاءِ

اور البتہ تحقیق آپ نور تھے، سورج تھے اور آپ اندھیروں اور تاریکیوں میں بھی روشنی دیتے تھے۔[2]

حضرت ہند بنت اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صحابیہ حضرت ہند بنت اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی مقام پر بیان کرتی ہیں کہ:

قَدْ كُنْتَ بَدْرًا وَنُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ عَلَيْكَ تَنْزِلُ مِنْ ذِي الْعِزَّةِ الْكُتُبُ

بے شک آپ چودھویں رات کے چاند اور نور تھے۔ آپ کے نور سے روشنی حاصل کی جاتی تھی، آپ پر عزت والی کتابیں نازل ہوئی ہیں۔[3]

قارئین کرام! مندرجہ بالا احادیث شریفہ دیوبندی، غیر مقلد وہابی اور اہل سنت وجماعت بریلوی حضرات ہر سہ فرقہ کے نزدیک مستند محدثین کی کتب سے درج کی گئی ہیں جن سے بالکل عیاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم،

---

[1] (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٢، الناشر: مكتبة الخانجي- القاهرة)
[2] (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٨، الناشر: مكتبة الخانجي- القاهرة)
[3] (الطبقات الكبير لابن سعد، ج ٢، ص ٢٨٨، الناشر: مكتبة الخانجي- القاهرة)

ازواج مطہرات، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی آخر الزماں، سیاح لامکاں، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے۔ سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ناجی اور جنتی فرقے کی نشاندہی **مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ** یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے عقیدہ کے مطابق ہے سے فرمائی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین مسلک حق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے دیوبندی حضرات کی مقتدر شخصیت مولوی سرفراز خاں گکھڑوی لکھتے ہیں کہ خلفاء اربعہ میں سے ہر ایک کا قول قابلِ اقتداء ہے، ان کا منفرد قول بھی حجت ہے۔[1]

اسی کتاب میں مزید رقم طراز ہیں کہ صحابۂ کرام امت کے لئے حق و باطل، خیر و شر، سنت و بدعت اور ثواب و عتاب وغیرہ امور کے پرکھنے کی کسوٹی اور معیارِ حق ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا وہ حق اور سنت اور باعث نجات ہے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہمارے لئے ذریعہ فلاح اور وہی ہمارے لئے ترقی اور سعادت کی راہ ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی تباہی اور بربادی پر منتج ہو گی اور بس۔[2]

غیر مقلدین وہابیوں کے محدث اور مجتہد عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ اقوال صحابہ کے ساتھ استدلال کرنا ٹھیٹھ اسلام میں داخل ہے۔[3]

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ صحابہ کی مقدس جماعت سوان کے علماء زبان عربی کی سند ہیں۔ اور وہ سب حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سیرت کے بہترین شاہد ہیں۔ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور بعد کی امت کے درمیان وہی واسطہ ہیں۔ قرآن ان کے سامنے اترا۔ اس میں ان کے واقعات مذکور ہیں۔ وہ اپنی زبان اور اپنے واقعات کو دوسروں کی نسبت اچھا جانتے ہیں۔ پس ان کے اجماع یا ان کے جمہور علماء کے اقوال سے سر نہیں پھیر سکتے۔[4]

حافظ عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریق سے الگ نہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحبت یافتہ اور شاگرد تھے۔ وحی ان کے

---

[1] (راہ سنت، ص ۳۳)
[2] (راہ سنت، ص ۳۷)
[3] (ضمیمہ رسالہ اھلحدیث، ص ۳۷)
[4] (دیباچہ تفسیر واضح البیان، ص ۳۹)

سامنے اترتی، قرآئن اور احوال ان کے سامنے تھے، علم صحیح اور عمل صالح رکھتے تھے۔ غرض جتنی باتیں کسی کلام کے صحیح سمجھنے کے لئے ضروری ہیں وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ [1]

روپڑی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ جس طریق پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے، اس طریق پر چلنے والا فریق حق پر ہوگا۔ جو ان کے خلاف ہوگا وہ باطل پرست ہے۔ [2]

قارئین کرام! احادیث بالا کو دیکھیں تو روپڑی صاحب کے فیصلہ کے مطابق اہل سنت وجماعت فرقہ حق پر ہے اور دیگر فرقے باطل پرست ہوئے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بارے میں یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں۔

اپنے آپ کو اہلحدیث کہلانے والے حضرات اپنے مولوی تقریظ احمد سہسوانی کا تحریر کردہ حوالہ ذہن نشین رکھ کر سوچیں کہ کیا واقعی وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کا انکار کرنے سے اہلحدیث رہ سکتے ہیں؟

امرتسری صاحب لکھتے ہیں کہ اہلحدیثوں نے عقائد میں بھی کسی کی پیروی کا لزوم اپنے لئے پسند نہیں کیا۔ بلکہ ان کا طرز عمل یہی رہا کہ کتاب الٰہی اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عمل کرتے تھے اور اس پر اعتقاد رکھتے۔ [3]

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ کے طریق پر ہوں۔ [4]

لہٰذا اشرف علی تھانوی کی تحریر سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور ماننے والے ہی صحیح معنی میں اہل سنت ہیں کیونکہ مندرجہ بالا احادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مانتے تھے۔

قارئین کرام! حضور پرنور نورٌ علیٰ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، آپ کے والدین کریمین، اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، خلفاء راشدین، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مستند مفسرین کرام علیہم الرحمۃ اور اور مخالفین کے اکابر مفسرین کے عقیدہ کو واضح براہین اور دلائل سے بیان

---

[1] (فتاویٰ اهل حدیث، ص ۵)
[2] (فتاویٰ اهل حدیث، ص ۴)
[3] (اهلحدیث دهلی، ص ۴، کالم ۲، یکم ستمبر ۱۹۵۴ء)
[4] (الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد، ص ۲۵)

کرنے کے بعد اب امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مستند اکابر محدثین وفقہاء اور اولیاء الرحمٰن علیہم الرحمۃ جو کہ ہر مکتب فکر کے نزدیک مسلمہ محدث، فقیہ اور ولی اللہ ہیں کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کے عقائد پیش خدمت ہیں:

مفسرین، محدثین اور سلف صالحین علیہم الرضوان کا عقیدہ

سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

علامہ یوسف نبہانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ حضور پرنور قطب الاقطاب سید الاسیاد، فرد الافراد غوث الاغیاث شیخ الجن والانس علی الاطلاق سیدنا وسندنا ومرشدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ الربانی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام اس طرح پیش کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَرَحْمَۃٍ لِلْعَالَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ عَدَدَ مَنْ مَضٰی مِنْ خَلْقِکَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلٰوۃً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَدَ تُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوۃً لَا غَایَۃَ لَھَا وَلَا مُنْتَھٰی وَلَا انْقِضَاءَ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِکَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔[1]

اس درود شریف میں پہلا جملہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ سے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کا بین ثبوت ہے۔

علامہ فاسی علیہ الرحمۃ اسی جملہ کی تشریح اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

لَفْظُ سَیِّدِیْ عَبْدِالْقَادِرِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَالْخَلْقُ مَصْدَرُ خَلَقَ وَھٰذَا الْاَصْلُ فِیْہِ وَالَّامُ بِمَعْنٰی فِیْ اَوْ عِنْدَ وَیُطْلَقُ الْخَلْقُ بِمَعْنَی الْمَفْعُوْلِ کَثِیْرًا وَیَحْتَمِلُ ذٰلِکَ ھُنَا وَلَا شَکَّ اَنَّ کُلَّ مَخْلُوْقٍ فَالسَّابِقُ لَہٗ نُوْرُ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خُلِقَ کُلُّ شَیْءٍ۔

سیدی عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ اللہ تعالیٰ کا درود ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ہو جن کا نور تمام مخلوق سے پہلے تمام مخلوق مصدر ہے جو کہ پیدا کی گئی ہے اور آپ تمام مخلوق کی اصل ہیں۔ لام فِیْ (میں) کے معنی میں ہے یا عِنْدَ (نزدیک) کے معنی میں ہے۔ اکثر مقام پر بھی خلق سے مراد مخلوق ہے پس اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تمام مخلوقات سے پہلے ہے۔ اس لئے کہ وہ نور ایجاد اور امداد (بڑھانے پھیلانے) میں اصل اور بنیاد ہے۔[2]

علامہ یوسف نبہانی قدس سرہ النورانی نے اپنی بابرکت کتاب مستطاب افضل الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ سیدنا غوث اعظم غوث العالمین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں ایک اور درود شریف درج فرمایا ہے جس میں یہ جملے آتے ہیں

---

[1] (افضل الصلوٰۃ، ص ۸۲، مطبوعہ مصر)

[2] (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات، ص ۱۴۹)

جن سے آپ کے عقیدہ مبارکہ کی وضاحت ہو جاتی ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النُّوْرِ الْبَھِیِّ وَالْبَیَانِ الْجَلِیِّ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ مَنْ خَلَقْتَہٗ مِنْ نُوْرِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدِ بَحْرِ اَنْوَارِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدِ ن الَّذِیْ خَلَقْتَہٗ مِنْ نُوْرِ ذَاتِکَ۔[1]

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

رُخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی ۔۔۔ رہ گیا بوسہ وہ نقش کفِ پا ہو کر

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار گاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسیٰ ۔۔۔ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ بِنُوْرِ بِھَاکَ

آپ وہ نور ہیں کہ چودھویں رات کا چاند آپ کے نور سے منور اور آپ ہی کے جمال وکمال سے سورج روشن ہے۔[2]

اے جلوۂ نورِ خدا اے نورِ ذاتِ کبریاء ۔۔۔ ہے نور سے تیرے بجا ماہِ منور کی ضیاء
یہ جلوہ یہ تابندگی یہ نور یہ رخشندگی ۔۔۔ مہر درخشاں میں نہ تھی گر تو نہ ہوتا جلوہ زا

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن جوزی کا عقیدہ

علامہ ابراہیم بیجوری اور علامہ محمد بن قاسم جسوس علیہما الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک اور محدث ابن جوزی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں:

لم یقم صلی اللہ علیہ وسلم مع شمس قط إلا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط إلا غلب ضوؤہ السراج۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ سورج کے سامنے جب کھڑے ہوتے تو آپ کا نور مبارک سورج کے نور پر غالب آجاتا۔ اور جب آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کا نور مبارک چراغ کے نور اور روشنی پر غالب آجاتا۔[3]

---

[1] (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵)
[2] (قصیدۃالنعمان، ص ۲۳)
[3] (السیرۃالحلبیہ، ج ۳، ص ۴۳۴، الناشر دار المعرفۃ، بیروت)

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام ابوالفرج جمال الدین ابن جوزی محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فَھُوَ السِّرَاجُ الْمُنِیْرُ وَالْھَادِیُ وَالْمَھْدِیُّ وَالْمُھْتَدِیُ وَالْمُرْتَضٰی وَالْمُصْطَفٰی وَالْمُخْتَارُ وَالنُّوْرُ الْمُبِیْنُ وَالْبُرْھَانُ وَالشَّاھِدُ وَالْمُبَارَکُ وَنُوْرُ الْاُمَمِ وَنُوْرُ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یُطْفٰی سَیِّدُ النَّاسِ وَسَیِّدُ الْبَشَرِ وَحُجَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الْخَلْقِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ صَاحِبُ الْمِنْبَرِ الْاَعْلٰی وَاَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ حَبِیْبُ الرَّحْمَانِ۔

پس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراج منیر، ہادی مہدی، مرتضیٰ، مصطفیٰ، مختار، نور مبین، برہان، شاہد، مبارک، نور الامم اور اللہ تعالیٰ کے ایسے نور ہیں جو کبھی نہ بجھے گا۔ آپ سید الناس، سید البشر، مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت، خیر الخلائق، منبر اعلیٰ کے مالک، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ عزت وتکریم والے رحمٰن جل جلالہٗ کے حبیب ہیں۔[1]

ایک دوسرے مقام پر بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مُبَرْقَعَۃٌ تَجَلّیٰ عَلیٰ ذٰلِکَ الْحِمیٰ ‏ ‏ ‏ ‏ ھِیَ النُّوْرُ لٰکِنْ ضَلَّ فِیْ حُبِّھَا عَقْلِیٰ

وہ جھرمٹ مارے ہوئے ہے جو اس چراگاہ میں ہے، یہ سراپا نور ہے، جس کی محبت میں میری عقل خود رفتہ ہوگئی۔[2]

امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام یوسف فاسی علیہ الرحمۃ امام اہل سنت علامہ ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ الْاَشْعَرِیُّ اِنَّہٗ تَعَالیٰ نُوْرٌ لَیْسَ کَالْاَنْوَارِ وَالرُّوْحُ النَّبَوِیَّۃُ الْقُدْسِیَّۃُ لُمْعَۃٌ مِنْ نُوْرِہٖ وَالْمَلَائِکَۃُ شَرَرُ تِلْکَ الْاَنْوَارِ وَقَالَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خُلِقَ کُلِّ شَیْءٍ۔

علامہ اشعری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے جو کسی نور کی مثل نہیں ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح اسی نور کی چمک ہے۔ اور فرشتے اس نور کی چنگاریاں ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور پھر میرے ہی نور سے سب چیزوں کو پیدا فرمایا۔[3]

---

[1] (بیان المیلاد النبوی، ص ۱۵)

[2] (بیان المیلاد النبوی، ص ۳۳)

[3] (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات، ص ۱۴۷، مطبوعہ مصر)

علامہ نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام نظام الدین بن حسن النیشاپوری علیہ الرحمۃ جو کہ جلیل المرتبت مفسر قرآن ہیں اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

أَنَا أَوَّلُ المستسلمين عند الإيجاد لأمر "كن" كما قال: أول ما خلق الله نوري۔

امر کن کے ایجاد کے وقت میں اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنے والوں میں سے سب سے اول ہوں۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔[1]

علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام احمد بن محمد بن ابو بکر الخطیب القسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أي يضيء في الجدر أي يشرق نوره عليها إشراقا كإشراق الشمس عليها۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک دیواروں پر اس طرح چمکتا تھا اور روشن ہوتا تھا جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر جب پڑتی ہے تو چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔[2]

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

قرآن پاک کے عظیم مفسر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے والضحیٰ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ مبارک اور وَاللیل سے بال مبارک مراد لئے ہیں۔

لأن وجهه صلى الله عليه وسلم كان شديد النور، بحيث يقع نوره على الجدر إذا قابلها۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جب اس کی نورانیت دیواروں پر پڑتی تو وہ چمک اٹھتیں۔[3]

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

---

[1] (تفسير النيسابورى، ج٣، ص ١٩٦، الناشر: دار الكتب العلميه-بيروت)

[2] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج٢، ص ٦٣، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

[3] (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج٨، ص ۴۴۴، الناشر: دار الكتب العلمية)

مفسرین، محدثین اور سلف صالحین علیھم الرضوان کا عقیدہ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ الباری اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

أَنَّ الْمَلَائِکَۃَ أُمِرُوا بِالسُّجُودِ لِآدَمَ لِأَجْلِ أَنَّ نُورَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِي جَبْهَةِ آدَمَ۔

فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تھا۔[1]

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اپنے عقیدہ کا اظہار فرماتے ہیں:

قَدْ خُلِقَ کُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَمَا وَرَدَ بِہِ الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ۔

بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے ہر شے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں آیا ہے۔[2]

سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام ربانی غوث صمدانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الربانی اپنے مکتوبات شریف میں اپنے عقیدہ مبارکہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ خلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود نشا عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللہِ دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است۔

جاننا چاہیئے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ جہان کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجود مسعود مناسبت ومشابہت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود جسم عنصری رکھنے کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جبکہ نبی پاک

[1] (التفسير الكبير، ج٢، ص٤٢٥، الناشر: دار إحياء التراث العربي-بيروت)

[2] (حديقة الندية شرح طريقة محمدية)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔ اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔[1]

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

اَنَّہٗ لَا یَظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ لَا یَظْھَرُ اِلَّا لِلْکَثِیْفِ وَھُوَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قَدْ خَلَصَہُ اللہُ مِنْ سَائِرِ الْکَثَافَاتِ الْجِسْمَانِیَّۃِ وَصَیَّرَہٗ نُوْرًا صِرْفًا لَا یَظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ اَصْلاً۔

بے شک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے آپ جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ مطلقاً نظر نہ آتا تھا کیونکہ سایہ کثیف شے کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تمام جسمانی کثافتوں سے مبرا اور پاک رکھا ہے۔ اور ایسا خالص نور بنایا کہ جس کا بالکل سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔[2]

امام غزالی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام الہمام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب دقائق الاخبار کی ابتداء ہی میں **باب فی تخلیق نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم** باندھا ہے جس سے اظہر من الشمس ہے کہ آپ کا عقیدہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کا تھا۔[3]

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قد اتفق أهل الظاهر و الشهود على أن الله تعالى خلق جميع الأنبياء من نور محمد۔

بے شک اس حقیقت پر تمام اہل ظاہر اور شہود کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو پیدا فرمایا۔[4]

---

[1] (مکتوبات شریف فارسی، ج۳، ص ۱۹۱، مکتوب ۱۰۰)
[2] (شرح قصیدہ ھمزیہ افضل القریٰ از ابن حجر مکی)
[3] (دقائق الاخبار، ص ۲)
[4] (روح البیان، ج ۱۱، ص ۷۷، دار النشر/دار إحياء التراث العربی)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

امام المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنا اور ابن سبع کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الأرض و أنہ کان نورا۔

ابن سبع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور تھے۔[1]

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

عمدۃ المحدثین علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی قدس سرہٗ النورانی فرماتے ہیں کہ:

بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: "أول ما خلق اللہ نوری"، أي: قدر علی أصل الوضع اللغوي، وبھذا الاعتبار سمي المصطفی بنور الأنوار، وبأبي الأرواح۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وضع لغوی کے اصول پر مقدر فرمایا ہے اسی لئے سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک نور الانوار اور ابو الارواح رکھا گیا ہے۔[2]

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ یعنی تخلیق کے لحاظ سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لِخَلْقِ نُوْرِہٖ قَبْلَھُمْ کیونکہ آپ کا نور مبارک سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا۔[3]

ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عین النور الأحمدي المشار إلیہ بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: "أول ما خلق اللہ نوري" کما في حدیث جابر عند عبد الرزاق مرفوعًا: یا جابر إن اللہ قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نورہ۔

اس سے مراد نور احمدی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ حدیث شریف اشارہ کرتی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا جیسا کہ عبد الرزاق والی مرفوعًا حدیث دلالت کرتی ہے کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا ہے۔[4]

---

[1] (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۶، الناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت)

[2] (شرح الزرقانی، ج ۱، ص ۵۴، الناشر: دار الکتب العلمیۃ)

[3] (زرقانی شریف، ج ۳، ص ۱۶۴)

[4] (شرح الزرقانی، ج ۱، ص ۵۴، الناشر: دار الکتب العلمیۃ)

شیخ ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ المشائخ قطب زمان شیخ ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمۃ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ ان القاب سے پیش کرتے ہیں جن سے ان کے عقیدہ کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے:

یَاسَیِّدَنَایَارَسُوْلَ اللہِ اَنْتَ الْمَقْصُوْدُ مِنَ الْوُجُوْدِ وَاَنْتَ النُّوْرُ الَّذِیْ مَلَاءَ اِشْرَاقُہُ الْاَرْضِیْنَ وَالسَّمٰوٰتِ۔

اے ہمارے سردار اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ ہی کائنات کے وجود سے مقصود ہیں۔ اور آپ وہ نور ہیں کہ جس کی چمک نے زمینوں اور آسمانوں کو نور سے بھر دیا ہے۔[1]

شیخ احمد بدوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ احمد بدوی علیہ الرحمۃ بارگاہ بے کس پناہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں یوں تحفۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ شَجَرَۃَ الْاَصْلِ النُّوْرَانِیَّۃِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ نُوْرِ الْاَنْوَارِ وَ سِرِّ الْاَسْرَارِ تِرْیَاقِ الْاَغْیَارِ وَمِفْتَاحِ بَابِ الیَسَارِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُخْتَارِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہِ الْاَخْیَارِ عَدَدَ نِعَمِ اللہِ وَاَفْضَالِہٖ۔[2]

سید احمد بغدادی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ العارفین سید احمد بغدادی علیہ الرحمۃ درود شریف ان الفاظ میں پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النُّوْرِ الذَّاتِیِّ السَّارِیْ فِیْ جَمِیْعِ الْاٰثَارِ وَالْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ۔[3]

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

سند المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

ھو صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بقلبہ وقالبہ نور یستنار منہ الأنوار ویستضاء منہ الأسرار۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قلب مبارک اور بدن اطہر تمام نور ہے۔ اور جملہ نور اسی نور ہی سے روشن اور مستنیر ہیں۔ اور دلوں کے اسرار اور بھید آپ کے نور سے چمک اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔[4]

---

[1] (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۱۸)

[2] (افضل الصلوٰۃ، ص ۸۵، ۸۶)

[3] (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۱۴)

[4] (شرح الشفا، ج ۱، ص ۹۹، الناشر: دار الکتب العلمیۃ- بیروت)

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے طٰہٰ بھی آپ کا اسم شریف ہے، اور طٰہٰ کے عدد حروف ابجد کے حساب سے چودہ ہیں۔ اور چودھویں رات کے چاند کو بدر کہتے ہیں۔ وَجْهُهٗ فِيْ غَايَةِ النُّوْرِ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کو نورٌ علی نور ہونے کی وجہ سے بدر فرمایا گیا ہے۔[1]

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

اَمَّا نُوْرُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَهُوَ فِيْ غَايَةِ مِنَ الظُّهُوْرِ شَرْقًا وَغَرْبًا وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرُهٗ وَسَمَّاهُ فِيْ كِتَابِهٖ نُوْرَهٗ۔

لیکن نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ شرقاً اور غرباً خوب ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں آپ کا نام نور رکھا ہے۔[2]

علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ عبد الرحمٰن سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دادا نزار پیدا ہوئے تو ان کی پیشانی نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے چمک رہی تھی۔[3]

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

أنّه كان لا ظلّ لشخصه فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِأَنَّهُ كَانَ نُورًا۔

بے شک آپ کے جسم مبارک کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ پڑتا تھا، کیونکہ آپ نور تھے۔[4]

علامہ حلبی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ علی بن براہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

إذا مشى في الشمس أو في القمر لا يكون له صلى الله عليه وسلم ظل لأنه كان نورا۔

آپ جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا کیونکہ آپ نور تھے۔[1]

---

[1] (شرح شفا، ج ۱، ص ۲۳۱)

[2] (موضوعات کبیر، ص ۸۶)

[3] (روض الانف، ج ۱، ص ۸)

[4] (شرح شفا، ج ۱، ص ۷۵۴، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

أنه لا ظل لشخصه في شمس و لا قمر لأنه كان نوراً۔[2]

علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی المصری علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

كَانَ نُوْرُہٗ صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم فى جبهة آبائهٖ من آدم الىٰ ابيه عبدالله و هو نورٌ حسىٌّ كالقمر فى الليلة الظلماء۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے تمام آباؤاجداد کی پیشانی مبارک میں تھا اور آپ کا نور حسی ہے جیسا کہ اندھیری رات میں چاند۔[3]

سید عبد الرحمٰن العیدروس علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ سید عبد الرحمٰن العیدروس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

كَانَ نُوْرُہٗ صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم هُوَ الْاَصْلُ فِىْ تَكْوِيْنِ جَمِيْعِ الْاَشْيَآءِ۔

تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور اصل (سبب) ہے۔[4]

سید سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ اپنی مبارک کتاب دلائل الخیرات شریف میں بارگاہِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں درود شریف کا ہدیہ ان نورانی القاب سے پیش کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْاَنْوَارِ وَ سِرِّ الْاَسْرَارِ۔

اے اللہ! ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جو سب انوار کے نور اور سب بھیدوں کے بھید ہیں درود بھیج۔[5]

---

1 (السيرة الحلبية، ج ٣، ص ٣٨١، الناشر دار المعرفة، بيروت)

2 (المقاصد الحسنة، ج ١، ص ٨٠)

3 (شرح شفا شريف، ج ١، ص ١١١، مطبوعه مصر)

4 (جواهر البحار شريف، ص ٧١٣، مطبوعه مصر)

5 (دلائل الخيرات، ص ٥٩، مطبوعه مصر)

علامہ سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ نے امام الانبیاء مالک ہر دو سرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء شریفہ لکھے ہیں جن میں ایک اسم شریف نور بھی لکھا ہے۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ المحدثین شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ:

حق سبحانہٗ وانور نام و سراج منیر در غایت انازت خواند کہ روشن شد و پیدا گشت بوے طریق قرب واصول وروشن شد بجمال وکمال وے ابصار وبصائر چنانکہ فرمود قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدة ۱۵)

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور نام اور سراج منیر نہایت روشنی میں اپنے کلام کے درمیان فرمایا ہے اور پیدا ہوئے۔ اس سرور سے طریق قرب اور وصول۔ اور اس جناب کے جمال وکمال سے ابصار اور بصائر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔[2]

دوسری جلد کی ابتداء ہی میں فرماتے ہیں کہ:

وبد آنکہ اول مخلوقات وواسطۂ خلق عالم وآدم نور محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری وسائر مکونات علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ۔

یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیقِ عالم وآدم کا واسطہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے جیسا کہ مکونات علوی وسفلی آپ ہی کے نور سے ہیں۔[3]

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سر سے لے کر پاؤں مبارک تک تمام نور ہی نور تھے۔[4]

---

[1] (دلائل الخیرات، ص ۳۶، مصری)

[2] (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۷۶)

[3] (مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۲)

[4] (مدارج النبوت فارسی، ج ۱، ص ۱۳۷)

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

نور یکے از اسماء آنحضرت است و نور را سایہ نمے باشد۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے آپ کا ایک اسم شریف نور ہے، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔[1]

عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

غوث صمدانی سیدی عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو شے پیدا فرمائی وہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تھا۔[2]

علامہ خرپوتی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ عمر بن احمد خرپوتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک ہر چیز سے پہلے پیدا فرمایا۔[3]

شیخ زادہ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ زادہ شارح قصیدہ بردہ شریف علیہ الرحمۃ اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْمَکْوْنَاتِ تَکَوَّنَتْ بِاِفَاضَۃِ فَیْضِ نُوْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الَّذِیْ ھُوَ الْمُسْتَفِیْضُ مِنَ الْفَیْضِ الْاَوَّلِ فَوُجُوْدُ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔

موجودات میں جو کچھ بھی وجود میں آیا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فیض سے ہے کیونکہ وجود اول آپ کے نور مبارک سے مستفیض ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود بھی اسی نور سے ہے۔[4]

---

[1] (مدارج النبوت فارسی، ج ۱، ص ۲۱)

[2] (الابریز، ج ۱، ص ۲۶۲، مطبوعہ مصر)

[3] (عصیدۃ الشھدہ، ص ۷۳)

[4] (شرح قصیدہ بردہ از شیخ زادہ بر حاشیہ عصیدۃ الشھدہ، ص ۱۰۰)

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیشِ مہر یہ جاں نہیں!

مولانا روم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نور حق را کس نجوید زاد و بود خلعت حق را چہ حاجت تار بود![1]

اس شعر کا ترجمہ اور تشریح دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نورِ حق کے لئے کوئی زاد و بود تلاش نہیں کرتا۔ اور خلعت حق کے لئے تانے بانے کی کیا ضرورت ہے مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مغز اور اصل تو نورِ حق تھا تو اس کی کوئی اصل اور اس کے آباؤ اجداد تھوڑا ہی تھے اس کے لئے تو کسی تانے بانے یا اصل وغیرہ کی ضرورت نہیں اس کی تو یہ شان ہے کہ:

کمترین خلعت کہ بدہد در ثواب بر فزاید بر طراز آفتاب

یعنی سب سے گھٹیا خلعت جو کہ حق تعالیٰ ثواب میں بخشیں وہ آفتاب کے نقش و نگار سے بڑھ جائے تو بھلا پھر نور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان کا تو کیا ٹھکانہ ہے۔ خوب سمجھ لو۔[2]

علامہ حسین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ حسین الدین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وجہ تسمیہ آنحضرت بنور آنست کہ اول چیزیکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بنور قدم از ظلمت کدہ عدم بوجود آوردہ نور وے بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کہ اول ما خلق اللہ نوری۔ بعد ازاں عالم را برائے ظہور او موجود گردانید۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام نور کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پہلے جو چیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ بسبب نور قدم کے ظلمت کدۂ عدم سے وجود میں لایا۔ وہ حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا کہ **اول ما خلق اللہ نوری** اس کے بعد تمام دنیا کو اس کے نور کے ظہور اور اس کے ظہور کے نور کے واسطے موجود کیا۔

نور او چوں اصل موجودات بود ذات او چوں معطی ہر ذات بود[1]

---

[1](مثنوی شریف، ص ۳۲۵)
[2](کلیدمثنوی، ص ۱۵، دفتر چھارم مطبوعہ تھانہ بھون)

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ النورانی اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

وَھُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ اَصْلُ الْبَرَایَا حِیْنَ لَآ اٰدَمُ وَلَا حَوَّآءُ[2]

اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام مخلوقات کی اصل اور سب انوار کے نور ہیں۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام بھی نہ تھے۔

کَانَ اِذَا تَبَسَّمَ فِیْ اللَّیْلِ اَضَاءَ الْبَیْتُ۔

آپ جب رات کو مسکراتے تو گھر روشن اور منور ہو جاتا۔[3]

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ جواہر البحار شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اَنَّہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا۔

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسم مبارک کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہیں تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات خود نور تھی۔[4]

جواہر البحار شریف میں ہی فرماتے ہیں کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نُوْرًا اَضَاءَ الْعَالَمِیْنَ۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک نور تھے، جن کی روشنی سے سارے جہان روشن ہو گئے۔[5]

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مستطاب افضل الصلوٰۃ میں درود شریف لکھا ہے جس میں حبیب کبریاء مالک ہر دوسرا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ان القاب سے ندا کی ہے جن سے علامہ نبہانی کا عقیدہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

یَانُوْرَ الْحَقِّ یَاسِرَاجَ الْعَوَالَمِ۔ یعنی اے نور حق، اے جہانوں کے سراج۔[1]

---

[1](تفسیر حسینی فارسی، ص ۱۴۰، مطبوعہ نولکشور)
[2](طیب الغراء فی مدح سید الانبیاء، ص ۱۸)
[3] (جواهر البحار، ص ۴۳۴)
[4] (جواهر البحار، ص ۵۸)
[5] (جواهر البحار، ص ۶۱)

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ دلائل الخیرات کی شرح الدلالات الواضحات میں فرماتے ہیں:

المتقدم المخلوق نورہ من نورک قبل جمیع الخلق۔

تمام مخلوق سے پہلے ان (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کا نور مبارک اے اللہ تیرے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔[2]

علامہ نبہانی اسم شریف الفاتح کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرُہٗ وَمِنْہُ خَلَقَ الْخَلَائِق کُلّھَا۔

اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ ان کا نور مبارک تھا اور ان کے نور مبارک سے کل مخلوق کو پیدا فرمایا۔[3]

علامہ دحلان مکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ احمد ذینی دحلان مکی علیہ الرحمۃ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں قصیدہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار رہے ہیں:

اَوَّلُ الْخَلْقِ نُوْرُہٗ کَانَ قِدْمًا　　مِنْہُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ وَثُمَّا
حَلَّ نُوْرٌ لَہٗ بِظَھْرِ اَبِیْہِ　　اٰدَمَ ثُمَّ فِیْ کِرَامِ بَنِیْہِ

ساری مخلوقات سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہے وہ قدیم تھے اور انہیں سے رحمٰن کا عرش معلیٰ اس جگہ ہے۔ ان کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے والد ماجد حضرت عبد اللہ تک منتقل ہوتا گیا۔[4]

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شیخ مصلح الدین سعدی علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ:

کلیمے کے چرخ فلک طور اوست　　ہمہ نورہا پر تو نور اوست

آپ ایسے کلام کرنے والے ہیں کہ چرخِ آسمان آپ کا طور ہے۔ سب نور آپ کے نور مبارک کا عکس ہیں۔[5]

---

[1] (افضل الصلوٰۃ، ص ۱۶۹)
[2] (الدلالات الواضحات، ص ۲۷، مطبوعہ مصر)
[3] (الدلالات الوضحات، ص ۸، بر حاشیہ دلائل الخیرات، ص ۸۲)
[4] (افضل الصلوٰۃ، ص ۲۰۵)
[5] (بوستان فارسی، ص ۴، مطبوعہ دھلی)

علامہ عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

جن کی کتاب شرح جامی تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ ہر عالم دین کہلانے والا علامہ جامی قدس سرہٗ السامی کا مرہون منت اور نیاز مند ہے۔ اپنے عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں:

فَصَلَّی اللہُ عَلیٰ نُوْرٍ　　　کز وشد نورہا پیدا

زمیں در حب او ساکن　　　فلک در عشق او شیدا[1]

شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

(جن کی کتب پند نامہ اور منطق الطیر درسِ نظامی میں پڑھائی جاتی ہیں) کا عقیدہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا تھا۔ جیسا کہ دیوبندیوں کی مقتدر شخصیت ادریس کاندھلوی نے ان کے یہ اشعار اپنی کتاب عقائد الاسلام میں درج کئے ہیں ان سے عیاں ہے:

آفتابِ شرع ودریائے یقین　　　نور عالم رحمۃ للعالمین

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب　　　بود نور پاک او بے ہیچ ریب[2]

علامہ محمد غبریم المالکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علامہ محمد غبریم بن محمد الداغری المالکی الاشعری علیہ الرحمۃ فَاَنْقَذَھُمْ نُوْرٌ یَدُلُّ وَیَکْلَاءُ شعر کی تشریح کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

فَاَنْقَذَھُمْ خَلَصَھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ نُوْرٌ اَلَّذِیْ ھُوَ جِسْمُہٗ اِذ مِنْ اَسْمَآئِہِ اَلنُّوْرُ قَالَ تَعَالیٰ قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَفِی الْحَدِیْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لَمْ یَکُنْ یُریٰ لَہٗ ظِلٌّ فِ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ یَدُلُّ ذٰلِکَ النُّوْرُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَیَکْلَاءُ یَحْفِظُھُمْ مِنَ الضَّلَالَاتِ وَالرَّدِیِ الْمَحْمُوْدِ بِذٰلِکَ النُّوْرِ۔

وہ نور جس کا جسم ہی نور ہے نے ان کو ظلمات اور تاریکیوں سے نجات دلائی۔ کیونکہ اس کے اسماء شریفہ میں سے نور ان کا اسم شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہیں آتا

---

[1] (کلیات جامی)

[2] (عقائد الاسلام، ص ۷۶، ۷۷)

تھا۔ یہ اس کے نور ہونے کی دلیل ہے اور وہ نورِ صراطِ مستقیم کی راہ دکھاتا ہے۔ گمراہ اور ردی چیزوں سے حفاظت کرتا ہے جو اس نور سے مٹ جاتی ہیں۔[1]

علامہ محمد غبریم علیہ الرحمۃ النوافح العطریہ فی حل الفاظ العشرینیۃ فی مدح خیر البریۃ میں:

كُلُّ ضِيَاءٍ دُوْنَهُ فَهُوَ دَهْمَةٌ

بَدَا وَبِقَاعُ الْاَرْضِ ظُلْمٌ وَظُلْمَةٌ

شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فَكُلُّ ضِيَاءٍ دُوْنَهُ دُوْنَ ذٰلِكَ النُّوْرِ الْكَائِنِ فِي الْمَدِيْنَةِ فَهُوَ ضِيَاءُ دَهْمَةٌ ظُلْمَةٌ شَدِيْدَةُ السَّوَادِ بَدَا ذٰلِكَ النُّوْرُ الْمُسَمّٰى مُحَمَّدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

پس ہر روشنی اس نور جو مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہے کہ آگے بالکل ہیچ ہے۔ وہ نور جو ظاہر ہوا ہے اس کا نام نامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہے۔[2]

علامہ غبریم علیہ الرحمۃ هُوَ الْعَبْدُ حَقًّا قَرَّبَتْهُ عِنَايَةٌ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

هُوَ كَانَ فِيْ وَقْتِ الْاِسْرَاءِ عَبْدًا نُوْرًا خَالِصًا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں، آپ معراج کی شب خالص نور عبد تھے۔[3]

نیز فرماتے ہیں کہ:

تَزَيَّنَتِ الدُّنْيَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ۔

تمام دنیا نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نورِ پاک سے زینت حاصل کی ہے۔[4]

سعد السعود فی مدح سید الوجود

قصیدہ میں بھی علامہ محمد غبریم علیہ الرحمۃ نے اپنا عقیدہ اس شعر میں بیان فرمایا ہے:

نُوْرٌ تَكَوَّنَ قَبْلَ نَشَاةِ آدَمٍ! صَحَّتْ نَبُوَّتُهُ وَتَامَ رَسُوْمُهُ

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا نور پاک موجود تھا نیز آپ کی نبوت اور رسوم ثابت تھیں۔[1]

---

[1] (النوافح العطریہ، ص ۱۹، مطبوعہ مصر)
[2] (النوافح العطریہ، ص ۲۳، ۲۴)
[3] (النوافح العطریۃ، ص ۳۵، ۳۶)
[4] (النوافح العطریۃ، ص ۴۷)

یَا سَابِقًا لِلْخَلْقِ طُرًّا نُوْرُہٗ　　　یَا ذَا الَّذِیْ اَحْیَا الْاَنَامَ قُدُوْمُہٗ

اے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب مخلوق سے پہلے آپ کا نور تھا۔ اے وہ ذات جس کے آنے کی وجہ سے لوگ زندہ ہو گئے۔[2]

علامہ محمد نور بخش قہستانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

کَانَ جِسْمُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم مُنَوَّرًا۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم شریف منور تھا۔[3]

علامہ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

تَنَقَّلَ اَحْمَدُ نُوْرًا عَظِیْمًا تَلَالَاءَ فِی جِبَاہِ السَّاجِدِیْنَا۔

احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور عظیم منتقل ہو کر سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمک اٹھا۔[4]

علامہ شہرستانی کا عقیدہ

علامہ فہامہ ابوالفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس سے ان کا عقیدہ واضح ہوتا ہے:

"نور محمدی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت مبارک میں منتقل ہوا۔ پھر وہ نور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جلوہ فگن ہوا۔ یہاں تک کہ وہ نور حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا۔ اور اسی نور مبارک کو ہاتھی نے سجدہ کیا"۔

وَبِبَرْکَۃِ ذٰلِکَ النُّوْرِ دَفَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی شَرَّ اَبْرَھَۃَ۔

اور اسی نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ابرھہ کا شر دفع کیا۔[5]

علامہ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

اِنْتِقَالُ النُّوْرِ الَّذِیْ کَانَ فِیْ وَجْہِ عَبْدِاللّٰہِ وَالِدِہٖ وَجْھِھَا۔

---

[1] (النوافح العطریۃ، ص ۴۱۷)
[2] (النوافح العطریۃ، ص ۴۲۰)
[3] (مشجر الاولیاء، ص ۱۰)
[4] (المقامات السندیسہ، ص ۱۲، مسالک الحنفاء، ص ۴۵، الدرج المنیفہ، ص ۱۶)
[5] (کتاب الملل والنحل للشہرستانی، ج ۲، ص ۲۳۸، مسالک الحنفاء للسیوطی، ص ۴۰، ۴۱، الدرج المنیفہ، ص ۱۶، التعظیم والمنۃ، ص ۵۵)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک میں جو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تھا وہ حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کے چہرہ مبارک میں منتقل ہو گیا۔[1]

شاہ عبد الرحیم دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

پس ظہور جمیع اسماء اسماء متقابلہ چوں ہادی و مضل و معطی مانع معز ومذل و باسط و قابض ورافع منافض واسماء غیر متقابلہ و جمیع حقائق مختلفہ و جمیع افراد متعددہ ازا اعلیٰ وادنیٰ و نفیس و خسیس از عرش تا بفرش وملائکہ علوی وجن سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است وقول رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ خَلَقَ اللّٰہُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَوْلُ لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَنَعْتُہٗ لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ۔

پس تمام اسماء جو کہ اسماء متقابلہ میں سے ہیں کا ظہور ہونا جس طرح ہادی، مضل، معطی، مانع، معز، مذل، باسط، قابض، رافع، مناقض اور اسماء غیر متقابلہ اور تمام حقائق مختلفہ اور تمام افراد متعدد اعلیٰ، ادنیٰ، نفیس اور خسیس عرش سے فرش تک اور ملائک علوی اور سفلی جنات تمام اس حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بھی فرمان ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَ خَلَقَ اللّٰہُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا میرے نور سے اور فرمان الٰہی ہے کہ: لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو بھی پیدا نہ فرماتا اور ان کی تعریف میں ہی ہے کہ: لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا۔[2]

اب اس شخصیت کا عقیدہ پیش کیا جاتا ہے جو دیوبندیوں اور وہابیوں کی بھی متفقہ شخصیت ہیں، بلکہ سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ان کی شان میں ایک منقبت اہلحدیث امرتسر کے پہلے صفحہ پر نمایاں حروف میں شائع کی ہے جس میں آپ کی امامت، مجددیت، قرآن دانی، حدیث فہمی کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقت کا اپنے مجدد، وقت کا اپنے امام — پاکباز وخوشخصال وباکمال وخوش کلام
ہند میں جس نے جلایا علم وعرفاں کا چراغ — جس کا نور جاوداں جانِ دل وروحِ دماغ

---

[1] (اسعاف الراغبین علی ھامشہ نور الابصار، ص ۱۰)

[2] (انفاسِ رحیمیہ، ص ۱۳)

جس نے سمجھائے نکاتِ دینِ ختم المرسلین | جس کا سینہ دولتِ علمِ لدنی کا امین
جس کے دم سے تازہ گلزارِ حدیث مصطفیٰ | جس کو کہیئے رندِ مے خوارِ حدیث مصطفیٰ
چشمِ حق بین میں قرونِ اولیں کی یادگار | گنجِ فیضانِ خدائے پاک کا سرمایہ دار[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے قصیدہ اطیب النغم میں شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ نُوْرُ اللّٰهِ فِيْنَا لَمُهْتَدٍ | وَصَمْصَامُ تَدْمِيْرٍ عَلٰى كُلِّ نَاكِبٍ

اور وہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے نور تھے۔ ہدایت یافتہ اور ایسی تلوار تھے جو ہر سرکش کو ہلاک کرنے والی تھی۔[2]

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مانتے تھے، لکھتے ہیں کہ:

در وقت تولد ایشاں نورے مشعشع شد کہ بسبب آں شہرہائے شام مادر ایشاں را نمودار شد۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت ایک نور چمکا جس کے سبب سے آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ملکِ شام کے شہر آشکار ہوگئے۔[3]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں یہ شعر لکھ کر بھی اپنے عقیدہ کا اظہار فرمایا:

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ | مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ![4]

قارئین حضرات! یہی شعر سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی اپنے اخبار اہلحدیث امرتسر میں درج کرکے مسلک اہل سنت وجماعت کی حمایت اور تائید کی ہے۔[5]

---

[1] (اخبار اھل حدیث امرتسر، ص ۱، ۷ ا جنوری ۱۹۴۱ء)
[2] (اطیب النغم، ص ۱۲)
[3] (تفسیر عزیزی، ج ۲، ص ۲۱۹)
[4] (تفسیر فتح العزیز، ج ۲، ص ۲۲۷، مجموعہ کمالات عزیزی، ص ۲۰، مطبوعہ دیوبند)
[5] (دیکھئے اخبار اہلحدیث، ص ۱۲، ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو کہ دیوبندیوں کے اکابرین کے پیرو مرشد بھی ہیں، رسول معظم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت شریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہی لکھتے ہیں کہ:

نہ پیدا اگر ہوتا احمد کا نور — نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور[1]

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو — دیکھتے ہو مہ خورشید کی تنویر عبث[2]

روشنیٔ عرش نورِ لامکاں — شیخ بزمِ عالم کون ومکاں[3]

چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے — تم سے اے نورِ خدا فریاد ہے[4]

سب دیکھو نور محمد کا سب بیچ ظہور محمد کا — جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد کا[5]

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ جو کہ اعلیٰ درجہ کے مفکر اور بلند پایہ شاعر تھے جس کو حکیم الامت اور شاعرِ مشرق کے معزز القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے پیارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور ہونے کے متعلق اپنا عقیدہ ان اشعار میں پیش کرتے ہیں:

چو خود را در کنارِ خود کشیدم — بہ نور تو مقامِ خویش دیدم[6]

بنور تو براد فروزم نگہ را — کہ بینم اندرونِ مہر ومہ را[7]

عرب خود را بہ نورِ مصطفیٰ سوخت — چراغ مردۂ مشرق برافروخت[8]

یا نہ نورِ مصطفیٰ او را بہا است — یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است[1]

---

[1] (جہاد اکبر، ص ۳، دیوبند)

[2] (گلزار معرفت، ص ۷)

[3] (مثنوی تحفۃ العشاق، ص ۵)

[4] (نالۂ امداد غریب، ص ۲۲)

[5] (نالہ امداد غریب، ص ۲۲)

[6] (ارمغانِ حجاز، ص ۷۱)

[7] (ارمغانِ حجاز، ص ۸۱)

[8] (ارمغان حجاز، ص ۱۲۶)

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نظم فریاد امت میں بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں فریاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

چشمِ ہستی صفت دیدۂ اعمیٰ ہوتی دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا[2]

میاں محمد صاحب جہلمی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

میاں محمد صاحب کھڑی شریف والے جو کہ مشہور و معروف کتاب "سیف الملوک" کے مصنف بھی ہیں اور مقام ولایت میں بھی آپ کا بہت اونچا مقام ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت کا تذکرہ عجیب دلکش انداز میں کرتے ہوئے اپنے عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں:

نورِ محمد روشن آہا آدم جدھوں نہ ہویا اول آخر دوہیں پاسیں اوہو مل کھلویا

کرسی عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے تدھوں وی نور محمد والا دیندا سی چمکارے

سبھے نور اوسیدے نوروں اوسدا نور حضوروں اُسنوں تخت عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہ طوروں[3]

قارئین کرام! مندرجہ بالا ہر سہ فرقہ (اہل سنت و جماعت، غیر مقلدین وہابی اور دیوبندی) کے مسلمہ مستند محدثین، مفسرین اور سلف صالحین علیہم الرحمۃ کی مستند کتب سے آفتاب کی طرح عیاں ہوگیا ہے کہ یہ حضرات نبی مکرم، شفیع معظم خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور مانتے تھے۔ لہٰذا ہم کو بھی یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ۔

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔[4]

---

[1] (اسرار و رموز، ص ۱۹۵)

[2] (باقیات اقبال)

[3] (سیف الملوک)

[4] (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۷۷، مرقات باب الاعتصام، ردالمختار، ج ۳، ص ۵۱۸، ج ۵، ص ۴۳، تفسیر مواہب الرحمان، کتاب الروح، ص ۱۰، اعلام للوقعین، ج ۱، ص ۴۹، لابن القیم، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱، ص ۳۲۸، الزیلعی، ج ۴، ص ۱۳۳، ریاض النفرہ، ج ۱، ص ۱۹۸، کتاب الموفق، ج ۱، ص ۹۵، مستدرک، ج ۳، ص ۷۸، ابو داؤد طیالسی، ص ۳۳، موطا امام محمد، ص ۱۰۴، ہمعات فارسی للشاہ ولی اللہ، ص ۲۹، بستان العارفین للسمرقندی، ص ۹، عمدۃ التحقیق للشیخ ابراہیم المالکی، ص ۹۵، مجموعۃ الرسائل والمسائل للنجدی، ج ۱، ص ۲۰۷، اخبار اہلحدیث امرتسر، ص ۱۹، ۳ستمبر ۱۹۱۵ء، قرۃ العینین فارسی، ص ۳۳، مقاصد الحسنہ، ص ۳۶۷)

بلکہ امام الوہابیہ کے نزدیک تو سلف صالحین کی روش کے خلاف چلنے والا بے دین اور گمراہ ہے۔ یہ فتویٰ امرتسری صاحب نے حاجی سیٹھ عبد اللہ صاحب کو چین والوں کو خط میں لکھا کہ میں قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی روش سے پھرنے والوں کو بے دین اور گمراہ جانتا ہوں۔[1]

لہٰذا اب سب حضرات کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا کے پیارے محبوب، دانائے غیوب، دوعالم کے تاجدار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں۔ وگرنہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ بے دین اور گمراہ اُن پر چسپاں ہو گا۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو تم آگے مانو یا نہ مانو!

(الانوار المحمدیہ فی السیرۃ المصطفویہ، ص۷ ۱۳تا ۱۳۹)

[1] (اھل حدیث امرتسر، ص ۱۱، ۴فروری، ۱۹۱۶ء)

تخلیق کے لحاظ سے اول

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　　　وہی فرقاں وہی قرآں وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

تخلیق کے لحاظ سے سب سے اول

بشریت کی ابتداء سرکار سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی، مگر سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، خلاصہ کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی پہلے کی تھی۔ جیسا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمانِ مقدس جلیل المرتبت مفسرین کرام اور محدثین عظام علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی مستند تفاسیر اور کتب میں درج فرمایا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمان خداوندی وَإِذْأَخَذْنَامِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ (الأحزاب۷) کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِيْ الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ۔

میں پیدائش کے لحاظ سے سب انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور مبعوث ہونے کے لحاظ سے سب سے آخر میں ہوں۔[1]

فرقہ وہابیہ کے محدث اور مشہور مولوی حافظ محمد صاحب آف لکھو کے اپنی مشہور و معروف تفسیر محمدی میں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اول نام نبی دا گنیا فضل تے شرف ودھایا
جو وچ پیدائش اول حلقیا پچھے دنیا آیا[2]

قاری محمد طیب دیوبندی لکھتے ہیں کہ آفتاب نبوت (جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کی شان صرف نبی ہونا نہیں کہ یہ شان قدرِ مشترک کے پر ہر نبی میں موجود ہے۔ نیز ان تمام نجوم ہدایت (انبیاء علیہم السلام) سے کمالاتِ نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا فائق ہونا بھی نہیں کہ یہ تفاضل اور فرق مراتب اور انبیاء میں بھی قائم ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ (البقرة۲۵۳)

---

[1] (احادیث المنتقاۃ، ص۶، تفسیر ترجمان القرآن، ج۱۱، ص۲۵۴، مقاصد الحسنہ، ص۳۲۷، تفسیر درمنثور للسیوطی، ج۵، ص۱۸۴، تفسیر ابن جریر، ج۱۵، ص۸، تفسیر معالم التنزیل، ج۵، ص۱۹۲، خصائص الکبریٰ، ج۱، ص۹، دلائل النبوۃ، ج۱، ص۶، جواہر البحار، ص۱۹۶، انوار المحمدیہ، ص۷، شفاشریف، مواہب اللدنیہ، ج۱، ص۶، شرح قصیدہ بردہ شریف للخرپوتی، ص۸۰، آفتاب نبوت، ص۱۱۰)

[2] (تفسیر محمدی، منزل پنجم، ص۲۰۷)

یہ رسول ہیں جن کو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نور نبوت میں سب انبیاء علیہم السلام کے مربی، اکے حق میں مصدرِ فیض اور ان کے انوار کمال کی اصل ہیں۔ اس لئے اصل میں نبی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔ ان مقدسین سابقین انبیاء کرام علیہم السلام باکمال در حقیقت ان کے جوہروں کی صفائی اور شفافی اور استعداد اور ان کی باطنی استعدادوں کا فطری کمال ہے کہ جوں ہی ان کے قلوب صافی اور ارواح ظاہرہ کے سامنے آفتاب نبوت سرورِ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورانی چہرہ آیا۔ انہوں نے اس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں، اور خود منور ہو کر دوسروں کو وہ روشنی پہنچانی شروع کر دی پس آپ ان سب حضرات انبیاء کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کو نبی الامت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے، جیسا کہ روایات حدیث میں مصرح ہے۔ پس جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں۔ ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ انبیاء ہونے کے مربی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے آگیا نبی ہو گیا اور اس طرح نور نبوت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی سے چلا، اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا۔ اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے۔ کہ اسی سے اس کے وصفِ خاص کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہاء بھی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے۔ کہ آپ ہی پر تمام نوار نبوۃ کی انتہاء ہے جس سے آپ منتہائے نبوۃ ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے، اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتابِ نبوت، نبوت کا مبداء بھی ثابت ہوتا ہے اور منتہاء بھی نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی، فاتح بھی اور خاتم بھی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی نبوت کی اولیت کا توان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

میں نبی بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان ہی میں تھے۔ (یعنی ان کا خمیر ہی کیا جارہا تھا اور ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوتی تھی)۔

جس سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انبیاء کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں اور انبیاء علیہم السلام آپ کی نسبت بمنزلہ فرع کے ہیں کہ ان کا علم اور خلق آپ کے فیض سے ظہور پزیر ہوا۔[1]

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

دیوبندیوں کے حکیم الامت قاری طیب صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں کہ طبعی طور پر آفتاب کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کا وجود اور خلقت ہے جس سے اسے اپنے سے متعلقہ مقاصد کی تکمیل کا موقع ملتا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ کیا جاتا تو عالم میں چاندنی اور روشنی کا وجود ہی نہ ہوتا اور کوئی بھی دنیا کو نہ پہچانتا۔ گویا اس کے آنے کی صورت میں نہ صرف یہی کہ وہ خود ہی پہچانا جاتا بلکہ دنیا کی کوئی چیز بھی نہ پہچانی جاتی ٹھیک اسی طرح اس روحانی آفتاب (آفتاب نبوت) کے سلسلہ میں اولاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش ہے، اور آپ کا اس ناسوتی عالم میں تشریف لانا ہے۔ اس کو ہم اصطلاحًا ولادت باسعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں۔ اگر آپ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ پہچانے جاتے بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض وغایت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔[2]

غیر مقلدین وہابی حضرات کے مولوی وحید الزمان کے والد اپنی کتاب مکتب نامہ میں بھی اس عقیدہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خدا کے ہیں پیارے محمد نبی   ہوئے ان کی خاطر سے پیدا سبھی[3]

سید الشافعین امام الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان جلیل القدر صحابہ کرام عمر فاروق، عبد اللہ بن عباس، اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: مَتیٰ کُنْتَ نَبِیًّا؟ آپ کب سے نبی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسد کے درمیان میں ہی تھے تو میں اس وقت بھی نبی تھا۔[4]

---

[1] (آفتاب نبوت، ص ۱۰۷ تا ۱۱۱ از قاری طیب دیوبندی)

[2] (آفتابِ نبوت، ص ۱۲۴، ۱۲۵)

[3] (حیات وحید الزمان، ص ۱۲)

[4] (مقاصد الحسنہ للسخاوی، ص ۳۲۷، آفتاب نبوت، ص ۱۱۰، تفسیر درمنثور، ج ۵، ص ۱۸۴، دلائل النبوت للبیھقی، ج ۱، ص ۴۲، ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۱، الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی، ج ۱، ص ۳۳، عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸، مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث دھلوی فارسی،

دیوبندی حضرات کے مستند مولوی اشرف علی تھانوی یہ حدیث شریف درج کر کے لکھتے ہیں کہ ایسے ہی الفاظ میسرہ جنتی کی روایت میں بھی آئے ہیں۔ امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔[1]

إِنّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ۔

بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا تیار نہ ہوا تھا۔[2]

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت

سرکار سیدنا آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، تو ان کی کنیت ابو محمد رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: یَا رَبِّ لِمَ کُنْیَتِیْ اَبَا مُحَمَّدٍ؟ اے میرے رب میری کنیت ابو محمد کیسے ہے؟ تو اللہ کریم جل جلالہ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام اِرْفَعْ رَاسَکَ اپنے سر مبارک کو اُٹھا کر اوپر دیکھو۔ فَرَفَعَ رَاسَهٗ پس انہوں نے سر مبارک کو اٹھایا۔ فَرَاٰی نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فِیْ سَرَادِقِ الْعَرْشِ تو انہوں نے نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عرش کے پائے مبارک پر دیکھا۔ تو آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: مَا هٰذَا النُّوْرُ؟ یہ نور کیسا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هٰذَا نُوْرُ النَّبِیِّ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ! یہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور ہے جو تمہاری اولاد سے ہوگا۔ اِسْمُهٗ فِی السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ۔ ان کا اسم مبارک آسمان میں احمد اور زمین پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَلَا اَرْضًا۔

اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔[3]

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے!

ج ۲، ص ۳، جواھر البحار، ص ۱۹۴، انوار المحمدیہ للنبھانی، ص ۷، خصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۱۲، مواھب اللدنیہ للقسطلانی، ص ۲، زرقانی شریف، ص ۳۹)

[1] (نشر الطیب، ص ۲، مصنفہ اشرف علی تھانوی مطبوعہ دیوبند)

[2] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۳، دلائل النبوۃ للبیھقی، ص ۲۹، ۱۷، اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۴۹۹، تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۱۰۲)

[3] (انوار المحمدیہ للنبھانی، ص ۸، جواھر البحار، ص ۷۷۴، مواھب اللدنیہ للقسطلانی، ص ۹، زرقانی، ج ۱، ص ۴۴، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۳، زرقانی از محمد بن عبد الباقی)

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

سرورِ دو عالم شہنشاہ عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔[1]

حضرت عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ

جو کہ امام العارفین اور حجۃ اللہ للعالمین ہیں فرماتے ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو شے پیدا فرمائی وہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا۔[2]

اصل کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

کائنات کی اصل اور روح حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَمَّا اَوَّلُ مَنْ جَآءَ فِیْ وُجُوْدِ الْعَالَمِ وَلَا مَآءَ وَلَا طِیْنَ وَلَا جِسْمَ وَلَا آدَمَ۔

میں ہی سب سے پہلے عالم وجود میں آیا۔ اس وقت نہ پانی تھا، نہ مٹی تھی، نہ جسم تھا اور نہ ہی آدم علیہ السلام تھے۔[3]

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ

ایک اور روایت درج فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عالمِ وجود میں سب سے پہلے کون سا وجود پیدا کیا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے پھر ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔[4]

---

1 (تفسیر نیسابوری، ج ۱، ص ۵۵، تفسیر عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸، تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۵۴۸، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۳۷، مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲، مطالع المسرات، ص ۲۷، بیان المیلاد النبوی لابن جوزی، ص ۲۴، شرح بدأ الامالی، ص ۳۵، عطر الوردہ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، ص ۲۴، آفتاب نبوت از قاری طیب، ص ۳۱۹)

2 (الابریز، ص ۲۲۶، مطبوعہ مصر)

3 (المیلاد النبوی از محدث ابن جوزی، ص ۲۲)

4 (المیلاد النبوی، ص ۲۲، ۲۴)

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے　　ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

کوئی پیدا نہ ہوتا عالم ایجاد میں سرور　　نہ ہوتے سرزمین پر سرورِ عالم اگر پیدا

علامہ عمر بن احمد خرپوتی علیہ الرحمۃ

تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْلَ کُلِّ شَیءٍ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک ہر چیز سے پہلے پیدا فرمایا۔[1]

علامہ محمد المھدی الفاسی علیہ الرحمۃ

نے حدیث شریف بیان فرمائی ہے:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیءٍ۔[2]

علامہ یوسف نبھانی اور شیخ زادہ قدس سرہما

فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

ھُوَ نُوْرُ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ خَلَقَہٗ ثُمَّ خَلَقَ مِنْہُ کُلَّ خَیْرٍ وَخَلَقَ بَعْدَہٗ کُلَّ شَیءٍ۔

اے جابر! تیرے نبی کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا پھر اس سے ہر اچھی چیز پیدا کی اور پھر اس کے بعد اس سے ہر چیز کو پیدا فرمایا۔[3]

نبیٔ مکرم، شفیع معظم، خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے جلیل القدر اور پیارے صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اپنی اولیت کا ذکرِ خیر اس انداز سے فرمایا ہے کہ جس سے ہر سلیم الفطرت انسان کے تمام شکوک وشبہات جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اولیت سے متعلق ہوں دور ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث شریف کو دیگر محدثین کے علاوہ استاذ المحدثین عبد الرزاق علیہ الرحمۃ جو کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اساتذہ میں سے ہیں نے بھی اپنی تصنیف میں درج فرمایا ہے۔

[1] (عصیدۃ الشھدہ از علامہ خرپوتی، ص ۷۳)

[2] (مطالع المسرات، ص ۲۷)

[3] (جواھر البحار فی فضل النبی المختار، ص ۷۷۵، شرح قصیدہ بردہ از شیخ زادہ، ص ۹۸، ۹۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم!

أخبرنی عن أول شیء خلقه الله تعالی قبل الأشیاء۔

اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کون سی شے کو پیدا فرمایا، اس کے متعلق مجھے ارشاد فرمائیں۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

إن الله تعالی قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نوره، فجعل ذلک النور یدور بالقدرة حیث شاء الله تعالی، ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملک ولا سماء، ولا أرض ولا شمس ولا قمر، ولا جن ولا أنس۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں مشیت خداوندی تھی دورہ کرتا رہا۔ جب کہ لوح و قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن اور انسان کچھ بھی نہ تھے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا۔

قسم ذلک النور أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثانی اللوح، ومن الثالث العرش۔

تو اس نور کے چار حصے کئے، پہلے حصہ سے قلم اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش بنایا۔

پھر اس چوتھے حصے کے چار حصے کئے۔

فخلق من الجزء الأول حملة العرش، ومن الثانی الکرسی، ومن الثالث باقی الملائکة۔

پس پہلے سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی ملائکہ کو پیدا کیا۔

پھر اس چوتھے حصے سے چار حصے کئے۔

فخلق من الأول السماوات، ومن الثانی الأرضین ومن الثالث الجنة والنار۔

پس پہلے سے آسمان اور دوسرے سے زمین اور تیسرے حصے سے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا۔

پھر اس چوتھے حصے کے چار حصے کئے۔

فخلق من الأول نور أبصار المؤمنین، ومن الثانی نور قلوبهم- وهی المعرفة بالله- ومن الثالث نور أنسهم، وهو التوحید لا إله إلا الله محمد رسول الله۔

پس پہلے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے ان کے دلوں کا نور جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں، تیسرے حصے سے ان کے انس و محبت کا نور اور وہ توحید ہے لا إله إلا الله محمد رسول الله۔[1]

نبی کے نور سے سب کچھ ہوا زیر و زبر پیدا — کہیں جن و بشر پیدا، کہیں شمس و قمر پیدا
وجودِ سرورِ دین سے وجودِ ملک ہستی ہے — محمد سے ہوئے بحر و بر اور خشک و تر پیدا

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا فیصلہ

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی مندرجہ بالا حدیث شریف لکھ کر واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ اس حدیث سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیًا ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے، ان اشیاء کا نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے متاخر ہونا اس حدیث سے منصوص ہے۔[2]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

نے اپنے قصیدہ میں اسی لئے لکھا ہے:

وَقَدْ كَانَ نُوْرُ اللّٰهِ فِيْنَا لَمُهْتَدٍ — وَصَمْصَامُ قُلْ مِيْرٍ عَلٰى كُلِّ نَاكِبٍ[3]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بداں کہ اول واسطہ صدورِ کائنات وواسطہ خلق عالم وآدم نور محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وساتر مکونات علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح واشباح وعرش وکرسی ولوح وقلم وبہشت ودوزخ وملک وفلک وانس وجن وآسمان وزمین وبحار وجبال واشجار وسائر مخلوقات ودر کیفیت صدور ایں کثرت ازاں وحدت وبروز و ظہور مخلوقات ازاں جوہر عبارات وتغیرات غریب آوردہ اند۔

---

[1](مصنف عبدالرزاق، فتاویٰ حدیثیہ از ابن حجر مکی، مواہب اللدنیہ، زرقانی شریف، ج ا، ص ۴۶، انوار المحمدیہ، ص ۹، عصیدۃ الشھدہ، ص ۱۰۰، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۸، مدارج النبوۃ، ص ۳۰۹، مطلع المسرات، ص ۲۱۰، سیرت حلبیہ، ص ۳۷)

[2](نشر الطیب، ص ۲۷۵، مطبوعہ دیوبند)

[3](قصیدہ اطیب النغم، ص ۱۲)

ترجمہ: یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق عالم وآدم علیہ السلام کا واسطہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے، جیسا کہ مکونات علوی وسفلی آپ ہی کے نور سے ہیں۔ آپ کے جوہر پاک سے ارواح واشباح، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت، دوزخ، ملک، فلک، انسان، جنات، آسمان، زمین، سمندر، پہاڑ، درخت اور تمام مخلوقاتِ عالم ظہور میں آئیں۔ اور باعتبارِ کیفیت تمام کثرتوں کا صدور اسی وحدت سے ہے اور اسی جوہر پاک سے ساری مخلوقات کا ظہور وبروز ہے۔[1]

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ

اسی مضمون کو اپنے قصیدہ طیب الغرافی مدح سید الانبیاء میں نظماً بیان کیا ہے:

وَهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ اَصْلُ الْبَرَايَا — حَيْنَ لَا آدَمُ وَلَا حَوَّآءُ
هُوَ فَرْدٌ بِاللهِ وَالْكُلُّ مِنْهُ — لَيْسَ ثَانٍ هُنَا وَلَيْسَ ثَنَاءُ
مِنْهُ عَرْشٌ وَمِنْهُ فَرْشٌ وَمِنْهُ — قَلَمٌ كَاتِبٌ وَلَوْحٌ وَمَاءُ
مِنْهُ كُلُّ الْاَفْلَاكِ كَانَتْ وَمَادَا — رَتْ بِهِ وَالذَّوَاتُ وَالْاَسْمَاءُ[2]

اس لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین وملت نور اللہ مرقدہٗ نے نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

زمین وزماں تمہارے لئے، مکین ومکاں تمہارے لئے
چنیں وچناں تمہارے لئے، بنے دوجہاں تمہارے لئے
فرشتے خِدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود وعدم، حدوث وقدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

---

[1] (مدارج النبوت، ج۲، ص۲)
[2] (طیب الغراء فی مدح سید الانبیاء، ص۱۸، مطبوعہ مصر)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

جن کو اکابرینِ دیوبندیہ ونجدیہ وہابیہ بھی عارف ربانی، عالم حقانی کے علاوہ مجدد الف ثانی تسلیم کرتے ہیں اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ خلق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود نشاء عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللہ ودیگراں راایں دولت میسر شدہ است۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش دوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں تھی۔ بلکہ جہان کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجودِ انور مناسبت ومشابہت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باوجود جسمِ عنصری رکھنے کے نورِ حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ نبیُ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔[1]

مِنْ نُوْرِہٖ کا مطلب

دیوبندیوں کے مفسر مولوی اشرف علی تھانوی مِنْ نُوْرِہٖ کے معنی کی وضاحت حدیث شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے اس طرح کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور اپنے نور سے نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا۔[2]

آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے

حضور پر نور نورٌ علی نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ایک حدیث شریف جس میں احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے اپنی تخلیق کی مدت کے متعلق بھی فرمایا ہے، دیگر محدثین عظام علیہم الرحمۃ کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی نشر الطیب میں نقل کی ہے، درج کرتا ہوں۔

---

[1] (مکتوبات شریف، دفتر سوم، ص ۱۹۱، مکتوب ۱۰۰)
[2] (نشر الطیب، ص ۵، مطبوعہ دیوبند)

حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جد امجد علی المرتضیٰ شیر خدا مشکل کشا مولائے کل کائنات کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

كنت نورا بين يدي ربي قبل خلق آدم عليه الصلاة والسلام بأربعة عشر ألف عام۔

میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔[1]

اشرف علی تھانوی کا عقیدہ

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی اس حدیث شریف کو درج کرکے اپنے عقیدت مند دیوبندیوں اور وہابیوں کو تلقین کرتے ہیں کہ اس عدد (چودہ ہزار برس) میں کم کی نفی ہے، زیادتی کی نفی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جائے۔[2]

قارئین کرام! فقیر اب ایک روایت درج کرتا ہے جس سے میرے آقا و مولیٰ احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات کا چودہ ہزار برس سے بھی پہلے موجود ہونا ثابت ہے۔

جبریل امین علیہ السلام کی عمر

مدنی تاجدار حبیب کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مشہور و معروف صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جبریل امین سے پوچھا: كَمْ عَمَرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ؟ تمہاری عمر کتنے سال ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا میں بہت زیادہ تفصیل سے اپنی عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ تھا۔

يطلع في كل سبعين ألف سنة مرة رأيته اثنين وسبعين ألف مرة۔

وہ ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ طلوع ہوتا تھا اور میں نے اس ستارہ کو بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے۔

یہ سن کر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

وعزة ربي أنا ذلك الكوكب۔

مجھے اپنے رب کریم جل جلالہٗ کی عزت کی قسم ہے کہ وہ ستارہ میں ہی تھا۔[3]

---

[1] (انوار المحمدیہ للنبہانی، ص ۹، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۴۹، زرقانی، ج ۱، ص ۴۹، جواھر البحار، ص ۷۷۴، نشر الطیب، ص ۷)

[2] (نشر الطیب، ص ۷، مطبوعہ دیوبند)

[3] (سیر حلبیہ، ج ۱، ص ۴۹، تاریخ کبیر از امام بخاری، تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۹۷۴)

محمد سرِّ وحدت ہے، رمز اس کی خدا جانے　　　　شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت بشر نہیں

مندرجہ بالا مستند روایاتِ صحیحہ سے اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات والا صفات سیدنا آدم علیہ السلام سے بہت پہلے کی ہے۔ لہٰذا آپ کی حقیقت بشر نہیں کیونکہ بشریت کی ابتداء سرکارِ آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ اسی لئے آپ کو ابوالبشر کہتے ہیں۔

وسیلہ ٔمصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے لغزش معاف

رحمت عالمیاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے سرکار سیدنا آدم علیہ السلام کی لغزش اللہ کریم نے معاف فرمائی۔ اسی روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں درج فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: يَا رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِيْ اے میرے پروردگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطے اور وسیلہ سے مجھے معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا اے آدم علیہ السلام تو نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیسے پہچانا؟ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ۔

اے رب تعالیٰ! جب تو نے مجھ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے اپنے سر کو اٹھا کر اوپر دیکھا تو عرش کے ستونوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ لکھا ہوا دیکھا۔ پس اس سے میں نے جان لیا کہ جس ہستی کا نام تو نے اپنے اسم شریف کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تمام مخلوق سے بڑھ کر تجھ کو محبوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا۔ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ بے شک میں نے تمہارے لغزش معاف فرمادی۔ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ اگر محمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات نہ ہوتی تو میں تجھے پیدا ہی نہ فرماتا۔[1]

---

[1] (خصائص الکبریٰ للسیوطی، ج ۱، ص ۱۷، الوفا باحوال المصطفیٰ، ج ۱، ص ۳۳، بیان المیلاد النبوی طبرانی شریف، ج ۲، ص ۸۲، ۸۳، مستدرک، ج ۲، ص ۶۱۵، ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۷، شواھد الحق للنبھانی، ص ۱۳۷، انوار المحمدیہ، ص ۱۰۹، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۶۲، مواھب اللدنیہ، ص ۱۲، تفسیر عزیزی، ص ۱۸۳، افضل الصلوٰۃ، ص ۱۱۷)

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ اسی لئے اپنے قصیدہ مبارک میں بار گاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ مِنْ ذَلَّۃٍ بِکَ فَازَ وَھُوَ اَبَاکَ

آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب آپ کو توسل پکڑا۔ تو وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے حالانکہ وہ بظاہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے باپ ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی بھی اپنے انداز میں لکھتے ہیں:

اگر نامِ محمد رانیاوردے شفیع آدم نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

مولوی اشرف علی تھانوی

نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔[1]

لو لاک لما خلقت الافلاک

حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ اس حدیث شریف کو عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے علاوہ دیوبندیوں کے نہایت ہی مستند مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب عطر الوردہ میں درج کیا ہے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ہی باعثِ ایجادِ خلق ہیں کہ:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ مُخَاطِبًا لِآدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ وَوَرَدَ اَیْضًا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

مولوی ذوالفقار علی صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر وہ (حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی، اور موجود نہ ہوتی۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود ان (رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کے طفیل سے ہے۔

---

[1] (نشر الطیب، ص ۱۰، مطبوعہ دیوبند)

[2] (عطر الوردہ، ص ۲۴، دیوبند)

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو، گر وہ نہ تھے عالم نہ تھا

شیخ الامام قدوۃ الانام شیخ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ نے اسی لئے عرض کیا ہے:

وَ کَیفَ تَدعُوْ اِلَی الدُّنیَا ضَرُوْرَۃُ مَنْ لَوْ لَاہُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعِدَمِ[1]

حضرت علامہ ابو الحسنات علیہ الرحمۃ اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"اور کیونکر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفسِ ذکی کو بلا سکتی ہیں، کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصہ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی[2]

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

نے مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ:

لَوْ لَاہُ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْخَلْقَ وَ لَمَا اَظْھَرَ الرَّبُوْبِیَّۃَ۔

اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات نے اس عالمِ دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ سبحانہٗ مخلوق کو پیدا ہی نہ کرتا، اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔[3]

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی

جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے جید عالم اور مدرسہ دیوبند کے چشم وچراغ ہیں نے بھی حدیث قدسی اس طرح درج کی ہے:

لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَوْ لَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ۔

یعنی اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ فرماتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار ہی نہ فرماتا۔[4]

گر ارض وسماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

---

[1] (قصیدہ بردہ شریف)

[2] (طیب الوردہ، ص ۸۹)

[3] (مکتوبات شریف)

[4] (عطر الوردہ، ص ۱۷، مطبوعہ دیوبند)

الحاصل: اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو ۔۔۔ جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

محدث خیر الامم امیر المومنین خلیفۃ المسلمین غیظ المنافقین مراد رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، تاجدار عدالت حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم رسول محتشم نور مجسم شفیع معظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ :

۱۔ لما اقترف آدم الخطیئۃ، فقال یارب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا اے رب کریم میں تجھ سے محمد کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما اس پر اللہ تعالیٰ کریم نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام کہ تو نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کیسے پہچانا ابھی تک تو ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی آدم علیہ السلام نے عرض کیا مولا جب تو نے مجھ اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے ستون پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پس میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اس کا نام ہو سکتا ہے جو تجھے مخلوق میں سب سے محبوب ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ صدقت یا آدم ۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا کہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا و ہی محبوب ہے۔ اب جب کہ تو نے اس کے وسیلے سے دعا کی ہے تو فقد غفرت لک۔ پس تحقیق میں تمہیں معاف فرما دیا ہے۔ اور (سن لو) ولو لا محمد ما خلقتک اور اگر محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔[1]

---

[1] (مستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۸، تفسیر روح البیان تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، تفسیر درمنثور تحت الآیۃ سورۃ البقرۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۲۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشن لاہور، ھکذافی تفسیر روح المعانی، المعجم الاوسط من اسمہ محمد ج ۵ ص ۳۶ رقم الحدیث ۶۵۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۱۳ھ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب علامات النبوۃ باب عظیم قدرہ ج ۸ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۱۳۹۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال کتاب الفضائل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۱۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۳۲۱۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، تاریخ دمشق الکبیر ذکر من اسمہ ادریس ج ۷ ص ۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۷۸ دارالاحیاء التراث العربی بیروت، تھذیب تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۶۰ دارالمسیرۃ بیروت لبنان، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الباب الثالث الفصل الاول فیبنما ورد من ذکر مکانتہ ج ۱ ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکتابۃ اسمہ ج ۱ ص ۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت، الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ ص ۵۴ شبیر برادرز لاھور پاکستان، نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الثالث فصل فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و توقیرہ و جلالہ ج ۴ ص ۴۸۶ دارالعلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۱ء، دلائل النبوۃ و معرفۃ الاحوال صاحب الشریعۃ ج ۵ ص ۴۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۸ھ، جامع الآثار فی مولد النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۱ ص ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۹ء، تفسیر الروح البیان تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، تفسیر درمنثور تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۱۲۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشن لاھور، تفسیر روح المعانی تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ج ۱ ص ۳۲۰ مکتبۃ رشیدیۃ کوئٹہ پاکستان، تفسیر فتح العزیز تحت سورۃ البقرۃ الآیۃ ۳۷ ص ۳۷۴ نوریۃ رضویہ پبلی کیشنز لاھور، المواھب اللدنیۃ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ ج ۱ ص ۵۲ فریدبک اسٹال لاھور پاکستان، المواھب اللدنیہ المقصد العاشر فصل فی زیارۃ قبرہ الشریف ج ۳ ص ۶۲۰ فریدبک اسٹال لاھور پاکستان، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ج ۲ ص ۲۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۱۲ء، الوفاء باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الباب الاول ج ۱ ص ۳۳ مکتبۃ نوریۃ رضویۃ فیصل آباد پاکستان، البدایۃ والنھایۃ ج ۱ ص ۱۳۱ دارالفکر بیروت لبنان، انسان العیون فی سیرۃ امین المامون باب ماجاء من امر رسول اللہ عن اخبار الیھود ج ۱ ص ۳۱۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جامع ابواب التوسل الباب الثانی ج ۱۲ ص ۴۰۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴ ضیاءالقرآن

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو:

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پاک پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ:

یعیسیٰ! آمن بمحمد و أمر من ادرکہ من امتک أن یؤمنوا بہ۔

یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام! تم بھی ایمان لاؤ محمد کریم ﷺ پر اور امت کو بھی حکم دو جو بھی ان کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لائے۔

فلو لا محمد ﷺ ما خلقت آدم۔

اگر سیدنا محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو بھی پیدا نہ کرتا۔

و لو لا محمد ﷺ ما خلقت الجنة و لا النار۔

اور اگر سیدنا محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ۔

و لقد خلقت العرش علی المآء فاضطرب فکتبت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن۔

اور جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو مضطرب ہوا تو میں نے اس پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔[1]

پبلی کیشنز لاہور پاکستان، جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۲۷۷ کبر بک سیلرز لاہور پاکستان، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، الباب الثامن الفصل الاول ج ۴ ص ۱۹۳ مکتبة الحقانیة پشاور پاکستان، جواہر المعظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم ص ۲۱۲ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور پاکستان، شفاء السقام فی زیارة خیر الانام ص ۱۸۹ ادارہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان، الفتاویٰ الحدیثیہ مطلب فی ان الادلة المعتبرة قامت علی تفصیل نبینا ص ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، حجة اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۵ دار الکتب العلمیة بیروت، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۴۶۵-۲۱۹ نوریة رضویة پبلی کیشنز لاہور، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ من جواہر شیخ اسماعیل حقی ج ۲ ص ۲۹۵ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، مولد رسول اللہ ﷺ ص ۱۹ مرکز تحقیقات اسلامیة لاہور پاکستان، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ص ۸۶ ج ۲ ۳ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار من جواہر ابن حجر ج ۲ ص ۱۳۷، حجة اللہ علی العلمین فی معجزاة الباب الثانی الفصل الثالث القسم الرابع ص ۵۷۹ دار الکتب العلمیة بیروت، الانوار المحمدیة من المواہب اللدنیہ المقصد الاول ص ۱۴ حقیقت کتابوی ترکی استنبول ۲۰۱۱ء، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۴۷ من جواہر السمودی دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء، مصباح الظلام باب ماجآء فی استغاثة سیدنا آدم ابی البشر بالنبی ﷺ ص ۶۰ مکتبة قادریة لاہور پاکستان، شواہد الحق فی استغاثة بسید الخلق ص ۲۱۷ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، شفاء النواد بزیارة خیر العباد ص ۲۸۲ کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور پاکستان، السیرة النبویة للدحلان مکی ج ۱ ص ۱۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان، (یہی حدیث شریف دیوبندیوں اور غیر مقلدین کی درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔) شیخ ابن تیمیہ کتاب الوسیلة ص ۹۰ اسلامی اکیڈمی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی نشر الطیب ص ۱۳ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، شیخ زکریا کاندھلوی فضائل درود شریف ص ۱۵۶ کتب خانہ اشرف کراچی پاکستان، شیخ عنایت شاہ باغ جنت ص ۱۳۶ مکتبة الحسن لاہور، مفتی حبیب دیوبندی تحقیق مسئلہ توسل ص ۶۸ سرگودھا پاکستان، عابد میاں رحمة للعلمین ص ۳۹۷، ۱۵۹، ۱۳۶، ۹۲ محمد دین اینڈ سنز کراچی پاکستان، ہدیة المہدی ص ۴۸ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

نوٹ: امام حاکم، علامہ سمہودی، علامہ خفاجی، علامہ زرقانی، علامہ قسطلانی رحمة اللہ علیہم اجمعین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[1] (مستدرک علی الصحیحین کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء باب ذکر سید المرسلین ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۷ دار الکتب العلمیہ لبنان، مصابیح السیرة المحمدیة ج ۱ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت، کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب باب خصوصیبتہ ﷺ ج ۱ ص ۱۴ دار الکتب العلمیہ لبنان، حاشیہ شہزادہ علی الخرپوتی ص ۱۷ نور محمد اصح المطابع کراچی، الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ باب الاول ص ۴۸ حامد اینڈ کمپنی لاہور پاکستان، تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۰ الفتاویٰ الشہاب الدین الرملی ص ۲۹۴ سورة الفرقان الآیة دار الکتب العلمیة بیروت، شواہد الحق فی الاستغاثة فی سید الخلق ﷺ ص ۲۶۵ حامد اینڈ کمپنی

نہ جنت ہوتی نہ دوزخ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شہنشاہ حسینان عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتانی جبریل فقال یامحمد ﷺ لو لاک ماخلقت الجنة و لو لاک ماخلقت النار۔

جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ جنت کو پیدا کیا جاتا اور نہ دوزخ کو۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی حدیث قدسی مروی ہے کہ حضور جان کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقول اللہ عزوجل وعزتی وجلالی لو لاک ماخلقت الجنة و لو لا ماخلقت الدنیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا۔[2]

یہاں ہم قارئین کی ضیافت طبع اور حدیث شریف کی وضاحت کیلئے مناظر اہلسنت، منبع علم و حکمت، عالم باعمل، شیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸۱ کا ایک ملفوظ درج کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ جنت ہوتی اور نہ دوزخ۔ ارے جنت جنت کرنے والو! جنت بھی مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں بنی ہے بلکہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی اپنے محبوب کے سر کا صدقہ دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق اپنے محبوب و حبیب ﷺ کے سر کا صدقہ بنادی (اپنی مخلوق کیلئے)۔

نہ زمین و آسمان ہوتے:

الامام، المحدث، سیف الدین ابی جعفر ابن طغربک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الدر المنظیم فی مولد النبی الکریم، میں لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ بارگاہ خداوندی میں یوں عرض گزار ہوں:

یارب لم کنیتنی ابامحمد۔

لاھور پاکستان، الفتاویٰ الحدیثیة مطلب فی ان الادلة المعترة ص ۳۳۲ دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، اس حدیث شریف کے متعلق امام حاکم لکھتے ہیں: هذاحدیث صحیح الاسناد یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

[1] (الاسرار المرفوعة فی اخبار الموضوعة ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، کنز العمال کتاب فضائل نبینامحمد ﷺ ج ۱۱ ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۳۲۰۲۲ دارالکتب العلمیه بیروت لبنان۔ مصابیح السیرة المحمدیة ج ۱ ص ۸۶ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (مسندالفردوس، بماثور الخطاب، باب الیاء، ج۵، ص۲۲۷، رقم الحدیث ۸۰۳۱ دارالکتب العلمیه بیروت، الاسرار المرفوعه فی اخبار الموضوعة رقم الحدیث ۷۵۵ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان، سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد ج ۱ ص ۷۵ الباب الثانی دارالکتب العلمیه بیروت لبنان)

یعنی اے میرے رب عزوجل! میری کنیت ابو محمد کیوں ہے؟

قال اللہ تعالیٰ: یاآدم ارفع رأسک۔

اللہ کریم جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے آدم اپنا سر اٹھاؤ۔

فرفع رأسہ فرای نور محمدعلی سرادق العرش۔

پس انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ نور محمد عرش کے ارد گرد چھایا ہوا ہے۔

فقال یارب ماھذاالنور؟

عرض کیا یااللہ یہ نور کیسا ہے؟

قال ھذانور نبی من ذریتک اسمہ فی السماء وفی الارض محمد۔

ارشاد ہوا کہ یہ نور اس نبی کا ہے جو تیری اولاد میں سے ہو گا اس کا نام آسمانوں میں احمد ہو گا اور زمین میں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

لو لاہ ماخلقتک و لا خلقت سماء و لا ارضا۔

اگر محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین وآسمان کو پیدا کرتا۔[1]

نہ جن ہوتے نہ فرشتے:

علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ:

لو لاک ماخلقت سمآء و لا ارضاً و لا جنا و لا ملکا۔

اے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو جنات کو اور نہ ہی فرشتوں کو پیدا فرماتا۔[2]

نہ عرش ہوتا نہ کرسی نہ لوح و قلم:

علامہ شیخ محمد المغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ **فبینماآدم یسیر فی الجنۃ۔** آدم علیہ السلام جنت میں سیر کر رہے تھے کہ (کیا دیکھا) **اذرای نور سیدنامحمدفی سرادق العرش ۔** انہوں نے دیکھا کہ نور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عرش کے کناروں پر **و اسمہ مکتوباعلیہ و مقرونا باسم الرب جل جلالہ** اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام نامی اسم گرامی عرش پر لکھا ہے اور وہ رب تعالیٰ جل جلالہ کے نام مبارک کے ساتھ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا **یارب من ھذاالذی قرن اسمہ باسمک**

---

[1] (مواھب اللدنیہ مع زرقانی باب فی تشریف اللہ تعالیٰ، ج ۱ ص ۸۶-۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، الانوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ...ص ۱۲-۱۳ حقیقت کتابوی ترکی، جواھر البحار فی فضائل النبی المختار، من جواھر سید عبداللہ مرغنی، ج ۴ ص ۱۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت استنبول)

[2] (جواھر البحار فی فضائل النبی المختار من جواھر الصماوی ج ۴ ص ۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، سنہ ۱۹۹۸ء)

اے میرے رب عزوجل یہ کون ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہے **قال هذانبی من ذریتک اسمه فی السماءاحمدوفی الارض محمد**(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ارشاد ہوا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے نبی ہیں جن کا نام آسمانوں پر احمد اور زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔**فلو لاہ ما خلقتک و لا خلقت عرشا و لا کرسیا و لا لوحا و لا قلما و لاسماء و لا ارضا و لا جنة و لا نارا و لا دنیا و لا اخری**۔اے آدم! اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ عرش و کرسی کو پیدا کرتا نہ لوح و قلم کو پیدا کرتا نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا اور نہ آخرت کو پیدا کرتا۔[1]

معلوم ہوا کہ ساری کائنات رب کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کی محبت و وجاہت و عزت کی خاطر پیدا فرمائی۔

کیا خوب قلم اٹھایا بریلی کے تاجدار علیہ رحمۃ الغفار والستار نے:

زمین وماں تمہارے لئے، مکین ومکاں تمہارے لئے
چنین وچناں تمہارے لئے، بنے دوجہاں تمہارے لئے

وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ تن وجاں یہ باغ جناں یہ سارا ساماں تمہارے لئے

یہ شمس وقمر یہ شام وسحر یہ برگ وشجر یہ باغ وثمر
یہ تیغ وسپر یہ تاج وکمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی نہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے[2]

نہ سورج ہوتا نہ چاند:

ایک روایت میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چاند نہ ہوتا تو آسمان کا چاند بھی نہ ہوتا اور اگر یہ نبوت و رسالت کا سورج طلوع نہ ہوتا تو آسمانوں کا سورج بھی نہ ہوتا۔اگر یہ نور ہے آفتاب کا تو صدقہ اسی عالی جناب کا اگر وجود کا ماہتاب کا تو بھی وسیلہ ہے رسالت مآب کا، پڑھیئے علامہ نبہانی علیہ رحمۃ الوہاب کا۔**ولا الطول ولا العرض**۔ اور نہ لمبائی کو نہ چوڑائی کو **ولا وضع ثواب ولا عقاب**۔اور نہ ثواب، عذاب کا تقرر ہونا **ولا خلقت جنة ولا نارا**۔اور نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ کو پیدا۔ **ولا شمسا ولا قمرا**۔اور نہ سورج کو پیدا کرتا اور نہ چاند کو پیدا کرتا۔[3]

باعث تخلیق کائنات:

صحابیٔ رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میں نے حضرت ابراہیم

---

[1] (کاروان قمر جنوری ۲۰۱۶ ص ۳۱، جواهر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۳ ص ۳۷۷ دار الکتب العلمیه بیروت لبنان)

[2] (حدائق بخشش حصه دوم ص ۲۷-۳۷ مکتبه نوریه رضویه فیصل آباد)

[3] (جواهر البحار فی فضائل النبی المختار ج ۲ ص ۴۴۶ دار الکتب العلمیه بیروت لبنان، من جواهر ابن حجر ج ۲ ص ۸۶ دار الکتب العلمیه بیروت)

علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ (ﷺ) کو اپنا حبیب بنایا ہے، میری مخلوق میں آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی بھی عزت والا نہیں۔ **ولقدالدنیاو اھلھالاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی۔** یعنی میں نے دنیااور دنیاوالوں کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو آپ (ﷺ) کے مقام و مرتبہ کی پہچان کراؤں اور بتاؤں کہ میرے نزدیک آپ کا کیامرتبہ اور مقام ہے۔

ولولاک ماخلقت الدنیا۔

اوراگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔[1]

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر:

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ہجری ۱۱۲۷ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ: خالق مصطفیٰ جل وعلا نے اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ سے ارشاد فرمایا: **لولاک یامحمدماخلقت الکائنات۔** یعنی اے محمد ﷺ! اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا۔[2]

دوسرے الفاظ یوں ہیں:

لولاک لماخلقت الافلاک۔

محبوب پیارے (ﷺ)! اگر تو نہ ہوتا میں ہفت افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا۔[3]

نوٹ: دیوبندی علماء کی بھی ایک کثیر تعداد نے حدیث لولاک یعنی مندرجہ بالا حدیث لکھی ہے چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔[1]

---

[1] (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۲۳۶ دارالفکر بیروت/تہذیب تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۲۳ دارالمہرہ، سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۷۵ دارالکتب العلمیہ، المواھب اللدنیہ ج ۱ ص ۵۳ مقصدالاول فی تشریف اللہ تعالیٰ...فریدبک سٹال لاہور، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ ص ۱۲۱-۱۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۴۶۵ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور، جواھر البحارفی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۲ ص ۲۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، الانوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیہ المقصدالاول ص ۱۴-۱۵ حقیقت کتابوی ترکی استنبول)

[2] (جواھر البحار ج ۲ ص ۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[3] (کاروان قمر جنوری ۲۰۱۶ء ص ۳۱، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۹ ص ۴۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۶ ص ۱۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مکتوبات امام ربانی ج ۲ دفتر ۳ رقم المکتوب ۱۲۲ ص ۵۶۰ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، روح البیان فی تفسیر القرآن ج ۵ ص ۵۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، شرح شفاء ج ۱ ص ۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، انیس الجلیس ص ۱۳۵ اویسی بک سٹال گوجرانوالہ پاکستان، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۹ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور، عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ ص ۱۷ نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی، الزبدۃ شرح قصیدۃ بردہ ص ۸۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین ص ۱۸۶ دارالاشاعت کراچی، جواھر البحارفی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۳۴۸ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحارفی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۲ روح البیان ص ۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحارفی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۳ ص ۴۳۳ من جواھر سیداحمدعابدین دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحارفی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۴ ص ۲۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، جواھر البحارفی فضائل النبی المختار ﷺ ج ۱ ص ۲۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، کشف الخفاء، تحت حرف اللام ج ۲ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی، مجموعہ رسائل لکھنوی الآثار المرفوعہ ج ۵ ص ۳۳ انتشارات شیخ الاسلام احمدوجام)

حضرت شیخ الحدیث محمد نصر اللہ خان نور اللہ مرقدہ جعل الجنۃ مثواہ بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین مقدمہ عید میلاد النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ:

اسعدک اللہ تعالیٰ بدانکہ آن صاحب تاج لولاک سید الارض والافلاک وما فیھن۔

شہنشاہ کونین سرور دارین وہ ذات ہے جو ہر ذات سے برتر۔ اس کی ہر ہر صفت کونین کی تمام صفات سے اعلیٰ اور ہر عیب وشین سے منزہ ومبراء ہے کائنات کے کل فضائل اعلیٰ وکمالات بالا کا منبع وسرچشمہ ساری خدائی کا مرجع ومنشاء ہے ہر زین سے مزین وپیراستہ اور تمام اخلاق جمیلہ سے آراستہ وشائستہ ہے آپ ہی وہ انسان کامل ہیں جس کو خالق عالم اپنی جمال ذات واپنی تمام صفات جلال وجمال کا مظہر اتم بلکہ شفاف آئینۂ افخم گردانا ہے۔ پوری خدائی کو آپ ﷺ ہی کی خاطر ہستی پر ظاہر فرمادیا ہے۔ پس فیض وہدایت عرفان ودلالت میں ہر ایک شئے آپ ﷺ کی محتاج رہی کہ خالق عالم نے جس کو جو بھی عطا کیا یا جو بھی جس سے لے لیا یہ سب آپ ﷺ ہی کیلئے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حضرت ﷺ سے نبیوں کو نبوت ملی آپ ﷺ کی خاطر ولیوں کو ولایت سے نوازا گیا آپ ﷺ کی خاطر ثواب وعقاب کی خاطر غرض کہ:

مقصود ذات اوست دیگر جملگی طفیل | منظور نور اوست دیگر جملگی ظلام

کہ **لولاک لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔** اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے اور اگر نہ ہوتے تو میں ہر گز ہر گز اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ فرماتا اور ظاہر کہ اگر ربوبیت کا ظہور نہ ہوتا تو یقیناً مربوبیۃ نہ ہوتی کوئی شئے نہ ہوتی کہ ماسوی اللہ، اللہ کے مربوب ہیں خدائی کا ظہور اسی نور کی خاطر رہا ہے۔[2]

مولانا فقیر ابو الفیض ابو محمد حبیب الرحیم "**الدولۃ المدنیۃ بالمادۃ الغیبیۃ**" میں لکھتے ہیں کہ:

لولاک لما خلقت الدنیا۔

یعنی اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔

---

[1] (فتاویٰ رشیدیہ حصہ ۲ ص ۱۳۴ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان، الشہاب الثاقب ص ۴۷ کتب خانہ رحیمیہ یوبندسہارن پور بھارت، براھین القاطعہ افادات شاہ عبدالغنی پھولی نوری مرتب حکیم محمد اختر ص ۱۱۰ کتب خانہ مظہری کراچی، صدائے محراب ج ۱ ص ۱۳۳۴ ادارہ تالیفات ختم نبوت لاہور، ۶۳ نکات میلادالنبی ص ۱۳۵ ادارۃ نشریات اھلسنۃ جامعہ ابی صدیق عمر کالونی کبیروالا، شرف المصطفیٰ ص ۲۳ شعبہ نشرواشاعت مجلس صیانۃ مسلمین ھارون آباد بھاولنگر، تقاریر اسعد محمود مکی ص ۱ مرکز الشیخ زکریا فیصل آباد، مضامین ومقالات عبدالحکیم سکھروی ص ۱۳۴۲ ادارۃ المعارف کراچی، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۸۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، باادب بانصیب ص ۳۷ مکتبہ الفقیر فیصل آباد، فضل الرحمٰن دھرم کوٹی بھارستان شرح اردو بوستان ص ۲۵ مکتبۃ المصباح لاہور)

[2] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۸ وکذا جآء فی الحدیث القدسی حدیث الاسراء لولاک لما خلقت الافلاک) (ص ۴)

دنیا میں تحت الثریٰ تک جو کچھ بھی ہے تمام آپ ﷺ کی خاطر اور آپ ﷺ کیلئے پیدا فرمایا گیا ہے اور آپ ﷺ تمام اشیاء کی اصل اور منبع ہیں۔

جیسے خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

انا من نور اللہ و کل شئی من نوری۔

میر انور اللہ کے نور سے مخلوق ہے اور تمام اشیاء (عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک) میرے نور مطہر سے ظہور میں آئے ہیں۔

یعنی تمام اشیاء میرے نور مطہر میں ودیعت رکھی ہوئی تھیں یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں اور جیسے حدیث قدسی میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے :**لولاک لماخلقت الافلاک** یعنی اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو ظہور میں نہ لاتا تو آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا اور **لولاک لمااظہر ربوبیۃ**۔یعنی اور اے حبیب ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔

علمائے دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔[1]

لولاک لماخلقت الافلاک حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا اس حدیث شریف کو عظیم المرتبت محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے علاوہ دیوبندیوں کے نہایت ہی مستند مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب عطر الوردۃ میں درج کیا ہے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں کہ:

اول ماخلق اللہ نوری وقال اللہ تعالیٰ مخاطبالآدم علیہ السلام لولاہ ماخلقتک وورد ایضاًلولاک لماخلقت الافلاک۔[2]

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر وہ حضور پر نور ﷺ نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی اور موجود نہ ہوتی خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود رسول پاک ﷺ کے طفیل سے ہے۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار　　　　گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو گر وہ نہ تھے عالم نہ تھا

---

[1](نشر الطیب ص ۱۰ مطبوعہ دیوبند)

[2](عطر الوردہ ص ۲۴ دیوبند)

شیخ الامام قدوۃ الانام شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی لئے عرض کیا ہے:

وکیف تدع الی الدنیا ضرورۃ من | لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ اور کیوں کر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلاسکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد (ﷺ) کی جلوہ نمائی نہ ہوتی | تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ لولاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق ولما اظہر الربوبیۃ۔ اگر حضور پرنور ﷺ کی ذات بابرکات نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے جید عالم اور مدرسہ دیوبند کے چشم وچراغ ہیں نے بھی حدیث قدسی اس طرح درج کی ہے:

لولاک لما خلقت الافلاک ولولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔

یعنی اے میرے محبوب ﷺ! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ فرماتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا۔

گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو | یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

مولوی رشید احمد صاحب دیوبندی احسن الفتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح بخاری نے کتاب مواہب اللدنیہ میں نقل کیا ہے:

قال اللہ تعالی: یا آدم ارفع رأسک، فرفع رأسہ فرأی نور محمد - صلی اللہ علیہ وسلم - فی سرادق العرش، فقال: یا رب، ما ھذا النور؟ قال: ھذا نور نبی من ذریتک اسمہ فی السماء أحمد، وفی الأرض محمد، لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا۔[1]

[1](احسن الفتاویٰ ص ۴۸۵، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۱ ص ۴۷ المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرۃ-مصر)

یہ روایت حضرت شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انوار محمدیہ میں لائے ہیں۔ مذکورہ دونوں کتابوں (مواہب اللدنیہ اورانوار محمدیہ) میں حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی کا قول منقول ہے۔حضرت کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تورات و انجیل کے بھی بڑے عالم تھے اور قرآن وحدیث کے بھی بڑے ماہر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ان آدم وجمیع المخلوقات خلقوا الاجل محمد ﷺ رواہ البیھقی۔

حق تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: **لولاک لما اظھرت الربوبیۃ۔**

(دیوبند کے) حضرت حکیم الامت الشاہ اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں تحریر کرتے ہیں:

عن عمر الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی ﷺ قال اللہ تعالیٰ لآدم یاآدم لولا محمد ماخلقتک رواہ حاکم وصححہ البیھقی والطبرانی۔قال اللہ تعالیٰ یاآدم لولا محمد ﷺ ماخلقتک وھو آخر الانبیاء۔[1]

علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب اللدنیہ ج ا میں لکھتے ہیں:

عن ابی الشیخ والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسی بن مریم علیہ السلام ۔یاعیسیٰ !لولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار وروی الحاکم مثلہ وصححہ ورواہ السبکی والبلقینی، قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لولا محمد ماخلقت عرشا ولا کرسیا ولا سمآء ولا ارضا ولا جنۃ ولا نار اولا لیلا ولا نھار او ما خلقت جمیع الاشیاء الا اکراما للذی سمیتہ محمدا ﷺ۔(مولد النبی ﷺ للقطب الربانی الشیخ عبدالرحیم البرعی) ھذا ماظھر لی فی ھذا الباب۔[2]

حدیث لولاک کی تحقیق:

حدیث **لولاک لماخلقت الافلاک** اگرچہ اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں محدثین حضرات نے کلام کیا ہے لیکن معنیٰ و مضمون کے اعتبار سے یہ ثابت ہے اورایک حقیقت نفس الامر ہے جو کہ دوسری روایات سے ثابت ہے اور جن علماء سے انکار منقول ہے وہ بھی الفاظ ہی کے بارے میں ہے معنیٰ کے بارے میں نہیں ہے چنانچہ خود ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اگرچہ علامہ صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے موضوع کہا ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے ثابت ہے حدیث **لولاک لماخلقت الافلاک قال الصغانی انہ موضوع کذافی الخلاصۃ لکن معناہ صحیح فقدروی**

---

[1] (الدرر النظیم فی مولد النبی الکریم ﷺ)

[2] (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۶)

الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمامرفوعااتنی جبریل فقال یامحمدلولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار وفی روایۃ ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا۔[1]

وفی حدیث سلمان عند ابن عساکر قال: «ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم- فقال: إن ربک یقول: إن کنت اتخذت إبراھیم خلیلا، فقد اتخذتک حبیبا، وما خلقت خلقا أکرم علی منک، ولقد خلقت الدنیا وأھلھا لأعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی، ولو لاک ماخلقت الدنیا۔[2]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَوْحَى اللّٰہُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عِيسَى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ فَسَكَنَ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی اے عیسیٰ علیہ السلام! ایمان لا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیری امت سے جو لوگ ان کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ ان پر ایمان لائیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا نہ جنت دوزخ بناتا جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا پس ٹھہر گیا۔[3]

شیخ المشائخ استاذ العلماء والمجاہدین بقیۃ السلف مناظر اسلام محمد لعل الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب التجلیات الرحمانیۃ فی معادن الحقائق الاسلامیہ میں بہت زیادہ تحقیق فرمائی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں تاکہ سب شکوک وشبہات ختم ہو جائیں۔[4]

---

[1] (موضوعات کبیر ص ۵۹ حرف اللام)

[2] (مواھب اللدنیا ج ۱ ص ۸۳ بحوالہ فتاویٰ حقانیۃ اکوڑہ خٹک ج ۲ ص ۲۰۳)

[3] (المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ج ۲ ص ۶۱۵)

[4] (ص ۲۶۸) التجلیات الرحمانیۃ فی معادن الحقائق الاسلامیہ

حقیقت محمدی ﷺ اور تعین اول "حب"

فقیر صدیق احمد القریشی الہاشمی الدیوبندی شفاء القلوب میں لکھتے ہیں کہ سلوک کی کتابوں میں تعین حبی کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے چنانچہ سالکین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ تعین حبی کے کیا معنی ہیں۔ اگر سالکین تعین حبی کو سمجھ لیں تو یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ حقائق انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات کے ان اسباق کا تعلق حب سے کیوں ہے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دفتر اول مکتوب نمبر ۸۵ میں فرمایا ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جاننا ضروری ہے یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک تعین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق تعالیٰ عزوجل نیچے اتر آیا۔ پس وہ حب یا وجود ہو گیا بلکہ تعین کے معنی صدور (ظہور) کے ہیں کیونکہ وہ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاء کرام کی زبان کے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ دفتر سوم مکتوب ۲۲ میں فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدی ﷺ جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے، اس کے متعلق مراتب ظلال طے کرنے کے بعد اس فقیر پر منکشف ہوا ہے کہ وہ تعین اور ظہور حبی ہے جو مبداء ظہورات اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔[1]

سب سے پہلی چیز جو اس پوشیدہ خزانے سے ظہور کے میدان میں جلوہ گر ہوئی وہی حب ہے جو مخلوق کی پیدائش کا سبب بنی اگر یہ حب نہ ہوتا تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتا حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا (کشف الخفاء ص ۲۱۴۳) کے راز کو جو کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی شان میں واقع ہے اس جگہ تلاش کرنا چاہیئے۔ اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا[2] کی حقیقت اس مقام میں طلب کرنی چاہیے تمام تعینات کے مبادی اعتبارات ہوتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اعتبار کون سا ظاہر ہوا۔ چنانچہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ خدا کا پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے کا علم تعین اول ہے۔ دیگر حضرات نے فرمایا کہ ارادۂ تخلیق تعین اول ہے لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عجیب بات فرماتے ہیں کہ حب یعنی یہ چاہنا کہ میں پہچانا جاؤں تعین اول ہے اور یہ سب سے پہلا اعتبار ہے جو ظاہر ہوا اب جب اللہ تعالیٰ نے ظہور فرمایا تو سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کی تخلیق ہوئی۔ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

---

[1](کشف الخفاء ص ۲۱۶)
[2](کشف الخفاء ص ۴۱-۴۳)

کہ یہ ہے حب ذاتیہ تمام کمالات کا سبب و آغاز ہے۔ پھر دوسرا اعتبار جب اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا وہ وجودی ہے جو ایجاد کا مقدمہ ہے اس لئے تعین وجودی تعین حبی کا ظل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (الاحزاب ۷)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات سے عہد لیا اور آپ ﷺ سے اور اس طرح نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے۔" اس آیت کریمہ میں عالم ارواح کی ترتیب میں آپ ﷺ کو سب پر مقدم کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سب سے پہلے ہوئی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کنت اولا النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث۔

تخلیق کے اعتبار سے میں سب سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے میں سب سے آخری نبی ہوں۔[1]

ایک اور حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

لولاک لما خلقت الافلاک ولما اظھرت الربوبیۃ۔

"اے محمد ﷺ! اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں یعنی عالم کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا"۔[2]

اعتراض:

یہ حدیث تو موضوع ہے صنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

جواب:

ہمارے پاس علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری کی کتاب کے تین نسخے ہیں ایک عربی، ایک دیوبندی، ایک غیر مقلدین کا ترجمہ۔ آیئے ہم اصل عبارات و ترجمہ نقل کرتے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

چنانچہ عظیم حنفی محدث علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں:

لولاک لما خلقت الافلاک....قال الصنعانی انه موضوع کذافی (الخلاصة) لکن معناه صحیح۔[1]

---

[1] (کشف الخفاء ص ۲۰۹)

[2] (کشف الخفاء ص ۲۱-۲۳، شفاء القلوب ص ۵۳۴، غیاث اللغات مع منتخب اللغات وچراغ ھدایت مولانا محمد غیاث الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لولاک حدیث قدسی کہا ہے۔ ص ۲۱۹)

دیوبندی ترجمہ: علامہ صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے البتہ اس کا مضمون صحیح ہے۔[2]

اہلحدیث ترجمہ: صنعانی کہتے ہیں کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔[3]

دیکھئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کی مکمل عبارت مع ترجمہ آپ کے سامنے ہے اس میں صرف ایک علامہ صنعانی جن کا نام بھی ذکر نہیں کیا کے حوالے سے لکھا کہ وہ موضوع کہتے ہیں۔ ملا علی قاری نہیں، بلکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اس کا دفاع کیا اور کہا کہ معنًایہ صحیح ہے علامہ علی قاری نے اپنی دوسری کتابوں میں علامہ صنعانی کا قول ذکر کے اس کی حدیث کو معناً صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: علامہ علی قاری، شرح شفاء اور الزبدۃ العمدۃ۔

بلکہ علامہ علی قاری نے تو موضوعات کبیر میں اس کو معنوی طور پر صحیح قرار دے کر اس کی تائید میں حدیث مرفوع ذکر کی ہے۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فقدروی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد (ﷺ) لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ میں جنت پیدا کرتا نہ دوزخ۔[4]

ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔[5]

نوٹ: دیوبندی ترجمہ میں اس حدیث کو نکال دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔[6]

میں کہتا ہوں کہ جن احادیث سے حدیث لولاک کی تائید ہوتی ہے کیا نامعلوم صنعانی کے کہنے پر ان کو ٹھکرا دیا جائے گا؟ تین روایات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اور ایک حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی حدیث کو مرفوعہ قرار دیا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کے مرفوع ہونے کو بیان کیا۔ اب مرفوع کسے کہتے ہیں؟ تو پڑھئے اس پر ضمناً دو حوالہ جات۔

---

[1] (موضوعات کبیر ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)
[2] (موضوع روایت ص ۱۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)
[3] (موضوعات کبیر اردو ص ۲۶۵ نعمانی کتب خانہ لاہور)
[4] (الاسرار المرفوعۃ فی احادیث الموضوعۃ ص ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)
[5] (موضوعات کبیر اردو ص ۲۶۵ اہلحدیث ترجمہ نعمانی کتب خانہ لاہور)
[6] (موضوع روایات ص ۱۲۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ مرفوع وہ حدیث ہے کہ جس کی نسبت خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کی طرف کی جائے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر اس کا اطلاق نہ ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ روایت جس میں صحابی رض اللہ تعالیٰ عنہ نبی کل کائنات ﷺ کا فعل مبارک یا آپ ﷺ کا قول مبارک بیان کرے۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس حدیث کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے وہ مرفوع ہے۔[2]

تو جس حدیث کی تائید حدیث اور حدیث مرفوع سے ہو رہی ہو اس کو موضوع قرار دینا اور وہ بھی ایک صنعانی کے کہنے پر، یہ کوئی علمی دیانت داری ہے نہ حدیث رسول ﷺ سے وفاداری۔ آیئے! ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بھی ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

یامحمد!وعزتی وجلالی لولاک ماخلقت ارضی وسمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو نہ میں یہ سبز چھت سجاتا اور نہ میں فرش زمین بچھاتا۔

اسے شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں عبد الرحمن بن عبد اللہ بن محمد بن احمد، ابو القاسم بن طالب العرفی کے مولد سے اور ابن سبع اپنی کتاب شفاء الصدور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔[3]

حدیث لولاک کو موضوع کہنے والے اور سن کر سیخ پا ہونے والے حضرات کے اس تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ قادری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر الصدور حیدر آباد دکن، انڈیا لکھتے ہیں:

یہاں معلوم کرنا چاہیئے کہ آج کل جو غل مچ رہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک، حدیث موضوع ہے۔ یہ تسلیم بھی کیا جائے تو جرح کو اس سے کیا فائدہ؟ زمین، دریا، جنت، دوزخ، ثواب، عقاب، جملہ آدمیوں کے جد بزرگوار بلکہ ساری دنیا جب بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں؟ دیکھ لو! جنت، دوزخ بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم، دیلمی، سبکی، بلقینی، نے روایت کیا ہے اور زمین و دریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور غرفی نے،

---

[1](تدریب الراوی ص ۹۴ قدیمی خانہ کراچی)

[2](مقدمہ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۸ فرید بک سٹال لاہور)

[3] (زرقانی، مصابیح السیرۃ المحمدیۃ، ج ۱ ص ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱ ص ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ہارون دیوبندی خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۵۳ دار الاشاعت کراچی، انسان المفھون فی سیرۃ الامین المامون ج ۱ ص ۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عساکر نے اور ثواب وعقاب کی حدیث کو ابن سبع وعرفی نے اور خلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی، حاکم، بیہقی، ابن عساکر، ابو نعیم، ابو الشیخ، بلقینی اور سبکی نے روایت کیا ہے۔[1]

خود دیوبندی علماء بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث معناً صحیح ہے:

مولوی خیر محمد جالندھری نے بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو:[2]

مفتی محمود نے بھی تسلیم کیا ہے، ملاحظہ ہو:[3]

مفتی عبد الحکیم سکھروی نے بھی اسے معناً صحیح تسلیم کیا، ملاحظہ ہو:[4]

معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف کو لے کر موضوع کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ہاں البتہ ان کے بغض باطنی کا اظہار ضرور ہو جائے گا کہ اس بہانے سے وہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔

اعتراض:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ "میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے،، اور تم کہتے ہو کہ نبی پاک ﷺ کیلئے پیدا کیا ہے، تو تمہارا یہ مؤقف اور یہ احادیث موضوع ہیں کیونکہ قرآن کریم کے معارض ہیں۔

جواب:

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں، سب سے پہلے ہم علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب نقل کرتے ہیں پھر ہم اپنے جوابات عرض کریں گے، چنانچہ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ:

یہ احادیث قرآن کریم کی اس آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُونِ (الذریت ٥٦) کے خلاف نہیں ہیں، اگر یہ بات ہے تو پھر وہ کتنے کثیر تعداد انسان اور جنات ہیں جو عبادت نہیں کرتے تو کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے دن کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ یہ آیت مؤمنین کے ساتھ خاص ہے اور احادیث مبارکہ پوری مخلوق کو شامل ہیں لہٰذا قرآن کے معارض نہیں ہیں۔[5]

---

[1] (انوار احمدی ص ٥٣-٥٤ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور، پاکستان)
[2] (خیر الفتاویٰ ج ١ ص ٢٦٧ مکتبہ امدادیہ ملتان)
[3] (فتاویٰ محمودیہ ج ٤ ص ٨٢-٨٤)
[4] (مقالات و مضامین مفتی عبد الحکیم سکھروی ص ٣٤٢ ادارۃ المعارف کراچی)
[5] (مصابیح السیرۃ المحمودیۃ ج ١ ص ٨٨ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

راقم الحروف کا پہلا جواب:

ایک ہوتی ہے علت غائیہ اور ایک علت باعثہ، انسانوں اور جنات کو عبادت کیلئے پیدا کرنا علت غائیہ ہے یعنی ان کی تخلیق کی غرض وغایت عبادت خداوندی ہے اور اس کا باعث ہے وجود با مسعود صاحب مقام محمود دو محبوب رب ودود لہٰذا قرآن وسنت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

ضروری نہیں کہ ایک کام کا ایک ہی سبب ہو، ایک کام کے دو سبب بھی ہوسکتے ہیں اور تخلیق کائنات کے بھی دو سبب ہیں غرض وغایت کے طور پر عبادت اور اس کا باعث بنی ذات مصطفیٰ کریم ﷺ۔ ہم انسان بھی بعض اوقات ایسے کام کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے کئی کئی اغراض ومقاصد ہوتے ہیں تو جب انسان کے کسی کام کے دو مختلف سبب ہوسکتے ہیں تو اس رب العلمین واحسن الخالقین کے کسی فعل کے دو سبب کیوں نہیں ہوسکتے؟

اظہار ربوبیت اور شان احمدیت:

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں:

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔

ترجمہ: اے محبوب! اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔[1]

ہوسکتا ہے کہ کسی صاحب کی توحید جوش آئے اور وہ کہہ دے کہ جی ان احادیث کی حیثیت کیا ہے؟ یہ بھی موضوع ہے۔ تو ہم گزارش کریں گے کہ یہ حدیث حضور مجدد پاک نے نقل کی ہے اور مجدد پاک کی علمی جلالت مسلمہ ہے لیکن ہم پھر اتمام حجت کے طور پر ایک دو حوالہ جات عرض کئے دیتے ہیں۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے "مناظر" مولوی منظور نعمانی نے مجدد صاحب کے متعلق یوں لکھا ہے:

"امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں ان میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے۔ اسی طرح اخیر دور میں (جس کا آغاز ہزارہ روم (الف ثانی) کے آغاز سے یعنی رسول اکرم ﷺ کی وفات پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد ہوتا ہے) امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاء شریعت کا جو کام ہمارے اس ملک میں ہی لیا وہ اسلام کی پوری تاریخ میں ایک

---

[1] (مکتوبات امام ربانی ج ۲ دفتر ۳ مکتوب ۱۲۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جواہر البحار ج ۲ ص ۲۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

خاص امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں۔"[1]

مزید یوں لکھتا ہے کہ آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں کوئی مجددین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں کئی مجدد نظر آتے ہیں کوئی علم حدیث کا کوئی فقہ کا پھر اس میں بھی پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے۔کوئی فقہ شافعی کا کوئی علم کلام کا مجدد اور کوئی سلوک واحسان کا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کیلئے خاص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں۔[2]

دیوبندی مکتبۂ فکر کے مفتی وعلامہ ولی حسن ٹونکی دیوبندی نے لکھا ہے:

راقم الحروف کی رائے ہے کہ اگر حضرت مجدد اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت نہ فرماتے تو آج ہندوستان کے مسلمانوں کی وہی حالت ہوتی جو چین کے مسلمانوں کی ہے۔[3]

دیوبندی مولوی روح اللہ غفوری نے حضرت مجدد پاک کے متعلق لکھا ہے:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ باقویہ کے بانی ہیں، فرماتے تھے، شیخ احمد (امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو جائیں۔آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں ،ان جیسے اس امت میں چند ہی بزرگ گزرے ہیں جو آپ کی زیارت کرتا بے اختیار کہتا۔"فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔[4]

امت کے جلیل القدر مجدد حدیث لکھ رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو رب کریم عزوجل اظہار ربوبیت نہ فرماتا اور لوگوں کو افلاک کی پریشانی ہو رہی ہے۔

کنز مخفی اور شان مصطفوی ﷺ:

رب محمد جل وعلاو ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق"۔

ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ پس مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔[1]

[1](تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۱-۲۰ دار الاشاعت کراچی)

[2](تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۷۶)

[3](تذکرہ اولیاء پاک وھند ص ۱۳۹ بار اول دسمبر ۱۹۹۹ء، ادارہ اسلامیات لاھور)

[4](بزرگان نقشبندیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ ص ۱۴۱، اشاعت دوم جنوری ۲۰۱۰ء مکتبہ عمر فاروق کراچی)

خالق کائنات نے اپنی پہچان کیلئے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق میں سب سے قبل اپنے محبوب کے نور اور روح کو پیدا فرمایا۔ انبیاء سے عالم ارواح میں عہد لیا عالم ارواح میں محبوب علیہ السلام کی نبوت کے چرچے فرمائے اور انبیاء کرام و رسولان عظام علیہم السلام، عارفین، کاملین، صالحین، صدیقین بلکہ کل عالمین کو بتادیا کہ لوگو!

ہر شے خدا نے بنائی اے سوہنے مدنی دے واسطے
دو جگ دی کھیڈ رچائی اے سوہنے مدنی دے واسطے

حضور شہنشاہ حسینان عالم ﷺ کی شان لولاک کا تذکرہ کرتے ہوئے امام بوصیری عرض کرتے ہیں:

و کیف تدعو الی الدنیا ضرورۃ من
لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

کہاں کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف
گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ترا عـــز لولاک ـــــ تمکیں بـــس است
ثـنـائے تو طٰہٰ و یٰس بـــس است

آپ (ﷺ) کو بطور مرتبہ عزت لولاک کافی ہے
آپ (ﷺ) کی تعریف میں طٰہٰ و یٰسین کافی ہے

صلاح بن مبارک بخاری فرماتے ہیں:

خواجہ لولاک و سلطان رسل
مقتدا و رہنمائی جزو کل (ﷺ)

امام اہلسنت امام عشق و محبت تاجدار بریلی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا خوب لکھتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اقبال سہیل نے کہا:

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ظفر علی خان نے کہا:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ سیاروں میں

شورش کاشمیری دیوبندی کہتا ہے:

جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں، واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں
لولاک لما کے سانچے میں اک نور مجسم ڈھل کے رہا

---

[1] (تفسیر روح البیان، ج٦ ص ١٦ تحت الآیۃ سورۃ الحج ٦٦ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ ج٤ ص ٢٧٥ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ المقاصد الحسنۃ باب الکاف ص ٣٧٧ رقم الحدیث ٨٣٦ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعۃ ص ١٧٩ رقم الحدیث ٧٩٦ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مولوی طالوت دیوبندی کہتا ہے:

ادب سے سر جھکاؤ مالک لولاک آتے ہیں — ردائے انما اوڑھے نبی پاک آتے ہیں (ﷺ)[1]

صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا صدقہ

محدثین عظام علیہم الرحمۃ نے ایک روایت درج فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو فرمایا اے آدم علیہ السلام مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم!

لو تشفعت إلینا بمحمد في أهل السماوات و الأرض لشفعناک۔

اگر تم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات کے وسیلہ جلیلہ سے تمام آسمان اور زمین والوں کی شفاعت کی التجا کرتے تو ہم تب بھی تماری شفاعت کو شرف قبولیت بخشتے۔[2]

پیشانیٔ آدم علیہ السلام میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سرکار سیدنا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی جلوہ گر تھا۔ جس کا تذکرہ محدثین عظام کے علاوہ امام المفسرین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ الباری نے اس طرح فرمایا ہے:

أَنَّ الْمَلَائِكَةَ أُمِرُوا بِالسُّجُودِ لِآدَمَ لِأَجْلِ أَنَّ نُورَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَبْهَةِ آدَمَ۔

بے شک جو ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی مبارک میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تھا۔[3]

زبانِ حال سے کہتے تھے آدم — جنہیں سجدہ ہوا وہ میں نہیں ہوں!

---

[1] (ماهنامه حق چاریار، ج ۳ شماره ربیع الاول ۱۴۱۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۰ء بیک ٹائٹل)

[2] (بیان المیلاد النبوی لابن جوزی، ص ۲۰، مواهب اللدنیه، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۶۲، انوار المحمدیه، ص ۹)

[3] (تفسیر کبیر، جواهر البحار، ص ۱۵۳، عصیدة الشهده، ص ۱۰۲، شرح قصیده از شیخ زاده، ص ۱۰۰)

نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تابانی

علامہ ابوالحسن احمد بن عبد البکری علیہ الرحمۃ نور محمدی جو کہ پیشانی محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں موجزن تھا۔ اُس کی نورانیت اور تابانی کا حال درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَ نُوْرُ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم يُرىٰ فِيْ وَجْهِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ نُوْرِ الشَّمْسِ الْمُضِيْئَةِ فِي حَالِ كَوْنِهَا فِيْ قُبَّةِ الْفَلَكِ وَكَنُوْرِ الْقَمَرِ الْمُضِيءِ إِذَا تَجَلّٰى فِيْ حَالِ تَمَامِهٖ وَسْطَ السَّمَآءِ وَقَدْ نَارَتْ مِنْ نُوْرِهٖ السَّمٰوٰتُ وَالسَّرَادِقَاتُ وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر جو نور قبہ الفلک پر سورج کی طرح اور آسمان کے درمیان چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور تھا۔ بے شک اسی نور مبارک سے ہی آسمان اور اس کے پایئے، عرش اور کرسی منور تھے۔[1]

نور محمدی کی تسبیح کی آواز

رأس المحدثین ابن جوزی اور علامہ ابوالحسن احمد البکری نور اللہ مرقدھما روایت درج فرماتے ہیں:

لَمَّا خَلَقَ آدَمَ اَوْدَعَ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِيْ صُلْبِهٖ فَسَمِعَ فِيْ ظَهْرِهٖ نَشِيْشًا كَنَشِيْشِ الطَّيْرِ۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں ودیعت کیا۔

تو انہوں نے اپنی پشت مبارک میں پرندوں کے چہچہانے کے مثل آواز سنی۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا تَسْبِيْحُ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الَّذِيْ اُخْرِجُهٗ مِنْ ظَهْرِكَ وَاُوْدِعُهٗ فِي الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ وَالْاَحْشَاءِ الزَّاهِرَةِ۔

یہ اس خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تسبیح کی آواز مبارک ہے جو تمہاری پشت سے ظاہر ہوگا اور میں اسے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں ودیعت رکھوں گا۔[2]

تیری پشت میں نورِ رسالت پناہ ہے　　　سرتاج انبیاء کا حبیبِ الٰہ ہے

---

[1] (الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۶، مطبوعہ بیروت)

[2] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۰، الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۵)

کندھوں کے درمیان نامِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

امام الاجل، جلال الملۃ والدین السیوطی ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

بين كتفي آدم مكتوب محمد رسول الله خاتم النبيين۔

حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔[1]

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش

شیخ المحدثین عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل فرمایا گیا تو انہوں نے اپنی جنسی رفیق کی خواہش کا اظہار کیا کہ جس سے محبت کریں اور ذکرِ الٰہی میں باطنی سکون و قرار پکڑیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر نیند غالب کر دی۔

دراں خواب از استخواں ضلع یسری حوا آفرید۔

اور اس خواب کی حالت میں ہی ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کر دیا۔[2]

ان کا نام حوا اس لئے رکھا گیا کہ وہ حی یعنی زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔

حضرت حوا کا مہر

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ اور دیگر محدثین عظام علیہم الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جب حضرت حوا علیہا السلام کے قریب سیدنا آدم علیہ السلام نے ہونا چاہا تو حضرت حوا نے ان سے مہر طلب کیا۔ آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے رب! میں ان کو مہر کیا چیز دوں؟ تو ارشاد ہوا اے آدم! میرے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر بیس مرتبہ درود شریف بھیجو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔[3]

---

[1] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۹، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

[2] (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴)

[3] (نشر الطیب از اشرف علی تھانوی ص ۱۱، سلوۃ الاخزان لابن جوزی، خصائص الکبریٰ، مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۴، بیان المیلاد النبوی، ص ۱۸، ۱۹، مواھب اللدنیہ، ص ۱۰، زرقانی شریف، ص ۲۳، انوار المحمدیہ، ص ۹)

کرامتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سیدنا آدم علیہ السلام کا حضرت حوا سے جب عقد ہو گیا تو حضرت حوا علیہا السلام حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہو گئیں اور نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کی رحم صدف میں منتقل ہو گیا۔

محدث ابن جوزی، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی اور علامہ یوسف نبہانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت درج کی ہے:

فلما حملت حواء بشيت انتقل عن آدم إلى حواء، وكانت تلد في كل بطن ولدين إلا شيتاً، فإنها ولدته وحده، كرامة لمحمد صلى الله عليه وسلم۔[1]

جب حضرت حوا علیہا السلام اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو وہ نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صلبِ آدم علیہ السلام سے بطن حوا میں منتقل ہو گیا۔ حالانکہ ان سے پہلے ان سے دو بچے ایک ساتھ تولد ہوتے تھے مگر شیث علیہ السلام ان سے اکیلے پیدا ہوئے۔ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عزت اور کرامت کی وجہ سے تھا۔[2]

حضرت حوا کو ملائکہ کی مبارک

جب سرکار سیدنا حوا علیہا السلام حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو ملائکہ سرکار سیدہ حوا علیہا السلام کو مبارکباد دینے کے لئے ان کے پاس آئے جس کو علامہ ابو الحسن البکری علیہ الرحمۃ نے اس طرح رقم فرمایا ہے:

كَانَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَأْتُوْنَ حَوَّاءَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يُهَنِّؤُنَهَا بِشِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا وَضَعَتْهُ رَأَتْ حَوَّاءُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ نُوْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فَفَرِحَتْ بِذٰلِكَ وَاسْتَبْشَرَتْ وَضَرَبَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ حَوَّاءَ وَبَيْنَ اِبْلِيْسَ حِجَابًا مِنَ النُّوْرِ غِلْظُهُ مَسِيْرَةُ خَمْسَمِائَةِ عَامٍ وَطُوْلُهُ مِثْلَ ذٰلِكَ قَبْلَ وَضْعِهَا بِشِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يَزَلْ اِبْلِيْسُ لَعَنَهُ اللّٰهُ مَحْبُوْسًا بِمَنْ حَوَّاءُ عَلَيْهَا السَّلَامُ حَتّٰى وَضَعَتْهُ شِيْثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

فرشتے حضرت حوا علیہا السلام کے پاس آئے اور ان کو شیث علیہ السلام کی مبارک دیتے تھے، جب حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت حوا علیہا السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) نورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور ان کو اس کی بشارت بھی دی گئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت حوا اور ابلیس کے درمیان حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت تک ایک نورانی پردہ جس کا طول اور عرض پانچ سو سال کا بعید عرصہ تھا

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۵، انوار المحمدیہ، ص ۱۰، مواھب اللدنیہ، المیلاد النبوی، ص ۲۰)
[2] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۵، انوار المحمدیہ، ص ۱۰، مواھب اللدنیہ، المیلاد النبوی، ص ۲۰)

حائل کر دیا تھا۔ اور اس مدت کے درمیان ابلیس حضرت حوا علیہا السلام پر کسی قسم کا وسوسہ نہ ڈال سکا۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔[1]

پیشانیٔ شیث علیہ السلام میں نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چمک

جب شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تھا۔ اور اس نور کی نورانیت اور چمک کا یہ عالم تھا بَلَغَ سِنِيْنَ وَ النُّوْرُ يُشْرِقُ مِنْ غُرَّتِهٖ اِلَى السَّمَآءِ جب وہ بالغ عمر کے ہوئے تو اس وقت بھی ان کی پیشانی کی نورانیت اور چمک آسمان کی طرف جاتی تھی۔[2]

حضرت شیث علیہ السلام سے عہد نامہ

رأس المحدثین عبد الرحمٰن بن جوزی رحمۃ اللہ القوی روایت رقم طراز ہیں:

فَلَمَّا اَلْقَنَ اٰدَمُ بِالْمَوْتِ اَخَذَ بِيَدِ وَلَدِهٖ شِيْثَ وَقَالَ يَا بُنَيَّ اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَمَرَنِيْ اَنْ اٰخُذَ عَلَيْكَ عَهْدًا مِنْ اَجَلِ هٰذَا النُّوْرِ الَّذِيْ اَوٰى فِيْ وَجْهِكَ اَنْ لَا تَضَعَهٗ اِلَّا فِي الْاَطْهَرِيْنَ مِنَ النِّسَآءِ۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے آخری وقت یعنی انتقال کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنے فرزندِ ارجمند شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے میرے لختِ جگر! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس نور مبارک کے بارے میں تم سے عہد لوں کہ جو تمہاری پیشانی مبارک میں جلوہ گر ہے کہ تم اس کو پاکیزہ ترین عورت کی طرف منتقل کرنا۔

پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کیں: اَللّٰهُمَّ كُنْ لَهٗ حَافِظًا وَعَلَيْهِ شَاهِدًا۔ اللہ کریم تو ہی اس نور مبارک کا محافظ ہے اور اس پر گواہ ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام مناجات سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ملائکہ کی ایک جماعت کے جھرمٹ میں تشریف لا کر کہا اے آدم علیہ السلام!

اِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ اَنْ تَكْتُبَ عَلٰى شِيْثَ كِتَابَ الْعَهْدِ بِشَهَادَةِ هٰؤُلَآءِ الْمَلَائِكَةِ فَاِنَّهُمْ عِبَادُ الْمَلَائِكَةِ السَّمٰوٰتِ۔

بے شک تمہارا پروردگار تم پر سلام بھیجتا ہے نیز ارشاد فرماتا ہے کہ آپ حضرت شیث علیہ السلام کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ تحریر فرمائیں کیونکہ یہ ملائکہ آسمان کے عبادت گزار بندے ہیں۔

---

[1] (الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ۹، مطبوعہ بیروت)

[2] (الانوار ومصباح السرور والافکار، ص ٦)

حضرت آدم علیہ السلام نے حسبِ فرمانِ خداوندی عہد نامہ تحریر کر کے اللہ تعالیٰ اور ان فرشتوں کو گواہ بنایا۔ اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کو دو سبز رنگ کے جنتی حِلّے (جوڑے) جو جبریل امین جنت سے لائے تھے پہنائے وَزَوَّجَهُ اللهُ بِمخُوَائِلَةَ بَيْضَآءَ كَانَتْ فِيْ طُوْلِ حَوَّاءَ وَحُسْنِهَا وَجَمَالِهَا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا بی بی مخوائلہ بیضا سے جو قد و قامت اور حسن و جمال کے لحاظ سے حضرت حوا علیہا السلام کی مانند تھیں، نکاح کر دیا۔[1]

زوجہ شیث علیہ السلام کو آسمانی مبارک

جب حضرت شیث علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت انوش علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو آسمان سے وہ مبارکباد کی آواز اس طرح سنا کرتی تھیں:

هَنِيْئًا لَكِ يَا بَيْضَآءُ قَدِاسْتَوْدَعَكِ اللهُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم۔

اے بیضا! تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بطن اطہر میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ودیعت رکھا ہے۔[2]

حضرت انوش علیہ السلام سے عہد

سرکار سیدنا شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے انوش علیہ السلام سے سیدنا آدم علیہ السلام کی طرح اس نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حفاظت کرنے اور اس کی عظمت کو بر قرار رکھنے کا عہد لیا۔[3]

قارئین کرام! اسی نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوری کائنات کو مستفیض فرمایا حتیٰ کہ انبیاء کرام و رسولان عظام علیہم السلام نے بھی اسی مبارک نور سے فیض حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو:

انبیاء کرام علیہم السلام کا نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مستفیض ہونا

دنیائے علمیت کی بہت بڑی شخصیت علامہ آلوسی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قیل: رأى مكتوبا على ساق العرش، محمد رسول الله فتشفع به، وإذا أطلقت الكلمة على عيسى عليه السلام، فلتطلق الكلمات على الروح الأعظم، والحبيب الأكرم صلى الله تعالى عليه وسلم، فما عيسى، بل وما موسى، بل وما الانبياء إلا بعض من ظهور أنواره، وزهرة من رياض أنواره۔

---

[1] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۰، ۲۲، الانوار و مصباح السرور و الافکار، ص ۶، ۷)

[2] (بیان المیلاد النبوی لابن جوزی، ص ۲۲، الانوار و مصباح السرور و الافکار، ص ۷)

[3] (الانوار و مصباح السرور و الافکار، ص ۷، مدارج، ج ۲، ص ۲)

حضرت آدم علیہ السلام نے عرش معلیٰ کے پائے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لکھاہوا دیکھا تو اس اسم مبارک کو شفیع بنایا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں ان پر کلمات کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سب اسی نور اعظم (محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ حبیب کردگار، احمد مختار، مدنی تاجدار، سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچا جان ہیں) نے آپ کی شانِ مقدسہ میں چند اشعار آپ کی خدمت میں پڑھنے کی اجازت طلب کی تو شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خوش ہو کر دعائیہ کلمہ (اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے) ارشاد فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا:

من قبلها طبت في الظلال وفي — مستودع حيث يخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر — أنت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة تركب السفين وقد — ألجم نسرا وأهله الغرق
تنقل من صالب إلى رحم — إذا مضى عالم بدا طبق
وردت نار الخليل مستترا — في صلبه أنت كيف يحترق
حتى احتوى بيتک المهيمن من — خندق علياء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت الأرض — وضاءت بنورک الأفق
فنحن في ذلک الضياء وفي — النور وسبل الرشاد تخترق[2]

مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ اور عقیدہ

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت اور مفسر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی یہ اشعار اپنی کتاب نشر الطیب میں درج کئے ہیں، اور ان کا ترجمہ اردو میں درج کیا ہے۔ ہم بھی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ ہی درج کرتے ہیں۔

---

[1] (تفسیر روح المعانی، ص ۲۱۷)

[2] (کتاب الوفا، ص ۳۵، خصائص الکبریٰ، ص ۹۷، مواهب اللدنیه)

ملاحظہ فرمایئے اور تھانوی صاحب کے عقیدہ کو بھی مد نظر رکھیئے:

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے، اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اور تلے جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے) سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے:

اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے۔ اس قصہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھا لیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے۔ یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے۔ اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا۔ اور آپ اس وقت بشر نہ تھے، اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتین جنین ہونے کے بہت قریب ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے۔ غرض آپ نہ بشر تھے، نہ علقہ، نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کے بتوں تک طوفان عرق پہنچ رہا تھا۔ (مطلب یہ کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا)۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا تھا:

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا۔ جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا، دوسرا طبقہ ظاہر (اور شروع) ہو جاتا تھا (یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نارِ خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مخفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فضیلت پر) شاہد ظاہر ہے۔ اولاد خندف میں سے ایک ذردہ عالیہ پر جاگزیں ہوا، جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے (خندف لقب ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب

کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔[1]

شرف الدین بوصیری اور مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کا عقیدہ

حضرت امام شرف الدین بوصیری جو کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں مقبول بھی ہیں، بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

وَ کُلُّ ای اَتی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِهَا   فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِم
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ کَوَاکِبُهَا   یُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِیْ ظُلَمٖ[2]

ان اشعار کا ترجمہ اور تشریح دیوبندیوں کی مایہ ناز شخصیت مولوی ذوالفقار علی کرتے ہوئے اپنے عقیدے کا بھی اظہار کرتے ہیں:

اور ہر معجزہ جس کو رسولان کرام علیہم السلام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پہنچا ہے کیونکہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں۔ اور اول وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل و کمال ہیں، اور انبیاء کرام علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں۔ پس جیسے قمر بوقت غیبوبت شمس استفادہ نور کا شمس سے کر کے شب تاریک کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح انبیاء استفادۂ فیوض ظاہری و باطنی روح پر فتوح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کر کے قبل ظہور وجود باوجود خلق کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ اور جب خود رونق بخش دنیا ہوئے تو سب چراغ پیش آفتاب ہو گئے۔[3]

علامہ عمر بن احمد خرپوتی علیہ الرحمۃ

انہیں اشعار قصیدہ بردہ شریف کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اِنَّ کُلِّ اٰیٍ وَصَلَ اِلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ فَهُوَ مِنْ نُوْرِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَنَّ کُلَّ مَا فِی الْکَوْنَیْنِ مِنْ نُوْرِهٖ۔

بے شک جو کچھ بھی کمالات انبیا کرام علیہم السلام کو ملے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک کی طفیل ہیں، اور کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب آپ کے نور پاک کی بدولت ہے۔

---

[1] (نشر الطیب، ص ۸ تا ۱۰، مطبوعہ دیوبند)
[2] (قصیدہ بردہ شریف)
[3] (عطر الوردہ، ص ۲۴، ۲۵، مطبوعہ دیوبند)

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ نُوْرُ الْاَنْبِیَآءِ اِسْتَمَدَّ مِنْ نُوْرِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔[1]

شیخ زادہ علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْمُکَوَّنَاتِ تَکَوَّنَتْ بِاَفَاضَۃِ فَیْضِ نُوْرِ النَّبِیِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اَلَّذِیْ ھُوَ الْمُسْتَفِیْضُ مِنَ الْفَیْضِ الْاَوَّلِ فَوَجُوْدِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔

موجودات میں جو کچھ بھی وجود میں آیا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فیض سے ہے۔ کیونکہ وجود اول آپ کے نور مبارک سے مستفیض ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود بھی اسی نور سے ہے۔[2]

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ

اسی مسئلہ بالتفصیل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمْ اِلیٰ رَبِّہٖ مُسْتَجِیْرًا فَاٰدَمُ تِیْبَ عَلَیْہِ وَاِدْرِیْسُ بِسَبَبِہٖ رَفَعَہُ اِلَیْہِ وَنُوْحٌ بِہٖ فِی الْفُلْکِ تَوَسَّلَ وَیُوْنُسُ فِی الدُّعَآءِ عَلَیْہِ عَوَّلَ وَالْخَلِیْلُ بِہٖ تَشَفَّعَ وَاَیُّوْبُ بِہٖ تَضَرَّعَ۔

ہر ایک نبی اپنے رب کے حضور (اس نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے) توسل کر کے پناہ مانگتے رہے۔ چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام کی لغزش انہیں کے وسیلہ سے قبول ہوئی۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کو انہیں کی وجہ سے مقام بلند میں دفع کیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں انہیں کا وسیلہ پکڑا۔ اور حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی دعا میں اسی وسیلہ پر اعتماد فرمایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام انہیں کو شفیع لائے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور تکلیف میں آپ ہی کو وسیلہ ٹھہرایا۔[3]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بارگاہِ شفیع مجرماں، وسیلہ بے کساں، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ہدیۃً عرض گزار ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْ لَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ   کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْ لَاکَ

[1] (عصیدۃ الشھدہ، ص ۱۰۱)
[2] (شرح شیخ زادہ بر حاشیہ عصیدۃ الشھدہ ص ۱۰۰)
[3] (المیلاد النبوی از ابن جوزی، ص ۲)

آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا، اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی اگر آپ نہ ہوتے۔

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسَبَا وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِہٖ

آپ کی ذات وہ ذات ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نور زیبا سے چمک رہا ہے۔

وَبِکَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُہٗ بَرْدًا وَقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاکَ

آپ ہی کے وسیلہ سے حضرت خلیل علیہ السلام نے دعا مانگی تو آپ کے روشن نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی اور بجھ گئی۔

وَدَعَاکَ اَیُّوْبُ بِضُرٍّ مَسَّہٗ فَاُذِیْلَ عَنْہُ الضُّرَّ حِیْنَ دَعَاکَ

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر ان کی مصیبت دور ہو گئی۔[1]

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قَدْ خُلِقَ کُلُّ شَیءٍ مِنْ نُوْرِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَمَا وَرَدَ بِہِ الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ۔

بے شک ہر چیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے بنائی گئی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی ہے۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات والا صفات کو سراج منیر کی صفت سے متصف کرنے کا نقطہ بیان فرماتے ہیں کہ:

أن السراج الواحد يوقد منه ألف سراج ولا ينقص من نوره شيء وقد اتفق أهل الظاهر والشهود على أن الله تعالى خلق جميع الأنبياء من نور محمد ولم ينقص من نوره شيء۔

بے شک ایک چراغ سے ہزار چراغ روشن کرتے جائیں تو پہلے چراغ کی روشنی میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہیں ہوتی، اس حقیقت پر جملہ اہل ظاہر اور شہود کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے تمام انبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور مبارک میں قطعاً کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔[2]

---

[1] (قصیدۃ النعمان، ص ۲۹)

[2] (روح البیان، ج۳، ص ۱۳۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

اپنے قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب و العجم میں لکھتے ہیں:

اِذَا مَا اَتَوا نُوْحًا وَ مُوْسیٰ وَ آدَمَا — وَ قَدْ هَالَهُمْ اَبْصَارُ تِلْکَ الصَّحَائِبِ

فَمَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ عِنْدَ هٰذِهٖ — بَنِی وَ لَمْ يَظْفِرْ هُمْ بِالْمَآرِبِ

هُنَاکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَنْحُوْ لِرَبِّهٖ — شَفِيْعًا وَ فَتَّاحًا لِبَابِ الْمَوَاهِبِ[1]

نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برتری اور عظمت

شیخ المحدثین عبد الحق محدث دہلوی، علامہ قسطلانی اور یوسف نبہانی علیہم الرحمۃ نے اپنی کتاب میں یہ روایت درج فرمائی ہے:

برانکہ اول مخلوقات وواسطۂ صدور کائنات وواسطۂ خلقِ عالم وآدم نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم است در اخبار آمدہ است کہ چوں مخلوق شد نور آنحضرت و بیرون آمد انہ وے انوار انبیاء علیہم السلام امر کرد او را پروردگار تعالیٰ کہ نظر کند بجانب انوار ایشاں پس نظر کرد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم و پوشید انوار ایشان را گفتند اے پروردگار ما ایں کیست کہ پوشید نور وے انوار ما را گفت اللہ تعالیٰ ایں نور محمد بن عبد اللہ است اگر آرید لوے میگردانم شمارا انبیاء گفتند ایمان آوردیم یارب بوے و بہ نبوت وے پس گفت رب العزت جل جلالہ گواہ شدم بر شما۔

ترجمہ: یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق دنیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا واسطہ اور وسیلہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ جب نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پیدا کیا گیا اور آپ کے نور مبارک سے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار نکالے گئے تو پروردگار عالم نے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ان انوار انبیاء علیہم السلام کی طرف نظر فرمایئے، جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان پر نظر فرمائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نور مبارک تمام انوار پر غالب آگیا، اور دوسروں کے نور ماند پڑ گئے۔

یہ انبیاء مرسلین تارے ہیں تم مہر مبین — سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

---

[1] (اطیب النغم، ص ۴، مطبوعہ دھلی)

اس پر وہ عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے رب یہ نور کس کا ہے؟ جس کے آگے ہمارے انوار ماند پڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نور محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ہے اگر تم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لاؤ گے تو میں تم کو نبوت سے سرفراز کروں گا۔ تو سب نے عرض کیا اے رب العزت! ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے تو اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے فرمایا میں تم پر گواہ ہوں۔[1]

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک، ہے چمن میں جن کی چہل پہل

وہ ہی اک مدینہ کے چاند ہیں، سب انہی کے دم کی بہار ہے!

مندرجہ بالا مستند حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولان عظام اور انبیاء کرام علیہم السلام میں جو جو کمالات اور معجزات ہیں وہ سب کے سب حبیب کردگار، مدنی تاجدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت اور ذات بابرکات کی وجہ ہی سے ہیں۔ ان کو جو کچھ بھی ملا، صدقہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ملا، اسی حقیقت کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

لے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے   حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی

جد انبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ تعمیر کر لیا تو پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا مانگی:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیهِمۡ رَسُولاً مِنۡهُمۡ یَتۡلُو عَلَیۡهِمۡ آیَاتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکِّیهِمۡ إِنَّکَ أَنۡتَ الۡعَزِیزُ الۡحَکِیمُ (البقرۃ ۱۲۹)

اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

جس رسول کی بعثت اور تشریف آوری کی ضرورت حضرت ابراہیم علیہ السلام محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کون ہیں؟ وہ ہمارے آقا و مولائے دو عالم تاجدار احمد مختار محمد

[1] (مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۳، ۲، مواهب اللدنیه، انوار محمدیه، ص ۸، مطبوعه مصر)

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جس کا تذکرہ خوب محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود اس طرح فرمایا ہے: اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ یعنی میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔[1]

قاضی منصور پوری

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا — ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

غیر مقلدین کے مشہور و معروف مولوی سلیمان منصور پوری صاحب اسی حقیقت کو اپنے انداز میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ جو انہوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بشمولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام مانگی تھی۔[2]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی اپنے قصیدے میں لکھتے ہیں:

وَدَعْوَتَ اِبْرَاھِیْمَ عِنْدَ بَنَائِہٖ — بِمَکَّۃَ بَیْتًا فِیْہِ نِیْلُ الرَّغَائِبٖ[3]

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

سرورِ کون و مکان، رسول انس و جان، مالک زمین و آسمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد آمد اور ولادت باسعادت کی انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی بشارت اور خوشخبری لوگوں کو دی۔ جیسا کہ سرکار سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی بشارت کا تذکرہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں اس طرح کیا ہے:

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف ٦)

رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کی تصدیق فرمادی جو کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہے:

أنا دعوة أبي إبراهيم وبشارة عيسى۔

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری ہی بشارت دی تھی۔[4]

---

[1] (دلائل النبوت للبیہقی، ج ۱، ص ۶۹)

[2] (رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۳۹۸)

[3] (قصیدۃ اطیب النغم، ص ۶)

[4] (دلائل النبوۃ، ج ۱ ۱، ص ۶۹، ۷۰، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۶، طبرانی شریف، شواھد النوت للجامی، ص ۷، ۸، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱ ۱، ۲۳، شفاشریف، جواھر البحار، معارج النبوت، اشعۃ اللمعات، ج ۴، سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۴۶، نشر الطیب، ص ۱ ۱، ۱۲)

اسی حدیث شریف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وہابی شاعر حالی نے لکھا ہے:

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل اور نوید مسیحا

قارئین حضرات! باعثِ تخلیق کائنات، سرور کائنات حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بشارات کا تذکرہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے اور محبوبِ رب دوجہاں، سیاح لامکاں، سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وہ عشّاق جنہوں نے کتب سابقہ اور صحائف الٰہیہ میں پڑھا ہے بیان فرمایا ہے جو کہ درج کیا جاتا ہے:

کتب سابقہ میں نبی آخر الزماں کی شان

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب سید العالمین رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکر مبارک انجیل کے علاوہ تورات میں بھی فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الأعراف ۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے، غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے۔ اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا۔ اور برائی سے منع فرمائے گا۔ اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا۔ اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ (الفتح ۲۹)

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں، اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے اور سجدے میں گرتے، اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں تھی، سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت تورات میں ہے، اور ان کی صفت انجیل میں۔

احادیث مبارکہ

احادیث مبارکہ میں بھی اس امر کا تذکرہ درج ہے کہ تورات میں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان مقدسہ درج ہے جیسا کہ حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرو سے ملا، اور پوچھا کیا تورات میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصاف حمیدہ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم قرآن کریم میں جو اوصاف حمیدہ بیان ہوئے ہیں، ان ہی میں سے بعض کا تورات میں بھی تذکرہ ہے۔ پھر انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا۔

اے نبی ہم نے تم کو شاہد اور بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، آپ ان پڑھوں کے نگہبان ہیں۔ تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا۔ نہ تم بد خلق ہو نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے۔ تم برائی کا بدلہ برائی سے نہ دو گے، بلکہ خطاکاروں کو معاف کرو گے۔ خدا اس وقت تک ان کو دنیا سے نہ بلائے گا، جب تک کہ ان کی برکت سے بگڑی ہوئی ملت کو سیدھا نہ کر دے گا۔ یہاں تک کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ کہنے لگیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله اور ان کے سبب اور طفیل اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان سننے والے اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔[1]

ایک روایت میں جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت کعب سے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تورات میں کیسے تعریف درج ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ أُمَّتُهُ الْحَمَّادُونَ، يَحْمَدُونَ اللهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَفِي كُلِّ مَنْزِلَةٍ، وَيُكَبِّرُونَ اللهَ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ، رُعَاةُ الشَّمْسِ، يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ إِذَا جَاءَ وَقْتُهَا، وَلَوْ كَانُوا عَلَى رَأْسِ كُنَاسَةٍ وَيَأْتَزِرُونَ عَلَى أَوْسَاطِهِمْ، وَيُوَضِّئُونَ أَطْرَافَهُمْ، وَأَصْوَاتُهُمْ بِاللَّيْلِ فِي جَوِّ السَّمَاءِ كَأَصْوَاتِ النَّحْلِ۔

محمد رسول اللہ میرے بندے مختار ہیں۔ ان کی ولادت گاہ مکہ مکرمہ اور ہجرت گاہ طیبہ ہے۔ ان کے امتی اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرنے والے ہیں، وہ خوشی اور غمی میں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور ہر بزرگی کے مقام پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں گے، اور نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتے رہیں گے، خواہ کوڑا کرکٹ کی جگہ پر کیوں نہ ہوں، اور اپنے واسطوں پر

---

[1] (صحیح بخاری، دارمی شریف، ص ۱۴، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۲، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۸، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۶، شواھد النبوت، ص ۹، استیعاب، ج ۱، ص ۵۳)

آزار بند باندھیں گے اور اپنے اطراف کو روشن اور منور رکھیں گے اور رات کو ان کی دھیمی دھیمی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اذکار کی آوازیں آسمانی فضا کو معمور کریں گی۔[1]

مولوی اکبر شاہ نجیب آبادی

مولوی اکبر شاہ نجیب آبادی جو کہ مشہور و معروف مورخ ہیں، اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ الاسلام کے باب چہارم میں "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں" کی سرخی دے کر لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق گذشتہ انبیاء بالخصوص ان انبیاء علیہم السلام نے جن کے ماننے والے عرب اور شام کے ملکوں میں آباد تھے صاف الفاظ میں اپنی اپنی امتوں کو خوشخبریاں سنادی تھیں کہ ہمارے بعد ایک کامل نبی ملک عرب میں مبعوث ہونے والا ہے۔ ان انبیاء کے لائے ہوئے صحائف اور ان کے کلماتِ طیبات تمام وکمال تو موجود اور محفوظ نہیں تاہم ان کے منحرف و مبدل صحائف ناقص و ناتمام حالات میں جو ہم تک پہنچ سکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق پیش گوئیوں کا ایک معقول حصہ موجود ہے۔ اور ان کے ماننے والے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منتظر تھے۔ اسی لئے بہت سے ذی علم اور سمجھ دار اہل کتاب خلوص اور نیک طینیتی سے متصف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دعویٰ نبوت کو سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے تھے۔

کتب تاریخ وسیر میں بالتفصیل یہ حالات مذکور ہیں کہ اکثر علمائے یہود و نصاریٰ کو صحفِ سابقہ کی مندرجہ پیش گوئیوں کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیدائش اور بعثت کا زمانہ معلوم تھا، آپ کے خاندان میں نبی آخر الزماں پیدا ہونے چاہیئیں، آپ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر پیش آیا۔ وہاں ایک نصرانی عالم بجیرا راہب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ کر ابو طالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کی بڑی خبر داری رکھو یہ نبی آخر الزماں ہو گا، میں نے کتب سماویہ میں نبی آخر الزماں کی جو علامات دیکھی ہیں وہ سب کی سب اس میں موجود ہیں۔ یہودی اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پچیس سال کی عمر میں دوبارہ تشریف لے گئے تو وہاں نسطورا راہب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بغور دیکھا اور پھر کتب سماویہ اور اپنے قدیم نوشتے نکال کر مطالعہ کئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہمراہی قافلوں سے کہا کہ یہ شخص نبی آخر الزماں ہونے والا ہے۔ کیونکہ ہمارے نوشتوں میں کتب سماویہ کی بناء پر جو جو علامات خاتم الانبیاء کی نسبت مندرج

---

[1] (سنن الدارمی، ص ۱۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۸، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۳۸، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۴، شواھد النبوت، ص ۹)

ہیں وہ تمام خط و خال اس شخص میں موجود ہیں۔ پھر ابتدائی وحی نازل ہونے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جو بہت بڑے عالم تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نسبت کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نبی آخر الزماں ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً مجوسی تھے۔ اس مذہب سے بیزار ہو کر یہودی مذہب اختیار کیا، لیکن یہودیت میں بھی تسکین قلب میسر نہ ہوئی، چنانچہ یہودی مذہب چھوڑ کر عیسائی بن گئے۔ ان مذاہب میں انہوں نے نبی آخر الزماں کی پیش گوئیاں دیکھیں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان ہی پیشن گوئیوں کی بناء پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نبیٔ آخر الزماں مانا اور صدق دل سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ نجاشی بادشاہ حبش نے بھی صحف قدیمہ کی پیشن گوئیوں کے موافق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نبی آخر الزماں تسلیم کیا اور مسلمان ہوا۔ ۷ھ کی ابتداء میں قیصر روم یعنی ہرقل کے پاس جبکہ وہ بیت المقدس میں آیا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خط پہنچا کہ مسلمان ہو جاؤ تو اس نے بھی صحف انبیاء کی پیش گوئیوں سے واقف ہونے کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی گو باقاعدہ اسلام قبول نہ کر سکا۔[1]

مولوی بدر عالم دیوبندی

دیوبندی حضرات کے مشہور و معروف مولوی بدر عالم صاحب قرآنی آیات لکھ کر ان کا خلاصہ اس طرح لکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ کہ آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات وانجیل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات آپ کا نام مبارک اور آپ کی خاص خاص صفات کا نقشہ اتنا مکمل کھینچ دیا گیا تھا کہ اہل کتاب اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورت مبارکہ دیکھنا چاہیں تو ان کے آئینہ میں صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ اتنی صاف کہ آپ کی معرفت کو اگر بیٹوں کی معرفت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ شاید قرآنی لفظ یَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا میں بھی اس طرف کچھ اشارہ نکلتا ہے۔ اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر (علیہ الرحمۃ) نے نصرانی بادشاہوں کے پاس آپ کی تصاویر موجود ہونے کی روایت اسی آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہے۔ اور اس پر مقبر ہونے کا حکم بھی نقل کیا ہے۔ تفاسیر میں منقول ہے کہ جب کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد یہ سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت تم کو فی الواقع اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ

[1] (حجۃ الاسلام، ص ۱۰۷ تا ۱۰۹، مطبوعہ بجنور)

کے بیان پر ہوتا ہے جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان صحف سماویہ کے ذریعہ حاصل تھی جن میں شک وتردد کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آپ کے اسی سابق تعارف کی بناء کتب سیر و تاریخ سے اہل کتاب کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا منتظر رہنا بلکہ معین وقت پر تلاش کے لئے نکل کھڑا ہونا بھی ثابت ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسی تعارف کی وجہ سے ظہور قدسی سے قبل اہل کتاب میں بڑی گرما گرمی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چرچا تھا۔ بلکہ ایک دوسرے سے مقابلے کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ مل کر دوسروں کو جنگ کی دھمکیاں دینا بھی ثابت ہے۔[1]

ابراہیم میر

غیر مقلدین وہابی حضرات کے مولوی ابراہیم سیالکوٹی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ کتب سابقہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مولد (جائے ولادت) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وطن و مسکن، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مہجر (ہجرت گاہ) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جنگی اور اسلامی کارنامے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معجزات وبرکات، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نمایاں علامات ونشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے مکتوب ومذکور ہے۔ اور باوجود عہد بعہد کی تحریفات لفظیہ ومعنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معجزات ظہور قدسی کے نور نے ان تحریفات کی ظلمتوں کو دور کر دیا۔ جب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی وحی سے بنی اسرائیل کو آپ کی بشارت سنائی، یہودی برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منتظر رہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے ظہور پر یہودی آپ علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کیا تو ایلیاہ ہے؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کیا تو مسیح ہے؟ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں نہیں، وہ پھر پوچھتے ہیں کہ کیا تو نبی ہے؟ آپ علیہ السلام کہتے ہیں نہیں (انجیل یوحنا باب اول) وہ نبی سے مراد وہی نبی موعود نبی آخر الزماں تھا۔ جس کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سنائی تھی۔[2]

---

[1] (ترجمان السنة، ج ۴، ص ۵۴)

[2] (استثناء، باب ۱۸، درس ۱۸)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم طائف کے تبلیغی سفر سے واپس پھرے تو رستے میں جنات کا ایک ٹولہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قرأت قرآن سن کر مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى (الأحقاف ۳۰) یعنی ہم نے کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے۔

انہوں نے مِنْ بَعْدِ مُوسیٰ اس لئے کہا کہ وہ امت موسویہ میں سے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ ظہور قدسی سے پہلے یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور کی منتظر تھیں۔[1]

ابن قیم

دیوبندیوں اور وہابیوں کے مجدد ابن قیم نے بھی لکھا ہے کہ اہل کتاب کے علماء کا بھی یہی نظریہ ہے کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام محمد ہی مذکور ہے۔[2]

قارئین حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرآن پاک سے اس حقیقت کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سرورِ کون و مکاں، سیاحِ لامکاں، سرورِ مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے نفع، فائدہ اور فتوحات حاصل کرتے تھے اور ان کے منتظر تھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ فرماتا ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ (البقرة ۸۹)

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا، اس سے منکر ہو بیٹھے۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں مستند مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے کہ یہودی کس طرح دعا مانگتے تھے درج کیا ہے جو پیش کرتا ہوں:

اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد نعته وصفته في التوراة۔

اے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرما اُس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے، جس کی نعت اور صفت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔[1]

---

[1] (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۳۹ تا ۱۴۱)

[2] (زادالمعاد اردو، ج ۱، ص ۷۵)

علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ۔

اے اللہ تعالیٰ نبی اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے ہم کو فتح عطا فرما اور ہماری مدد فرما۔[2]

امام ابن جریر الطبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہودی یوں دعا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ لَنَا ھٰذَا النَّبِیَّ یَحْکُمُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ النَّاسِ یَسْتَفْتِحُوْنَ یَسْتَنْصِرُوْنَ بِہٖ عَلَی النَّاسِ۔

اے اللہ اس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مبعوث فرما جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے۔

اور وہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے لوگوں پر فتح اور مدد طلب کرتے تھے۔[3]

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس طرح دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ ھٰذَا النَّبِیَّ الَّذِیْ نَجِدُہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَنَا حَتّٰی یُعَذِّبَ الْمُشْرِکِیْنَ وَیَقْتُلَھُمْ۔[4]

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہودی یوں دعا مانگتے تھے:

اللھم إنا نستنصرک بحق النبي الأمي إلا نصرتنا علیھم۔

اے اللہ تعالیٰ! ہم تجھ سے نبی اُمی کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہم کو ان مشرکین پر فتح دے کر مدد فرما۔[5]

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ بھی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ:

أن یھود کانوا یستفتحون علی الأوس والخزرج برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مبعثہ۔

بے شک یہود اوس اور خزرج قبیلہ پر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔[6]

---

1 (تفسیر جلالین، ص ۱۴، تفسیر النیسابوری، ج ۱، ص ۳۲۷، سراج المنیر، ص ۷۳، مدارک، ج ۱، ص ۴۷، ابو السعود، ج ۱، ص ۳۹۲، جامع البیان، ص ۱۶)

2 (تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۴۲۸)

3 (تفسیر ابن جریر، ج ۱، ص ۳۱۰)

4 (تفسیر ابن جریر، ج ۱، ص ۳۱۰)

5 (تفسیر درمنثور، ج ۱، ص ۲۱۶، الناشر: دار الفکر - بیروت)

6 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۴)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی آیۃ شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

كَانَتْ يَهُوْدُ تَسْتَفْتِحُ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم عَلىٰ كُفَّارِ الْعَرَبِ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ ابْعَثِ النَّبِيَّ الَّذِىْ نَجِدُهٗ فِي التَّوْرَاةِ مُعَذِّبَهُمْ وَ نَقْتُلُهُمْ۔

یہود کفار عرب پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! اس نبی کو مبعوث فرما جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں تاکہ ہم ان کفار عرب کو عذاب دیں اور قتل کریں۔[1]

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم، بیہقی اور حاکم نے اسنادِ صحیحہ اور طریقِ متعددہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ اور خیبر کے یہودی جب مشرکین عرب بنی اسد اور بنی غطفان جہینہ، غدرہ کے ساتھ مقابلہ کرتے اور جنگ میں شکست کھاجاتے تو وہ اپنے یہودی علماء کے پاس آتے۔

توان یہودی علماء نے ان کو فتح اور نصرت کے لئے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اِنَّا نَسْئَلُکَ بِحَقِّ اَحْمَدَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُخْرِجَهٗ لَنَا فِىْ آخِرِ الزَّمَانِ وَبِكِتَابِکَ الَّذِىْ تُنْزِلُ عَلَيْهِ آخِرَ مَا يُنْزِلُ اَنْ تُنْصُرَنَا عَلىٰ اَعْدَائِنَا۔

اے رب ہمارے ہم تجھ سے اس نبی وامی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جن کے بھیجنے کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کتاب کی برکت سے کہ جو تو ان پر نازل فرمائے گا۔ سب کتابوں سے پیچھے پس تو ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرما۔[2]

دیوبندیوں کے مقتدر مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیۃ کی تفسیر لکھتے ہیں کہ قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔[3]

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی اس آیۃ کے تحت ہی لکھتے ہیں کہ (اس آیت) میں اہل کتاب کی اسی حالت کا ذکر ہے۔ اور اس وجہ سے خدا تعالیٰ ان کو ملزم گردانتا ہے کہ آپ کے ظہور سے پہلے تو وہ دعائیں مانگتے تھے کہ خداوند ہم کو نبی آخر

---

1 (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۴، ۴۵)

2 (تفسیر عزیز، ج ۱، ص ۳۲۹، التوسل بالنبی، ص ۲۰۰)

3 (تفسیر عثمانی، ص ۲۲، برحاشیہ قرآن پاک تاج کمپنی)

الزماں کی برکت سے کفار پر فتح بخش لیکن جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آگیا اور انہوں نے اسے آثار اور علامات سے پہچان لیا تو وہ کافر ہو گئے تھے۔[1]

سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالنَّبِيِّ آخِرِ الزَّمَانِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

اور وہ کافروں پر فتح مانگتے تھے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے۔[2]

شیخ الوہابیہ حافظ محمد صاحب لکھوکے والے لکھتے ہیں کہ:

تے آہے استھیں پیش یہودی طلب فتح کردے

اُپر انہاں جو کافر ہوئے جد تنہاں شروں ڈردے

جو یارب دہ اساں فتح انہاں پر حرمت اس نبی دے

جو وچ زمانے آخر جسدی صفت تورات پڑھندے

تا فتح انہانوں ملدی وچ معام لکھ دسیایا

تے اہل شرک نوں کہن یہودی وقت نبی ہُن آیا[3]

مولوی محمد علی کاندھلوی

مولوی محمد علی کاندھلوی جو کہ دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ والے اس بات کے گواہ تھے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہودی آنے والے نبی کے منتظر تھے۔ ابن اسحٰق، ابن سعد، مسند احمد، تاریخ بخاری، مستدرک، حاکم، دلائل بیہقی، معجم طبرانی اور دلائل ابو نعیم میں متعدد روایتیں ایسی ہیں جن سے مجموعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودیوں میں ایک آنے والے پیغمبر کے جلد ظاہر ہونے کے چرچے رہا کرتے۔ اور ان ہی سے سن سن کر اوس اور خزرج کے کانوں میں پیغمبر کی آمد کی خبر پڑی ہوئی تھی۔ اور اکثر کے لئے یہ خبر ہدایت کا باعث بنی۔

[1] (سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۴۱)
[2] (تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، ص ۲۲)
[3] (تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۷۵)

قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جب یہودیوں کا کفار سے مقابلہ ہوتا اور مقابلے میں مغلوب ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

مولوی کاندھلوی صاحب **یستفتحون** کے لفظ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ائمہ تفسیر کی اکثریت نے معنی یہی بتائے کہ یہودی اس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا واسطہ دے کر کافروں پر غلبہ اور برتری کی اللہ کی جناب میں دعائیں مانگتے تھے۔ قرطبی نے ان ہی معنی کی تائید ایک حدیث سے کی ہے۔

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم **يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْکَ الْمُهَاجِرِيْنَ** غریب مہاجروں کی دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کا قبیلہ غطفا سے مقابلہ ہوا۔ مقابلہ میں یہودی شکست کھا گئے تو یہود نے اس دعا کا سہارا لیا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي وَعَدْتَنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِلَّا تَنْصُرُنَا عَلَيْهِمْ۔

حافظ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا بنی اسرائیل میں رائج تھا۔[1]

مولوی محمد علی صاحب کاندھلوی دیوبندی نے تو واضح الفاظ میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد سے پہلے یہودی بڑی بے چینی کے ساتھ اس نبی کے منتظر تھے جس کی بعثت کی انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی تھی۔ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو کفار پہ غلبہ ملے اور ہمارے عروج کا دور شروع ہو۔ خود اہل مدینہ اس بات کے شاہد تھے کہ بعثت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پہلے بھی ان کے ہمسایہ یہودی آنے والے نبی کی امید پر جیا کرتے تھے اور ان کا آئے دن کا تکیہ کلام تھا کہ اچھا اب تو جس کا جی چاہے ہم پر ظلم کرلے جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آئے گا تو ہم سب ان ظالموں کو دیکھ لیں گے۔[2]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تفسیر فتح العزیز المشہور تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ:

بودند ایں یہودیاں قبل از نزول ایں کتاب معترف و مقر مہ نبوت ایں شخص و بزرگی او بر جمیع انبیاء زیرا کہ در وقتِ جنگ و خوفِ شکست بر خود طلبِ فتح و نصرت میکردند از جناب الٰہی بنام ایں

---

[1] (تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۲۷)

[2] (معالم القرآن، ص ۳۹۴ تا ۳۹۷)

پیغمبر و میدانستند کہ نامِ او ایں قدر برکت دارد کہ بسبب ذکر آں و توسلے باں فتح و نصرت حاصل میشود و ازالہ ادیانِ باطلہ باں مرتبہ رسیدہ است کہ نام او حکم لشکر جرار دارد۔

یہودی اس کتاب قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے ہی سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نبوت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر بزرگی کا اقرار کرتے تھے اس لئے وہ لڑائی میں شکست کے خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام سے فتح اور نصرت طلب کرتے تھے۔ اور یہ جانتے تھے کہ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی اس قدر بابرکت ہے کہ اس کے ذکر اور توسل سے فتح اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کا نام مبارک تمام پیغمبروں پر مقوی اور مددگار جانتے تھے۔ اور ان کا اس پر بھی یقین تھا کہ کافرکشی اور باطل دینوں کو ختم کرنے کے لئے آپ کا نام مبارک ایک لشکرِ جرار کے قائم مقام ہے۔[1]

شیخ المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

شیخ المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہود سے بڑھ کر سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت کی حقیقت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے احوال و اوصاف سے دانا اور شناسا اور کوئی قوم نہ تھی۔ کیونکہ ان کے پاس آسمانی کتابیں اور حضور کے اوصاف و احوال موجود تھے۔ جنہیں یہ پڑھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت اور رسالت اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہا کرتے تھے۔ ان کے آباء مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے اور بشارت دیا کرتے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وجودِ گرامی کی خبریں دیا کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرۃ ۱۴۶)

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

چونکہ باپ کو اپنے بیٹوں کے بارے میں علم یقینی اور شہودی ہوتا ہے۔ اس لئے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت اور پہچان کو ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔[2]

---

[1] (تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۳۲۹)

[2] (مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۸۶)

شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ القوی

شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ القوی نے اپنی کتاب مستطاب ختم النبوۃ میں ایک روایت درج فرمائی ہے کہ ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَانَ یُسَمّٰی فِی الْمَلَاحِمِ وَالْقَدِیْمَۃِ اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ وَالْمَاحِیْ وَالْمُقَفِّیْ وَنَبِیُّ الْمَلَاحِمِ وَحِمْطَایَا وَفَارْقَلِیْط وَمَاذمَاذ۔

اگلی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے یہ نام تھے احمد، محمد، ماحی کفر و شرک کو مٹانے والے مقفّٰی سب پیغمبروں علیہم السلام سے پیچھے تشریف لانے والے نبی الملاحم جہادوں کے پیغمبر، حمطایا حرم الٰہی کے حمایتی، فارقلیط حق کو باطل سے جدا کرنے والے ماذماذ ستھرے پاکیزہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[1]

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری جو کہ سردار الوہابیہ ہیں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہم (خدا) نے تجھ سے پہلے آسمانی کتاب دی ہے یعنی یہود و نصاریٰ میں سے نیک لوگ وہ بھی اس سچی تعلیم اور اس تعلیم کے پہنچانے والے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔[2]

علامہ صدر الدین علی فرماتے ہیں کہ:

اَهْلُ الْکِتَابِ کَانُوْا یَعْرِفُوْنَ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ۔

اہل کتاب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پہچان اس طرح تھی جیسے کہ اپنے بیٹوں کی۔[3]

دیوبندیوں کے مقتدر رہنما

انور شاہ کشمیری کے شاگرد مولوی بدر عالم صاحب اسی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تفاسیر میں منقول ہے کہ جب کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت کو فی الواقع اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی تو انہوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے۔ جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت

[1] (ختم النبوۃ، ص ۱۱)
[2] (تفسیر ثنائی، ص ۲۴، سورۃ الانعام، مطبوعہ امرتسر)
[3] (شرح الطحاویہ فی العقیدہ السلفیہ، ص ۲۷۸، مطبوعہ ریاض)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان 'صحف سماویہ' کے ذریعے سے حاصل تھی جس میں شک وتردد کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔[1]

مولوی بدر عالم ہی لکھتے ہیں:

نہ دانم آں گل رعنا چہ رنگ بود   کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے اوداری

آپ کی بعثت سے قبل کتب سابقہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تعارف اتنی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا تھا وہ شاہانِ تخت نشیں ہوں یا راہ بینِ گوشہ نشیں۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی کے لئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ اہل کتاب اس کو چھپانے کی ہزار کوشش کرتے مگر چھپا نہ سکتے تھے۔ اسی بناء پر قرآن کریم نے جابجا ان کو قائل کیا ہے۔ اور اس تعارف کے کتمان اور تحریف کا مجرم قرار دیا ہے۔[2]

ابنِ تیمیہ

ابن تیمیہ جو کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کے مجدد ہیں۔ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق سو مقامات سے بھی زیادہ بشارات موجود ہیں۔ مولوی بدر عالم ابن تیمیہ کی یہ عبارت درج کر کے لکھتے ہیں کہ ان بشارات کا تھوڑا سا تفصیلی تذکرہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں لکھا ہے۔[3]

قارئین کرام! اب آپ کے سامنے موجودہ محرف شدہ تورات میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کے متعلق جو پیشن گوئیاں ہیں وہ درج کی جاتی ہیں۔ پڑھیئے اور محبوب رب العلا کی عظمت و رفعت شان و شوکت کو ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] (ترجمان السنة، ج۴، ص۵۴)
[2] (ترجمان السنة، ج۴، ص۵۰)
[3] (ترجمان السنة، ج۴، ص۵۰)

موجودہ تورات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نشانی

سب کا نبی

تورات سفر پیدائش کے باب ۴۹ کی ان آیات میں ہے کہ:

۱۔ اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ تا کہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرے گا۔

۲۔ اے یعقوب کے بیٹو! جمع ہو کر سنو، اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔

۱۰۔ یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی، اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہو گا، جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔[1]

مسلمانوں کے نزدیک شیلوہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ کیونکہ پیدائش کی آیات سے واضح ہے کہ شیلوہ یہوداہ کی نسل سے نہیں ہو گا، کیونکہ شیلوہ کی آمد اور تشریف آوری سے نسل یہوداہ کی حکومت اور سلطنت کا چھوٹ جانا واضح ہو رہا ہے۔ اگر شیلوہ نسلِ یہوداہ سے ہو تو پھر یہوداہ کی نسل کا چھوٹ جانا نہیں ہونا چاہیئے تھا بلکہ سلطنت کی بقاء اور ترقی کا سبب ہونا چاہیئے تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہوداہ کی نسل میں جو کچھ ریاست و حکومت تھی وہ سب جاتی رہی۔ جیسا کہ قرائے بنی نضیر اور خیبر سب آپ ہی کے زمانہ میں فتح ہو گئے۔ کتاب پیدائش کا یہ جملہ کے 'قومیں شیلوہ کی مطیع ہوں گی' سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ وہ صرف اور صرف نبی آخر الزمان سید مرسلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الأعراف ۱۵۸)

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

---

[1] (پیدائش، باب ۴۹)

بنی اسرائیل کے بھائیوں سے نبی

توریت کی کتاب استثناء میں حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل کو فرمایا کہ اللہ کریم نے مجھے فرمایا ہے کہ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔[1]

عیسائی حضرات اس پیشن گوئی میں ایک نبی کا مصداق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ بلکہ ان کے عقائد کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کے بعض گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین خدا اور بعض خدا تعالیٰ کا اکلوتا بیٹا جانتے ہیں۔ اور اس پیشن گوئی میں ایک نبی کی تشریف آوری کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پیشن گوئی کا مصداق قرار دینا سراسر غلط ہے۔

نیز اس پیشن گوئی میں اس آنے والے نبی کے متعلق یہ بھی وضاحت کی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا نہ کہ خود بنی اسرائیل میں سے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ اور بنی اسرائیل سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام دونوں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ اور آپ میں دونوں بھائی ہیں۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ جس نبی کی آمد کی اطلاع دی گئی ہے وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا۔ پس وہ شخصیت نبی آخر الزماں شفیع مجرماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی اس پیشن گوئی کا مصداق کسی طریق پر بھی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قدرت الٰہی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔

شہنشاہِ کون و مکاں

کتاب یسعیاہ نبی کے اکتالیسویں باب میں درج ہے کہ کس نے مشرق سے اس کو برپا کیا جس کو وہ صداقت سے اپنے قدموں میں بلاتا ہے۔ وہ قوموں کو اس کے حوالہ کرتا اور اسے بادشاہوں پر مسلط کرتا ہے۔ اور ان کو خاک کی مانند اس کی تلوار

---

[1] (استثناء، باب ۱۸، آیت ۱۸ تا ۲۱)

کے اور اڑاتی ہوئی بھوسی کی مانند اُس کی کمان کے حوالہ کرتا ہے۔ وہ ان کا پیچھا کرتا اور اس راہ سے جس پر پیشتر قدم نہ رکھا تھا سلامت گزرتا ہے۔[1]

یہ پیشن گوئی بھی سردار انس وجاں، سیاح لامکاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے برپا ہونے کی سمت مشرق بتائی ہے۔ اور ملک عرب براعظم ایشیاء میں ہے۔ ایشیائی ممالک اور زبانوں کو مشرقی ممالک اور مشرقی زبانیں کہا جاتا ہے۔ اس پیشن گوئی میں اپنے قدموں میں بلانے میں واقعہ معراج شریف کا تذکرہ ہے کہ عالم بیداری میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تمام آسمانوں کی سیر کراتے ہوئے لامکان پر بلایا اور قرب کا بیان ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی (۸) فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ أَوْ أَدْنٰی (النجم ۹) سے بیان فرمایا ہے۔ بادشاہوں پر مسلط کرنے کا پیشن گوئی میں جو تذکرہ ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالتِ عامہ اور کائنات پر حکومت اور اختیار کا تذکرہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (النساء ۶۵)

اور وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِینَ (الانبیاء ۱۰۷) آیات شریفہ میں ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:

أُعْطِیتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ۔

مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔[2]

اس پیشن گوئی میں اس کے مصداق کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کا پیچھا کرتے ہوئے ایسے دشوار ترین راستوں سے سلامت گزر جائے گا جہاں اس سے پیشتر اس نے قدم بھی نہ رکھا ہو گا۔

اس کی تصدیق قرآن پاک کی یہ آیۃ کریمہ کرتی ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِینَ کَفَرُوا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوا خَیْرًا وَکَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِینَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیزًا (۲۵) وَأَنْزَلَ الَّذِینَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ مِنْ صَیَاصِیهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِیقًا (۲۶) وَأَوْرَثَکُمْ أَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِیرًا (الأحزاب ۲۷)

---

[1] (یسعیاہ، باب ۴۱، آیت ۲ تا ۴)

[2] (صحیح بخاری، ج۵، ص ۱۲۴، المکتبۃالفاروقیۃ)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمائی اور اللہ تعالیٰ زبردست عزت والا ہے۔ اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی، انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا، ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید، اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

تورات میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ دیکھیئے تورات میں یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۲۱ میں عرب کی بابت بار نبوت کی سرخی کے تحت لکھا ہے کہ:

۱۳۔ اے دوانیوں کے قافلو تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔

۱۴۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔

۱۵۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔

۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔

۱۷۔ اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے، کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔[1]

مندرجہ بالا پیشن گوئی ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ہے کیونکہ عرب میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی تشریف لائے مکہ اور مدینہ منورہ عرب میں ہیں۔ اور ان آیات میں ہجرت کا تذکرہ ہے۔ آیات کو ملاحظہ کریں اور استدلال کو پڑھیں۔ آیت نمبر ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے، جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ منورہ گئے تھے۔ آیت نمبر ۱۳ میں دوانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کے استقبال اور ان کی مہمان نوازی کرنے کا تذکرہ ہے، جو کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے پر خدمات کیں، دوانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں کیونکہ دوان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یفسان کے بیٹے کا نام ہے۔ دوان کے دوسرے بھائی کا نام سبا ہے، سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی اوس اور خزرج کے

[1] (یسعیاہ باب ۲۱، آیت ۱۳ تا ۱۷)

قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ اس کی وضاحت ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے۔ اس آیت میں مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہو گی کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے انصار نسلِ دوان سے ہوں گے کا بھی تذکرہ ہے۔ اور اسی طرح وقوع پزیر ہوا۔ تیما حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں صاحبزادہ کا نام ہے، جن کی اولاد مدینہ منورہ کے عقب میں آباد ہوئی۔ اہل مدینہ وحوائی مدینہ کو نصرت و تائید کا تذکرہ کرنے کے بعد آیت ۱۶، ۱۷ میں قریشیوں کا انجام بتایا ہے، آیت میں قریش کو قیدار والے کہا گیا ہے۔ کیونکہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش ان ہی کی نسل میں سے ہیں، اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز کم ہو جائیں گے اور ان کی شان و شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت سے ایک ہی سال کے بعد غزوۂ بدر کا عظیم معرکہ ہوا جس میں قریش کے نامور سردار اور بہادر مارے گئے۔ اور ان کے رعب داب، عظمت اور حشمت کو عظیم نقصان پہنچا، پس مندرجہ بالا آیات سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کا نقشہ ظاہر وعیاں ہے۔

بنی نجار کی لڑکیوں کے گیت کا ذکر

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے کے وقت مدینہ منورہ والوں کے بچوں نے جو اشعار پڑھے ان کا بھی تذکرہ یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب نمبر ۴۲ میں موجود ہے۔

قیدار کے آباد گاؤں اپنی آوازیں بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں۔[1]

انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں میں مدینہ منورہ کا نام سلع ہے۔ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں پر ایک ٹیلہ ہے جس کو اہل مدینہ سلع کے نام سے پکارتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکمِ خداوندی

اب توریت مروجہ جو کہ تحریف شدہ ہے اس سے سرورِ کائنات، فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف اور آمد آمد کا تذکرہ اور بشارات درج ہیں، پیش کرتا ہوں:

موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: ”خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا، اور خداوند نے مجھے کہا کہ

[1] (یسعیاہ، باب ۴۲، آیت ۱۱)

وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا، وہی وہ ان سے کہے گا۔[1]

وہ دین جس کی ہر بات وحیِ خدا　　　　چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

کوہِ فاران

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب استثناء میں ہے: اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی، وہ بے قوموں سے محبت رکھتا ہے۔[2]

مندرجہ بالا تورات کی عبارت میں تین رسولوں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا تذکرہ ہے۔ سینا سے مراد کوہِ سینا ہے، جس کو کوہِ طور کہتے ہیں۔ خدا کا آنا اس پر پہاڑ پر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جگہ پر کتاب تورات عطا ہوئی، اور شعیر سے کوہِ شعیر مراد ہے، جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا ہوئی۔ اور فاران سے کوہِ فاران مراد ہے جو کہ مکہ معظمہ میں ہے، اور جس کو کوہِ حرا کہا جاتا ہے۔ جہاں شہنشاہِ رسولاں، شفیع مجرماں، وسیلۂ بے کساں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تنہائی میں عبادت کرتے تھے اور اس جگہ وحی کا نزول ہوا اور قرآن پاک کا نزول شروع ہوا، پس کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر قرآن پاک کا نزول ہے۔ لاکھوں قدسیوں سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ آتشی شریعت سے احکام شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مراد ہے جس میں قتل، زنا، ڈاکہ زنی، شراب خوری وغیرہم اور جہاد کے احکام ہیں۔

یہود کو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار

یہودیوں اور دیگر اہل کتاب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کا سخت انتظار تھا، جیسا کہ یوحنا کی انجیل کی عبارت سے واضح ہے، ملاحظہ ہو:

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کے پاس بھیجے کہ تم کون ہو؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا میں مسیح نہیں ہوں، کیا تو وہ نبی (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں"۔[1]

---

[1] (تورات استثناء، باب ۱۸، آیت ۱۵ ،۱۷)

[2] (کتاب استثناء، باب ۳۳، آیت ۲)

قارئین کرام! اب علماء یہود نے سرورِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان اور نعت اپنی کتاب میں پڑھی۔ ان کو اہل سیر اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ وہ پیش کی جاتی ہیں:

[1] (انجیل یوحنا، باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱)

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق علماء یہود کا اقرار

تبع نامی بادشاہ

اکابر محدثین علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی مستند کتب میں درج کیا ہے کہ تبع نامی یمن کے بادشاہ کا مدینہ منورہ کی سرزمین پر گزر ہوا تو اس کے ہمراہ تورات کے چار سو جیّد علماء بھی تھے۔ سب علماء نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ ہم کو اس سرزمین پر ہی ٹھہرنے کی اجازت دیجیئے۔ ان کے عرض کرنے پر بادشاہ نے اس کا سبب پوچھا تو علماء نے یہ کہا کہ ہم نے انبیاء سابقہ علیہم السلام کے صحائف میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی تشریف لائیں گے۔ ان کا مبارک اسم شریف محمد ہو گا۔ اور یہ سرزمین (مدینہ منورہ) ان کی دارالہجرت ہو گی۔ اس پر بادشاہ نے ان سب علماء کو وہاں پر قیام پزیر ہونے کی اجازت دے دی۔ اور ہر عالم کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان تعمیر کرایا۔ اور سب کے نکاح کرا دیئے، اور ہر ایک کو کثیر تعداد میں مال دیا۔ اور ایک مکانِ خاص نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے تیار کرایا۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہجرت فرما آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام لانے اور دیدار کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

شَهِدتُّ عَلٰی اَحۡمَدَ اَنَّهٗ　　رَسُوۡلٌ مِنَ اللّٰهِ بَارِیَ النَّسَم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

فَلَوْ مَدَّ عُمۡرِیۡ اِلٰی عُمۡرِهٖ　　لَكُنۡتُ وَزِیۡرًا لَّهٗ وَابۡنَ عَمّ

اگر میری عمر ان کی عمر تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار ہوں گا۔

وَجَاهَدتُّ بِالسَّیۡفِ اَعۡدَاءً　　وَفَرَّجۡتُ عَنۡ صَدۡرِهٖ كُلَّ غَمّ

اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا، اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا۔

تبع نے اس خط پر اپنی مہر بھی لگا دی، اور خط کو ایک عالم کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اس کو بہت سنبھال کر رکھنا۔ اگر تم نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمتِ اقدس میں میرا یہ عریضہ پیش کر دینا، وگرنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر دینا اور ان کو وصیت کرنا کہ اس کو سنبھال کر رکھے اور نبی آخر الزماں کی خدمتِ بابرکت میں پیش کر دے۔

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے تھے۔ جس کو تبع نے عریضہ دیا تھا اور وصیت کی تھی۔

اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جہاں سرورِ کائنات، مفخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اونٹنی ہجرت کے موقع پر رک گئی تھی اور آپ کا قیام گاہ رب العالمین نے مقرر فرمایا تھا۔ یہ وہی مکان تھا جو تبع

نامی بادشاہ نے خصوصًا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ بقیہ انصار مدینہ منورہ ان ہی چار سو علماء کی اولاد سے ہیں۔

شیخ زین الدین مراغی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر نہیں بلکہ اپنے مکان پر جلوہ افروز ہوئے تھے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس لئے کہ یہ مکان در حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ہی تیار کیا گیا تھا۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام تو اس مکان میں محض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار کے لئے تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبع نامی بادشاہ کا وہ عریضہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کر دیا۔[1]

بنو خزرج کا قبولِ اسلام

بنو خزرج کے علاقوں میں یہودی آباد تھے۔ اور وہ یہودی عالم تھے، اور بنو خزرج بت پرست تھے۔ اور یہودیوں نے ان کے علاقوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ جب کبھی ان کے درمیان جھگڑا ہوتا تو یہودی ان سے کہتے کہ بہت جلد ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، اس کا زمانہ بالکل قریب ہے۔ ہم اس کے ساتھ ہو کر تمہارا قلع قمع کر دیں گے۔ جیسا کہ عاد اور ارم ملیا میٹ ہوئے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بنو خزرج کو دعوتِ اسلام دی تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا جانتے ہو بخدا ضرور یہ ہی وہ نبی ہیں، جن کے مبعوث ہونے سے یہودی ہم کو ڈراتے تھے۔ اب یہ نہ ہو کہ وہ تم سے پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں اور ان کی دعوت قبول کر کے ان کی تصدیق کریں، اور اسلام لے آئیں۔ تو انہوں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ ہم اپنی قوم اور مذہب چھوڑتے ہیں اور آپ کے دستِ حق پرست پر آپ کا دین اسلام قبول کرتے ہیں۔[2]

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اللہ الباری ایک روایت تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین مدینہ منورہ سے باہر تھی۔ آپ اکثر اس کی دیکھ بھال کے لئے جاتے تھے، وہاں سے قریب ہی یہودیوں کا ایک مدرسہ تھا۔ آپ جب بھی اپنی زمین میں جاتے تو اس مدرسہ میں ضرور تشریف لے جاتے اور وہاں یہودیوں کے وعظ و نصیحت سنتے۔ اتفاقًا ایک دن مدرسہ میں اس وقت پہنچے جبکہ وہاں یہودیوں کے سارے علماء جمع تھے۔ سب نے کہا مرحبا! ہم آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور غالبًا آپ بھی ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی صحابی ہمارے مدرسہ میں نہیں آتا۔ فرمایا اے یہودیو! میں

---

[1](زرقانی شریف، ج ۱، ص ۳۵، وفاء الوفاء للسمہودی، ج ۱، ص ۱۳۳، روض الانف للسھیلی، ج ۱، ص ۲۴)

[2](تاریخ طبری اردو، ج ۱، ص ۱۱۴)

اس لئے نہیں آتا کہ مجھے تم سے کوئی محبت ہے، یا اپنے دین میں کوئی شک ہے یا تمہارے مذہب کی طرف کوئی میلان ہے۔ میں تو صرف اس لئے آتا ہوں کہ تمہاری کتابوں سے اپنے قرآن پاک کی حقّانیت اور اپنے پیارے محبوب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فضائل معلوم کر کے اپنا ایمان مزید قوی کروں۔ الحمد للہ اتنے روز کی آمد ورفت میں اپنے دین پر میرا یقین اور بڑھ گیا۔ اور تمہاری بدنصیبی اور بدبختی پر افسوس کرتا ہوں کہ تم توریت میں اس نبی کے ایسے فضائل دیکھ کر بھی ان پر ایمان نہیں لاتے۔[1]

۴۲ یہودیوں کا مسلمان ہونا

حضرت مطرف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تستر فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک صندوق بھی دستیاب ہوا۔ اس میں ایک کتاب تھی اس کے ہمراہ ایک عیسائی جس کا نام یغم تھا کہنے لگا کہ یہ کتاب میرے ہاتھ فروخت کردو۔ ہم نے کہا کہ یہ کوئی صحیفہ آسانی ہے؟ تو اس نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کتاب بیچنے سے ذرا کراہت محسوس کی اور صندوق سمیت وہ کتاب اس کو دے دی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں بیت المقدس گیا تو وہاں ایک سوار دیکھا جس کی شکل یغم سے ملتی جلتی تھی۔ میں نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ تو یغم ہے۔ تو اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم ابھی تک نصرانی ہی ہو۔ تو اس نے کہا کہ میں تو حلیف ہو چکا ہوں۔ میں اس کے ساتھ کعب الاحبار کی موافقت میں بیت المقدس چلا گیا۔ جب یہودیوں کے سرداروں نے نعیم اور کعب کے آنے کی خبر سنی تو وہ ان کے پاس آئے کعب نے وہ کتاب ان کو دی تاکہ وہ یہودی اس کو پڑھیں۔ ایک قاری پڑھتا تھا جب آخری سطر پر پہنچا تو وہ یہودی غصہ میں آگئے۔ اور کتاب کو زمین پر پھینک دیا۔ اس پر نغم کو بھی غصہ آگیا اور کتاب اٹھا کر کہنے لگے کہ یہ کتابِ قدیم ہے جب تک تم اسے نہ پڑھو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے آخری سطریں پڑھیں تو ان پر یہ مضمون تھا:

وَمَنۡ یَبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخَاسِرِیۡنَ۔

جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے گا تو اس کی کوئی چیز قبول نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اسی روز احبارِ یہود میں سے بیالیس آدمی مسلمان ہوئے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بہت سے تحائف اور عطیات دیئے۔[2]

---

[1] (تفسیر کبیر، کتاب الوفا، ج ۱، ص ۵۱)

[2] (شواھد النبوت فارسی، ص ۱۳، ۱۴)

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے نبی کا پیدا ہونا

خارجہ بن عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہماری قوم کے چند بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم مکہ مکرمہ میں بغرض عمرہ جارہے تھے کہ ایک یہودی تجارت کے بہانے ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو اس یہودی نے حضرت عبد المطلب کو دیکھ کر کہا کہ:

مادرِ کتب خود کہ تغیر وتبدل رابداں رانیست یافتہ ایم کہ از نسل ایں مرد پیغمبرے بیروں آید۔

ہم نے اپنی کتابوں میں جن میں تغیر و تبدل کا شائبہ تک نہیں یہ چیز دیکھی ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدا ہو گا، وہ جو خود اور اس کی قوم ہمیں قومِ عاد کی طرح قتل کرے گی۔ [1]

ورقہ بن نوفل اور زید بن عمر کا طلبِ دین کے لئے سفر

حضرت ورقہ بن نوفل اور زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے دین کی طلب کے لئے سفر کیا، یہاں کہ وہ موصل کے ایک راہب کے پاس پہنچے۔

راہب: (حضرت زید کو مخاطب کر کے) تم کہاں سے آئے ہو؟

زید: (جواب دیتے ہوئے) بیتِ ابراہیمی یعنی مکہ مکرمہ سے۔

راہب: یہاں کیسے آئے ہو؟

زید: دینِ حق کی تلاش میں۔

راہب: ارجع، فإنه یوشک أن یظهر الذي تطلب في أرضک۔

ترجمہ: واپس چلے جاؤ جس کی تم کو تلاش ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور اس کی بعثت تمہاری سرزمین میں ہی ہو گی۔ [2]

---

[1] (شواھد النبوت فارسی، ص ۱۷، ۱۸

[2] (کتاب الوفا لابن جوزی، ج ۱، ص ۴۶، شواھد النبوت فارسی، ص ۳۷، خصائص الکبریٰ، ص ۲۰، ۲۱، دلائل النبوت)

ہارون علیہ السلام کی اولاد کا مدینہ منورہ میں قیام کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کے قہر و غصہ سے ڈر کر منتشر ہوگئے تو ان سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ایک ایسی جماعت تھی کہ:

در کتاب ہائے خود نعتِ رسول را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خواندہ بودند۔

جنہوں نے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت و توصیف اپنی کتابوں میں پڑھی تھی ان کو معلوم ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ظہور عرب کے اس گاؤں میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہوں گے۔ انہوں نے شام کے علاقہ کو خیر باد کہا اور شام اور یمن کے درمیان جتنے قصبے واقعہ تھے ان کو دیکھتے جاتے لیکن ان کو کھجوروں کے درخت یثرب کے سوا کسی جگہ بھی نظر نہ آئے۔ پس وہ وہاں پر ہی اقامت گزیں ہوگئے۔ اس امید پر کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اور ان کی اتباع کریں لیکن انہیں اس پر یقین اور ایمان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی موت آگئی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لائیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی متابعت کریں۔ لیکن بد قسمتی سے ان کے بعض فرزند حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زمانہ پانے اور ان کو پہچاننے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔[1]

کعب بن لوی کا خطبہ میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی بن غالب نے جس کی موت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے پانچ سو ساٹھ سال پہلے ہوئی اہلِ تورات و انجیل سے ذکرِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نعت اور تعریف بیان کیا کرتا تھا۔

اس کے کلام میں یہ شعر بھی جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد آمد کا ذکر ہے موجود ہے:

عَلٰی غَفْلَةٍ یَّأْتِیْ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ　　　فَیَخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِیْرُهَا

جب لوگ غفلت اور جمود میں ہوں گے تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائیں گے۔ جن کے صادق اور خبیر ہونے کی خبر سابقہ کتابوں نے بھی دی ہے۔[2]

---

[1] (شواھد النبوت فارسی، ص ۱۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۳، دلائل النبوت ابونعیم)

[2] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۹، کتاب الوفا لابن جوزی، ص ۴۳، ۴۷، شواھد النبوۃ للجامی، ص ۱۵، ۱۶)

تورات میں سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرورِ کون ومکاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی تورات میں ان الفاظ میں موجود تھا:

اَحْمَدُ الضَّحُوْکُ الْقَتَّالُ یَرْکَبُ الْبَعِیْرَ وَیَلْبِسُ الشَّمْلَةَ وَیَحْتَوِیْ بِالْکَسْرَةِ سَیْفَهٗ عَلٰی عَاتِقِهٖ۔

ضحوک کا معنی یہ ہے کہ ہمیشہ متبسم نظر آئیں گے اور کریم النفس ہوں گے۔ اور جو بھی ان کے سامنے آئے گا اس سے ان کی طبیعت منقبض نہ ہوگی، اور کبھی ایسا ہوگا کہ تبسم فرماتے ہوئے ان کے آخری دانت ظاہر ہو جائیں گے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ مزاح میں بھی کرتا ہوں لیکن صرف سچی بات ہی بیان کرتا ہوں۔ قتال کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ دشمنان خدا پر حریص تھے۔ اور سفیہ علیٰ عاتقہ کے یہ معنی ہیں کہ آپ اپنی شجاعت کی وجہ سے ہمیشہ تلوار بدوش ہوں گے۔[1]

یہودیوں کا اپنے بچوں کو شانِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بتانا

ابن ابونملۃ نے روایت کی ہے کہ بنو قریظہ قبیلہ کے یہودی یَدْرُسُوْنَ ذِکْرَ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم فِیْ کُتُبِهِمْ وَیُعَلِّمُوْنَ الْوِلْدَانَ بِصِفَتِهٖ وَاِسْمِهٖ وَمَهَاجِرِهٖ الْمَدِیْنَةَ فَلَمَّا ظَهَرَ حَسَدُوْا وَبَغُوْا وَاَنْکَرُوْا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر مبارک کا جو ان کی کتابوں میں ہے درس دیا کرتے تھے۔ اور اپنے بچوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات اسم مبارک اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے متعلق بتاتے تھے۔ مگر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے حسد کی وجہ سے انکار کر دیا۔[2]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت گاہ

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل میں ایک یوشع نامی یہودی تھا۔ میں نے بچپن میں اس کی زبان سے بیت اللہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنا کہ یہاں سے ایک نبی عنقریب مبعوث ہوگا جو اس نبی کو دیکھے گا اُس کی تصدیق کرے گا۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو ہم سب مسلمان ہو گئے لیکن وہ یوشع حسد اور نافرمانی کی وجہ سے مسلمان نہ ہوا۔[3]

---

[1] (شواھد النبوت فارسی، ص ۹)

[2] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۲، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۵)

[3] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۶، کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی، ج ۱، ص ۴۳)

یہودیوں کا ذکرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا میں قبیلہ بنو قریظہ کے یہود کے پاس آیا۔ فَاَخَذُوْا جَمِیْعًا فَتَذَاکَرُوْ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔ تو وہ سب یہود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکرِ خیر کر رہے تھے۔[1]

ابو عامر راہب کا شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرنا

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج قبائل میں سب سے زیادہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات بیان کرنے والا ابو عامر راہب تھا۔ یہ یہودیوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا تھا۔ اور ان کو ان کے دین کے متعلق بتاتا تھا۔ نیز بتایا کہ مدینہ منورہ ان کی ہجرت گاہ ہے، پھر وہ تیما کے یہودیوں کے پاس گیا اور ان کو بھی یہی باتیں بتائیں پھر وہ ملک شام گیا اور ان کو بھی یہی بتایا۔ ابو عامر جب واپس آیا تو اس نے کہا اَنَا دِیْنٌ عَلیٰ دِیْنِ الْحَنْفِیَۃِ میں سیدھے دین پر ہوں، اور وہ راہب بن کر ہی زندگی گزارتا رہا، اور کھدر کے کپڑے پہنتا تھا۔

اَنَّہٗ یَنْتَظِرُ خُرُوْجَ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔

وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور کا انتظار کر رہا تھا۔[2]

یہودی ہمسایہ کا بیان

سلمہ بن سلامہ بن وقش بیان کرتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل یہودیوں کے قبیلہ میں سے ایک یہودی ہمارا ہمسایہ تھا۔ وہ ایک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے قبل ہمارے پاس آیا۔ میں ان دنوں جوان تھا۔ اُس یہودی نے قیامت، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر کیا، نیز کہا کہ مشرکین اور بت پرستوں کو معلوم نہیں کہ ایک دن مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا ہے۔ مشرکین نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو زندہ کیا جائے گا، اور ان کو اپنے اعمال کی وجہ سے جنت اور دوزخ مقام میں بھیجا جائے گا؟ تو اس یہودی نے کہا ہاں یہ سب کچھ ہو گا۔ تو مشرکین نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کب ہو گا؟

قَالَ نَبِیٌّ یُبْعَثُ مِنْ نَحْوِ ھٰذِہِ الْبِلَادِ وَ اَشَارَ بِیَدِہٖ نَحْوَ مَکَّۃَ وَ الْیَمَنِ۔

---

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۲، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۵)

[2] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۴۳، مطبوعہ مصر، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۸، مدارج النبوت فارسی)

تو یہودیوں نے مکہ مکرمہ اور یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہ جب ایک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان شہروں میں مبعوث ہوں گے۔

اس پر مشرکین نے پوچھا کہ اس نبی کو ہم کب دیکھیں گے؟ تو اس نے میری (سلمہ بن سلامہ کی) طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ لڑکا بڑھاپے کو پہنچ جائے گا۔

سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ خبر دینے والا یہودی بھی تو اس وقت زندہ تھا ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لے آئے مگر وہ محروم ہی رہا۔[1]

یہودی کا حلیہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بیان کرنا

علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے زید بن عمرو بن نفیل کہا کرتا تھا کہ میں اولادِ اسماعیل میں ایک نبی مبعوث ہونے کا منتظر ہوں اور ان میں سے بھی عبد المطلب کی اولاد میں سے ہو گا۔ مجھے علم ہے کہ میں اتنی دیر تک زندہ نہ رہوں گا کہ ان کو پاسکوں اور ان پر ایمان لاؤں، اور ان کی نبوت کی شہادت دوں، اور ان کی تصدیق کر سکوں، البتہ اگر تم اس وقت تک زندہ رہو اور ان کو دیکھو تو ان کو میرا سلام کہنا۔ میں ان کا حلیہ تم کو بتائے دیتا ہوں تاکہ تم کو ان کی شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ تو میں نے کہا حلیہ بتائیے۔ تو اس نے کہا کہ وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے نہ دراز قامت، نہ ان کے سر کے بال بہت گھنے ہوں گے اور نہ جھتریے، ان کی آنکھوں میں سرخی ہو گی۔ مہر نبوت ان کے شانوں کے بیچ میں ہو گی، نام احمد ہو گا، اسی شہر میں وہ پیدا اور مبعوث ہوں گے، پھر ان کی قوم ان کو یہاں سے نکال دے گی، اور ان کی تعلیم کو پسند نہ کرے گی، پھر وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے، وہاں ان کی بات بن جائے گی، دیکھو تم ان کے متعلق دھوکہ میں نہ آجانا۔ میں دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں دنیا بھر میں پھرا ہوں۔ جس یہودی، عیسائی اور مجوسی سے میں نے دینِ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھ سے یہی کہا کہ وہ تو تمہارے وطن میں ہے اور انہوں نے آنے والے نبی کی وہی صفات عیاں کیں جو میں نے تم کو بتائی ہیں۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب صرف وہی نبی مبعوث ہوں گے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو زید بن عمرو کا قول رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بیان کیا اور اس کا سلام عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے

---

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۱۴۷، ۱۴۸، تفسیر عزیزی فارسی، ج ۱، ص ۳۲۹)

اس کا جواب دیا، اس کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ نیز فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو کو جنت میں خوب راحت کے ساتھ دیکھا ہے۔[1]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے ایک عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا کہ کیا تم کو ثعلبہ بن سعید، اسد بن سعید، اسد بن عبید اور بنی ہزل کی ایک جماعت کے مسلمان ہونے کے سبب کے متعلق کچھ علم ہے؟ میں نے اس کی نفی میں جواب دیا۔ تو اس شخص نے مجھے ان کے اسلام لانے کا سبب یہ بتایا کہ شام کے یہود میں سے ابن الہیبان ایک شخص تھا، زمانۂ اسلام سے کچھ عرصہ پہلے وہ آیا، اور ہمارے پاس آکر ٹھہرا۔ اس کی نیکی، پرہیز گاری اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ ہم نے اس سے بڑھ کر کسی شخص کو پانچ نمازیں اس خضوع اور خشوع سے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، جب کبھی بارش کا قحط پڑتا تو ہم اس کے پاس آتے اور وہ بارش کے لئے دعا کرتا تو بارش ہو جاتی جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا:

یَامَعْشَرَ یَھُوْدَ مَاتَرَوْنَ اَخْرَجَنِیْ اِلٰی اَرْضِ الْجُوْعِ وَالْبُؤْسِ۔

اے گروہ یہود کیا تم جانتے ہو کہ مجھے کون سی چیز اس بھوک اور تکلیف والی سرزمین پر لائی؟

ہم نے اس کو جواب دیا کہ تم بہتر جانتے ہو تو اس نے کہا:

اِنِّیْ قَدِمْتُ ھٰذِہٖ الْبَلْدَۃَ اَتَوَکَّفُ خُرُوْجَ نَبِیٍّ قَدْ اَظَلَّ زَمَانُہٗ فَلَا تُسْبِقُنَّ اِلَیْہِ یَامَعْشَرَ الْیَھُوْدِ فَاِنَّہٗ یَبْعَثُ بِسَفْکِ الدِّمَآءِ وَسَبْیِ الذَّرَارِیِّ وَالنِّسَآءِ مِمَّا خَالَفَہٗ فَلَا یَمْنَعُکُمْ ذٰلِکَ مِنْہُ۔

میں اس شہر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ یہ شہر اس نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے جو عنقریب ہجرت فرمانے والے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ شاید وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہو جائیں گے تو میں ان پر ایمان لا کر ان کی اتباع کروں گا مگر ایسا نہ ہوا، اب تمہارے لئے موقع آئے گا۔ دیکھنا ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے پہل نہ کر جائے۔ بلاشبہ ان کو اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرنا پڑے گی اور ان کو عورتوں اور بچوں کو قید بھی کرنا پڑے گا۔ مگر ان کا یہ برتاؤ اور رویہ تمہیں ان پر ایمان لانے سے روک نہ دے۔

یہ کہہ کر وہ مر گیا۔

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ وقت آیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو ثعلبہ، اسد بن سعید اور اسد بن عبید نے کہا:

یَابَنِیْ قُرَیْظَۃَ وَاللہِ اَنَّہُ النَّبِیَّ الَّذِیْ عَھِدَ اِلَیْکُمْ فِیْہِ ابْنُ الْھَیِّبَانَ فَنَزَلُوْا فَاَسْلَمُوْا وَاحْرَزُوْا اَوْمَاءَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ وَاَھَالِیْھِم۔

[1](طبوات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۵، تاریخ طبری، ج ۱، ص ۷۰، ۷۱، تاریخِ کامل بن اثیر، ج ۲، ص ۲۰، دلائل النبوت لابو نعیم)

اے بنو قریظہ! اللہ کی قسم بلاشک یہ وہ نبی ہیں جن کے متعلق تم نے ابن الہیبان سے وعدہ کیا تھا۔ پس وہ اپنی قوم سے نکلے اور مسلمان ہو گئے اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرنے لگے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا

محدث بیہقی اور ابن حجر عسقلانی و دیگر محدثین علیہم الرحمۃ نے اپنی کتاب میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ درج فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک، آپ کی صفات اور آپ کا حلیہ مبارک پہلے ہی سے جانتا تھا۔ مگر کسی سے ظاہر نہیں کرتا تھا۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خبر سنی تو میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ میری پھوپھی جان خالدہ بنت حارث نے کہا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔ میں نے کہا ہاں! خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں، وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے۔ میری پھوپھی نے کہا اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی خبریں ہم سنتے آئے ہیں کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں یہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ میں گھر سے نکل کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور واپس آکر اپنے تمام اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی، سب نے اسلام قبول کیا۔[2]

ایک روایت حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح سے بھی مروی ہے کہ جب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوا۔

فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زبان مبارک سے پہلا کلام جو سنا یہ تھا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

---

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۵، طبقات ابن سعید، ج ۱، ص ۱۰۴، سیرت ابن ھشام، ج ۱)

[2] (فتح الباری، ج ۷، ص ۱۹۷)

اے لوگو! آپس میں سلام پھیلاؤ، آدمیوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات میں نماز پڑھو، جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوگے۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق خواب

حضور پر نور نورٌ علی نور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچاجان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے بھائی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے کَانَ وَجْهِهٖ نُوْرٌ يَظْهَرُ كَنُوْرِ الشَّمْسِ تو ان کے چہرہ مبارک پر ایسا نور چمک رہا تھا جیسا کہ سورج کا نور چمکتا ہے۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس بچے کی شان نرالی ہوگی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناک مبارک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور اس نے مشرق و مغرب میں پرواز کی۔ پرواز کرنے کے بعد وہ بیت اللہ شریف آکر بیٹھ گیا۔ سب قریش نے اس پرندہ کو سجدہ کیا، پھر وہ زمین و آسمان کے درمیان اڑا۔ اس خواب کو میں نے ایک کاہنہ کے سامنے بیان کیا تو اس نے کہا:

لَئِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِهٖ وَلَدٌ يَصِيْرُ اَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَهٗ تَبْعًا۔

اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو (حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پشت اقدس سے ایسا فرزند ارجمند ظاہر ہوگا تمام مشرق و مغرب والے اس کے تابع ہو جائیں گے۔[2]

وَاللّٰهِ اَنَا ذٰلِكَ النُّوْر

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کبریاء، شہنشاہِ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت سے قبل ایک رات ک مجھے خواب آیا کہ مکہ مکرمہ پر ظلمت اور تاریکی اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ آدمی کو اپنا ہاتھ تک نظر نہیں آتا۔ پھر اچانک زمزم شریف کے کنویں سے ایک نور نمودار ہوا، اور وہ نور آسمان کی طرف بلند ہوا، اور اس نے بیت اللہ شریف کو بھی منور کر دیا، پھر سارے مکہ مکرمہ کو بقعۂ نور بنا دیا۔ مدینہ منورہ کے کھجوروں کے درختوں کو بھی منور کر دیا۔ یہاں تک کہ

[1] (سنن الترمذی، ج۴، ص ۲۵۲، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

[2] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۱، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۰۱)

میں نے کھجوروں کے درختوں میں ان کے پھلوں کو دیکھ لیا۔ جب بیدار ہوا تو یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تو انہوں نے کہا:

یَا اَخِیْ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ یَکُوْنُ فِیْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

اے برادر! یہ نور بنو عبد المطلب میں ظہور پزیر ہو گا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور نورٌ علی نور شافع یوم النشور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میر الخت جگر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف باسلام ہوا تو اس نے بارگاہِ حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اپنا یہ خواب عرض کیا تو نبیٔ غیب دان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

وَ اللّٰہِ اَنَا ذٰلِکَ النُّوْرُ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

اللہ کی قسم! وہ نور میں ہی ہوں، اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ [1]

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا   مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

یہودی کے بچے کا تورات میں شانِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اقرار کرتے ہوئے مسلمان ہو جانا

ابو صخر العقیلی فرماتے ہیں کہ اعرابیوں میں سے ایک اعرابی نے مجھے بتایا کہ امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گزرے اس کے پاس ایک رجسٹر تھا جس میں تورات لکھی ہوئی تھی۔ اس یہودی کا لڑکا جو کہ بیمار تھا وہ اس کو تورات پڑھ کر سنا رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اوہ یہودی! تجھے اس کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ اَفَتَجِدُ فِیْ تُوْرَاتِکَ نَعْتِیْ وَ صِفَتِیْ وَ مَخْرَجِیْ۔ کیا تو نے اس تورات میں میری نعت، صفت اور بعثت کو پایا ہے؟ اس یہودی نے اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے کہا نہیں۔ تو اس کے بیٹے نے فوراً کہا لٰکِنِّیْ اَشْھَدُ بِالَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ عَلٰی مُوْسٰی اِنَّ لَنَجِدُ نَعْتَکَ وَزَمَانَکَ وَ صِفَتَکَ وَ مَخْرَجَکَ فِیْ کِتَابِہٖ۔ لیکن میں گواہی دیتا ہوں اس ذات کی قسم کے ساتھ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا۔ یقیناً ہم نے اس کی کتاب تورات میں آپ کی نعت، آپ کا زمانہ، آپ کی صفات اور آپ کی بعثت کو پایا ہے۔ وَ اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۸۰، ۸۱، مطبوعہ مصر)

تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اَقِيْمُوا الْيَهُوْدِیَّ عَنْ صَاحِبِكُمْ وَ قُبِضَ الْفَتىٰ فَصَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم۔ اس یہودی کو اپنے ساتھی (بیٹے) سے ہٹا دو۔ اور وہ نوجوان اسی وقت انتقال کر گیا، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم وَعِيْسىٰ بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ تورات میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات درج ہیں۔ اور یہ بھی درج ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قرآن اسی طرح پڑھتے ہیں جیسے تورات میں ذکر ہے

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی قدس سرہٗ الربانی تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک جید عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے تو اس عالم نے عرض کیا يَا مُحَمَّدُ مَنْ عَلَّمَكَهَا اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ کو اس سورۃ کی تعلیم کس نے دی ہے؟ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس ارشاد پر یہودی عالم نے تعجب کیا، جب وہ یہودی عالم اپنے یہودیوں کی طرف فیا تو واضح الفاظ میں ان سے کہنے لگا: وَاللهِ اَنَّ مُحَمَّدًا لَيَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ كَمَا اُنْزِلَ فِي التَّوْرَاةِ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم بے شک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قرآن پاک کو اسی طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ توراۃ میں نازل ہوا ہے۔ یہ سن کر ان یہودیوں میں سے ایک گروہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، گروہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات کو پہچانا اور مہر نبوت کو جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی دیکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کر لیا۔[3]

---

[1] (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۴، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۲، ۴۳)

[2] (ترمذی شریف، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۴، مشکوٰۃ المصابیح، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۵)

[3] (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۱۸)

تورات اور انجیل میں نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا تو اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اَتَقْرَأُ التَّوْرَاۃَ؟ کیا آپ نے تورات پڑھی ہے؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا انجیل کو بھی پڑھا ہے؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا: فَنَاشِدُہُ ھَلْ تَجِدُنِیْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ کیا تو نے تورات اور انجیل میں میرے متعلق پڑھا ہے؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ نَجِدُ نَعْتًا مِثْلِ نَعْتَکَ وَمِثْلِ ھَیْئَتِکَ وَمَخْرِجَکَ۔ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات تورات اور انجیل میں پڑھی ہیں۔ آپ کی شکل وصورت اور آپ کی ہجرت کرنے کی جگہ کے متعلق بھی پڑھا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہم میں سے ہوں گے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو ہم کو اندیشہ ہوا کہ آپ کہیں وہ ہی نہ ہوں۔ پس ہم نے غور کیا تو اندازہ لگایا کہ آپ وہ نہیں ہیں۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوچھا کہ میں کیسے وہ نہیں ہوں؟ تو اس نے کہا اس نبی کے ساتھ اس کی امت سے ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جن پر حساب اور عذاب نہیں ہے، اور آپ کے ساتھ اتنی تعداد نہیں ہے۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَنَا ھُوَ وَاِنَّھُمْ لِاُمَّتِیْ وَاِنَّھُمْ لَاَکْثَرُ مِنْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ہی وہی ہوں اور وہ میری امت ہے اور تحقیق وہ ستر ہزار سے بھی زیادہ تھے۔[1]

نام مبارک چومنے سے یہودی کی نجات

علامہ جلال الدین سیوطی، محدث ابو نعیم، علامہ حلبی، علامہ یوسف نبہانی اور علامہ اسماعیل حقی جیسے جلیل القدر محدثین اور مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پھر وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی میت کو مزبلہ (روڑی، کوڑا کرکٹ والی جگہ) پر پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ پڑھو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ قوم بنی اسرائیل اس کے متعلق یہ شہادت دیتی ہے کہ دو سو سال تک یہ شخص تیری نافرمانی کرتا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے متعلق جو کہا جاتا ہے بالکل ٹھیک ہے۔

اِلَّا اِنَّہٗ کَانَ کُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاۃَ وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَصَلّٰی عَلَیْہِ فَشَکَرْتُ لَہٗ ذٰلِکَ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَہٗ وَزَوَّجْتُہٗ سَبْعِیْنَ حُوْرَاءَ۔

---

[1] (حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی، ص ۱۲۲، ۱۲۳)

مگر وہ جب تورات کھولتا اور میرے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام دیکھتا تو وہ اس نام مبارک کو چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا اور اس پر درود بھیجتا۔ پس اس کے بدلے میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا۔[1]

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ:

بود درانجیل نامِ مصطفیٰ — آں سرِ پیغمبراں بحرِ صفا
بود ذکر حلیہا و شکلِ او — بود ذکر غزو و صوم و اکلِ او
طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب — چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
بوسہ دادندی بداں نامِ شریف — رُد نہادندی براں وصفِ لطیف[2]

مولوی اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی ان اشعار کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انجیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک لکھا تھا۔ جو پیغمبروں کے سردار اور دریائے صفا ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حلیہ شریف بھی اس میں مذکور تھا۔ اور آپ کی شکل وصورت کا اور آپ کے جہاد کا اور روزہ اور اکل وشرب کا، ان سب امور کا اس میں بیان تھا۔ نصرانیوں میں سے ایک گروہ کی یہ عادت تھی کہ جب اس مبارک نام وخطاب پر (تلاوت کرتے وقت) پہنچتے تو ثواب حاصل کرنے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم شریف کو بوسہ دیتے اور آپ کے اوصاف لطیف پر رخسار ملتے (محبت وتعظیم سے)۔

اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چومنے کی برکت

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نصرانیوں کے اس عمل کہ نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو چومنا اور آنکھوں پر رکھنے کی برکت سے جو فائدہ اور نفع حاصل ہوا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایمن از شرِ امیران و وزیر — در پناہ نامِ احمد مستجیر
نسلِ ایشاں نیز ہم بسیار شد — نامِ احمد ناصر آمد یار شد[3]

---

[1] (خصائص الکبریٰ، ج ا، ص ۴۲، سیرت حلبیہ، ج ا، ص ۱۳۶، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۴)
[2] (مثنوی شریف، ص ۲۲، دفتر اول)
[3] (مثنوی شریف، ص ۲۲)

اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے دیوبندیوں کے رہنما اور مقتداء مولوی اشرف علی تھانوی رقم طراز ہیں:

وہ لوگ (اس عمل کی برکت سے) فتنہ (وزیر) اور خوف (محاربہ امراء) سے مامون رہے۔ نہ امراء کا شر (جنگ کہ ہلاکت جسمانی تھا) ان کو پہنچا اور نہ وزیر کا فتنہ (اضلال کہ ہلاک روحانی تھا) ان تک آیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسم مبارک کی پناہ میں ان کو پناہ مل گئی، اوروں سے ان کی نسل بھی بہت بڑھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم مبارک ان کا ناصر اور رفیق ہو گیا۔[1]

اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نام احمد چوں چنیں یاری کند　　تا کہ نورش چوں مددگاری کند

نام احمد چوں حصارے شد حصیں

تا چہ باشد ذات آں روح الامیں[2]

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک ایسی رفاقت کرتا ہے تو آپ کا نور مبارک (ذات مبارک) تو کیسی مدد کرتا رہا ہو گا۔ شعر اول کی شرح ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام مبارک ایسا قلعہ مستحکم ہے (کہ شر بد کو نہیں آنے دیتا) تو آپ کی ذات مبارک جس کو اوپر نور کہا تھا کیسی ہو گی؟ آپ کو روح اس واسطے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اتباع باعثِ حیات روحانی ہے اور روایاتِ سیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا باعثِ ایجادِ خلق ہونا بھی مذکور ہے۔ تو اس اعتبار سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حیات ظاہری کے بھی سبب ہیں۔[3]

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا　　بگڑے کو بھی لیتا ہے بنا نام محمد

اسمِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی توہین کرنے والوں کا انجام

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

واں گروہ دیگر از نصرانیاں　　نام احمد داشتندے مستہاں

مستہان خوار گشتند از رفتن　　از وزیر شوم رائے شوم فن

[1] (کلید مثنوی، ج ۱، ص ۱۵۴ از اشرف علی)
[2] (مثنوی شریف، ص ۲۲)
[3] (کلید مثنوی، ج ۱، ص ۱۵۵، ۱۵۶)

مستہاں خوار گشتند آں فریق ۔۔۔ گشتہ محروم از خود و شرط طریق

ہم مخبط دین شان و حکم شان ۔۔۔ از پئے طومارہائے کشر بیاں

مولوی اشرف علی تھانوی اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان نصرانیوں میں دوسرا گروہ اور تھا کہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام مبارک کی بے قدری کرتے، وہ لوگ اس منحوس وزیر کے سبب فتنوں سے ذلیل و خوار ہوگئے اور اپنی ہستی سے محروم ہوئے (کہ قتل کئے گئے) اور دین سے بھی محروم ہوئے (کہ وزیر نے عقائد خراب کر دیئے) اور ان کا مذہب اور احکام بھی ان طوماروں کی وجہ سے مخبوط ہو گیا (یہ ضرر ان کی نسل میں باقی رہا)۔[1]

یہودی مولویوں کا اقرار نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کوئی ختم نہیں کر سکتا

علامہ ابوالحسن البکری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دادا جان حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب قبائل کے ہمراہ جارہے تھے کہ ایک مقام پر یہود اور ان کے اکابر علماء بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہودیوں کے مولویوں نے حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو ان کو نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کی مبارک پیشانی میں نظر آیا۔ تو وہ بہت سٹپٹائے کیونکہ وہ نور ان کو گراں گزرا۔ اور زور زور سے رونے لگے۔ تو دوسرے یہودیوں نے اپنے مولویوں سے پوچھا مَالَکُمْ تَبْکُوْنَ اے ہمارے سردارو! تم کیوں روتے ہو؟ تو مولویوں نے جواب دیا بَکَاؤُنَا وَ حُزْنُنَا مِنْ ھٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَظْھِرُ ہمارا رونا اور غمگین ہونا اس ہستی سے ہے جو اس شخص ہاشم سے ظاہر ہو گی۔ نیز کہا اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ یَظْھِرُ مِنْ ذُرِّیَتِہٖ رَجُلٌ یَکُوْنُ مِنْہُ بَوَارِ کُمْ وَ خَرَابُ دَیَارِ کُمْ بے شک اس شخص حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو تمہاری اور تمہارے شہروں کی تباہی اور بربادی کا باعث ہو گا۔ جس کا تذکرہ ہماری کتابوں میں بھی درج ہے اس کا نام ماحی درج ہے۔ جب یہودیوں نے سنا تو ان میں بھی کہرام مچ گیا اور رونا شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے مولویوں سے پوچھا اس کا خاتمہ کیسے کیا جاسکتا ہے تو انہوں نے جواباً کہا کہ اس کے خاتمہ اور مٹانے کے لئے تمہارا کوئی حیلہ کارگر ثابت نہ ہو گا، اللہ تعالیٰ اس پر آسمان سے وحی نازل فرمائے گا۔[2]

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمدِ خدا تیری ہی مدح و ثناء کرتے ہیں

---

[1] (کلیدمثنوی از اشرف علی تھانوی، ص ۱۵۵)
[2] (کتاب الانوار و مصباح السرور و الافکار، ص ۱۳)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے یہودی عالم کی گفتگو

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک دن یہود کے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور یہودیوں کو فرمایا جو تمہارا سب سے بڑا عالم ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔ تو یہود نے عبد اللہ بن صوریا کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس سے علیحدگی میں حلفاً پوچھا: اَتَعۡلَمُ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ کیا تجھ کو علم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ تو عبد اللہ بن صوریا نے کہا ہاں! واللہ میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اِنَّ الۡقَوۡمَ لَیَعۡرِفُوۡنَ مَا اَعۡرِفُ وَاِنَّ صِفَتَکَ وَنَعۡتُکَ مُبَیَّنٌ فِی التَّوۡرَاۃِ وَلٰکِنَّہُمۡ حَسَدُوۡکَ۔ بے شک یہ قوم سب میری طرح آپ کو رسول خدا جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات اور تعریف کا تورات میں واضح طور پر بیان ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ کا انکار حسد کے طور پر کرتے ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عبد اللہ بن صوریا کو فرمایا کہ مجھ پر ایمان لانے پر تجھے کون سی چیز مانع ہے؟ تو اس نے عرض کیا میں اپنی قوم سے مخالفت نہیں کر سکتا۔ مجھے امید ہے کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متبع ہو کر اسلام لے آئیں گے اور پھر میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔[1]

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہود کا قتل کرنے کا ارادہ

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سنِ بلوغت کو پہنچے تو ہر عورت اور رؤسا قریش میں سے ہر ایک کی جانب سے پیغامِ نکاح کی درخواستیں آنے لگیں یہاں تک کہ ہر گھر میں عورتوں کے مابین ان کا ہی تذکرہ ہونے لگا۔ پھر جب اس کا تذکرہ ان کے والد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”اے میرے فرزند! تم بغرض شکار یہاں سے چلے جاؤ تاکہ تم عورتوں سے نجات پا سکو“۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کے لئے چلے گئے۔

حضرت وہب بیان کرتے ہیں کہ:

فَبَیۡنَمَا نَحۡنُ فِیۡ طَرِیۡقِ الۡبَرِیَّۃِ وَاِذَا بِعَسۡکَرٍ مِنَ الۡیَهُوۡدِ شَاهِدِیۡنَ سُیُوۡفِهِمۡ وَهُمۡ نَحۡوُ سَبۡعِیۡنَ فَارِسًا۔

[1] (تلبیس ابلیس، ص ۹۷، ۹۸)

ہم جنگل میں شکار کی جستجو میں تھے کہ اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار تلوار سونتے ہوئے نمودار ہو گیا۔ ان سے وہب نے ملاقات کر کے دریافت کیا کہ کس قسم کا ارادہ ہے؟ تو یہودیوں نے کہا: نَقْتُلُ عَبْدَاللہِ ہم عبد اللہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت وہب نے پوچھا: مَاذَنْبُهُ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصور کیا ہے؟ تو یہودیوں نے کہا:

لَيْسَ لَهُ ذَنْبٌ وَلٰكِنْ فِيْ ظَهْرِهٖ نَبِيٌّ دِيْنُهُ نَاسِخٌ جَمِيْعَ الْاَدْيَانِ وَصِلَّتُهُ مَاحِيَةٌ لِجَمِيْعِ الْمِلَلِ فَنَحْنُ نَقْتُلُ عَبْدَاللہِ حَتّٰى لَا يَظْهَرَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

عبد اللہ کا کوئی قصور نہیں ہے، لیکن ان کی پشت سے ایسا نبی ظاہر ہو گا جس کا دین تمام دینوں کو منسوخ کرنے والا اور جس کی ملت تمام ملتوں کو ختم کرنے والی ہو گی۔ ہم سرے سے عبد اللہ ہی کو قتل کر ڈالنا چاہتے ہیں تا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ظہور نہ ہو۔

حضرت وہب بیان فرماتے ہیں کہ:

فَبَيْنَمَا نَحْنُ وَاِيَّاهُمْ فِى الْحَدِيْثِ وَاِذَا بِعَسْكَرٍ مِّنَ السَّمَاءِ فَقَتَلُوا الْيَهُوْدَ۔

ہم ان سے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک آسمان سے ایک لشکر اترا اس نے ان تمام یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔[1]

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی کا بیان

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چرچا سنا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفت وہیئات اور جن جن باتوں کو ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے توقع کر رہے تھے سب پہچان لیں تو میں نے خاموشی کے ساتھ اسے دل میں رکھا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، مجھے خبر پہنچی، میں نے تکبیر کہی، میری پھوپھی بولی اگر تم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا آنا سنتے تو اس سے زیادہ کیا کرتے؟ میں نے کہا اے پھوپھی خدا کی قسم وہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں۔ جس پر موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے اسی پر یہ بھی مبعوث ہوئے ہیں وہ بولی: يَابْنَ اَخِيْ اَهُوَ النَّبِيُّ الَّذِىْ كُنَّا نُخْبِرُ بِهٖ اَنَّهُ يُبْعَثُ مَعَ السَّاعَةِ۔ اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جن کی ہم خبر دیئے جاتے تھے کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں!۔[2]

---

[1] (بیان المیلاد النبوی، ص ۲۸،۲۷)

[2] (دلائل النبوۃ للبیہقی)

بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی ہے

سیدہ طیبہ طاہرہ زاہدہ مخدومہ دارین والیٔ جنت سرکار عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک ساہوکار یہودی تھا۔ جس شب کو سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ گر ہوئے تو وہ ساہوکار یہودی گھر گھر پوچھتا پھرتا تھا، لوگ لاعلمی کا اظہار کرتے تو اس نے کہا:

وُلِدَهٰذِهِ اللَّيْلَةَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاٰخِيْرَةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عَلَامَةٌ۔

آج اس امت کا نبی تشریف لے آیا ہے جس کے کندھوں کے درمیان ایک علامت ہے۔

اُس کے کہنے کے مطابق لوگ مختلف مکانوں پر معلومات حاصل کرنے کے لئے گئے۔ آخر کار اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام انہوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھا ہے۔ لوگوں نے یہودیوں کو خبر دی تو اس نے کہا میرے ساتھ چلو تاکہ اس بچہ کو دیکھیں پس وہ سرکار سیدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور یہودی نے کہا کہ میں بچہ کو دیکھنا چاہتا ہوں جب اُس نے حبیبِ کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا اور آپ کی پشت انور کو دیکھا تو وہ یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا:

وَاللهِ ذَهَبَتِ النَّبُوَّةُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَفَرِحْتُمْ بِهٖ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَمَا وَاللهِ يَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَخْرُجُ خَبَرُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ۔

خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اے گروہ قریش! کیا تم اس سے خوش ہو؟ سنو بخدا تم پر وہ ضرور غلبہ پائے گا اور اس کے غلبہ کی خبر مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی۔[1]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ اور اس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال کی تھی۔ لیکن اتنی عقل ضرور تھی کہ جو بات سنتا تھا۔ اُس کو سمجھ لیتا تھا۔ ایک دا چانک میرے کان میں ایک آواز آئی۔ جب میں نے اس آواز کو غور سے سنا تو دیکھا کہ ایک یہودی مدینہ منورہ کے ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر زور زور سے پکار رہا ہے کہ اے یہود! دوڑو دوڑو۔ میں نے دیکھا کہ یہودیوں کی جماعت ادھر دوڑی جارہی ہے۔ میں بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑا جب لوگ اس کے پاس پہنچے تو اس سے کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے۔

---

[1] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۳، ۱۲۴، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۸۹، انوار المحمدیہ، ص ۱۷، مواھب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۳، زرقانی، ج ۱، ص ۱۲۰)

تو وہ چیخ کر کہنے لگا:

قَدْ طَلَعَ نَجْمُ اَحْمَدُ الَّذِیْ یُوْلَدُ بِہٖ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ۔

آج احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ اور آج کی رات وہ پیدا ہو گیا ہے۔ [1]

عیص نامی راہب کا ولادت، بعثت اور انتقال کا بتانا

امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مَرِّ الظَّھْرَانْ میں ایک شامی راہب رہتا تھا، جس کا نام عیص تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے صومعہ (گرجا) میں رہتا تھا، اور کبھی کبھی مکہ مکرمہ بھی آتا تھا، اور مکہ مکرمہ والوں کو کہتا تھا کہ اے اہلیان مکہ! تم میں ایک بچہ پیدا ہو گا۔ سارا عرب جس کے ماتحت اور تابع ہو گا۔ اور عجم کا وہ مالک ہو گا۔ اور یہ زمانہ اس کے ظہور کا زمانہ ہے۔ جو شخص اس کے زمانہ کو پالے اس کی اتباع اور اطاعت کرے گا، وہ بہت بہت خوش بخت اور سعادت مند ہے۔ اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ بدنصیب اور بدقسمت ہے۔ نیز اس نے کہا کہ میں نے اس کی تلاش میں خدا کی قسم شراب کی زمین کو خیرباد کہا اور بھوک اور خوف کی زمین کو اختیار کیا ہے۔ جب مکہ مکرمہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس گھر میں آتا ہے۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد کہتا کہ ابھی اس نے ظہور نہیں فرمایا ہے۔ جس دن سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پیدا ہوئے تو وہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس ہوں تو اس نے کہا آپ اُس کے جد امجد ہیں۔

فَقَدْ وُلِدَ ذٰلِکَ الْمَوْلُوْدُ الَّذِیْ کُنْتُ اُحَدِّثُکُمْ بِہٖ عَنْہُ یَوْمَ الْاَثْنَیْنِ وَھُوَ یُبْعَثُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَمُوْتُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَنَجْمُہٗ طَلَعَ الْبَارِحَۃَ۔

بے شک وہ لڑکا جس کے متعلق میں تمہیں باتیں سناتا تھا۔ آج سوموار کے دن پیدا ہو چکا ہے اور بحیثیت نبی ان کی بعثت بھی سوموار کو ہو گی۔ اور ان کا انتقال بھی سوموار کو ہو گا۔ اور آج کی رات ان کا ستارہ طلوع کر چکا ہے۔ [2]

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حطیم کعبہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے اگا اور بڑھتے بڑھتے آسمان تک پہنچ گیا۔ اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں۔ اس درخت سے روشنی ہی روشنی نکل رہی تھی۔ بلکہ اس کی روشنی اور نور سورج کی روشنی سے بھی ستر گنا زیادہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ عرب

---

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۹۱، خصائص الکبریٰ، ج ۱، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۱، ص ۹۱، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۱۱۲، مواہب اللدنیہ، ج ۱، انوار المحمدیہ، ص ۱۷، حجۃ اللہ علی العالمین، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۱۲۰، ماثبت من السنۃ، ص ۵۴)

[2] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۵)

وعجم والے سب اس درخت کے سامنے سربسجود ہو گئے۔روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس درخت کی شاخوں سے لپٹ گئے۔ اور بعض حضرات کو دیکھا کہ وہ اس کو کاٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو کاٹنے کی نیت سے اس درخت کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوبصورت نوجوان ان کو روکتا ہے۔میں نے اس نوجوان سے زیادہ حسین وجمیل انسان کوئی نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ ہی اس سے زیادہ خوشبو میں نے کسی جسم سے ظاہر ہوتی دیکھی۔ میں نے چاہا کہ میں بھی اس درخت کے ساتھ لپٹ جاؤں مگر نہ لپٹ سکا۔ میں نے اس حسین نوجوان سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کی قسمت میں نہیں ہے۔میں نے پوچھا کہ کن کی قسمت میں ہے ؟ تو اس نے جواب دیا کہ جن حضرات نے آگے بڑھ کر شاخوں کو تھام لیا ہے۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے اور اپنا خواب ایک کاہنہ کے پاس جا کر سنایا۔ تو خواب سنتے ہی اس کاہنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس نے کہا:

اِنْ صَدَقَتْ رُؤْیَاکَ لَیَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِکَ رَجُلٌ یَمْلِکُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ وَیَدِیْنُ لَہُ النَّاسُ۔

اگر آپ نے خواب سچ سنایا ہے تو آپ کی پشت سے ایک ایسی ہستی پیدا ہو گی جو مشرق و مغرب کی بادشاہ ہو گی۔ اور لوگ اس کے آگے جھک جائیں گے یعنی اس کے نیاز مند ہو جائیں گے۔ [1]

اہل کتاب کے پاس حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کی نشانی

جس شب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی تو اہل کتاب کو معلوم ہو گیا کہ نبی آخر الزماں کی بعثت اب قریب ہے۔ اور بعثت کے قرب کا علم ان کو اس طرح ہوا کہ جامۂ صوف جس میں حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو کافروں نے شہید کیا تھا۔ وہ جامۂ صوف خون آلودہ ان کے پاس تھا۔ کتب آسمانی میں یہ لکھا تھا کہ جب یہ جامہ تازہ خون سے تر ہو جائے گا اور خون کے چند قطرے زمین پر گریں گے تو یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد کی پیدائش کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے واقعہ ان کو درپیش آیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے والد ماجد کی ولادت ہو گئی ہے۔ اور وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن ہو گئے اور ان کے قتل کے درپہ ہو گئے۔ [2]

---

[1] (خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۸، ۹۹، زرقانی شریف، ج ۱، ص ۹۱، کتاب الوفا، ص ۸۰)

[2] (تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۱۸۲، خیر الموانس، ج ۲، ص ۱۵۹، موارد الحفیہ، ص ۵)

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کی مبارک

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضور پر نور نورٌ علی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سردیوں کے موسم میں میں ملک یمن تجارت کے لئے جارہا تھا کہ راستہ میں ایک یہودی کاہن ملا جو زبور پڑھ رہا تھا اس نے مجھے دیکھ کر کہا اے عبد المطلب! کیا آپ مجھے اپنے نتھنے دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ میں نے اس کو اجازت دے دی تو اس نے ناک کے دونوں نتھنوں کو غور سے دیکھا اور کہنے لگا: اَجِدُ فِیْ اَحَدِ مَنْخَرَیْکَ مُلْکًا وَفِی الْاٰخَرِ نُبُوَّۃً۔ میں نے تمہارے ایک نتھنے میں بادشاہت اور دوسرے میں نبوت دیکھی ہے۔ اس کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اگر بنی زہرہ کے قبیلہ سے شادی کروگے تو یہ بات ہوسکتی ہے۔ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو آپ نے ہالہ بنت وہب بن عبد المناف بن زہرہ سے شادی کی۔ تو اس سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو ان سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی۔[1]

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دادا کا بیان

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی قدس سرہٗ النورانی نے تحریر فرمایا ہے کہ زہیر بن ابو سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی ایک مجلس میں میں بیٹھا ہوا تھا اور اہل کتاب کہہ رہے تھے: قَدْ قَرُبَ مَبْعَثُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بعثت کازمانہ قریب ہے۔ تو میں نے ان کو اپنا خواب سنایا کہ آسمان سے ایک رسی ظاہر ہوئی او میں نے اس رسی کو پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا مگر میں اس رسی کو نہ پکڑ سکا۔ فَاَوَّلَ ذٰلِکَ بِالنَّبِیِّ یُبْعَثُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ وَاَنَّہٗ لَایُدْرِکُہٗ تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں، اور یہ شخص ان کو نہیں پاسکے گا۔ پس میں نے اپنے بیٹوں کو یہ خواب سنایا اور تعبیر بھی بتائی۔ وَاَمَرَھُمْ وَاَوْصَاھُمْ اَنْ اَدْرَکُوْہُ اَنْ یُسْلِمُوْا اور ان کو حکم اور وصیت کی کہ اگر نبی کو پائیں تو اس پر اسلام لائیں۔

ان کے بیٹوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا زمانہ پایا۔ اور ان کے بیٹے حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا۔ پھر اس کے بیٹے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں مشہور قصیدہ بانت سعاد لکھا۔ اور بارگاہ نبوی

[1] (کتاب الوفا، ج ۱، ص ۸۴، ۸۵، خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۰)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پڑھا تو رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خوش ہو کر ان کو چادر مبارک عنایت فرمائی۔[1]

امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف لطیف مدارج النبوۃ شریف میں رقم طراز ہیں کہ ابو نعیم برویت سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نقل کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرد نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ لوگ حساب کتاب کے لئے جمع ہوئے ہیں اور تمام نبیوں کو بلایا گیا ہے۔ جملہ نبی علیہم السلام اپنی اپنی امت کے ساتھ آئے اور ہر نبی کے لئے دو نور اور ہر امتی کے لئے ایک نور جو ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا دیکھا گیا۔ اس کے بعد حضور اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بلایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہر موئے تن مبارک کے ساتھ ایک ایک نور تھا۔ اور آپ کے ہر امتی کے ساتھ دو نور تھے۔ اس پر کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرد سے دریافت کیا کہ تم نے جو اپنے خواب کی تفصیل بیان کی ہے کیا تم نے ایسا کہیں پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا خدا کی قسم! خواب میں ایسا دیکھنے کے سوا کہیں اور کسی جگہ ایسا نہیں پڑھا۔ تو حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں کعب کی زندگی ہے، یہ صفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت کی ہے۔ اور وہ صفت تمام نبیوں اور ان کی امتوں کی ہے۔ یہی کتاب الٰہی میں ہے گویا تو نے تورات میں اسے پڑھا ہے۔[2]

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور چچا کا بیان

دیوبندی حضرات کے مولوی محمد علی صاحب کاندھلوی سیالکوٹی اپنی کتاب معالم القرآن میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میرے باپ اور چچا دونوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ملنے گئے۔ یاد رہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور چچا دونوں بہت بڑے یہودی علماء میں سے تھے۔ دونوں نے بڑی دیر تک آپ سے گفتگو کی جب گھر واپس آئے تو میں نے اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنی ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ واقعی یہ وہی نبی ہیں جن کی خبریں ہماری

---

[1] (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۱۰)
[2] (مدارج النبوت فارسی، ج ۱، ص ۱۱۴)

کتابوں میں ہیں۔ میرے چچا نے والد سے دریافت کیا خدا کی قسم! یہ والد صاحب کا جواب تھا۔ چچا بولے کیا تم کو اس کا یقین ہے؟ ہاں والد نے کہا۔ چچا نے دریافت کیا کہ پھر کیا ارادہ ہے؟ والد نے کہا کہ جب تک جان میں جان ہے مخالفت کروں گا۔[1]

تورات میں مدینہ منورہ کے نام

غیر مقلدین کی شہرۂ آفاق شخصیت نواب صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان میں لکھا ہے کہ سہیلی کا قول ہے کہ تورات میں مدینہ منورہ کے گیارہ نام ہیں۔ مدینہ، طابہ، طیبہ، جلیلہ، حابرہ، محبہ، محبوبہ، قاصمہ، مجبورہ، عدرا، مرحومہ۔[2]

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مدینہ کو خطاب کرکے فرماتا ہے:

يَاطَيِّبَةُ وَيَا طَابَةُ وَيَا سَكِينَةُ لَاتَقْبِيلِي الْكُنُوْز ارفع اجاجرك على اجاجير لقوىٰ۔[3]

تورات میں مدینہ منورہ کے چالیس نام

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں مدینہ منورہ کے چالیس نام ہیں۔[4]

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں داخل ہونے کی دعا فرمانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اِنَّ مُوْسیٰ لَمَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِ التَّوْرَاة کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی انہوں نے اس میں اس امت مرحومہ کے فضائل پڑھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّتُهُمُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ اے میرے پروردگار میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے جو سب سے آخری ہوگی مگر سب پر سبقت لے جانے والی ہے۔ فَاجْعَلْهَا اُمَّتِیْ اس کو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلْکَ اُمَّۃُ احمد وہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّتُهُمُ السَّابِقُوْنَ الْمَشْفُوع لَهُمْ فَاجْعَلْهَا اُمَّتِیْ۔ اے رب کریم! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ دیکھا ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔

---

[1](معالم القرآن، ج ۱، ص ۲۹۸ از محمدعلی کاندھلوی)
[2](ترجمان القرآن بلطائف البیان، ج ۱۱، ص ۲۶۸)
[3](ترجمان القرآن، ج ۱۱، ص ۲۶۸)
[4](خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۴، ترجمان القرآن، ج ۱۱، ص ۲۶۸، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۲۵)

پس اس کو میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے، پھر عرض کی: يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْاَلْوَاحِ اُمَّةً هُمُ الْمُسْتَجِيْبُوْنَ الْمُسْتَجَابَ لَهُمْ فَاجْعَلْهَا اُمَّتِيْ۔ اے رب کائنات! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر خیر دیکھا ہے کہ جو تیری طرف رجوع کرتی رہے گی اور تو اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا رہے گا، اس کو میری امت بنادے تو خدا تعالیٰ فرمائے گا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض گزار ہوئے کہ يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْاَلْوَاحِ اُمَّةً اَنَاجِيْلُهُمْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ يَعْرُؤُنَهَا ظَاهِرًا فَاجْعَلْهَا اُمَّتِيْ۔ اے رب اکبر! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا بیان پڑھا ہے کہ جو تیرے احکامات کی کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ کرے گی، اور اسے ازبر پڑھے گی اسے تو میری امت کر دے۔ تو ارشاد باری ہوا وہ حضرت احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر التجاء کی يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْاَلْوَاحِ اُمَّةً يَاكلون الفيئ فاجعلها اُمَّتِيْ۔ اے میرے رب میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا حال پڑھا ہے جو فیئ کھائے اسے تو میری امت قرار دے دے تو فرمان ہوا کہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْاَلْوَاحِ اُمَّةً يَجْعَلُوْنَ الصَّدَقَةَ فِيْ بَطُوْنِهِمْ وَيُوْجَرُوْنَ عَلَيْهَا فَاجْعَلْهَا اُمَّتِيْ۔ اے میرے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کو دیکھا ہے جو صدقہ خود کھائے گی لیکن اس پر بھی وہ ثواب کی حقدار ہوگی۔ اس کو میری امت بنادے تو جواب ملا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْاَلْوَاحِ اُمَّةً اِذَا هَمَّ اَحَدُهُمْ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كتب له حَسَنَةً وَاحِدَةً فَاِنْ عَمَلَهَا كتب له عشر حَسَنَات فَاجْعَلْهَا اُمَّتِيْ۔ اے رب العالمین! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کے بارے دیکھا ہے کہ جب وہ لوگ نیکی کا ارادہ کریں گے تو ایک نیکی کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں اسی وقت لکھ دیا جائے گا، خواہ اس پر عمل نہ کر سکیں اور اگر اس نیکی کو کرلیں تو ان کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ لی جائیں گی۔ اس امت کو میری امت بنادے تو ارشاد ہوا کہ وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کرنے لگے يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْاَلْوَاحِ اُمَّةً اِذَا هَمَّ اَحَدُهُمْ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تكتب وَاِنْ عَمَلَهَا كُتِبَتْ عَلَيْهِ سَيِّئَةً وَاحِدَةً فَاجْعَلْهَا اُمَّتِيْ۔ اے رب تعالیٰ! میں نے تورات کی تختیوں میں سے ایک امت کے متعلق پڑھا ہے کہ وہ لوگ اگر برائی کا قصد کریں گے اور اس کا ارتکاب نہ کر سکیں گے تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امت ہے۔ پھر عرض کیا: يَا رَبِّ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْوَاحِ اُمَّةً يُؤْتُوْنَ الْعِلْمَ الْاَوَّل وَالْعِلْمَ الْآخِر فَيَقْتُلُوْنَ قرون الضلالة الْمَسِيح الدجّال فَاجْعَلْهَا اُمَّتِيْ۔ اے میرے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک امت کے بارے میں دیکھا ہے کہ جن کو اول و آخر کا علم عطا فرمایا جائے گا اور وہ

گمراہی کے سب سے بڑے مرکز دجال کے ساتھ جہاد کریں گے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہلاک کرنا ہے۔ اسے میری امت بنادے۔

توجواب ملاوہ تو حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت ہے اس کے بعد حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا یَارَبِّ فَاجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ اے رب کریم! پس مجھے ہی احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا امتی بنادے۔[1]

(الانوار المحمدیہ فی السیرۃ المصطفویہ، ص ۱۷۰تا۲۵۱)

[1](جواھر البحار، ج۲، ص۷۳، ۷۴، خصائص الکبریٰ، کتاب الوفا، ج۱، ص۳۹، جلاء الافھام، ص۱۰۸، الصلوٰۃ والسلام، ص۱۰۶، حجۃ اللہ علی العالمین، ص۱۱۸)

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کی تحقیق

سوال: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہیں، اور یہ عقیدہ قرآن کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (الکھف ۱۱۰)

ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

تو ہمیں کہنے میں خرابی نہیں۔

دوسرا جواب اسی آیت کے ماتحت حضرت حسن کی تفسیر دکھا دیتا ہوں۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کی تفسیر از تفاسیر

قال الحسن: علمه الله تعالى التواضع۔

حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ** ارشاد فرما کر تواضع کا سبق سکھایا ہے۔[1]

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ امر محمد صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وسلم بان يسلك طريقة التواضع فقال۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اس واسطے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرمایا تاکہ آپ کو تواضع اور انکساری کا سبق ملے۔[2] اور آپ کی سنت پر آپ کی امت عمل کرے، اور اپنے آپ کو عاجز کہیں فخر نہ کریں۔ اور اپنے آپ کو بڑائی کی طرف نہ لے جاویں، اور نہ اپنے آپ کو بڑوں سے تشبیہ دیں، لیکن بعض امتی ایسے بد فہم نکلے، جنہوں نے اس آیت کریمہ کا الٹا مطلب سمجھ لیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ **بَشَرٌ مِثْلُكُمْ** کا سبق سکھایا ہے تو ہم بھی آپ کو **بَشَرٌ مثلنا** کہیں گے۔

افسوس ایسی امت کے ایسے دماغ و سمجھ پر امت کا حق تو یہ تھا کہ عرش معلی کی سیاحی کرنے والوں کو جب **بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** کی تواضع کا حکم ہو رہا ہے، ہم تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے امتی ہیں۔ ہمیں تو اپنے آپ کو کم ترین سے کم ترین کے مشابہ سمجھنا چاہیئے تاکہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت پر عمل ہو، نہ کہ مثل کہنے سے عمل ہوا ہے۔ **مثلکم** کا لفظ **تواضعا**۔ تو آپ نے فرمایا تمہاری تواضع تو تب ہے کہ اس سے بھی کم تواضع کا لفظ ہو۔

---

[1] (تفسیر الخازن، ج۶، ص۸۷)

[2] (تفسیر کبیر، ج۵، ص ۷۶۱)

تیسرا جواب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اپنی صورت پر۔[1]

اگر آدم علیہ السلام تمہارے عقیدے کے ہوتے تو فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں یا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرما دیتے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے، لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام خدا جیسے ہوئے۔ اور جب حضرت آدم علیہ السلام خدا جیسے ہوئے تو ہم تمام خدا جیسے ہوئے کیوں جناب!

اگر وہاں مثلکم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مماثل بنتے ہو، تو یہاں خدا کی مثل بھی بن جاؤ، نچلا درجہ کیوں پسند کرتے ہو، ترقی کر کے خدائی مرتبہ پر کیوں نہیں فائز ہو جاتے، کچھ خدا کا خوف کرو۔

چوتھا جواب:

اب قرآن کریم سے عرض کرتا ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا کئی برس تک وظیفہ رہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الأعراف ٢٣)

اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

کیا تم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے کہو گے کہ معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام ظالم و خاسر تھے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو کہا تم کیوں نہ کہو، اگر تم حضرت آدم علیہ السلام کے کہے کو کہو تو ایمان نہیں رہتا۔ تو ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فرمائے ہوئے کو تمہارا ویسے کہنا بھی ایمان سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی عجز و انکساری سے فرمایا، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی آبائی سبق عجز و انکساری کا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ نے سکھایا۔ ایسے ہی حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الأنبياء ٨٧)۔

---

[1] (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۱۹)

پانچواں جواب:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی نفس عبارت کو ہی اگر دیکھا جائے تو بھی تمہارا مطلب اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنی مثل کہنا اگر امت کو حکم ہوتا کہ تم کہو کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثل ہیں پھر تو تم سچے تھے اور جب تمہیں حکم نہیں ہوا تو تم جھوٹے ہو۔ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل کہتے ہو۔ یہ تمہارا اپنی مثل کہنا سراسر قرآن عظیم الشان کے خلاف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے مثل بشر کہنا شرعًا وعقلًا بھی منع ہے۔

مِّثْلُكُمْ کی عقلی دلیل

تمہاری ہمشیرہ، والدہ، بیوی عورت ہونے میں سب ہم مثل ہیں، لیکن اگر تم بیوی کو کہو کہ تو میری بیٹی یا میری ماں کی مثل ہے تو ساٹھ روزے متواتر رکھو یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ تو تم بیوی کے قریب جاسکتے ہو ورنہ نہیں۔ اور اگر کہہ دو کہ میری ماں یا بیٹی میری بیوی جیسی ہے تو ایمان جاتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے بے ایمان رہتا ہے، اگر گھر میں مساوات کرو تو ایمان جاتا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مساوات کرنے سے ایمان کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

مثلیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ممانعت کے دلائل قرآن کریم سے

یَانِسَاءَالنَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍمِنَ النِّسَاءِ (الأحزاب ۳۲)

اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

جس بدن کے ساتھ آپ کا بدن پاک نوری مس کرے اس وجود کو رب العزت نے دوسروں سے ممتاز فرمایا اور حکم الٰہی ہوا کہ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ازواج مطہرات تم دنیا کی دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو، آپ کی ازواج مطہرات کی مثلیت کی نفی جب اللہ تعالیٰ نے فرمادی تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثلیت تم کیسے بنا سکتے ہو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود مبارک سب مؤمنین سے اعلیٰ ہے

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام مؤمنین کے نفسوں سے بہت اولیٰ ہیں۔

اب تم کہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے باعتبار نفس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم سے بہت بہتر ہیں، اب تمہاری بات کو تسلیم کریں یا اللہ تعالیٰ کے فرمان کو؟ تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔

مثلیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ممانعت احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے میں نے بات کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بے شک آپ نے فرمایا بیٹھ کر آدمی کی نماز کا آدھا ثواب ہے، اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں، اور لیکن میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔ [1]

حدثنا مسدد، قال: حدثني يحيى، عن شعبة، قال: حدثني قتادة، عن أنس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا تواصلوا قالوا: إنک تواصل، قال: لست كأحد منكم إني أطعم، وأسقى، أو إني أبيت أطعم وأسقى۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: وصلی روزے نہ رکھو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا حضور آپ وصلی روزے رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کھلایا جاتا ہوں، اور پلایا جاتا ہوں، یا فرمایا بے شک میں رات گزارتا ہوں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔ [2]

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أُمَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: نَزَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَتَكَلَّفْنَا لَهُ طَعَاماً فِيهِ شَىْءٌ مِنْ بَعْضِ هَذِهِ الْبُقُولِ، فَلَمَّا أَتَيْنَاهُ بِهِ كَرِهَهُ وَقَالَ لأَصْحَابِهِ: كُلُوهُ، فَإِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ أُوذِيَ صَاحِبِي۔

حضرت ایوب کی والدہ نے خبر دی کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے تو ہم نے آپ کو بعض سبزی کھانے کی تکلیف دی۔ اس میں کچھ بو تھی جب ہم آپ کے پاس لائے تو آپ نے کراہت فرمائی اور اپنے دوستوں کو فرمایا تم کھالو بے شک میں تم سے کسی ایک جیسا نہیں ہوں، میں ڈرتا ہوں کہ میرے دوست ساتھی کو تکلیف ہو گی۔ [3]

حَدَّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

---

[1] (سنن الکبری للبیھقی، ج۷، ص ۶۲، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۰۷، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

[2] (صحیح البخاری، ج۳، ص۳۷، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي))

[3] (سنن الدارمی، ج۲، ص ۱۳۹، الناشر: دار الكتاب العربي - بيروت)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وصال سے منع فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی حضور بے شک آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں، بے شک میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔[1]

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُوَاصِلُوا فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوا فَإِنَّکَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِ۔

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے آپ نے فرمایا وصلی روزے نہ رکھو۔ تم میں سے جس کا ارادہ ہو کہ وصلی روزے رکھنے کا تو سحری تک رکھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وصلی روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں، میرا کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے، اور میرا پلانے والا مجھے پلا دیتا ہے۔[2]

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ إِنَّکَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے منع فرمایا وصلی روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ تو وصلی روزے رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟ بلا شک میں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔[3]

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الوِصَالِ، قَالُوا: فَإِنَّکَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

---

1 (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۶۹۳، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامۃ - بیروت)

2 (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۶۹۳)

3 (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۶۹۴، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامۃ - بیروت)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وصلی روزے سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔[1]

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ بَكْرَ بْنَ مُضَرَ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ، فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ» قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنَّ لِي مُطْعِمًا يُطْعِمُنِي، وَسَاقِيًا يَسْقِينِي۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے وصلی روزہ نہ رکھو، تو تم میں سے جس شخص کا ارادہ ہو کہ وصلی روزہ رکھے چاہیئے کہ سحری تک وصل کرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا حضور آپ رکھتے ہیں، فرمایا میں تمہاری ہیئت کا نہیں ہوں بے شک میرے لئے کھلانے والا ہے، جو کھلاتا ہے، اور پلانے والا ہے جو پلاتا ہے۔[2]

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا تُوَاصِلُوا»، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ، إِنَّ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وصلی روزہ نہ رکھو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا میں تم سے کسی کی طرح نہیں ہوں، بے شک میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔[3]

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ "فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: "إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى"۔[4]

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَاصَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَنَهَاهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔[5]

[1] (سنن ابی داؤد، ج۲، ص ۳۰۶، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت)
[2] (سنن ابی داؤد، ج۲، ص ۳۰۷، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت)
[3] (سنن الترمذی، ج۳، ص ۱۴۸، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)
[4] (مسند احمد، ج۲، ص ۵۲۰)
[5] (مسند احمد، ج۲، ص ۵۷۵، الناشر: عالم الكتب - بيروت.)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي حُدِّثْتُ أَنَّكَ قُلْتَ: "أَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ" وَأَنْتَ تُصَلِّي جَالِسًا؟ قَالَ: "أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ"۔[1]

ترجمہ گزر چکا ہے۔

مذکورہ بالا بارہ دفعہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم **لست کاحدکم** سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے ارشاد اِنَّ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ہماری مثل نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کو خداوند کریم کھلاتا پلاتا ہے، اور آپ کے وصلی روزے کا مفسد نہیں ہے اور ہم ذرا سی چیز کھالیں تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اقرار کرنا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی مثل نہیں ہیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنْ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔[2]

---

[1] (مسند احمد، ج۴، ص ۵۵۲، الناشر: عالم الكتب - بيروت.)

[2] (صحيح البخاری، ج ۱، ص ۱۳، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي))

استدلال قرآنی اور متقدمین کا عقیدہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں

{قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا} الآية, فالمعنى: لا تظنوا أنه مثلكم۔

ضرور جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کھسک جاتے ہیں وہ تم سے نظر بچا کر (اخیر آیت تک) تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم یہ نہ یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہاری مثل ہیں۔[1]

ایک دفعہ کسی کو بات کہی جائے تو ماننے والے کو یقین ہو جاتا ہے، جب تین دفعہ کہا جائے تو بے یقینے کو بھی یقین ہو جاتا ہے لیکن میرے پیارے محبوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ۱۲ دفعہ فرمایا کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمادیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم آپ کی مثل نہیں ہیں۔ متقدمین کا عقیدہ بھی یہی دکھا دیا گیا۔ اب بھی اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر سمجھے تو اس کو خدا سمجھے۔

خَالِقٌ بَشَرًا کا جواب

سوال: مولوی صاحب نبیوں علیہم السلام کو بشر کہنا یہ سنت اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸)

تم آگے کیوں نہیں پڑھتے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (الحجر ۲۹)

پھر جب میں اس کو برابر درست کر لوں اور اس میں میں اپنی روح کو پھونک دوں تو تم اے فرشتو! اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔ خالق نے خَالِقٌ بَشَرًا فرمایا۔ اور مخلوق کو فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ کا حکم فرمایا۔ تم اگر خالق ہو تو خالق والی بات کہو اگر مخلوق ہو تو مخلوق کی سنت ادا کرو گے۔

آگے فرمایا:

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ سب ملائکہ سجدہ میں گر گئے، مقبول ہو گئے۔ ابلیس کی نظر بشریت پر پڑ گئی۔ مِنْ رُوحِي کو مد نظر نہ رکھا۔

---

[1] (شرح الزرقانی، ج۷، ص ۲۵۵، الناشر: دار الکتب العلمیة)

مخلوق میں سب سے پہلے ابلیس نے نبی اللہ کو بشر کہا

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ (الحجر ۳۲)

اے ابلیس تجھے کیا ہو کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔

تو ابلیس نے جواب دیا:

قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (الحجر ۳۳)

میرے لئے یہ لائق نہیں ہے کہ میں ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے بجنے ہوئے کیچڑ سے پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے اس کہنے کا جواب فرمایا سنیئے:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (۳۴) وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (الحجر ۳۵)

اے ابلیس تو نکل جا جنت سے کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے، اور ضروری تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

کیوں جناب! ابلیس نے بھی وہی الفاظ کہے تھے جو رب العزت نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمائے تھے۔

رب العزت نے بھی پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (الحجر ۲۸)

اور ابلیس نے بھی وہی جملہ خداوندی دہرایا کہ:

لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (الحجر ۳۳)

جب تمہارے نزدیک نبی اللہ کو سنت کہنا سنت اللہ ہے، تو اللہ رب العزت کو تو چاہیئے تھا کہ اس کو اس جواب پر انعام دیتا کہ تو نے میری سنت ادا کی ہے، اور تو نے اپنے اللہ کے آگے شرک بھی نہیں کیا، تجھے یہ جنت یا اس سے بڑھ کر انعام دیتا ہوں۔ اور نہ ہی ابلیس کو یہ جرأت ہوئی کہ کہتا یا اللہ! جو تو نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا تھا میں نے بھی تو وہی جملہ استعمال کیا ہے۔ یہ کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں، اگر گستاخی کا کلمہ ہے تو تیرا ہی بتایا ہوا ہے، ابلیس کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ اب تمہیں یہ کہنے کی جرأت ہو رہی ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہم سنت اللہ کہنے والے ہیں۔ یہ اپیل تو ابلیس کو دائر کرنی چاہیئے تھی نہ کہ تمہیں۔ حالانکہ یہ جملہ جب ابلیس نے استعمال کیا تو رب العزت نے اس کو ایک جنت سے ملعون و مردود بنا کر نکال دیا۔ تو ایسی بڑی جماعت کو جو اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو اپنے مثل بشر کہنے والی ہے جنت میں کیسے داخل کرے گا۔

دوسری بات ابلیس نے صرف ایک دفعہ نبی اللہ کو بشر کہا، ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود بنا کر دوزخی بنا دیا گیا، تو جو لوگ ہمیشہ اس کی سنت کو ادا کرتے ہوئے دن رات اپنے مصطفیٰ نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کی رٹ لگانے والے ہیں، خدا جانے ان کو کون سے طبقے میں جگہ دے گا۔

اور ساتھ ہی فرما دیا:

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ (ص ۸۵)

تجھ سے بھی جہنم کو بھروں گا، اور جو تیری تابعداری کرے گا، ان سے بھی جہنم کو پر کروں گا۔

یہ تو جواب ہوا تمہارے بشر کہنے کا کہ نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا یہ سنت ملائکہ نہیں ہے، بلکہ سنت ابلیسی ہے۔

سوال: مولوی صاحب اس نے سجدہ نہ کیا تھا اس لئے ملعون ہوا۔

جواب: سنیے دوست! اللہ تعالیٰ نے پہلے بشریت کو پیش نہ فرمایا تھا۔ بلکہ پہلے إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرۃ ۳۰) اے فرشتو! میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا نام تک نہیں لیا کہ میں آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ پیش فرماتا پھر اگر ابلیس حقیقت تک پہنچ جاتا تو کبھی گرفت میں نہ آتا۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اگر حضرت آدم علیہ السلام کا نام پیش فرما دیتا تو ابلیس کہہ دیتا کہ یا اللہ تو انسان کو تو ہم سے برتری دیتا ہے۔ تو رب العزت بھی ضرور جواب دیتا کہ نبوت ورسالت اعمال کا ثمرہ نہیں ہے۔

بلکہ فرمایا:

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (المائدۃ ۵۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

تو رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کے نام کو پیش نہیں فرمایا کہ کوئی اس حقیقت کو مد نظر نہ رکھے۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ و منزلت کو پیش فرمایا تا کہ ثبوت ہو جائے کہ نبی اللہ کی حقیقت انسانی کی طرف نگاہ غیر نہ کریں، بلکہ اس کے مرتبے کو ملحوظ رکھیں۔ جب ملائکہ نے بطاقت غیب حضرت آدم علیہ السلام کے پیش کردہ مرتبے کو ملحوظ نہ رکھا، بلکہ اس کے اعمال کو اعتراضی نگاہ سے دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸) کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لئے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف جب ان الفاظ کو منہ پر لاتا ہے، سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم

قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی اللہ رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کی قدر و شان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا تو تمام نوری ملائکہ تو فوراً ابلا عذر ارشاد خداوندی کو سمجھ گئے، اور سجدے میں گر پڑے۔ لیکن جو ان کا معلم ابلیس تھا وہ اکڑا رہا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ابلیس کے بیانات لئے تا کہ مجرم کا بیان لے کر اس کو اس کے جرم کی سزا دے، کیونکہ ملائکہ کو أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا وَيَسۡفِكُ ٱلدِّمَآءَ (البقرۃ ۳۰) کی ترغیب دینے والا اور کہلانے والا بھی وہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ بعد میں سب کا بلا عذر سرنگوں ہونا اور صرف ابلیس کا اکڑنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی شرارت بھی اسی کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب اس نے وہی دیا جو اللہ تعالیٰ پہلے فرما چکا تھا کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ اسے معلوم تھا کہ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہی کہے گا۔

جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مخالفین بھائیوں کو ان کا بھیڑیئے کا بہانہ بنانے سے پہلے ہی فرما دیا کہ أَخَافُ أَن يَأۡكُلَهُ ٱلذِّئۡبُ (یوسف ۱۳) اور بعد میں بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فَأَكَلَهُ ٱلذِّئۡبُ (یوسف ۱۷) وہی بات بنائی جو حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے۔

تو اب کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ بیٹوں نے باپ کی سنت ادا کی بلکہ صاحب ایمان یہی کہے گا کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کا بھیڑیئے کے کھانے کے بہانے کا علم غیبی تھا۔ جس بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے بہانہ بنانے سے پہلے ہی ان کو ان کے جھوٹے بہانے کا اظہار فرما دیا تا کہ ایمان والوں کو ثابت ہو جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں کے جھوٹے بہانے سے بے خبر نہ تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب ہے، وہ کلمات جو ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بعد میں کہنے تھے، وہ پہلے ہی سنا دیئے تا کہ ثابت ہو جائے کہ رب العزت کو ابلیس کے اس جھوٹے بہانے کا پہلے سے علم تھا۔ لیکن جب ابلیس کا بیان دینے کا وقت آیا تو اس نے خداوندی سوال کے جواب میں وہی بیان دیئے جو وہ پہلے فرما چکا تھا۔ تو یہ رب العزت کے عالم الغیب ہونے کی دلیل ہے، نہ کہ ابلیس نے سنت اللہ کو ادا کیا، جیسا کہ تم سمجھ بیٹھے۔

جب ابلیس نے اللہ رب العزت کو جواب دیا لَمۡ أَكُن لِّأَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهُۥ مِن صَلۡصَٰلٍ مِّنۡ حَمَإٍ مَّسۡنُونٍ (الحجر ۳۳) تو ابلیس نے دو جرم کئے، ایک حکم خداوندی کا انکار اور دوسرا نبی اللہ کو معاذ اللہ نگاہ خفت سے (معاذ اللہ) لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهُۥ مِن صَلۡصَٰلٍ مِّنۡ حَمَإٍ مَّسۡنُونٍ (الحجر ۳۳) کہا۔ یعنی ایک أَبَىٰ اور ایک ٱسۡتَكۡبَرَ تو رب العزت نے بھی دو ہی سزائیں دیں۔

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّکَ رَجِيمٌ (الحجر ۳۴) حکم خداوندی کے انکار کی سزا کہ یہاں سے نکل جا اور دوسری وَإِنَّ عَلَيْکَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (الحجر ۳۵) کہ تجھ پر قیامت تک لعنت برسے گی۔

اب دو فرقے ہوگئے، ایک خاموشی سے بلاعذر نبی اللہ کو عزت سے تسلیم کرتے ہوئے سرنگوں ہونے والے وہ ہیں نوری فرشتے، اور دوسرا حضرت آدم علیہ السلام کی عزت کا منکر اور نگاہ خفت سے بشر کہنے والا ناری تھا، فرشتے نوری تھے۔ اس لئے ان کی نگاہ اس نور کی طرف گئی جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں مشتعل تھا، جھک گئے۔ اور ابلیس ناری تھا۔ وہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ نہ سکا، اس کی نگاہ حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت تک محدود رہی تو ہمیشہ کے لئے ملعون ہوگیا۔ اب یہ قانون پریوی کونسل کا فیصلہ شدہ ہے جس کو رب کریم نے قرآن کریم میں درج کردیا ہے۔

چونکہ پہلے فیصلہ شدہ ہے، اس لئے ان دونوں فرقوں سے جس کا دل چاہے پسند کرے، چاہے نبی اللہ کی عزت وشان کو تسلیم کرتے ہوئے نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے آگے بلا عذر جھکنے والوں میں شامل ہو جائے اور چاہے دوسری طرف نبی اللہ کو بشر کہہ کر حکم خداوندی قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵) کا انکار کرکے اکڑنے والے کی جماعت میں داخل ہو جائے۔ اس وقت خود إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۲۸) فرما کر ابلیس کے عقیدے کا اظہار فرمادیا۔ اور یہاں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ (الکہف ۱۱۰) کے عجز کا کلمہ کہلوا کر اکثر مخالفین نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عقیدے کو عیاں فرمادیا۔ جس ذات میں نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جلوہ گر تھا، اس کے بشر کہنے والوں کو ملعون کرکے نکال دیا۔ تو جو شخص خود نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو اسی خطاب بشر سے پکارے، بھلا اس کو کیسے بری فرمائے گا۔

تو آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ ابلیس نے دو جرم کئے حکم خداوندی کی نافرمانی اور نبی اللہ کی عزت پیش کرنے کے مقابلے میں وہ بشر کہہ کر خفت نبوت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرۃ ۳۰) سے شان وعزت آدم علیہ السلام پیش فرمائی اور ابلیس نے عزت تسلیم کرنے کے بدلے میں خفت ظاہریت بشری میں بدلا تو دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوا، ایک سزا یہ کہ نکالا گیا، دوسری سزا یہ کہ ملعون ہوا۔ اب تم صرف یہی کہہ دو کہ ابلیس نے ایک ہی جرم کیا تو یہ تمہاری چشم پوشی ہے۔

باقی ملائکہ سے تم یہ ثابت کردو کہ انہوں نے سجدہ تو کیا ہو ساتھ ہی کہا ہو کہ نَسْجُدُ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ارشاد خداوندی کے مقابلے میں اس کے حکم کو تسلیم نہ کرنا یہ بھی سنت ابلیسی ہے۔ مثلاً اللہ کریم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق فرمایا: قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵) تم نے اس حکم خداوندی کو ٹھکرایا۔ جیسا کہ

وہ اس حکم میں اَبیٰ کا مصداق ہوا۔ تم نے اس حکم کے متعلق اَبیٰ کہہ دیا۔ اس نے لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (الحجر ۳۳) کہہ دیا، تم نے کہہ دیا مَا كَانَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ اس کو بھی بشریت نے باوجود فرمان الٰہی ہونے کے سرنگوں نہ ہونے دیا، اور تم کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بشریت ہی غلامی سے روک رہی ہے۔ اور نور سے اعراض کر کے مثلیث کی طرف پھنسا رہی ہے۔ نہ اُس نے رب العزت کے حکم کو مقدم سمجھا نہ تم نے اپنی عقل کے مقابلے میں حکم الٰہی کو تسلیم کیا۔ اس نے بھی دلیل سے حکم الٰہی کو ٹھکرایا، تم نے بھی دلیل سے ہی فرمان الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اس نفس امارہ کے کئی متبعین منکرینِ انبیاء علیہم السلام چلے آئے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ حسب سابقہ امم کے جو مخالفینِ انبیاء علیہم السلام تھے۔ اللہ رب العزت نے نہ چھوڑا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مخالفین کو عذاب دینے سے کیسے بچائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حقیقتًا صفی اللہ تھے، کیونکہ اللہ رب العزت نے خطاب فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفَى (آل عمران ۳۳) تمام ملائکہ نے تسلیم کیا۔ لیکن ابلیس نے آدم صفی اللہ نہ تسلیم کیا۔ ہابیل نے تسلیم کیا قابیل نے نہ کیا۔ صفی اللہ کا منکر جماعت قابیلی اور جماعت ابلیسی میں شامل اور نبی اللہ کے انکار کا بانی ابلیس ٹھہرا، جس نے نبی اللہ کی توقیر کا انکار کیا، اور بشر کہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حقیقتًا خلیل اللہ تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے وَاتَّخَذَ اللّٰہُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (النساء ۱۲۵) سے نوازا، نمرود منکر ہوا۔ آپ کے خلیل اللہ ہونے کا منکر نمرودی اور ابلیسی جماعت میں شامل ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ حقیقتًا کلیم اللہ تھے، کیونکہ ارشاد ربانی ہے: وَكَلَّمَ اللّٰہُ مُوسَى تَكْلِيمًا (النساء ۱۶۴) فرعون آپ کے کلیم اللہ ہونے کا منکر ہوا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ حقیقتًا تسلیم نہ کرے وہ فرعونی اور ابلیسی جماعت میں شامل ہوا۔

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ تھے اور ہیں۔ ہمارا ایمان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقتًا روح اللہ تھے، کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: وَرُوحٌ مِنْهُ (النساء ۱۷۱) صلیبیوں نے روح ہونے کا انکار کیا جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقیقتًا روح اللہ تسلیم نہ کرے وہ صلیبی ہے، ابلیسی جماعت میں شامل ہوا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اللہ تھے، اور حقیقتًا نور اللہ تھے، ہمارا ایمان ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ کو قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ (المائدۃ ۱۵) سے سراہا، اور نور ظاہر فرمایا۔ اور نوری آمد کی اطلاع بخشی۔

ابوجہل وغیرہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے آپ کے نور اللہ ہونے کا انکار کیا اور نور اللہ کو بجھانے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ رب العزت نے یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ۸) سے ان کے نور اللہ کا ارادۂ بد کا اظہار فرما کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو عالمین میں روشن کرنے کی اطلاع فرمائی۔ اور آپ کے نور اللہ ہونے کے منکروں کو وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ۸) سے فتویٰ کفر ثبت فرما کر مدّ مقابل جماعت میں شامل کر دیا۔

اب فیصلہ تم پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نور اللہ تسلیم کر کے خداوندی جماعت نوری میں شامل ہو کر متبع قرآن کریم بن جاؤ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے کا انکار کر کے مقابلے کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ خداوندی حکم آپ کے نور اللہ ہونے کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حدیثیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے کی دلیل ہیں، اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور اللہ ہونے پر ہے۔ متقدمین کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نوری ہونے پر ہے۔ ہاں ابلیس کا عقیدہ بشر کہنے کا ہے، ابوجہل اور باقی کفار کا کہنا بھی یہی تھا۔

سائل: اللہ تعالیٰ نے إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا (الحجر ۲۸) کیوں فرمایا؟ اس پر بھی فتویٰ لگاؤ گے؟

جواب: تم خالق ہو؟ تم مخلوق کی سنت ادا کرو۔ ملائکہ نے بشر کہا؟ جب ملائکہ نے بشر نہیں کہا، ابلیس نے کہا تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بشر نہ کہنا یہ سنت ملائکہ ہے، اور بشر کہنا یہ سنت ابلیس ہے۔

دوسرا جواب: اللہ رب العزت نے دونوں باتیں بیان فرما دیں: خَالِقٌ بَشَرًا والی بھی اور نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي والی بھی تاکہ جس کو جو پسند ہو قبول کرے۔ ملائکہ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي دیکھ کر سرنگوں ہو گئے، تو اس کے صلے میں اللہ رب العزت نے ان کو نور اللہ کی جھلک نصیب فرمائی، اور ابلیس کی نظر خَالِقٌ بَشَرًا تک محدود رہی تو نور اللہ کے جمال سے محروم رہا۔ اب تمہاری پسند پر موقوف ہے، جس لفظ کو چاہو پسند کر لو۔ جس حکم الٰہی کو ملائکہ نے نہیں دہرایا، اسے ہم دہرانے کے لئے تیار نہیں۔ اور جس کے کہنے سے ابلیس کی تمام عمر کی خالص توحید ضائع ہو گئی۔ ہم بھی وہ جملہ کہہ کر اپنی تمام عمر کے حسنات کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اگر نبی اللہ کو یہ جملہ کہنے سے تمام حسنات سیئات ہو گئے تو نبی الانبیاء علیہم السلام کو وہی جملہ کہہ کر اپنے حسنات کو سیئات کیسے بنا لیں؟ نہ ہم وہ جملہ کہنے کو تیار ہیں اور نہ ہی اس کے مطیع بنتے ہیں۔ ہم وہ ہی جملہ کہنے کو تیار ہیں جو رب العزت نے ہمارے لئے ارشاد فرمایا: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدة ۱۵)

سوال: تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہنے سے چِڑ اتے کیوں ہو؟

جواب: ایک وجہ تو تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ نبی اللہ کو بشر کہنا سنت ابلیسی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی کسی امتی نے بشر کہا تو کفار نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو بشر کہا، کسی مومن نے نہیں کہا۔

دس ہزار روپیہ انعام

انشاء اللہ اس شخص کو نقد دوں گا جو قرآن کریم سے ایک آیت دکھادے کہ کسی امتی نے اپنے نبی اللہ کو بشر کہا ہو۔ یا فقیر قرآن کریم سے دکھا دیتا ہے کہ منکرین انبیاء علیہم السلام نے اپنے نبی اللہ کو بشر سے خطاب کیا۔ جیسا کہ پہلے ابلیس کا خطاب بیان کر چکا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کہا، بعد ازاں کفار اپنے انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتے تھے۔

نوح علیہ السلام کو کفار نے بشر کہا

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ (ھود ۲۷)

تو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا، نہیں دیکھتے ہم تجھے مگر ہماری مثل بشر، اور نہیں دیکھتے ہم تیرے متبعین مگر جو ہم سے ذلیل ہیں، کم عقل ہیں۔ اور نہ ہی ہم پر تمہاری کوئی فضیلت ہے۔ بلکہ ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار کی چار باتیں نقل کی ہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم کفار کے کلمات کفریہ

۱۔ تو ہماری مثل بشر ہی تو ہمیں نظر آتا ہے۔

۲۔ تیرے متبعین رذیل اور کم عقل ہیں۔

۳۔ ہم پر تمہاری کوئی فضیلت نہیں، ہمارے جیسے ہی تو ہو۔

۴۔ ہمارے گمان میں تم جھوٹ بھی بول سکتے ہو۔

اب فیصلہ تم خود کر لو کہ طابق النعل بالنعل کے عین موافق کون ہے۔ ورنہ مقیاس حقیقت کا مطالعہ فرمائیں۔

اور قرآن کریم کی اس عبارت کے سامنے تمہارے چاروں اقوال کفار میں مساوات ہے یا نہیں؟ یہ فیصلہ تم پر موقوف ہے۔ انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اور تمہارے عقیدے کی اصلیت تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ کہ آیا یہ عقیدہ اپنی مثل بشر کہنا و دیگر عقائد کن کے تھے اور عقیدہ رکھنے والے کس زمرے میں شامل ہوں گے۔

فرمان خداوندی ملاحظہ ہو:

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (ھود ۲۴)

فرقوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی مثال ہے کیا دونوں مثالاً مساوی ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں) کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

دوسرے مقام پر پھر اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کلام کو نقل فرمایا:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (المؤمنون ۲۴)

تو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کفار کے سرداروں نے کہا نہیں ہے یہ نوح مگر تمہاری مثل بشر، ارادہ رکھتا ہے کہ تم پر فضیلت والا بن جائے۔

کیوں جناب! اب فرمایئے ثابت ہوا کہ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کہنا یہ نوح علیہ السلام کے کفار کی سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو ایسے کہنے والوں سے برتاؤ کیا تم بھی جانتے ہو میرے کہنے کی ضرورت نہیں، صرف غرق ہوئے عذاب الٰہی سے۔

قوم عاد نے ھود علیہ السلام کو بشر کہا

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (۳۳) وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ (المؤمنون ۳۴)

قوم عاد کے سردار کافروں نے کہا، اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، حالانکہ ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں ہی دولت دی۔ کہا نہیں ہے یہ ھود مگر تمہاری مثل بشر ہے، کھاتا ہے جو کچھ تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو کچھ تم پیتے ہو اور اگر تم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کے مطیع ہو گئے تو تم اس وقت ذلیل ہو جاؤ گے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا کہ قوم عاد آخرت کے بھی منکر تھے، اور مالدار بھی تھے جو انہوں نے حضرت ھود علیہ السلام کو چند کلمات کفریہ کہے وہ اللہ رب العزت نے نقل فرمادیئے۔

قوم عاد کے کلمات کفریہ ھود علیہ السلام کے متعلق

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ

تمہاری مثل بشر ہی تو ہے۔

يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ۔

جو تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے یعنی تمہاری طرح اس کا کھانا ہے۔

وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ

اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو، یعنی تمہاری طرح اس کا پینا ہے۔

وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ

اگر تم اس کے غلام ہو گئے جو تمہاری مثل بشر ہے تو تم ذلیل ہو جاؤ گے۔

پہلی تین باتوں میں تو تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ (البقرة ۱۱۸) فرمان الٰہی سچا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ کلام بھی یکساں ہے۔ ہاں البتہ ایک بات میں فرق ہے۔ قوم عاد کہتے تھے کہ اگر تم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وکے غلام بن گئے تو ذلیل ہو جاؤ گے۔ اور تم کہتے ہو کہ اگر تم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کے غلام بن گئے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارا ان سے بھی فتویٰ سخت ہے۔ کلام میں کوئی فرق نہیں آیا۔

کیوں جناب بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کہنے والو؟ یہ کلمہ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ والا تو اس آیت کریمہ سے قوم عاد کا ثابت ہوا۔ اور نبی کھاتا پیتا کہنا بھی ان کا کلام ثابت ہوا۔ اور غلامان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کہنے والوں کے نزدیک ذلیل ہیں۔ اور ان پر مشرک کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ کفار کے کلمات بھی کفریہ ہوتے ہیں۔ جن کو رب العزت نے بیان فرما دیا۔ اب تم نے بھی یار وہی باتیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے متعلق کہنی شروع کر دی ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے غلاموں کو ان سے بڑھ کر فتوے لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ وہ ذلیل کہتے تھے تم غلام رسول کو مشرک کہتے ہو۔

ان کی سزا رب العزت نے فرمائی:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (٦) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ (الحاقة ٧)

تیز اور ٹھنڈی ہوا سے ان کو ہلاک کیا۔

اب تم خود فیصلہ کر لو کہ بشر مثلکم اور باقی کلمات یہ کن کے تھے۔ اور تم کس کی سنت ادا کر رہے ہو، اور قوم عاد کو کیا سزا ملی۔ اگر تم نے بھی ان کی سنت پر عمل کیا تو تمہارا حال کیا ہو گا۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہا

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ (٢٣) فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ (القمر ٢٤)

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا تو انہوں نے کہا کیا ہم سے ایک بشر ہے جس کی ہم اتباع کریں، ہم اس وقت گمراہی اور دوزخ میں ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں بھی یہی واضح ہے:

۱۔ قوم ثمود نے بھی اپنے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام کو حقارت سے بشر کہا۔

۲۔ اور ان کی غلامی کو عار سمجھا۔

۳۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کو غلطی پر سمجھا۔

۴۔ اگر صالح علیہ السلام کی غلامی کا دم بھرا تو ہم بھی غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۵۔ غلام صالح بننے والا جہنمی ہے۔

خداوند کریم نے اس آیۃ کریمہ میں کفارِ ثمود (حضرت صالح علیہ السلام کے کفار) کا ذکر فرماتے ہوئے وضاحت فرمائی۔ اور جس خطاب سے انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو نوازا وہ بھی اس آیۃ کریمہ میں موجود ہے کہ کفار نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر سے خطاب کیا اور ان کے عقائد واقوال آیۃ کریمہ سے واضح ہیں۔

اب تم خود فیصلہ کر لو کہ رب العزت نے ان کے اس بیان کو اچھا سمجھ کر کہا ہے یا برا۔ اور تم نے بھی قوم ثمود کی سنت پر عمل کیا اور وہی الفاظ کہے تو تم خود سوچو کہ تم کس جماعت کی سنت ادا کر رہے ہو۔ اور ان کے الفاظ أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ (القمر ۲۴) کہو گے تو كَذَّبَتْ کے مصداق تم بھی بن جاؤ گے یا نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قوم ثمود جنت و دوزخ کے قائلین تھے۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہا

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۱۵۴) قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ (الشعراء۱۵۵)

قوم ثمود کی رب العزت نے دو باتیں بیان فرمائیں۔

مشرکین قوم ثمود کا عقیدہ اور کلام

۱۔ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا (الشعراء ۱۵۴) تو ہماری مثل ہی بشر ہے۔

۲۔ تو کچھ نہیں کر سکتا، اگر سچا ہے تو کوئی طاقت دکھا۔

انہوں نے پہاڑ سے اونٹنی طلب کی، آپ نے دعا کی پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا ایک دن تمہارے کنوؤں کا پانی یہ پیئے گی، ایک دن تم پینا، انہوں نے تنگ آ کر ناقۃ اللہ کی بے حرمتی کی، اور اس کی پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اس خیال سے کہ ناقۃ اللہ کو تکلیف پہنچانے سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا قَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ (ھود ٦٥) تین دن اپنے گھروں میں عیش کرلو، پھر تمہیں عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ انہوں نے توبہ نہ کی تو فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ (الشعراء ١٥٨) ان کو عذاب نے تباہ کر دیا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا (ھود ٦٨) اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کا نام و نشان مٹا دیا۔

ناقۃ اللہ کو تکلیف دینے سے عذاب میں ماخوذ ہوئے، اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ نبی اللہ کو تکلیف دینے سے تم خود فیصلہ کرلو کہ مستحق عذاب ہوگے یا نہیں؟ اور تمہارا نام و نشان باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اس آیت کریمہ سے قوم ثمود کے دو جرم ثابت ہوئے کہ بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنا یہ سنت کفار ثمود ہے، جو انہوں نے اپنے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام کو کہا۔

اور دوسرا جرم ان کا یہ تھا کہ انہوں نے نبی اللہ کو یہ سمجھا کہ نبی اللہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور سابقہ آیت قرآنیہ سے بھی ان کے دو جرم اللہ رب العزت نے بیان فرمائے ایک یہ کہ انہوں نے نبی اللہ کو بشر کہا، اور دوسرا جرم یہ کہ انہوں نے نبی اللہ کی غلامی کو عار سمجھا۔ وہاں بشر کہہ کر غلامی سے انکار کیا۔ اور یہاں بشر کہہ کر غلامی اور طاقت نبی اللہ کا انکار کیا۔ تو بعد ازیں ان پر جس عذاب کا نزول ہوا وہ بھی فیصلہ قرآنی تمہارے سامنے موجود ہے۔ اب تم نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وہی قوم ثمود والی باتیں کہنی شروع کر دی ہیں، نتیجہ تم خود سوچ لو۔

جنگلیوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بشر کہا

وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ (١٨٦) فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (الشعراء ١٨٧)

نہیں ہے تو مگر بشر ہماری مثل اور ہم تجھے جھوٹ بولنے والوں سے گمان کرتے ہیں، تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دے اگر تو سچوں سے ہے۔

اس آیۃ کریمہ میں رب العزت نے کفار قوم شعیب علیہ السلام کو اقوال کفریہ کو نقل فرمایا۔

اقوال کفریہ قوم شعیب علیہ السلام

١۔ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تو ہماری مثل بشر ہے۔

٢۔ وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ۔ ہمارا خیال ہے کہ تو جھوٹ بھی بول لیتا ہے۔

٣۔ تو کچھ کر نہیں سکتا۔ نہ کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔ اگر تیری کچھ طاقت ہے تو فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ (الشعراء ١٨٧) ہم پر کوئی ٹکڑا آسمان سے گرا دے۔

مکذبین حضرت شعیب علیہ السلام تین جرموں کے مرتکب ہوئے:

۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے منکرین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی پہلی گستاخی بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہہ کر کی۔

۲۔ دوسرے نبی اللہ پر کذب کا بہتان لگایا

۳۔ تیسرا نبی اللہ کو کمزور سمجھا، اور ان کی طاقت کا مظاہرہ طلب کیا۔

اب تم فیصلہ کر لو کہ یہ قول کفار کا ہے یا مومنین کا۔ اگر قوم شعیب علیہ السلام کے کفار نے بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہا اور لَمِنَ الْكَاذِبِينَ کہا اور فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا کہا تو سزا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (الشعراء ۱۸۹)

تو ان کفار بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنے والوں کو سائے کے دن والے عذاب نے گرفتار کر لیا۔ اب تم سوچ لو کہ اگر تم بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہو گے تو تمہیں اس قول کفار کا کیا بدلہ ملے گا؟

فرعون اور اس کے رؤسا نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو بشرین کہا

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ (۴۵) إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ (۴۶) فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ (۴۷) فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ (المؤمنون ۴۸)

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنے معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے رؤسا کی طرف بھیجا، تو انہوں نے فخر کیا اور واقعی وہ سرکش قوم تھی۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو جواب دیا کہ کیا ہم اپنے مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری بندگی کرنے والی ہے، تو ان دونوں کو انہوں نے جھٹلایا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

کیوں جناب! اب فرمایئے فرعون اور فرعونیوں کے پاس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پہنچے تو انہوں نے فوراً یہی کہا کہ أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (المؤمنون ۴۷) تو یہ قول فرعون اور فرعونیوں کا ثابت ہوا یا نہ؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا یہ قول ان کی تکذیب کا تھا۔ یعنی جو نبی اللہ کو یہ کہتا ہے بَشَرٌ مِّثْلُنَا وہ نبی اللہ کا مکذب ہے۔ پہلے اللہ رب العزت نے ان کے اس قول کا سبب بیان فرمایا کہ وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ کہ فرعون اور اس کے رؤسا بڑے متکبرین تھے۔ اسی لئے انہوں نے انبیاء کو بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہا۔ تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بَشَرٌ مِّثْلُنَا یا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ متکبرین کہتے ہیں، مومنین کا یہ قول نہیں ہے۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ (المؤمنون ۴۸) کہ وہ ہلاک ہو گئے۔

فرعون اور فرعونیوں نے دونبیوں کو بَشَرَيْنِ مِثْلِنَا کہا تو غرق ہوگئے۔ تو اگر کوئی اور کہے گا تو عذاب الٰہی سے کیسے بچ سکے گا؟

اب تم سوچو کہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہنا سنت فرعونی ہے یا متبعین حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام۔ اور تم نے بھی اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہی خطاب کیا تو تم کس جماعت کی سنت ادا کر رہے ہو، متکبرین کی یا متبعین کی؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے انبیاء علیہم السلام کو ان کے منکرین نے بشر کہا

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (یٰسٓ ۱۵)

انہوں نے کہا نہیں ہو تم مگر ہماری مثل بشر، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی شے نہیں اتاری تم جھوٹے ہو۔

یہ جو کچھ قرآنی آیات سے بیان کیا گیا وہ پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخالفین کا ذکر ہوا۔ اب اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانے کا ذکر اور آپ کے زمانہ کے مخالفین کا ذکر قرآن کریم سے عرض کرتا ہوں، دل کے کانوں سے سن لیجئے۔

ابوجہل اور اس کے ہمنواؤں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہا

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ (۱) مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ (۲) لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ (الأنبياء۳)

لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں اعراض کرنے والے ہیں۔ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس کوئی ذکر بھی نہیں آیا، مگر انہوں نے اسے سنا اور وہ مذاق کرتے ہیں ان کے دل غافل ہیں اور ظالمین پوشیدہ پوشیدہ سرگوشی کرتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر تمہاری مثل بشر، کیا پس تم جادو پر آتے ہو حالانکہ تم صاف بصیرت پر ہو۔

یہ آیت کریمہ ابوجہل اور اس کے دوستوں کے حق میں نازل ہوئی، جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے قرآن مجید پڑھا، تو انہوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی کہ یہ تمہاری مثل بشر ہے، اور قرآن کریم کو جادو کہا۔ تو رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور کفار مکہ ابوجہل وغیرہ کو ڈرایا، اور اس کا پورا بیان لکھ دیا کہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہنے والے آدمی ظالم اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بے خبر ہیں۔ اور قرآن کریم سے بھی بے خبر ہیں۔ اس آیۃ کریمہ میں خداوند کریم نے ابوجہل کے اقوال و اعمال کا کچھ واقعہ بیان فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ابوجہل کا حساب خراب ہونے کی وجہ سے اس کو قیامت کا حساب یاد دلا کر واقعہ بیان فرمایا۔

ا۔ ان لوگوں کا حساب قریب ہے یعنی ابوجہل وغیرہ کا اور سنا دیا کہ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والوں اور قرآن کریم کو جادو کہنے والوں سے دونوں باتوں کا حساب لیا جائے گا۔ ان کلمات خطاب سے باز آجاؤ۔

۲۔ ایسے لوگ غافل اور بے خبر ہیں۔

جب ان لوگوں کے پاس شان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکر رب کریم فرماتا ہے تو کفار مکہ خصوصًا ابوجہل سن کر مذاق کرتا ہے کہ یہ نئی بدعت ہے۔

ا۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمیوں کا حساب قریب ہے۔ ان سے اس بات کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ (السجدة ۲۲)

۲۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمی غافل ہیں۔

۳۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور قرآن کریم سے روگردان ہیں۔

۴۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والوں کو جب کبھی میرا کلام ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے سنا اور انکار کر کے مذاق اڑایا۔

۵۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے لوگ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ اور سحر کہہ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور قرآن کریم سے مذاق کرتے ہیں۔

۶۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے لوگوں کے دل بھی اندھے ہیں۔

۷۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے لوگ ظالم ہیں۔

۸۔ پوشیدہ پوشیدہ میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہتے ہیں۔

۹۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے صرف حضور کی ہی توہین نہیں کرتے، بلکہ قرآن کو بھی جادو کہتے ہیں۔

۱۰۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے والے خود صاحبِ بصیرت ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

کفار مکہ ابوجہل وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر کہا۔ اور قرآن کریم کو جادو کہا ان دو جرموں پر وحدہٗ لاشریک نے اپنی بے نیازی کا ثبوت دے کر ان پر دس دفعات لگا کر جرائم پیشہ ثابت فرمایا۔

جب اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برادری کے رؤسا اپنی مثل بشر کہنے والوں پر دس دفعات کا جرم ثابت فرمایا ہے، تو تم اگر اسی جرم کے مرتکب ہوگے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟

ولید بن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہا

إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۲۵) سَأُصْلِيهِ سَقَرَ (۲۶) وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ (۲۷) لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (۲۸) لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ (المدثر ۲۹)

یہ اور کچھ نہیں مگر بشر کا قول ہے، ارور آپ کو کس نے خبر دی کہ سقر کیا ہے؟ دوزخ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے، چمڑے کو جھلسانے والی ہے۔

بشر کے معنی عربی زبان میں چمڑے کے ہیں۔ رب العزت نے اس آیۃ کریمہ میں ولید بن مغیرہ کو اپنا آخری فیصلہ دنیا میں سنا دیا کہ تو نے میرے کلام قرآن کا انکار کر کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قول کہا ہے۔ اور میرے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نبی اللہ نور اللہ کو بشر کہا ہے۔ اسلئے تیرے بشر کو ہی یعنی چمڑے کو ہی دوزخ کی آگ سے جھلساؤں گا۔ یہ فیصلہ خداوندی ابھی سے ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بشر کہنے والو! تم بھی اس عذاب الٰہی سے ڈرو، اور بشر کہہ کر اپنے چمڑے نہ جھلسواؤ۔

مذکوہ بالا آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے جھگڑا نبی اللہ کو بشر کہنے کا ابلیس نے ڈالا۔ اور وہ اسی دن سے اس کی سزا بھگت رہا ہے، اور قیامت تک بھگتے گا۔ اور پھر ابدی ناری ہی رہے گا۔ پھر بعد ازاں دوسری اور تیسری آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا۔ اور ان کی عزت و مراتب کا انکار کیا۔ تو رب کریم نے طوفانِ فلڈ سے ان کو تباہ و برباد کیا۔ اور بشر کہنے والوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ اور قرآن سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین بھی حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے۔

بعد ازاں سورۃ المؤمنون کی آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ قوم عاد نے ھود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا، اور کہا کہ یہ بشریت میں حضرت ھود علیہ السلام ہمارے جیسے ہی تو ہیں، ہماری طرح کھاتے ہیں، ہماری طرح پیتے ہیں، غلام ھود کہلانا ہماری ذلت ہے تو اللہ رب العزت نے ان کو بھی ٹھنڈی اور تیز ہوا سے آہستہ آہستہ سات راتوں اور آٹھ دنوں میں تباہ کر دیا۔ ھود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنے والوں کا نام و نشان مٹا دیا۔

بعد ازاں رب کریم نے ارشاد فرمایا کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا، اور صالح علیہ السلام کی طاقت نبوت کا بھی انکار کرنا شروع کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان گستاخوں کو اپنی طاقتِ نبوت سے دعا کر کے پتھر سے زندہ اونٹنی ظاہر کر کے دکھا دی۔ یعنی غیر ممکن کو ممکن کر کے دکھا دیا۔ پھر بھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی عزت و طاقت کو تسلیم نہ کیا۔ اور آپ کو اپنے جیسا بشر ہی کہتے رہے، تو اللہ رب العزت نے ان کے

متعلق كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا (ھود ۶۸) فرمایا۔ ان کا ایسا نام ونشان مٹا دیا کہ ان کے مقامات کو دیکھ کر یہ ثابت ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں بھی کوئی آبادی رہی یا نہیں۔

پھر اللہ رب العزت نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کفار کا ذکر فرمایا کہ شعیب علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنے والے اس زمانے کے کفار پھر ظاہر ہو گئے۔ اور انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنا شروع کر دیا۔ تو اللہ رب العزت نے ان اپنی مثل بشر کہنے والے مکذبین کا آسمان سے بادل کا عذاب نازل فرما کر نام ونشان مٹا دیا۔

پھر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون اور اس کے متبعین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریابُرد کرا دیا۔ اور اپنے مثل بشر کہنے والے فرعون اور فرعونیوں کا نام مٹا دیا۔

بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے مکذبین نے اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ اور ان کا نام ونشان مٹا دیا کہ بعد میں میرے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی آمد ہے۔ کہیں ان کا عمل اس قدیمی سنت پر نہ شروع ہو جائے۔ چنانچہ میرے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانے میں آپ کو ابوجہل اور ولید بن مغیرہ وغیر ہمانے اپنی مثل کہنا شروع کر دیا۔

اور خداوند کریم نے یہ کسی آیت میں نہیں فرمایا کہ محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بشر کہہ کر پکارتے تھے۔

اور یہ بھی کسی آیت سے ثابت نہیں کہ اللہ رب العزت نے (ابوجہل اور ولید بن مغیرہ) بشر کہنے والوں کو شاباش دی ہو، بلکہ جہنم کی خوشخبری دی اور فرمادیا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الأنفال ۳۳) حضور آپ کی موجودگی میں میں ان کو کوئی سزا نہیں دیتا۔ اور آپ کو بشر کہنے والوں کو سزا نہ دیتا، یہ ان کی بہادری نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آپ کی برکت سے ان کو میں کچھ نہیں کہتا فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ (الزخرف ۴۱) جب ہم آپ کو لے جائیں گے تو ان سے ایک ایک کر کے بدلے لوں گا۔

ان تمام آیات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابلیس سے لے کر ابوجہل وغیرہ تک کفار ہی نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اپنی مثل بشر کا خطاب کرتے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مثل بشر کہنے والوں کو کہیں مبارک بھی نہیں دی۔ بلکہ عذاب سے ہی تباہ کیا۔ عذاب کی خوشخبری دی۔ اور بشر کا خطاب اچھا ہوتا تو رب کریم قرآن کریم میں کفار کی اصطلاح کیوں بیان فرماتا۔ کسی آیت میں یہ بھی فرمادیتا کہ مومنین بھی اپنے ہی نبی کو بشر کہتے رہے۔

پھر اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو نور اللہ کا خطاب فرمایا۔ اگر یہ بشر کا خطاب بہتر ہوتا تو کہیں یَا اَیُّھَا الْبَشَرُ سے بھی خطاب فرماتا۔

ہم اُمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم رب العزت کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے نور اللہ ہونے پر ایمان لے آئے، اور اپنی مثل بشر کہنا سنتِ ابلیسی و سنت فرعونی و سنت ابوجہلی و ولیدی و سنتِ تمام کفار رب کریم سے سن کر اور سمجھ کر ترک کر دیا۔

فقیر نے بشریت کہنے کے عاملین قرآن سے کفار و ابلیس کو دکھا دیا، اب تمہاری بہادری تب ہے کہ تم ایک ایسی آیت قرآنی دکھا دو کہ کسی مسلمان اُمتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو نور کہا اور اس پر عذاب نازل ہوا ہو۔ یا اس کو سرزنش ہوئی ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو نور کہنا جرم ہوتا تو رب العزت وَالنَّجْمِ اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا اور نُوْرَ اللہ کا خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو کیوں فرماتا۔ اگر آپ نوری نہ ہوتے تو براق آسمانی اللہ رب العزت نہ بھیجتا۔ اگر آپ نوری نہ ہوتے تو سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف نہ لے جاسکتے، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے علاوہ بشر کو جاتا ہوا ثابت کر دو، یا امکان ہی ثابت کر دو۔ جو اپنا ہے وہ اپنے کی شان کو چھپا نہیں سکتا۔ وہ جو بیگانہ ہے، وہ شان کا اقرار نہیں کر سکتا۔

بھائی کسی نے سنت رحمانی کو قبول کر لیا کسی نے سنت شیطانی کو پسند کر لیا، یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔ خداوند کریم و نور مطلق ہے، جو لا تیجزی ہے، حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم ایسے نور مجسم ہیں جو ہر وقت منیر ہیں۔ اور آپ کے جسم سے ایمانداروں کو نور حاصل ہوتا ہے اور آپ کے نوری ہونے میں کوئی فرق لازم نہیں آتا۔ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (الزخرف ۱۵) کا جواب پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ خداوند کریم کا نور جوہر و عرض سے تقسیم و جز سے مبرا ہے۔ خاکی نہیں ہے، قائم بالذات ہے، میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کا نور نورِ خداوندی سے مشتعل ہے۔ آپ از سر تا پا نوری ہیں۔ باوجود پیدا ہونے کے، آپ کے والدین ہونے کے اور اولاد ہونے کے آپ کے نور میں فرق نہیں۔ یہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے۔ خداوند کریم وہ ذات ہے جو اَللّٰهُ اَحَدٌ (۱) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۳) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الإخلاص ۴) ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی انسانیت و بشریت کا کافر بھی قائل ہے۔ آپ کے نور ہونے کا ہی تو منکر ہے۔ کسی نے قدرت خداوندی کو پس پشت ڈال دیا، اور اس کی نگاہ ظاہری پشت پر پڑی۔ اور اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو اپنی بشریت پر قیاس کر لیا۔ حالانکہ میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی ظاہریت بھی نور اور باطن بھی نور۔ آپ کا بال بال نور۔ جو جوڑا مبارک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے قدم

مبارک کو مس کرلے۔ اس کا مقابلہ مخلوق سے کوئی نوری نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جوڑے مبارک پر زمین و آسمان، سورج و چاند قربان ہیں۔

سوال: تم نے کہاہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانہ میں کسی نے آپ کو بشر نہیں کہا۔ ہم ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو بشر کہا۔ ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كان بشرًا من البشر۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بشروں سے بشر تھے۔

جواب: جناب فقیر نے قرآنی آیات تمہارے سامنے پیش کی ہیں کہ کفار اپنے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل کہتے رہے۔ فقیر کی پیش کردہ گیارہ آیتوں کے مقابلے میں تم ایک آیت قرآنی پیش نہیں کرسکے، یہ فقیر کی صداقت کی دلیل ہے۔

باقی رہا تمہارا حدیث کو پیش کرنا تو پہلے کسی محدث سے قانون دریافت کرو کہ قرآن کی آیت صریحہ کے مقابلہ میں حدیث حجت بن سکتی ہے؟ پھر جس مسئلہ میں گیارہ آیتیں صریحی موجود ہوں ان کے مقابلے میں ایک خبر احاد کو پیش کرنا یہ اصول حدیث کے خلاف ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ تمہاری مذکورہ حدیث کے مقابلے میں فقیر پہلے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش کرچکا ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں۔

تیسرا جواب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی حدیث اس کے مقابلے میں موجود ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے بیت الخلاء میں جاتی تو سوائے کستوری کی خوشبو کے کچھ نظر نہ آتا۔ ملاحظہ ہو:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی انسانی صفات سے اولویت

عن عائشة قالت قلت: يارسول الله! إنك تأتي الخلاء فلا نرى شيئا من الاذى إلا أنا نجد رائحة المسك۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بلاشک آپ بیت الخلاء کو تشریف لاتے ہیں تو ہم کسی فضلہ کو نہیں دیکھتے، سوائے اس کے کہ ہم کستوری کی خوشبو پاتے ہیں۔[1]

کیوں جی اب ہم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہی پیش کی کہ آپ میرے پیارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دنیا کے انسانوں سے ممتاز صفت فرمارہی ہیں۔ اور سنیئے:

أخرج الحكيم الترمذي من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفراني عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة۔

---

[1] (كنز العمال، ج ۱۲، ص ۴۷۳، الناشر: مؤسسة الرسالة)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کا سایہ نہ سورج میں نظر آتا، اور نہ چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر آتا، اور نہ ہی آپ کے پاخانے کا کوئی نشان ہوتا۔[1]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم احتلام سے مبرا تھے

اخرج الطبراني من طريق عكرمة عن ابن عباس و الدينوري في المجالسة من طريق مجاهد عن ابن عباس قال ما احتلم نبي قط و إنما الاحتلام من الشيطان۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی اللہ کو بالکل احتلام نہیں ہوتا، اور کوئی بات نہیں احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔[2]

و ذكره ابن سبع في الخصائص بلفظ أنه لم يقع على ثيابه ذباب قط و زاد ان من خصائصه ان القمل لم يكن يؤ ذيه۔

ابن سبع نے اپنے خصائص میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے کپڑوں پر مکھی نہ بیٹھتی تھی اور اپنے خصائص میں ان سے زیادہ لکھا ہے کہ آپ کے خصائص سے یہ بھی ہے آپ کو جوں بھی نہ ہوتی تھی۔[3]

اخرج الحسن بن سفيان في مسنده و ابو يعلى و الحاكم و الدار قطني و أبو نعيم عن أم أيمن قالت قام النبي {صلى الله عليه و سلم} من الليل إلى فخارة في جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل و أنا عطشانة فشربت ما فيها فلما أصبح أخبرته فضحک و قال إنک لن تشتكي بطنک بعد يومک هذا أبدا۔

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم رات کو ایک گھر کے ایک کونے میں برتن پیالے کی طرف اٹھے تو آپ نے اس میں پیشاب کیا، پھر میں رات کو اٹھی، مجھے پیاس محسوس ہوئی میں نے جو کچھ اس میں تھا پی لیا۔ تو جب صبح ہوئی میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو اطلاع دی تو حضور مسکرائے اور فرمایا کہ اس دن کے بعد تیرے پیٹ میں انشاء اللہ کبھی بیماری نہیں ہو گی۔[4]

اخرج البخاري في التاريخ و ابن ابي شيبة في المصنف و ابن سعد عن يزيد بن الاصم قال ما تثاءب النبي {صلى الله عليه و سلم} قط۔

فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے بالکل جمائی نہیں لی۔[5]

---

[1] (الخصائص الكبرىٰ، ج ۱، ص ۱۲۲، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)
[2] (الخصائص الكبرىٰ، ج ۱، ص ۱۲۰، دار النشر / دار الكتب العلمية - بيروت)
[3] (الخصائص الكبرىٰ، ج ۱، ص ۱۱۷، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)
[4] (الخصائص الكبرىٰ، ج ۱، ص ۱۲۱، دار النشر / دار الكتب العلمية - بيروت)
[5] (الخصائص الكبرىٰ، ج ۱، ص ۱۱۴، دار النشر / دار الكتب العلمية - بيروت)

چوتھا جواب: ترمذی کی بشرًا من البشر والی یہ خبر واحد بھی صحیح نہیں۔ سنیئے! اس سند کے رواۃ سے عبد اللہ بن صالح سے جس کے متعلق لکھا ہے:

عبداللہ بن صالح کثیر الغلط۔

یعنی عبد اللہ بن صالح بہت غلط حدیثیں بیان کرتا ہے۔[1]

تمہاری اس حدیث کا راوی بھی وہی ہے۔ اور سنیئے!

عبداللہ بن صالح لیس ھو بشئی انه کان یکذب فی الحدیث۔

عبد اللہ بن صالح کچھ نہیں وہ حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔[2]

یار تم تو مر کر ایک حدیث لائے وہ بھی جھوٹی۔ قرآن کریم پر ایمان لے آؤ۔ نجات پاؤ گے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ادب سے یاد کیا کرو۔

سوال: جب تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور ہیں اور حاضر وناظر بھی تو اندھیری رات یا اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کیوں نہیں رہتی۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

إِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ (١٠) كِرَامًا كَاتِبِينَ (الانفطار ١١)

تم پر دو کراماً کاتبین فرشتے محافظ ہیں۔

جب تمہارا اس پر ایمان ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو نوری فرشتے ہیں اندھیرے کمرے میں یا اندھیری رات میں تمہارے ساتھ ان کا نور کیوں نہیں چمکتا۔ ثابت ہوا کہ نوریوں کے دیکھنے کے لئے ایمانی آنکھ کی ضرورت ہے۔

دوسرا جواب: قرآن کریم میں ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور ٣٥)

اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے۔

تو سورج اور چاند کی کیا ضرورت تھی؟ اسی کا نور ہر چیز کو روشن کر دیتا۔ ثابت ہوا کہ نور خداوندی کو دیکھنے والی آنکھ اور ہے۔ ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی نوری ہیں لیکن ان کو بھی دیکھنے والی آنکھ ولایت والی آنکھ ہے۔ ہر ایک آنکھ کی یہ طاقت نہیں کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ سکے۔

---

[1] (تقریب التهذیب، ج ١، ص ٣٠٨، الناشر دار الرشید، سوریا)

[2] (تهذیب التهذیب، ج ٥، ص ٢٥٦، ٢٥٧)

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر نور ہوتے تو غزوہ احد میں آپ کے دانت کیوں شہید ہوتے، کیا ان کا خون نہیں بہا؟ کیا نور میں بھی خون ہوتا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خون مبارک بھی نوری تھا۔ جیسا کہ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے کہ آپ کا بال بال نوری ہے ایسا آپ کا خون بھی نوری ہے۔ نور جس ہیئۃ کذائیہ میں متشکل ہو اس کے عوارض ذاتیہ اس کو لاحق ہوتے ہیں۔ مثلاً ملک الموت فرشتہ نوری ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آیا تو اس کی آنکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکا مار کر نکال دی۔ کیا نور کی آنکھ بہی یا نہ؟ سنیئے!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ لَهُ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ إِلَى اللهِ تَعَالَى فَقَالَ إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَكَ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَيْنِي قَالَ فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ عَيْنَهُ، الخ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تو اس نے کہا اپنے رب کے حکم کو قبول فرمایئے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تو موسیٰ علیہ السلام نے طمانچہ مارا ملک الموت کی آنکھ پر تو اس کو نکال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا، پھر دربارِ خداوندی میں عرض کیا تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اور اس نے میری آنکھ نکال دی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو دوبارہ آنکھ عطا فرمادی۔[1]

کیوں جناب ملک الموت نوری فرشتے کی آنکھ بہی یا نہ؟ اور نور بہا یا نہ؟

اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کا قائل نہیں، اس کا یہ اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت نے اس کے لئے کوئی نور تجویز نہیں فرمایا۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے نور نہیں بنایا اس کو کوئی نور نہیں ملے گا۔

اور اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی اللہ کی طاقت ملائکہ سے زیادہ ہے اور ملائکہ کا غلام رسول ہونا بھی ثابت ہوا۔ جس نے اپنی آنکھ نکلوالی لیکن نبوت کی گستاخی گوارہ نہ کی۔

---

[1] (صحیح مسلم، ج۷، ص ۱۰۰، دارالفکر بیروت لبنان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نور کا منکر قیامت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا

واسند ایضًا الی عقبة بن عامر الجهني عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال (إذا جمع الله الأولين والاخرين فقضى بينهم وفرغ من القضاء قال المؤمنون قد قضى بيننا ربنا تعالى فمن يشفع لنا فيقولون انطلقوا بنا إلى ادم فإنه أبونا وخلقه الله بيده وكلمه فيأتونه فيكلمونه أن يشفع لهم فيقول لهم ادم عليكم بنوح فيأتون نوحا فيدلهم على إبراهيم ثم يأتون إبراهيم فيدلهم على موسى ثم يأتون موسى فيدلهم على عيسى ثم يأتون عيسى فيقول لهم أدلكم على النبي الأمي صلى الله عليه وسلم فيأتوني فيأذن الله عز وجل لي أن أقوم إليه فيفور مجلسي من أطيب ريح يشمها أحد قط حتى اتي ربي عز وجل فيشفعني ويجعل لي نورا من شعر رأسي إلى ظفر قدمي ثم يقول الكافرون هذا قد وجد المؤمنون من يشفع لهم فمن يشفع لنا ما هو إلا إبليس هو الذي أضلنا فيأتون إبليس فيقولون قد وجد المؤمنون من يشفع لهم فقم أنت فاشفع لنا فإنک أنت أضللتنا فيقوم فيفور مجلسه من أنتن ريح شمها أحد قط ثم يعظم لجهنم ويقول الشيطان لما قضي الأمر {إن الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فأخلفتكم} إلى اخر الاية۔

جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہو گا، مؤمنین (گنہگار) کہیں گے رب کریم نے بے شک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرمادیا تو اب دربار الٰہی میں ہماری سفارش کون کرے گا؟ تو بعض ان سے کہیں گے آدم علیہ السلام کی طرف چلو وہ ہمارا باپ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست پاک سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام بھی ہوا۔ تو وہ (گنہگار) مومنین حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اباجی ہماری سفارش دربار خداوندی میں فرمایئے۔ تو ان کو آدم علیہ السلام فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ تو گنہگار مومنین حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمائیں گے۔ پھر وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے۔ پھر یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمائیں گے۔ تو وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف آئیں گے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں تمہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف بھیجتا ہوں تو وہ گنہگار مومنین میرے پاس آئیں گے۔ تو اللہ عزوجل مجھے اجازت فرمائے گا کہ میں دربار خداوندی میں کھڑا ہو جاؤں۔ تو میری مجلس بے حد خوشبو سے معطر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ میں رب کریم کے دربار میں آؤں گا، پھر سفارش کروں گا۔ اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔ پھر کفار کہیں گے مومنین گنہگاروں نے تو یہ سفارشی پا

لیاہے، جو ان کی سفارش کرے گا۔ اب ہمارا سفارشی کون ہوگا، سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں۔ وہی ہے جس نے ہمیں گمراہ کیا۔ تو کفار ابلیس کے پاس آئیں گے تو اس کو کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا، تو اٹھ اور ہماری سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ تو ابلیس کھڑا ہوگا تو اس کی مجلس سخت بدبودار ہو جائے گی۔ پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تو اس نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا، اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کیا۔[1]

کیوں جناب اس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہوا کہ کفار قیامت میں نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ کر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سفارش کے لئے نہ بڑھیں گے اور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے محروم رہ جائیں گے، اور دربار ابلیس میں جائیں گے۔

اور نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قائلین گنہگار آپ کے نور سے استفادہ حاصل کریں گے۔ اور آپ کی سفارش ان کی شفاعت کا باعث بنے گی۔ اور کفار منکرین نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حسرت سے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

وماعلینا الا البلاغ المبین

سوال: مولوی صاحب نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق سب سوالات حل ہو گئے لیکن ایک سوال باقی رہ گیا جو آج ایک شخص نے پیش کیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب جبرئیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ پر چھوڑ گئے اور خود اوپر تشریف لے گئے تو ثابت ہوا کہ ہم نور سے بشر کو زیادہ مرتبہ دیتے ہیں جیسا کہ خداوند کریم نے کیا اور تم بشر کے درجے کو گھٹاتے ہو۔

جواب: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر تشریف لے گئے تو نور ملائکہ نیچے رہ گیا، یہ تو تمہیں سوچ آگئی۔ لیکن یہ نہ سوچا کہ آپ اوپر تشریف لے گئے تو اوپر نور تھا جس کی طرف تشریف لے گئے یا بشر؟

اگر بشر کہو تو کفر کہ خداوند کریم بشریت سے مبرا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا نور ہے۔ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور کی طرف تشریف لے گئے۔ تو نور بالاتر ہوا یا بشر؟ تو ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نور اور نور خدا کی طرف ہی تشریف لے گئے۔ نور نور سے ملاقات کے لئے گیا۔ تو نور کا درجہ بالاتر ہی رہے گا۔ تو نورِ ملائکہ کا درجہ کم ہوا نہ مطلق نور کا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نورانیت بمع جسمیت خداوند کریم کی قدرت کاملہ سے سب نوروں سے اولیٰ اور بالاتر ہے۔

[1] (تاریخ مدینۃ دمشق، ج۷، ص ۴۵۳، الناشر دار الفکر، بیروت)

کلیمے کے چرخِ فلک طور اوست

ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست

تو اصلِ وجود آمدی از نخست

دگر ہرچہ موجود شد فرع تست (سعدیؔ)[1]

[1] (مقیاس نور، ص ۱۸۵تا۲۲۴)

عصاء انبیاء علیہم السلام کی سنت

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ولا رسول بعدہ وھو خاتم النبیین فلعنۃ ربنا اعداد رمل علی من ادعا بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَامُوسَى (۱۷) قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى (طٰہٰ ۱۸)

ترجمہ: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ (ٹیک وسہارا) لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتّے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

عصاء

اپنے ساتھ عصاء رکھنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سمیت جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ اس مختصر رسالہ میں قرآن مجید برہانِ رشید، تفسیر خزائن العرفان اور احادیث صحاحِ ستہ سے عصاء کا ثبوت انبیاء کرام علیہم السلام کے عصائے مبارکہ سے معجزات کا ظہور اور عصاء کے سنتِ انبیاء علیہم السلام ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔

عصاء انبیاء علیہم السلام کی سُنت

عصاء جسے چھڑی یا لاٹھی بھی کہا جاتا ہے اپنے ساتھ رکھنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عصاء کو سہارا بنانا اور ٹیک لگانا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس بھی ایک عصاء مبارک تھا جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ٹیک لگاتے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی عصاء رکھنے اور اس پر سہارا لینے کی تلقین فرماتے۔[1]

علماء اہل سنت وجماعت، مشائخ عظام اور سالکین کے درمیان عصاء پکڑنا سنت ہے۔

اتخاذ سنیۃ العصاء

"قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لابن انیس وقد اعطاہ عصاہ تخصر بہا فان المختصرین فی الجنۃ"۔

[1] (ابن جوزی، ابن حبان)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت ابن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عصاء عنایت فرمایا اور کہا کہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ، بے شک عصاء پر ٹیک لگانے والے جنت میں ہوں گے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: التَّوَكُّؤُ عَلَى الْعَصَا مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ، وَكَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا، وَعَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: الْعَصَا عَلَامَةُ الْمُؤْمِنِ وَسُنَّةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَمَنْ خَرَجَ فِي سَفَرٍ وَمَعَهُ عَصًا مِنْ لَوْزٍ مَرٍّ "أَمَنَهُ اللَّهُ مِنْ كُلِّ سَبُعٍ ضَارٍ، وَلِصٍّ عَاصٍ، وَمِنْ كُلِّ ذَاتِ حُمَةٍ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَمَنْزِلِهِ، وَكَانَ مَعَهُ سَبْعَةٌ وَسَبْعُونَ مِنَ الْمُعَقِّبَاتِ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ، حَتَّى يَرْجِعَ وَيَضَعَهَا، وَعَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: "مَنْ بَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَلَمْ يَأْخُذِ الْعَصَا عُدَّ لَهُ مِنَ الْكِبْرِ وَالْعُجْبِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عصاء پر ٹیک لگانا انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عصاء پر ٹیک لگایا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا عصاء مومن کی علامت اور سنت انبیاء علیہم السلام ہے، اور جو سفر کے لئے نکلا اور اس کے ساتھ عصاء ہو (جو کڑوے بادام کا ہو) تو اللہ تعالیٰ اسے مضر درندوں اور نافرمان چور سے امن میں رکھتا ہے اور ہر زہریلے جانور سے محفوظ فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آئے اور اس کی حفاظت کے لئے ۷۷ فرشتے ہوتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اور اسے رکھ دے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور عصاء نہ لے تو اس نے اپنے آپ کو تکبر کرنے والوں اور خود پسندوں میں شمار کیا۔[1]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن عاصم المروزي، ثنا يَحْيَى بْنُ هَاشِمٍ الْغَسَّانِيُّ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حَمْلُ الْعَصَا عَلَامَةُ الْمُؤْمِنِ وَسُنَّةُ الْأَنْبِيَاءِ"۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ عصاء کا پکڑنا مؤمن کی علامت اور سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔[2]

اور دوسری روایت جو حدیث مرفوع ہے کہ:

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ: "كَانَتْ لِلْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ مِخْصَرَةٌ يَتَخَصَّرُونَ بِهَا تَوَاضُعًا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ" وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا۔

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ج۲، ص ۳۶)

[2] (الحاوی للفتاوی، ج۲، ص ۴۸)

ترجمہ: زھری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعًا روایت کیا ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس عصاء ہوتا تھا جس پر وہ ٹیک لگاتے تھے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی عصاء پر ٹیک لگایا کرتے تھے۔[1]

وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ عَنْ عبد الله بن أنيس أَنَّهُ أَقْبَلَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصًا يَتَخَصَّرُ بِهَا فَنَاوَلَهَا إِيَّاهُ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس آئے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس عصاء تھا جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وہ عصاء انہیں دے دیا۔[2]

بہت سے حضرات نے عصاء کے منافع بیان کئے ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

قَالَ: إِذَا انْتَهَيْتَ إِلَى رَأْسِ بِئْرٍ فَقَصُرَ الرِّشَا وَصَلْتَهُ بِالْعَصَا، وَإِذَا أَصَابَنِي حَرُّ الشَّمْسِ غَرَزْتُهَا فِي الْأَرْضِ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْهَا مَا يُظِلُّنِي، وَإِذَا خِفْتُ شَيْئًا مِنْ هَوَامِ الْأَرْضِ قَتَلْتُهُ بِهَا، وَإِذَا مَشَيْتُ أَلْقَيْتُهَا عَلَى عَاتِقِي وَعَلَّقْتُ عَلَيْهَا الْقَوْسَ وَالْكِنَانَةَ وَالْمِخْلَاةَ، وَأُقَاتِلُ بِهَا السِّبَاعَ عن الغنم۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عصاء کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں کنویں کے پاس پہنچتا ہوں اور اس کی رسی کم ہو جائے تو اس رسی کو عصاء کے ساتھ باندھ کر کنویں میں ڈال دیتا ہوں اور جب مجھے شدید گرمی لگتی ہے تو اس عصاء کو زمین میں گاڑھ کر اس پر کسی چیز کو ڈال دیتا ہوں تاکہ گرمی سے بچ سکوں اور جب زمینی کیڑے مکوڑوں سے خوف محسوس ہو تو اس عصاء سے انہیں مارتا ہوں اور جب چلتا ہوں تو اسے اپنے کندھے پر ڈال لیتا ہوں اور اس پر تیر کمان وغیرہ لٹکا لیتا ہوں اور اس عصاء سے درندوں کو مارتا ہوں۔[3]

وَرَوَى عَنْهُ مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: إِمْسَاكُ الْعَصَا سُنَّةٌ لِلْأَنْبِيَاءِ، وَعَلَامَةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

ترجمہ: میمون بن مہران ان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ عصاء کا پکڑنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور مؤمن کی علامت ہے۔[4]

---

[1] (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۴۸)

[2] (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۴۸)

[3] (تفسیر القرطبی، ج ۱۱، ص ۱۸۷، الناشر: دار الکتب المصریة-القاھرة)

[4] (تفسیر القرطبی، ج ۱۱، ص ۱۸۸، الناشر: دار الکتب المصریة-القاھرة)

عصاء انبیاء علیہم السلام کی سنت

قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ: فِيهَا سِتُّ خِصَالٍ، سُنَّةٌ لِلْأَنْبِيَاءِ، وَزِينَةُ الصُّلَحَاءِ، وَسِلَاحٌ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَعَوْنٌ لِلضُّعَفَاءِ، وَغَمُّ الْمُنَافِقِينَ، وَزِيَادَةٌ فِي الطَّاعَاتِ۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عصاء میں چھ خصلتیں ہیں:

۱۔ انبیاء کرام کی سنت ۲۔ صالحین کی زینت

۳۔ دشمنوں کے خلاف ہتھیار ۴۔ کمزوروں کے لئے مددگار

۵۔ منافق کے لئے غم ۶۔ طاعت میں زیادتی[1]

وَيُقَالُ: إِذَا كَانَ مَعَ الْمُؤْمِنِ الْعَصَا يَهْرَبُ مِنْهُ الشَّيْطَانُ، وَيَخْشَعُ مِنْهُ الْمُنَافِقُ وَالْفَاجِرُ، وَتَكُونُ قِبْلَتَهُ إِذَا صَلَّى، وَقُوَّةً إِذَا أَعْيَا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب مؤمن کے پاس عصاء ہو تو شیطان اس سے بھاگتا ہے اور منافق و فاجر اس سے ڈرتے ہیں اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو یہ اس کا قبلہ ہوتا ہے اور جب تھک جائے تو اس کی طاقت ہے۔[2]

قُلْتُ: مَنَافِعُ الْعَصَا كَثِيرَةٌ، وَلَهَا مَدْخَلٌ فِي مَوَاضِعَ مِنَ الشَّرِيعَةِ: مِنْهَا أَنَّهَا تُتَّخَذُ قِبْلَةً فِي الصَّحْرَاءِ۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ عصاء میں بہت سے فوائد ہیں اور شریعت کے بہت سے معاملات میں اس کا عمل دخل ہے۔ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ صحراء میں یہ قبلے کا کام دیتا ہے۔[3]

مولوی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ ولی فیھا مآرب أخریٰ کے تحت کہ اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ عصاء کا ہونا (یعنی ہاتھ میں پکڑنا) انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی سنت ہے، اور اس میں بے شمار دنیوی اور دینی فائدے ہیں۔[4]

اور صاحبِ تفسیر روح المعانی "ولی فیھا مآرب اخریٰ" کے تحت لکھتے ہیں:

واستدل بالآية على استحباب التوكؤ على العصا وإن لم يكن الشخص بحيث تكون وترا لقوسه وعلى استحباب الاقتصاد في المرعى بالهش وهو ضرب الشجر ليسقط الورق دون الاستئصال ليخلف فينتفع به الغير۔

---

[1] (تفسیر القرطبی، ج ۱۱، ص ۱۸۸، الناشر: دار الکتب المصریۃ-القاھرۃ)

[2] (تفسیر القرطبی، ج ۱۱، ص ۱۸۸، الناشر: دار الکتب المصریۃ-القاھرۃ)

[3] (تفسیر القرطبی، ج ۱۱، ص ۱۸۸، الناشر: دار الکتب المصریۃ-القاھرۃ)

[4] (معارف القرآن، ج ۶، ص ۱۶۳)

عصاء انبیاء علیہم السلام کی سنت

صاحب تفسیر روح المعانی "ولی فیھا مآرب اخریٰ" کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت عصاء پر ٹیک لگانے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے اگرچہ کہ وہ بندہ کمان کی طرح ضعیف نہ ہو اور جانوروں کے چرانے میں درختوں کے پتے گرانے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے۔[1]

اور تفسیر نقرہ میں ہے:

"در صحن سرائے یعقوب علیہ السلام درختی بود کہ ہر فرزند مر اد را تولد نمود ازاں درخت شاخی بیرون آمدی چوں فرزند بکمال رسیدی شاخ سطر شدہ یعقوب علیہ السلام قطع نمودی باں فرزند تعین نمودی چرا کہ رسم انبیاء علیہم السلام چنین بود کہ ہیچ پیغمبر و پیامبر زادہ بی عصاء نبودی وسنت ہمہ انبیاء علیہم السلام بودست عصاء داشتن"۔

ترجمہ: حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں ایک درخت تھا۔ جب بھی ان کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوتا تو ایک شاخ باہر آجاتی اور جب وہ بچہ بالغ ہوجاتا تو وہ شاخ ہری ہوجاتی۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام اس شاخ کو توڑ کر اس کے ہاتھ میں دبا دیتے۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے فرزندوں کی عادت تھی کہ وہ کبھی بھی بغیر عصاء کے نہیں رہتے تھے اور عصاء پکڑنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، اور اسی میں دوسری روایت ذکر کی ہے۔[2]

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ایعجز احدکم ان تکون فی یدہ عصا فی اسفلہ عکازۃ یتکی علیھا اذا اعیٰ ویمیط بھا الاذیٰ عن الطریق ویقتل بھا الھوام ویقاتل بھا السباع وتتخذھا قبلۃً بارض فلاۃ"۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ آیا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ اس کے ہاتھ میں عصاء ہو جس کے نچلے سرے پر نوک ہو، جس پر وہ ٹیک لگائے جب کہ وہ تھک جائے اور اس سے راستے کی تکلیف دہ چیز کو ہٹائے اور نقصان دہ کیڑوں کو مارے اور درندوں کو قتل کرے اور کھلے میدان میں اسے قبلہ بنائے۔

تبیان القرآن میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب عصاء کے فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صبح کے وقت عید گاہ جاتے اور آپ کے سامنے عصاء اٹھایا جاتا اور عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑھ دیا جاتا اور آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں اور ایک نوجوان (حضرت

---

[1] (روح المعانی، ج۶، ص۱۷۷)

[2] (تفسیر نقرہ، ص۵۰)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کے ساتھ جاتے تھے، ہمارے ساتھ نیزہ یا عصاء ہوا کرتا تھا، اور ہمارے ساتھ ایک مشکیزہ ہوتا تھا جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو مشکیزہ دے دیتے"۔[1]

عَن أَنس أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِي لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ينقلبان و بيد كل مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَأَضَاءَتْ عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ فَمَشَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتَّى بلغ أَهله۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عباد بن حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں اپنی حاجت کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور وہ رات بہت اندھیری تھی پھر وہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت سے اُٹھ گئے اور ہر ایک کے ہاتھ میں عصاء تھا پس اس میں سے ایک عصاء روشن ہو گیا حتیٰ کہ وہ دونوں حضرات اس کی روشنی میں چلنے لگے یہاں تک کہ دونوں کے راستے الگ الگ ہو گئے پھر دوسرے کا عصاء بھی روشن ہو گیا تو ہر ایک اپنے اپنے عصاء کی روشنی میں چلنے لگے یہاں تک کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔[2]

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اپنے ہاتھ میں عصاء رکھا کرتے تھے۔ عصاء کے پکڑنے کے بارے میں بہت سے دلائل ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ فضائل عصاء بیان کرنے کے بعد ہم ایک مسئلے کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دوران خطبہ عصاء پکڑنا مستحب ہے یا مکروہ؟ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ عصاء پکڑنا خطبے میں اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں بلکہ غیر مشروع ہے۔ تو یہ حضرات ان روایتوں کے متعلق کیا کہیں گے جو خطبے کے دوران عصاء پکڑنے کی سنت پر دلالت کرتی ہیں۔

فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُد أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ: أَيْ فِي الْخُطْبَةِ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا أَوْ قَوْسٍ كذا رواه البراء بن عاذب و محمد بن السكن و في شامي و نقل القهستاني عن عيد المحيط ان اخذ العصا سنة كالقيام۔

مندرجہ بالا حدیث اور شامی کے فتویٰ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خطبہ کے وقت عصاء ہاتھ میں لیا ہے جو کم از کم سنت پر دلالت کرتا ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کسی شخص کا کہنا کہ عصاء ہاتھ میں لینے کا

---

[1] (تبیان القرآن، ج۷، ص ۲۶۰)
[2] (مشکوۃ المصابیح، باب الکرامات، ج ۲، ص ۵۴۴)

ثبوت نہیں اور خطبے میں غیر مشروع ہے یہ بہت بڑی جسارت ہے، اس سے لازم ہے کہ خطیب استغفار کرکے اور کوئی بات بلا دلیلِ شرعی نہ کرے۔ قہستانی نے کہا کہ عصاء ہاتھ میں لینا سنت ہے۔[1]

فتاویٰ نوریہ، ج ا، ص ۶۷۴ میں فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہٗ العزیز تحریر کرتے ہیں:

"خطبہ میں عصاء ہاتھ میں لینا سنت ہے"۔[2]

سنن بیہقی میں حضرت حکیم بن حزن کلفی کی حدیث طویل مین بالفاظِ متقاربہ ہے:

و النظم عن المسند فلبثنا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- أَيَّامًا شَهِدْنَا فِيهَا الْجُمُعَةَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- يَتَوَكَّأُ عَلَى قَوْسٍ أَوْ قَالَ عَلَى عَصًا۔[3]

مواہب اللدنیہ میں ہے:

و عند ابی داؤد باسناد حسن انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قام متوکئًا علی قوس او عصی فی خطبة الجمعة۔[4]

سنن ابن ماجہ میں حضرت سعد مؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظِ متقاربہ ہے:

اذا خطب فی الجمعة خطب علی عصی۔[5]

امام جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر، ج ۲، ص ۲۸۰ میں اس حدیث کی تصریح فرمائی۔

مستدرک حاکم میں انہی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبۂ عیدین کے متعلق ہے:

و یخطب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم علی عصا۔[6]

سنن بیہقی میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبۂ اضحیٰ کے متعلق ہے:

و اعطی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قوما او عصا فاتکأ علیها۔[7]

اور سنن ابی داؤد کی اسی حدیث میں ہے:

نُوِولَ يَوْمَ الْعِيدِ قَوْسًا، فَخَطَبَ عَلَيْهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[8]

---

[1] (ردالمحتار، ص ۲۷۷، ابو داؤد، ج ۳، ص ۶۸۴)

[2] (مسند امام احمد، المکتبہ الاسلامی، بیروت، ج ۴، ص ۲۱۲، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۵۶)

[3] (سنن البیہقی، ج ۳، ص ۲۰۶)

[4] (مواہب اللدنیہ، ج ۷، ص ۳۸۴، مطبوعہ مع شرح زرقانی)

[5] (سنن ابن ماجہ، ص ۷۹، سنن بیہقی، ج ۳، ص ۲۰۶)

[6] (مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۰۷)

[7] (سنن بیہقی، ج ۳، ص ۳۰۰)

[8] (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۶۲)

زرقانی علی المواہب میں مکررًا ہے:

وفي أبي داود: كان إذا قام يخطب أخذ عصا، فتوكأ عليها وهو على المنبر۔[1]

کتاب الام میں حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تابعیؒ جلیل القدر کی حدیث مرسل ہے۔ اسناد کے بعد ہے:

قلت لعطاء كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم يقوم على عصا اذا خطب قال نعم كان يعتمد عليها اعتمادا۔[2]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر، ج۲، ص۲۸۰ میں حدیث کا ذکر فرما کر تصحیح فرمائی۔ سنن بیہقی، ج۳، ص۲۰۶ میں بھی اس حدیث کو بالاسناد ذکر فرمایا ہے۔

اور المنیر شرح جامع صغیر میں ہے:

قال الشيخ حديث صحيح۔[3]

طحطاوی علی المراقی الفلاح میں محقق ابن امیر حاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے:

بأنه ثبت أنه صلى الله عليه وسلم قام خطيبا بالمدينة متكئا على عصا أو قوس كما في أبي داود وكذا رواه البراء بن عازب عنه صلى الله عليه وسلم وصححه ابن السكن۔[4]

شامی میں در المختار کی عبارت "وفی الخلاصة ويكره ان يتكئ على القوس او عصا" کی تضعیف میں فرمایا:

اسْتَشْكَلَهُ فِي الْحِلْيَةِ بِأَنَّهُ فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُد {أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ: أَيْ فِي الْخُطْبَةِ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا أَوْ قَوْسٍ} اه۔ وَنَقَلَ الْقُهُسْتَانِيُّ عَنْ الْمُحِيطِ أَنَّ أَخْذَ الْعَصَا سُنَّةٌ كَالْقِيَامِ۔[5]

"الجامع الاحکام القرآن" میں ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والاجماع منعقد على ان الخطيب يخطب متوكئًا على سيف او عصا ولا ينكرها الا جاهل۔

یعنی اس بات پر اجماع منعقد ہوا ہے کہ خطیب جب خطبہ دے تو تلوار یا عصا پر ٹیک لگا کر خطبہ دے اور اس کا انکار صرف جاہل کرے گا۔[6]

---

[1] (زرقانی علی المواھب، ج۷، ص ۳۸۴، ج۷، ص ۳۹۴)
[2] (کتاب الام، ج ۱، ص ۲۰۰ للامام شافعی)
[3] (المنیر شرح جامع الصغیر، ج۳، ص ۱۲۴)
[4] (طحطاوی علی المراقی الفلاح، ص ۳۰۹)
[5] (فتاویٰ نوریہ، ج ۱، ص ۶۷۶، ردالمحتار، ج۶، ص ۶۷۲)
[6] (الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۱، ص ۱۸۸)

حضرت صدر الشریعۃ مفتی علامہ محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں:

خطبہ کے وقت عصاء وغیرہ ہاتھ میں لینے کے بارے میں فقہاء کے اقوال بہت مختلف ہیں۔[1]

در مختار میں ہے:

يَخْطُبُ الْإِمَامُ بِسَيْفٍ فِي بَلْدَةٍ فُتِحَتْ بِهِ كَمَكَّةَ وَإِلَّا لَا كَالْمَدِينَةِ۔ وَفِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ: إذَا فَرَغَ الْمُؤَذِّنُونَ قَامَ الْإِمَامُ، وَالسَّيْفُ فِي يَسَارِهِ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: جو شہر تلوار سے فتح ہوئے ان میں خطبہ تلوار پر ٹیک لگا کر دے جیسا کہ شہر مکہ اور جو شہر تلوار سے فتح نہ ہوئے اس میں نہیں اور حاوی قدسی میں ہے جب مؤذن اذان سے فارغ ہو تو جب امام کھڑا ہو خطبے کے لئے تو اس کے بائیں طرف تلوار ہو جس پر وہ ٹیک لگا کر کھڑا ہو۔[2]

مصنف عبد الرزاق میں الحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک علیحدہ باب "باب اعتماد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علی العصا" باندھا ہے۔

عبدالرزاق عن ابن جریج قال: قلت لعطاء: أكان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یقوم اذا خطب علی عصا؟ قال نعم، كان یعتمد علیها اعتمادًا۔

ترجمہ: حضرت ابن جریج نے حضرت عطا سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عصاء کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے جب خطبہ دیتے۔ تو انہوں نے کہا جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس پر ٹیک لگاتے تھے۔[3]

عبدالرزاق قال: اخبرنی جعفر بن محمد عن ابیه ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم كان یختصّر، والمختصرة بکسر المیم ما یتوكأ علیه كالعصا۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے کہا کہ مجھے جعفر بن محمد نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اور مخصرہ میم کے کسرہ کے ساتھ وہ چیز یا آلہ جس پر ٹیک لگایا جائے جیسا کہ عصاء۔[4]

عبدالرزاق عن الاسلمی عن ابی جابر عن ابن المسیب ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اعطی عبداللہ بن انیس السلمی عصا فقال: خذ هذه فتخصر بها واعلم ان المتخصر یوم القیامة قلیل۔ قال: فلما مات عبداللہ بن انیس دفنت تلک العصا معه۔

---

[1] (فتاویٰ امجدیہ، ص ۲۸۷)

[2] (ردالمحتار، ج۲، ص ۱۲۸)

[3] (مصنف عبدالرزاق، ص ۱۸۳)

[4] (مصنف عبدالرزاق، ص ۱۸۴)

ترجمہ: حضرت ابن المسیب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن انیس سلمی کو ایک عصاء دیا اور فرمایا اس پر ٹیک لگایا کرو۔ اور جان لو کہ ٹیک لگانے والے لوگ قیامت میں کم ہوں گے۔ راوی نے کہا جب حضرت عبد اللہ بن انیس فوت ہوئے تو ان کے ساتھ اس عصاء کو بھی دفن کر دیا گیا۔[1]

لہٰذا جب عصاء کا سنت ہونا قرار پایا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: "من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید" یعنی جس نے فسادِ امت کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس پُر فتن دور میں عصاء پکڑنا چاہیئے خطبہ کے دوران ہو یا اس کے علاوہ سنت ہے۔ لہٰذا جو خطبے کے دوران عصاء پکڑتا ہے تو اس کے لئے باعث ثواب ہے اور جو نہیں پکڑتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مگر اس کو حقارت سے دیکھنا اور یہ کہنا کہ مکروہ ہے ناجائز ہے تو یہ سخت گمراہی ہے۔ گذشتہ سطور میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ عصاء پکڑنا انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ لہٰذا جو اس کو استخفاف کی نظر سے دیکھے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں:

من عاب نبیا بشیٔ او لم یرض بسنۃ النبی من المرسلین فقد کفر۔

یعنی جس نے کسی نبی کو کسی عیب کی نسبت لگائی یا مرسلین میں سے کسی نبی کی سنت پر راضی نہ ہوا تو اس نے کفر کیا۔

فمن قال لرجل احلق رأسک و اقلم اظفارک فانہا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقال ذلک الرجل لا افعل و ان کان سنتہ فقد کفر۔

ترجمہ: کسی نے کسی شخص سے کہا کہ اپنا سر منڈاؤ اور ناخن کٹواؤ کیونکہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں کرتا اگرچہ کہ سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہو تو اس نے کفر کیا۔

و قیل لو قال للآخر اعمم او خذ العصا لان ھذا سنۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقال ذلک الرجل لا افعل و ان کان سنتہ فھو کافر۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ)[2]

أَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرٍو مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَدِيبُ، ثنا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ الْوَلِيدُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ جَابِرٍ الزَّيَّاتُ، بِالرَّمْلَةِ، ثنا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مِرْشَلِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ نُمَيْرٍ الْقُرَشِيُّ، ثنا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ رُزَيْقٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ حَزْنٍ الْكُلْفِيِّ قَالَ: أَتَيْنَاهُ فَأَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " وَفَدْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابِعَ سَبْعَةٍ، أَوْ تَاسِعَ تِسْعَةٍ، فَأَذِنَ لَنَا عَلَيْهِ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا، فَقُلْنَا: زُرْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ لِتَدْعُوَ اللهَ لَنَا، أَوْ تَدْعُوَ لَنَا بِخَيْرٍ، قَالَ: فَدَعَا لَنَا بِخَيْرٍ، فَأَمَرَ بِنَا فَأُنْزِلْنَا وَأَمَرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنْ تَمْرٍ، وَالشَّأْنُ إِذْ ذَاكَ دُونٌ. قَالَ: فَأَقَمْتُ عِنْدَ

[1] (مصنف عبد الرزاق، ص ۱۸۵)

[2] (حمایۃ الانبیاء عن توھین الاشقیاء، ص ۴۵)

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامًا شَهِدْنَا فِيهَا الْجُمُعَةَ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَكَّأُ عَلَى قَوْسٍ، أَوْ قَالَ عَلَى عَصًا، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِكَلِمَاتٍ خَفِيفَاتٍ طَيِّبَاتٍ مُبَارَكَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ لَنْ تُطِيقُوا، أَوْ إِنَّكُمْ لَنْ تَفْعَلُوا كُلَّ مَا أُمِرْتُمْ بِهِ، وَلَكِنْ سَدِّدُوا، وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا"۔

وكذلك رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَغَيْرُهُ عَنْ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ۔

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ الْمَالِينِيُّ، أنبأ أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ، ثنا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَرَّانِيُّ الدِّمَشْقِيُّ، ثنا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ آبَائِهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَ إِذَا خَطَبَ فِي الْحَرْبِ خَطَبَ عَلَى قَوْسٍ، وَإِذَا خَطَبَ فِي الْجُمُعَةِ خَطَبَ عَلَى عَصًا"۔

أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ الْمُزَكِّي، أنبا أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ يَعْقُوبَ الشَّيْبَانِيُّ، ثنا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، أنبا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: "أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ إِذَا خَطَبَ عَلَى عَصًا؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَكَانَ يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا اعْتِمَادًا"۔[1]

اس سے سورج کی طرح معلوم کہ عصا انبیا علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور اس میں بہت فوائد ہیں، جن میں ایک فائدہ کہ اس سے بد مذہب کی پٹائی۔

(عصاء پکڑنے کی شرعی حیثیت)

ایک مُردہ سنت کو زندہ کرنے کا اجر

محمد بن یحییٰ، اسماعیل بن ابی اویس، کثیر بن عبد اللہ، عبد اللہ، عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے میری سنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو چکی ہو تو اس کو اس پر عمل کرنے والے لوگوں کے برابر اجر ملے گا، ان کے اجر میں کمی بھی نہ ہو گی اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پسند نہ کرتے ہوں تو اس بدعت کو اختیار کرنے والوں کے برابر اس کو بھی گناہ ہو گا اور ان کے گناہ میں کچھ کمی بھی نہ ہو گی۔[2]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنے عصاء مبارک سے بتوں کو پاش کرنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے، اس وقت خانہ کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے

---

[1] (السنن الکبریٰ، ج۳، ص ۲۹۲)

[2] (سنن ابن ماجہ، ج ۱، حدیث نمبر ۲۱۰، حدیث مرفوع)

ہاتھ میں موجود عصاء سے چھوتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (الإسراء ۸۱) حق آگیا اور باطل کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے اور نہ لوٹا کر لا سکتا ہے، نیز یہ کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا بے شک باطل تو بھاگنے والا ہے ہی۔[1]

اور طبرانی میں ہے کہ وہ بت کٹے بغیر محض عصاء کے اشارے سے زمین بوس ہوتے جاتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا پتھر پر عصاء مارنا

وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (الاعراف ۱۶۰)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں بانٹ دیا بارہ قبیلے گروہ گروہ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔

وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرة ۶۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔

جب بنی اسرائیل نے سفر میں پانی نہ پایا شدت پیاس کی شکایت کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنا عصاء پتھر پر مارو آپ علیہ السلام کے پاس ایک مربع پتھر تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی آپ اس پر عصاء مارتے اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور سب سیر اب ہوتے یہ بڑا معجزہ لیکن سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی انگشت مبارک سے چشمے جاری فرما کر جماعت کثیرہ کو سیر اب فرمانا اس سے بہت اعظم و اعلیٰ ہے کیونکہ عضو انسانی سے چشمے جاری ہونا پتھر کی نسبت زیادہ اعجب ہے۔(خازن و مدارک)[2]

موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کا اژدہا ہو جانا

وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَى لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ (النمل ۱۰)

ترجمہ: اور اپنا عصا ڈال دے پھر موسیٰ نے اُسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا ہم نے فرمایا اے موسیٰ ڈر نہیں بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔

---

[1] (مسند احمد، ج۲، حدیث نمبر ۱۲۶۳، حدیث مرفوع)

[2] (خزائن العرفان)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی عصاء ڈال دیا اور وہ سانپ ہو گیا۔

نہ سانپ کا نہ کسی اور چیز کا یعنی جب میں انہیں امن دوں تو پھر کیا اندیشہ۔

وَأَنْ أَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَامُوسَى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّکَ مِنَ الْآمِنِينَ (القصص ۳۱)

ترجمہ: اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصاء پھر جب موسیٰ نے اُسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مُڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بے شک تجھے امان ہے۔

فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ (الأعراف ۱۰۷)

ترجمہ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک ظاہر اژدھا ہو گیا۔

عصاء اژدہا بن کر آسمان کی طرف بقدر ایک میل کے اُڑا پھر اتر کر فرعون کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام مجھے جو چاہیئے حکم دیجئے فرعون نے گھبرا کر کہا اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا اس کو پکڑو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دستِ مبارک میں لیا تو مثلِ سابق عصاء ہو گیا فرعون کہنے لگا اس کے سوا اور بھی کوئی معجزہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور اس کو ید بیضاء دکھایا۔

عصائے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون

آپ نے فرعون کی اس طلب پر اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دی جو بہت بڑا سانپ بن گئی اور منہ پھاڑے فرعون کی طرف لپکی، وہ مارے خوف کے تخت پر سے کود گیا اور فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ اللہ کے لئے اسے روک، اس نے اس قدر اپنا منہ کھولا تھا کہ نیچے کا جبڑا تو زمین پر تھا اور اوپر کا جبڑا محل کی بلندی پر۔ خوف کے مارے فرعون کی ہوا نکل گئی اور چیخنے لگا کہ موسیٰ اسے روک لے، میں ایمان لاتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی وقت اس پر ہاتھ رکھا اور اسی وقت لکڑی جیسی لکڑی بن گیا۔

حضرت وہب فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے فرعون کہنے لگا میں تجھے پہچانتا ہوں، آپ نے فرمایا یقیناً اس نے کہا تو نے بچپن ہمارے گھر کے ٹکڑوں پر ہی تو گذارا ہے۔ اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام دے ہی رہے تھے کہ اس نے کہا اسے گرفتار کر لو۔ آپ نے جھٹ سے اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی جس نے سانپ بن کر ان پر حملہ کر دیا اس بدحواسی میں ایک دوسرے کو کچلتے اور قتل کرتے ہوئے وہ سب کے سب بھاگے چنانچہ پچیس ہزار آدمی اسی ہنگامے میں ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے اور فرعون سیدھا اپنے گھر میں گھس گیا۔ لیکن اس واقعہ کے بیان کی سند میں غرابت ہے، واللہ اعلم۔

اسی طرح دوسرا معجزہ آپ نے یہ ظاہر کیا کہ اپنا ہاتھ اپنی چادر میں ڈال کر نکالا تو بغیر اس کے کہ کوئی روگ یا برص یا داغ ہو وہ سفید چمکتا ہوا بن کر نکل آیا جسے ہر ایک نے دیکھا پھر ہاتھ اندر کیا تو جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔[1]

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب

قَالُوا يَامُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ (الأعراف ۱۱۵)

ترجمہ: بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔

قَالُوا يَامُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَى (طٰه ۶۵)

ترجمہ: بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔

ابتداء کرنا جادوگروں نے ادبًا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور اس کی برکت سے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان سے مشرف فرمایا۔

جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ادب کیا کہ آپ کو مقدم کیا اور بغیر آپ کی اجازت کے اپنے عمل میں مشغول نہ ہوئے، اس ادب کا عوض انہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان وہدایت کے ساتھ مشرف کیا۔

عصائے موسیٰ علیہ السلام کا بناوٹوں کو نگلنا

فَأَلْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ (الشعراء ۴۵)

ترجمہ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا جبھی وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔

جو انہوں نے جادو کے ذریعہ سے بنائی تھیں یعنی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں جو جادو سے اژدہے بن کر دوڑتے نظر آرہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اژدہا بن کر ان سب کو نگل گیا پھر اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ مثلِ سابق عصاء تھا۔ جب جادوگروں نے یہ دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ (الأعراف ۱۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصاء ڈالا تو وہ ایک عظیم الشان اژدہا بن گیا۔ ابن زید کا قول ہے کہ یہ اجتماع اسکندریہ میں ہوا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اژدہے کی دُم سمندر کے پار پہنچ گئی تھی، وہ جادوگروں کی سحر کاریوں کو ایک ایک کرکے نگل گیا اور تمام رسے ولٹھے جو انہوں نے جمع کئے تھے جو تین سو اونٹ کا بار تھے سب کا خاتمہ کر دیا، جب

---

[1] (خزائن العرفان)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دست مبارک میں لیا تو پہلے کی طرح عصاء ہو گیا اور اس کا حجم اور وزن اپنے حال پر رہا، یہ دیکھ کر جادوگروں نے پہچان لیا کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام سحر نہیں اور قدرت بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی، ضرور یہ ابر سماوی ہے۔ یہ بات سمجھ کر وہ "امنا برب العالمین" کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔[1]

وَ أَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى (طٰهٰ ۶۹)

ترجمہ: اور ڈال تو دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے (یعنی اپنا عصاء)۔ اور ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا، وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے، اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اپنا عصاء ڈالا وہ جادوگروں کے تمام اژدہوں اور سانپوں کو نگل گیا اور آدمی اس کے خوف سے گھبرا گئے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو مثلِ سابق عصاء ہو گیا یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہوا کہ یہ معجزہ ہے جس سے سحر مقابلہ نہیں کر سکتا اور جادو کی فریب کاری اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے سوال

وَ مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى (۱۷) قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَ أَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى (طٰهٰ ۱۸)

ترجمہ: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ، عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ (ٹیک وسہارا) لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتّے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

اس سوال کی حکمت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصاء کو دیکھ لیں اور یہ بات قلب میں خوب راسخ ہو جائے کہ یہ عصاء ہے تاکہ جس وقت وہ سانپ کی شکل میں ہو تو آپ کی خاطر مبارک پر کوئی پریشانی نہ ہو یا یہ حکمت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانوس کیا جائے تاکہ ہیبتِ مکالمت کا اثر کم ہو۔ (مدارک وغیرہ)

اس عصاء میں اوپر کی جانب دو شاخیں تھیں اور اس کا نام نبعہ تھا۔

مثل توشہ اور پانی اٹھانے اور موذی جانوروں کو دفع کرنے اور اعداء سے محاربہ میں کام لینے وغیرہ کے ان فوائد کا ذکر کرنا بطریق شکر نعمِ الٰهیہ تھا۔[2]

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا میں اپنا عصاء مارنا

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَى (طٰہٰ ۷۷)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہو گا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ۔

فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ (الشعراء ۶۳)

ترجمہ: تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا عصاء پر تکیہ لگائے کھڑے رہنا

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ (سبا ۱۴)

ترجمہ: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنّوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا جنّوں کی حقیقت کُھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنات پر ظاہر نہ ہو تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصاء پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات حسبِ دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت زندہ ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ دراز تک اسی حال پر رہنا ان کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ ایک ماہ، دو ۲ دو ۲ ماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے، حتیٰ کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ بحکمِ الٰہی دیمک نے آپ کا عصاء کھالیا اور آپ کا جسمِ مبارک جو عصاء کے سہارے قائم تھا زمین پر آیا، اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔

مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنا اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا، اس عمارت کے پورا ہونے سے قبل حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی چنانچہ آپ نے شیاطین کو اس کی تکمیل کا حکم دیا جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ کی وفات شیاطین پر ظاہر نہ ہو تاکہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروفِ عمل رہیں اور

انہیں جو علم غیب کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف ترپن سال کی ہوئی تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ سریر آرائے سلطنت ہوئے، چالیس سال حکمرانی فرمائی۔

موسیٰ علیہ السلام کا اپنے عصاء سے پتھر کو مارنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے شرمیلے اور ستر پوش آدمی تھے، ان کی شرم کی وجہ سے ان کے جسم کا ذرا سا حصہ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا، بنی اسرائیل نے انہیں اذیت پہنچائی اور انہوں نے کہا کہ یہ جو اتنی پردہ پوشی کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان کا جسم عیب دار ہے یا تو انہیں برص ہے یا انتفاخ خصتین ہے یا اور کوئی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان تمام بہتانوں سے پاک صاف کرنا چاہا سو ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں جا کر کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر غسل کیا جب غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے کپڑے لینے چلے مگر وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگا، موسیٰ علیہ السلام اپنا عصاء لے کر پتھر کے پیچھے چلے اور کہنے لگے اے پتھر! میرے کپڑے دے، اے پتھر میرے کپڑے دے۔ حتیٰ کہ وہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا، انہوں نے برہنہ حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے اچھا اور ان تمام عیوب سے جو وہ منسوب کرتے تھے انہوں نے بری پایا، وہ پتھر ٹھہر گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر پہن لئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء سے اس پتھر کو مارنا شروع کیا پس واللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے اس پتھر میں تین یا چار یا پانچ نشانات ہو گئے یہی اس آیت کریمہ (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (الأحزاب ٦٩)) کا مطلب ہے کہ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے (جو وہ موسیٰ کے بارے میں کہتے تھے) بری کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت تھے۔[1]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا عصاء پر سہارا لگائے کھڑے ہونا

حضرت شعیب بن زریق طائفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حکم بن حزن نامی ایک شخص کے پاس بیٹھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صحبت میں رہ چکا تھا وہ ہم سے حدیث بیان کرنے لگا، اس نے کہا ایک مرتبہ میں سات آدمیوں کے وفد کے ہمراہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (یا یہ کہا کہ نو آدمیوں کے

---

[1] (صحیح بخاری، ج ۲، حدیث: ۲۶۴، حدیث مرفوع)

ہمراہ) پس جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کی غرض سے آئے ہیں پس ہمارے لئے دعائے خیر فرمایئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمارے لئے کچھ کھجوریں دینے کا حکم فرمایا۔ ان دنوں مسلمانوں کی مالی حالت بہت خراب تھی، پھر ہم چند روز مدینہ میں رہے۔ ان دنوں میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ جمعہ بھی پڑھا پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک عصاء یا کمان پر سہارا لگا کر کھڑے ہوئے اور چند کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ وہ کلمات ہلکے پھلکے نہایت پاکیزہ اور مبارک تھے پھر فرمایا اے لوگو! تم تمام احکامات نہ بجالا سکو گے لیکن کوشش میں لگے رہو اور خوشخبری سناؤ ابو علی نے پوچھا کیا تو نے ابو داؤد سے سنا ہے؟ اس نے کہا میرے بعض دوستوں نے مجھے کچھ کلمات بتائے تو تھے لیکن وہ لکھنے سے رہ گئے۔[1]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عصاء کے سہارے تشریف لانا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارے سامنے تشریف لائے ایک عصاء پر سہارا لگا کر تو ہم آپ کی طرف کھڑے ہو گئے تعظیماً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ عجمیوں کی طرح کھڑے مت ہوا کرو وہ ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سفر میں عصاء مبارک ساتھ رکھتے

مغیرۃ و محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میرے پیٹ میں عصاء مبارک چبھویا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مڑ گئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک ایسی زمین پر تشریف لائے جو کہ ایسی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس جگہ اونٹ بٹھلایا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میری نگاہ سے غائب ہو گئے اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس پانی موجود ہے؟ اس وقت میرے پاس ایک پانی مشکیزہ تھا۔ میں اس کو لے کر حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دونوں پہونچے اور چہرہ مبارک دھویا اس کے بعد دونوں

---

[1] (سنن ابو داؤد، ج ۱، حدیث: ۱۰۹۳، حدیث مرفوع)

[2] (سنن ابو داؤد، ج ۳، ص ۱۸۱۸، حدیث مرفوع)

ہاتھوں کے دھونے کا قصد فرمایا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک جبہ مبارک پہنے ہوئے تھے جو کہ ملک شام کا تیار کردہ تھا کہ جس کی آستین تنگ تھی اس وجہ سے اس کی آستین اوپر نہ چڑھ سکی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ جبہ مبارک کے نیچے سے نکال لیا اور چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے اس کے بعد حضرت مغیرہ نے عمامہ اور پیشانی کے متعلق ذکر فرمایا۔ حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ جو بات میں چاہتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا اس کے بعد فرمایا اب تم ضرورت سے فارغ ہو جاؤ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھ کو ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد ہم لوگ آئے تو اس وقت امام عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور وہ اس وقت نماز فجر کی ایک رکعت ادا فرما چکے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں حضرت عبدالرحمٰن کو مطلع کر دوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لا چکے ہیں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمادی پھر جس قدر ہم لوگوں کو نماز ملی تھی اس کو پڑھا اور جس قدر نماز ہم سے قبل ادا کی جا چکی تھی اس کو سلام کے بعد مکمل فرمایا۔[1]

نماز کے لئے عصاء کو بطورِ سُترہ زمین میں گاڑھنا

محمود بن غیلان، عبدالرزاق، سفیان ثوری، عون بن ابی جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے دیکھا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان دیتے ہوئے اور وہ اپنا منہ پھیرتے تھے ادھر اُدھر اور ان کی دو انگلیاں ان کے دونوں کانوں میں تھیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے سرخ خیمے میں تھے۔ راوی نے کہا میرا خیال ہے کہ وہ چمڑے کا تھا پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصاء لے کر نکلے اور اسے میدان میں گاڑھ دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کی طرف نماز پڑھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارد گرد کتے اور گدھے چل پھر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسم پر سرخ حُلہ تھا گویا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ سفیان کہتے ہیں میرے خیال میں وہ یمنی چادر کا ہو گا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ابو جحیفہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے کہ وہ مؤذن کے لئے اذان کے دوران انگلیوں کو کانوں میں ڈالنے کو مستحب کہتے ہیں۔ بعض اہل علم نے کہا کہ اقامت کہتے ہوئے بھی انگلیاں کانوں میں ڈالے یہ اوزاعی کا قول ہے، ابو جحیفہ کا نام وہب سوائی ہے۔[2]

---

[1] (سنن النسائی، ج ۱، حدیث: ۸۳، حدیث متواتر، حدیث مرفوع)

[2] (جامع ترمذی، ج ۱، حدیث: ۱۹۰، حدیث مرفوع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی بھی نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اگر کچھ نہ ملے تو لاٹھی (عصاء) ہی کھڑی کرلے، اگر لاٹھی بھی نہ ملے تو (فقط) خط ہی کھینچ لے پھر جو چیز بھی اس کے سامنے سے گزرے اس کو ضرر نہ ہوگا۔[1]

دابۃ الارض کے پاس مہر اور عصا ہو گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جانور نمودار ہوگا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگشتری اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام کا عصاء ہوگا وہ عصاء سے مومن کے چہرہ کو روشن کرے گا اور انگشتری سے کافر کی ناک پر نشان لگائے گا، حتیٰ کہ ایک جگہ لوگ جمع ہوں گے تو ایک کہے گا اے مومن اور دوسرا کہے گا اے کافر (یعنی ایک دوسرے کو نشان سے پہچان لیں گے)۔[2]

حضرت عبداللہ بن حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے مکہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے وہاں خشک زمین تھی اس کے ارد گرد ریت تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا دابۃ (جانور) اس جگہ سے برآمد ہوگا۔ وہ جگہ تقریباً ایک بالشت تھی حضرت ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس کے کئی سال بعد میں نے حج کیا تو والد صاحب نے دابۃ الارض کے عصاء کے بارے میں بتایا (کہ ایسا ہوگا) میرے اس عصاء کے برابر (لمبا اور موٹا)۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب اپنی حاجت (رفع کرنے) کے لئے باہر تشریف لے جاتے، تو میں اور ایک لڑکا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پیچھے جاتے، ہمارے ہمراہ ایک چھڑی یا عصاء یا چھوٹا سا نیزہ ہوتا تھا اور ایک طرف پانی کا برتن (بھی) ہوتا تھا، جب آپ اپنی حاجت سے فارغ ہوتے تو وہ برتن ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دے دیتے۔[4]

---

[1](سنن ابن ماجہ، ج ۱، حدیث: ۹۴۳، حدیث مرفوع)
[2](سنن ابن ماجہ، ج۳، حدیث: ۹۴۶، حدیث مرفوع)
[3](سنن ابن ماجہ، ج۳، حدیث: ۹۴۷، حدیث مرفوع)
[4](صحیح بخاری، ج ۱، حدیث: ۴۸۱، حدیث مرفوع)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عصاء کے ذریعہ حجرِاسود کو بوسہ دینا

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا اور عصاء کے ذریعہ حجرِاسود کو بوسہ دیا۔ دراوردی نے زہری کے بھتیجے سے، انہوں نے اپنے چچا سے اس کے متابع حدیث روایت کی ہے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خانہ کعبہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حجرِاسود کو اپنے عصاء سے چھوتے تھے۔[2]

بطورِ مذاق کوئی کسی کا عصاء نہ لے

حضرت عبد اللہ بن سائب بن یزید اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کوئی شخص بطور مذاق اپنے بھائی کو پریشان کرنے کے لئے اس کا عصا نہ لے اور اگر کسی نے لیا ہو تو واپس کردے اس باب میں حضرت ابن عمر سلمان بن صرد جعدہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرج ابن ابی ذئب کی روایت سے جانتے ہیں سائب بن یزید صحابی ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے احادیث سنی ہیں جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر سات سال تھی جبکہ ابویزید بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں اور انہوں نے کئی احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نقل کی ہیں۔[3]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا عصاء مبارک سے درخت کے پتے جھاڑنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک ایسے درخت کے پاس سے گذرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس پر عصاء مارا تو اس کے پتے جھڑنے لگے۔

---

[1] (صحیح بخاری، ج ۱، حدیث: ۴۸۱، حدیث مرفوع)

[2] (سنن النسائی، ج ۲، حدیث: ۸۲۶، حدیث مرفوع)

[3] (جامع الترمذی، ج ۲، حدیث: ۳۴، حدیث مرفوع)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سے اسی طرح گناہ جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑے۔[1]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا کمان اور عصاء پر ٹیک لگانا

حضرت سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب جنگ میں خطبہ دیتے تو کمان پر ٹیک لگاتے اور جب جمعہ میں خطبہ دیتے تو عصاء پر ٹیک لگاتے۔[2]

حرفِ آخر

اپنے ساتھ عصاء رکھنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سمیت جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، آج نہ صرف عام مسلمان بلکہ حضرات علماء تک اس سنت مبارکہ کے تارک نظر آتے ہیں۔ فقط صوفیاء، مشائخ اور صاحبانِ طریقت کے ہاں اس سنت مبارکہ کی کچھ کچھ جھلک نظر آتی ہے۔

[1] (جامع ترمذی، ج۲، حدیث:۱۴۸۸، حدیث مرفوع)

[2] (سنن ابن ماجہ، ج۱، حدیث:۱۱۰۷، حدیث مرفوع)